اردو شرح

انوار الباری

صحیح البخاری

مجموعۂ افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

و دیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرۃ مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

(061-4540513-4519240)

انوار الباری صحیح البخاری

مقدمہ جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و كفى سلام على عباده الذين اصطفىٰ

امام بخاریؒ

(ولادت ۱۹۴ھ، وفات ۲۵۶ھ، عمر باسٹھ سال)

اسم مبارک:

امیر المومنین فی الحدیث الشیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ بن بردزبہ الجعفی رحمۃ اللہ علیہ۔

خاندانی حالات:

بردزبہ فارسی کلمہ ہے، کاشت کار کو کہتے ہیں، بردزبہ مجوسی تھے، ان کے بیٹے مغیرہ، یمان جعفی والیٔ بخارا کے ہاتھ پر اسلام لائے، اسی نسبت سے وہ جعفی مشہور ہوئے۔

مغیرہ کے فرزند ابراہیم کے حالات معلوم نہ ہو سکے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بھی یہی لکھا ہے کہ مجھے ان کے حالات نہیں ملے، ابراہیم کے صاحبزادہ اسماعیل کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ علماء اتقیاء میں سے تھے، حافظ نے کتاب الثقات ابن حبان سے نقل کیا کہ طبقۂ رابعہ میں تھے، حماد بن زید اور مالک وغیرہ سے روایت کی اور ان سے عراقیوں نے روایت کی اور ابن مبارک و تلمیذ امام اعظمؒ کی صحبت میں بیٹھے ہیں، امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں اسی طرح لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور مالک سے حدیث سنی۔

سن پیدائش وابتدائی حالات:

امام بخاریؒ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی صغرسنی ہی میں ہو گیا تھا لہذا اپنی والدہ محترمہ کی تربیت ونگرانی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں قیام کر کے تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔

مشہور ہے کہ امام بخاری کی بینائی چھوٹی عمر میں زائل ہو گئی تھی، آپ کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، فرمایا ''خدا نے تمہاری دعاؤں کی وجہ سے بیٹے کی بینائی واپس کر دی ہے'' امام بخاری صبح کو اٹھے تو بینا تھے۔

علمی شغف ومطالعہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب میں ۱۶ سال کی عمر میں داخل ہوا تو میں نے ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں یاد کرلی تھیں اور ان لوگوں کے (یعنی علماء عراق کے) علم سے واقف ہوگیا تھا، پھر میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کے لئے گیا، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری نے سب سے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں کیا، اور اگر وہ ابتداء تعلیم کے وقت ہی سفر کرلیتے تو اپنے دوسرے معاصرین کی طرح وہ بھی طبقہ عالیہ کے لوگوں کو پالیتے اور حافظ حدیث عبدالرزاق کا زمانہ ان کو مل بھی گیا تھا اور امام بخاری نے ارادہ بھی کیا تھا کہ ان کے پاس یمن جاکر استفادہ کریں، مگر ان سے کہا گیا کہ شیخ مذکور کا انتقال ہوگیا ہے، اس لئے وہ یمن نہ گئے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اس وقت زندہ تھے۔

چنانچہ امام بخاریؒ ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔

تصنیف کا آغاز:

امام بخاریؒ ہی نے کہا ہے کہ اٹھارہویں سال میں، میں نے ''قضایا الصحابۃ والتابعین'' تصنیف کی پھر ''تاریخ کبیر'' اسی ماہ میں مدینہ منورہ میں روضۂ مطہرہ کے قریب بیٹھ کر تصنیف کی۔

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں شام، مصر اور جزیرہ دو بار گیا ہوں اور بصرہ چار مرتبہ، حجاز میں چھ سال اقامت کی اور اس کو شمار نہیں کرسکتا کہ کتنی بار کوفہ اور بغداد گیا ہوں۔

امام احمدؒ سے تعلق:

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ جب بھی بغداد جاتے، امام احمد سے ملاقاتیں کرتے اور مستفید ہوتے تھے، اور وہ ان کو ہر مرتبہ خراسان چھوڑ کر بغداد کی سکونت اختیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے، لیکن باوجود اتنی ملاقاتوں کے امام احمد سے روایت حدیث بہت کم ہے، حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء میں تشریح کی ہے کہ امام بخاریؒ نے امام احمد سے صرف یہاں ایک روایت لی ہے اور ایک روایت مغازی میں لی ہے ان دو کے سوا نہیں ہے، شاید اس لئے کہ امام بخاریؒ کو امام احمدؒ کے شیوخ سے لقا حاصل ہوگیا تھا وہ امام احمد کے واسطہ سے مستغنی ہوگئے تھے، چنانچہ امام احمد سے روایت کرنے کے بجائے علی بن مدینی سے زیادہ روایات لی ہیں۔

قیام بصرہ اور تصنیف:

امام بخاریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بصرہ میں پانچ سال رہا، میرے ساتھ کتابیں ہوتی تھیں، تصنیف کرتا تھا اور حج کے موسم میں حج کرتا تھا اور پھر بصرہ کو لوٹ آتا تھا اور ایک سال مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تصنیف میں مصروف رہا، امام بخاریؒ نے یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ ۱۸ سال کی عمر میں حج کے لئے گیا تو، حمیدی سے ملا، اس وقت ان کے اور ایک دوسرے شخص کے درمیان کسی حدیث پر جھگڑا ہو رہا تھا، حمیدی نے مجھے دیکھ کر کہا: ''اب یہ آگئے ہیں ہمارے نزاع کا فیصلہ کردیں گے اور مجھ سے نزاعی صورت بیان کی، میں نے حمیدی کی تصویب کی اور حق بھی ان ہی کے ساتھ تھا۔

علم حدیث وفقہ کے لئے اسفار:

امام بخاری تحصیل علم وحدیث وفقہ کے لئے مختلف دور دراز شہروں میں پہنچے ہیں اور بڑے بڑے محدثین وفقہا سے علم حاصل کیا ہے، بلخ گئے اور مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہوئے جو امام اعظمؒ کے تلمیذ خاص تھے، ان سے گیارہ ۱۱ احادیث ثلاثی امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہیں، بغداد میں معلی بن منصور کے شاگرد ہوئے جو بقول امام احمدؒ، امام صاحبؒ، امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے اصحاب وتلامیذ سے تھے، امام

یحییٰ بن سعید القطان (تلمیذ امام اعظمؒ) کے تلمیذ خاص امام احمد اور علی بن المدینی کے شاگرد ہوئے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ بخاری میں علی بن المدینی سے بہ کثرت روایات ہیں۔

بصرہ پہنچ کر ابو عاصم النبیل الضحاک کے شاگرد ہوئے، جن سے امام بخاریؒ نے چھ روایات اعلیٰ درجہ کی روایت کی ہیں، جو ''ثلاثیات'' کہلاتی ہیں، یہ ابو عاصم بھی امام صاحبؒ کے تلمیذ خاص بلکہ شرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے ہیں۔

ان کے علاوہ تین ثلاثیات امام بخاریؒ نے محمد بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہیں جو بتصریح خطیب بغدادی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے تلمیذ اور حنفی تھے۔

ثلاثیات بخاری:

''ثلاثیات'' وہ احادیث کہلاتی ہیں جن میں راوی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں اور یہ اعلیٰ درجہ کی احادیث ہیں بخاری شریف میں صرف ۲۲ ہیں، جو امام بخاری کا مایہ الافتخار ہیں اور ان میں ۲۰ حدیثیں بہ تفصیل مذکورہ بالا انہوں نے اپنے حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں۔

''ثلاثیات'' سے اعلیٰ درجہ پر ثنائیات ہوتی ہیں اور وہ بھی امام صاحب کی روایات میں بہ کثرت ہیں، ملاحظہ ہوں، مسانید الامام اعظمؒ اور کتاب الآثار بلکہ بعض وحدانیات بھی ہیں، کیونکہ امام صاحبؒ کا لقاء اور سماع بھی بعض صحابہ سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو، مناقب کردری و موفق و مقدمۂ اوجز المسالک حضرت شیخ الحدیث مولانا العلام محمد زکریا صاحب سہارن پوری عم فیضہم۔

متاخرین کی تصعیف حدیث:

اسی لئے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ متاخرین کی تضعیف حدیث متقدمین (آئمہ مجتہدین وغیرہم) کی مرویات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، علامہ ابن امیر الحاج نے شرح التحریر میں لکھا کہ ''یہ امر خاص طور سے قابل تنبیہ ہے کہ اگر بطور تنزل صحیح بخاری و مسلم کی اصحیت کو دوسری تمام کتب حدیث پر مان بھی لیں تو یہ بہ نسبت بعد کی کتابوں کے ہوگی، نہ بہ نسبت ان آئمہ مجتہدین متبوعین کی مرویات کے بھی جو ان دونوں سے پہلے ہو چکے ہیں، یہ بات اگرچہ ظاہر ہے مگر پھر بھی بعض لوگوں سے مخفی ہے یا اس کو دانستہ مخفی رکھ کر عوام کو مغالطہ دیا جاتا ہے، واللہ سبحانہٗ اعلم''۔

آئمہ متبوعین اور اصحاب صحاح ستہ:

مقصد یہ ہے کہ شیخین اور اصحاب سنن سب حفاظ حدیث باہم معاصر ہیں'' جو تدوین فقہ اسلامی کے بعد کے زمانہ میں ہوئے ہیں، انہوں نے فہم معانی حدیث کے لئے صرف ہمت کی اور گراں قدر حدیثی تالیفات بھی کیں، لیکن ان سے پہلے مجتہدین کے پاس (بہ نسبت ان کے) اصولی مواد زیادہ وافر تھا اور احادیث کا ذخیرہ بھی بہت زیادہ تھا، ان کے سامنے مرفوع، موقوف، فتاویٰ صحابہ و تابعین سب ہی تھے، مجتہد کی نظر تمام اقسام حدیث پر ہوتی ہے کسی ایک قسم پر مقصود نہیں ہوتی، جوامع اور مصنفات اس زمانہ کے دیکھو تو ان میں ان سب اقسام کا مواد موجود پاؤ گے جن سے ایک مجتہد اپنی گرانقدر ذمہ داریوں کے تحت مستغنی نہیں ہو سکتا۔

پھر دیکھو کہ ان جوامع اور مصنفات کے مؤلفین سب ان مجتہدین کے اصحاب خاص یا اصحاب اصحاب تھے، علو طبقہ اور کمی رواۃ کی وجہ سے ان کی اسانید میں ہر قسم کی نظر ان کے لئے آسان تھی، نیز کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا خود اس کی تصحیح و توثیق کے مترادف تھا، لہذا جو کچھ ضرورت صحاح ستہ کی طرف ہوئی اور ان سے استدلال کیا گیا وہ متاخرین کے لئے ہے، متقدمین کے لئے ان کی ضرورت کیا پیش

آتی (مقدمۂ لامع الدراری نقلا من ہامش الشروط للحازی، للکوثری)

امام بخاری کے اساتذہ:

غرض امام بخاریؒ نے بڑے بڑے علمی مرکزوں کے اکابر شیوخ حدیث اور جلیل القدر فقہاء سے استفادہ کیا اور امام بخاریؒ کے شیوخ اور شیوخ مشائخ میں بڑی کثرت علماء احناف کی ہے اور آپ نے خود اپنے اساتذہ کی تعداد دس سو اسی بیان کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ سب اصحاب حدیث تھے (اس سے بہت سے حنفی شیوخ کو بھی سند حدیث مل گئی، والحمدللہ) آپ کے بڑے بڑے اساتذہ، اسحق بن راہویہ (تلمیذ ابن مبارک تلمیذ الامام الاعظم) علی بن المدینی (تلمیذ یحییٰ القطان تلمیذ الامام) امام احمد (تلمیذ امام ابی یوسف) یحییٰ بن معین حنفیؒ (تلمیذ امام محمدؒ) اور حمیدی شافعی تھے۔

علم حدیث وفقہ امام بخاریؒ کی نظر میں:

امام بخاریؒ نے اپنے تلامذہ کو وسعت علوم حدیث اور شرائط تحصیل علم حدیث وغیرہ کے بارے میں قیمتی معلومات دی ہیں اور اکثر علم حدیث کی مشکلات اور اس کے حاصل کرنے میں لاحق ہونے والی پریشانیاں بیان کیا کرتے تھے، اس سلسلہ میں اربع مع اربع کا ربع مع اربع مثل اربع فی اربع والی تقریر بخاری بہت دلچسپ اور اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے، حضرت شیخ الحدیث دام ظلہم نے مقدمۂ اوجز میں پوری ذکر فرمادی ہے اور تلامذہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ اگر تم ان سب مشقتوں اور پریشانیوں کو برداشت نہیں کرسکتے تو علم حدیث کی تحصیل کا خیال دماغ سے نکال دو اور فقہ حاصل کرو، کیونکہ تم اس کو گھر میں بیٹھ کر بھی حاصل کرسکتے ہو، اس میں نہ تمہیں بڑے طول طویل سفروں کی ضرورت ہوگی، نہ سمندروں کو پار کرنے کی اور باوجود اس کے فقیہ کا ثواب بھی آخرت میں محدث سے کم نہیں ہے اور نہ اس کا اعزاز محدث سے کم ہے کیونکہ وہ بھی حدیث شریف کا ہی ثمرہ ہے۔

رجال حنفیہ اور حافظ ابن حجرؒ:

امام بخاری کے والد ماجد کی ملاقات، صحبت یا صرف مصافحہ ابن مبارک سے، اس کا ذکر بھی سب بطور منقبت کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ عبداللہ بن مبارک، بہت بڑے مسلم امام حدیث تھے، لیکن وہ امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے اور برسوں تک دور دراز شہروں میں رہ کر سب جگہ کے محدثین اور جلیل القدر تابعین سے حدیث وفقہ حاصل کرنے کے بعد امام صاحب کی خدمت میں پہنچے تو امام صاحب ہی کے ہو رہے تھے اور امام صاحب کے بہت بڑے مداح ہیں، تہذیب الکمال میں حافظ مزی نے بھی ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے مگر تعجب ہے کہ حافظ نے تہذیب میں ان کو امام صاحبؒ کے تلامذہ میں ذکر نہیں کیا، رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسا ایک دو جگہ نہیں بلکہ بڑی کثرت سے ملے گا کہ تہذیب الکمال میں بڑے بڑے محدثین وفقہا امام صاحب یا ان کے اصحاب میں سے کسی کے تلمیذ تھے، یا تلمیذ التلامیذ تھے، مگر حافظ نے اس ذکر کو حذف کردیا، تاکہ حنفیہ کی تنویر شان نہ ہو، اسی وجہ سے ہمارے شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ''رجال حنفیہ'' کو جس قدر نقصان حافظ نے پہنچایا اور کسی نے نہیں پہنچایا۔

حافظ برابر اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی حنفی ہو تو اس کو گرادیں اور شافعی ہو تو اس کو ابھار دیں، ہم اس کی مثالیں اپنے اپنے موقع سے آگے بھی پیش کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔

سبب تالیف جامع صحیح:

جامع صحیح کی تصنیف کا سبب امیر المومنین فی الحدیث اسحق بن راہویہ ہوئے جو امام بخاریؒ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں، انہوں نے

ایک بار تمنا ظاہر فرمائی کہ کوئی صحیح احادیث کا مختصر مجموعہ مرتب ہو جائے، امام بخاری بھی اس مجلس میں موجود تھے، خدا نے ان کے دل میں اس کا داعیہ پیدا کیا اور اس اہم و مہتم بالشان کام کی توفیق بھی مرحمت فرمادی جس سے یہ شاندار اور بے نظیر مجموعہ احادیث صحیحہ کا ظہور پذیر ہوا، یہ اسحٰق بن راہویہ بواسطۂ ابن مبارک امام اعظمؒ کے تلمیذ ہیں۔

امام بخاریؒ سے پہلے تالیف حدیث:

امام بخاریؒ سے پہلے زیادہ رواج مسانید کا تھا، چنانچہ امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے عظیم القدر حفاظ حدیث نے مسانید مرتب کئے تھے اور ان سے پہلے عبداللہ بن موسیٰ العبسی کوفی، مسدد بن مسرہد بصری اور اسد بن موسیٰ الاموی وغیرہ نے مسانید جمع کئے تھے، جس طرح ان سے پہلے اکابر آئمہ حدیث مثلاً امام ابو یوسف و امام محمدؒ کے ذریعہ امام اعظم کی کتاب الآثار مرتب ہوئیں، امام مالکؒ نے موطاء تصنیف فرمائی، اور ان سب میں احادیث کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین بھی لکھے جاتے تھے۔

حافظ ابن جریج نے مکہ معظمہ میں امام اوزاعیؒ نے شام میں، امیر المومنین فی الحدیث ثوری نے کوفہ میں، حافظ حماد بن سلمہ نے بصرہ میں مصنفات تیار کیں اور ان کے علاوہ مصنفات اصحاب امام اعظم مثلاً کتاب الآثار امام ابو یوسف، کتاب الآثار امام محمد، مصنف عبدالرزاق (تلمیذ الامام) کتب ابن مبارک (تلمیذ الامام) کتاب وکیع (تلمیذ الامام) کتاب الصیام و کتاب الزکوٰۃ یوسف بن امام ابی یوسف اور سید حمیدی (استاد البخاری) وغیرہ منصہ شہود پر آچکی تھیں، غرض ہر امام اور حافظ حدیث نے کوئی نہ کوئی مجموعۂ حدیث و آثار بصورت مسند یا مصنف بہ ترتیب ابواب ضرور چھوڑا تھا۔

یہ بھی واضح رہے کہ جامع صحیح کی تالیف امام بخاریؒ کے ابتدائی دور کی نہیں بلکہ آخری دور کی تصنیف ہے اور جیسا کہ ہم نے ابتداء مقدمہ میں عرض کیا تھا، زمانہ صحابہ میں بھی جمع حدیث کا کام ہوا ہے اور حافظوں میں تو تمام ہی صحابہ کے بہترین ذخیرہ موجود تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے باقاعدہ تدوین حدیث کی مہم شروع کی، چنانچہ امام شعبی متوفی ۱۱۰ھ نے اسی طرح زہری متوفی ۱۲۰ھ اور ابوبکر خرمی متوفی ۱۲۴ھ نے بڑے پیمانہ پر احادیث جمع کیں، پھر ۱۲۰ھ سے امام اعظمؒ نے اپنے چالیس شرکاء تدوین فقہ اور دوسرے اصحاب و تلامذہ محدثین و فقہاء کے ساتھ پچیس تیس سال تک احادیث و آثار فتاویٰ صحابہ واقوال تابعین، قضایائے صحابہ و تعامل سلف کی روشنی میں لاکھوں مسائل احکام کا استخراج کیا، جو حسب تحقیق مذکور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ احادیث مرفوعہ ہی کے حکم میں تھے۔

اسی طرح امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کے متخرجہ مسائل احکام بھی اسی مرتبہ میں تھے، غرض امام بخاری کے زمانہ تالیف بخاری شریف تک دو سوا دو سو سال کے سینکڑوں اکابر آئمہ حدیث و حفاظ کی مساعی جمیلہ کے ثمرات سامنے آچکے تھے، جن کو امام بخاری نے اپنی بے نظیر قوت حفظ، لاثانی، ملکۂ اخذ و ضبط اور جمع و تصنیف کی اعلیٰ صلاحیتوں کے ذریعہ اعلیٰ سے اعلیٰ قالب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی غیر معمولی پرخلوص محنت و سعی کو عظیم الشان حسن قبول اور برتری سے نوازا۔

ایک اہم غلطی کا ازالہ:

ہمارے زمانہ کے ایک محترم مؤلف اہل حدیث مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی نے ایک کتاب نصرۃ الباری کے نام سے امام بخاریؒ کے مناقب میں لکھی ہے جس میں انہوں نے امام بخاری کی وسعت نظر کے عنوان میں تقریباً ڈیڑھ سو کتب حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا کہ امام بخاری کے معلقات جو بخاری میں موصول السند نہیں ہیں وہ اتنے عظیم ذخیرہ سے ماخوذ ہیں کہ تفصیل میں ملال ناظرین وطوالت کا خوف ہے، اس لئے ہم صرف ایک سرسری فہرست ان کتابوں کی نقل کر رہے ہیں، جہاں سے امام بخاریؒ نے معلقات و تابعات کو صحیح بخاری میں درج

فرمایا ہے وہ چند کتابیں یہ ہیں:

مؤلف محترم کے اس مضمون سے غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ امام بخاری کی تالیف صحیح کے وقت یہ سب کتابیں موجود ہوں گی تا کہ ان سے اخذ کرنے کا دعویٰ صحیح ہو سکے، حالانکہ ان میں وہ کتابیں بھی مذکور ہیں جو امام بخاری سے بہت بعد کی تالیف ہوئیں، امام بخاریؒ کے وقت میں یا ان سے پہلے ان کتابوں کے مصنفین بھی دنیا میں تشریف نہ لائے تھے، چہ جائیکہ ان کی کتابیں اور تالیفات امام بخاریؒ کے زمانہ میں موجود ہوں، مثلاً معجم صغیر طبرانی (م ۳۶۰ھ) ایضاً اوسط طبرانی، ایضاً کبیر طبرانی، دار قطنی (م ۳۸۵ھ) مستدرک حاکم (م ۴۰۵ھ) حلیۃ الاولیاابی نعیم (م ۴۳۰ھ) کتاب الاعتقاد، سنن کبریٰ دلائل النبوۃ، شعب الایمان للبیہقی (م ۴۵۸ھ) التمہید لا بن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) شرح السنہ بغوی (م ۵۱۶ھ) وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے بظاہر مولانا موصوف کا مقصد یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے متعلقات و متابعات کا جو گرانقدر مواد اپنی صحیح میں جمع کر دیا ہے وہ باسانیدان سب کتابوں میں منتشر موجود ہے، خواہ وہ امام بخاریؒ سے قبل کی تصنیف ہوں یا بعد کی اور ظاہر ہے کہ ماخذ ان سب ہی کتابوں کے وہی علوم نبوت ہیں جو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے پاس تھے، ان ہی علوم کو خلف نے سلف سے اخذ کیا اور اپنی اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے ہر ایک نے ان کو بہتر سے بہتر پیرائیہ بیان اور تفصیل وتبیان سے ادا کیا۔

غرض ان احوال وظروف میں امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح تیار کی جس میں سولہ سال کی مدت صرف ہوئی جو تقریباً چھ لاکھ احادیث کا انتخاب ہے۔

جامع صحیح کے لئے اساتذہ بخاری کی توثیق:

ابو جعفر عقیلی کا قول ہے کہ جب بخاری نے جامع تصنیف کی تو اس کو اپنے شیوخ علی بن المدینی احمد بن حنبل (تلمیذ امام ابو یوسف) اور یحییٰ بن معین کے سامنے پیش کیا، ان حضرات نے اس کو پسند کیا اور سند صحت عطا کی بجز چار احادیث کے۔

''بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے امام مسلم کے تذکرہ میں تحریر کیا کہ:

''وہ صحیح و سقیم احادیث کی پہچان میں اپنے تمام اہل عصر میں ممتاز تھے، بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی ترجیح و فضیلت حاصل ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بخاری کی اکثر روایات اہل شام سے بطریق مناولہ ہیں (یعنی ان کی کتابوں سے لی گئی ہیں خود ان کے مؤلفین سے نہیں سنی گئیں) اس لئے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاریؒ سے غلطی واقع ہو جاتی ہے، ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے، امام بخاریؒ اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں یہ مغالطہ امام مسلم کو پیش نہیں آیا، نیز حدیث میں امام بخاری کے تصرفات مثلاً تقدیم و تاخیر، حذف و اختصار کی وجہ سے بعض مرتبہ تعقید پیدا ہو جاتی ہے، ہر چند کہ خود بخاری ہی کے دوسرے طریق دیکھ کر وہ صاف بھی ہو جاتی ہے لیکن امام مسلم نے یہ طریقہ اختیار ہی نہیں کیا بلکہ متون حدیث کو موتیوں کی لڑی کی طرح مرتب روایت کیا ہے کہ تعقید کی بجائے ان کے معانی اور چمکتے چلے جاتے ہیں''۔

امام بخاریؒ کا بے نظیر حافظہ:

آپ کو بچپن سے ہی احادیث یاد کرنے کا شوق تھا، چنانچہ دس سال کی عمر میں یہ حالت تھی کہ مکتب میں جس جگہ کوئی حدیث سنتے فوراً اس کو یاد کر لیتے تھے۔

بخارا میں اس وقت داخلی مشہور محدث تھے، امام بخاری نے ان کے پاس آمد و رفت شروع کی، ایک روز داخلی لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے، ان کی زبان سے ایک حدیث کی سند اس طرح نکلی کہ سفیان نے ابوالزبیر سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کی، بخاری فوراً بول

پڑے کہ حضرت ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، داخلی نے مکان پر اصل یادداشتوں سے مراجعت کی تو غلطی واقع نکلی، واپس آکر امام بخاری کو بلایا اور پوچھا کہ صحیح کس طرح ہے؟ تو انہوں نے فرمایا سفیان زبیر بن عدی سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، داخلی نے کہا تم صحیح کہتے ہو، سند اسی طرح ہے۔

مشہور ہے کہ یہ واقعہ امام بخاری کی گیارہ سال کی عمر کا ہے، ایسا ہی ایک واقعہ حاشد بن اسمٰعیل نے بیان کیا کہ امام بخاریؒ میرے ہمراہ شیوخ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے، ہم لوگ شیخ کی بیان کی ہوئی احادیث لکھا کرتے تھے، مگر امام بخاریؒ کچھ نہ لکھتے تھے، ہم لوگ ان پر اعتراض کرتے تھے کہ جب آپ لکھتے نہیں تو درس میں شرکت سے کیا فائدہ؟ پندرہ یا سولہ روز کے بعد امام بخاری نے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے بہت تنگ کر دیا، اچھا آج میری یادداشت سے اپنے نوشتوں کا مقابلہ کرو، حاشد کہتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک پندرہ ہزار حدیثیں لکھ لی تھیں، بخاریؒ نے وہ سب ہی ہمیں اپنی یاد سے سنا دیں، جس سے ہم کو حیرت ہوئی۔

تالیفات امام بخاری

(۱) قضایا الصحابۃ والتابعین:

سب سے پہلی تصنیف جو ۲۱۲ھ میں "تاریخ کبیر" سے پہلے لکھی ہے (غیر مطبوعہ) کتاب کا موضوع و مواد نام سے ظاہر ہے۔

(۲) التاریخ الکبیر:

مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات) میں چاند کی روشنی میں لکھی، ترتیب حروف تہجی سے ہے، امام بخاری کے شیخ امام اسحٰق بن راہویہ (تلمیذ ابن مبارک تلمیذ الامام الاعظم) نے اس کتاب کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے امیر عبداللہ بن طاہر خراسانی سے فرمایا تھا کہ لیجئے! آپ کو جادو دکھاؤں۔

کتاب مذکور موٹے ٹائپ حروف سے آٹھ جزو میں تقسیم ہو کر دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہو گئی ہے، راقم الحروف نے اس کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس کے "جادو" ہونے کا معمہ تا ایں دم لاینحل ہے، ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی موجودگی میں یہ جملہ ان کو خوش کرنے کو کہا ہو یا غیر موجودگی میں تنقید کے طور پر کیونکہ تاریخی اعتبار سے اور خصوصاً امام بخاری کے علمی تبحر و وسعت معلومات سے جو توقع قائم ہو سکتی ہے، وہ اس سے پوری نہیں ہوتی۔

جو کچھ انہوں نے رجال میں لکھا ہے، اس سے کہیں زیادہ بعد کے علماء، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے، مثلاً حفص بن غیاث بن طلق نخعی کے ذکر میں امام بخاریؒ نے صرف اتنا لکھا کہ کوفہ کے قاضی تھے، اعمش سے روایت حدیث کی، محمد بن المثنی نے کہا کہ ۱۹۶ھ میں وفات ہوئی، ان سے ان کے بیٹے نے روایت کی (ص ۳۶۷ ج ۱)

اور ان ہی حفظ کے تذکرہ تہذیب التہذیب میں دیکھئے تو کافی طویل ہے، بڑے پایہ کے عالم و محدث تھے، کئی جگہ قاضی رہے، امام اعمش کے سوا دوسرے بہت سے جلیل القدر شیوخ سے روایت کی اور ان سے آپ کے صاحبزادے عمر کے سوا، ۲ امام احمد (استاذ امام بخاری) ۳ یحیٰی بن معین، ۴ علی بن المدینی (شیخ امام اعظم بخاری، ۵ یحییٰ القطان (شیخ علی بن المدینی) جیسے شیوخ حدیث اور ایک بڑی جماعت محدثین کبار نے روایت حدیث کی ہے۔

پھر تہذیب ہی میں ان کے نام کے ساتھ صحاح ستہ کا نشان بھی لگا ہوا ہے، یعنی بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ سب ہی نے ان سے

روایت کی ہے، اس کے علاوہ دوسرے حالات ومناقب بھی ذکر کئے ہیں، حالانکہ تہذیب خود خلاصۂ تہذیب الکمال مزی ہے اور مزی نے اس کو الکمال مقدسی سے خلاصہ کیا ہے۔

اس سے اندازہ کیجئے کہ ان اکابر کے حالات خود مقدسی ومزی نے کس قدر تفصیل سے لکھے ہونگے اور یہ بھی خیال کیجئے کہ جس قدر حالات طرب زمانہ کی وجہ سے امام بخاریؒ کو ان حضرات سے مل سکتے تھے وہ کئی سو برس بعد کے مؤلفین کو نہیں مل سکتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ راقم الحروف نے بڑے ہی اشتیاق کے ساتھ امام موصوف کی تاریخ مذکور کا مطالعہ شروع کیا، نہ معلوم کتنی زائد اور نئی معلومات حاصل ہوں گی مگر پہلے قدم پر تو اس سے بڑی مایوسی ہوئی کہ امام موصوف نے اپنی خاص ناراضگی اور تعصب کی وجہ سے سینکڑوں اکابر حنفیہ کا ذکر ہی اپنی تاریخ میں نہیں کیا پھر جن حضرات کا ذکر کیا تو اس شان سے کہ اس سے زیادہ اختصار غالباً ممکن ہی نہ تھا، اوپر کی مثال پیش ہے اور پوری ''تاریخ کبیر'' پڑھ کر شاید آپ بھی اس کو امام اسحٰق کے ہمزبان ہو کر سحر ہی کہنے پر مجبور ہونگے، اس تاریخ کبیر میں امام بخاری نے اپنے استاذ الاساتذہ اور امام الائمہ ابوحنیفہؒ کے بارے میں جو کلمات تحریر فرمائے ہیں وہ بھی پڑھ لیجئے، ارشاد ہوا کہ:

''امام صاحب مرجئی تھے، لوگوں نے ان سے، انکی رائے سے اور ان کی حدیث سے سکوت اختیار کیا''۔

یعنی ان کے ذاتی حالات، ان کی رائے اور ان کی حدیث میں سے کوئی چیز آگے بڑھانے کے لائق نہیں سمجھی گئی، اب ایسا کرنے والے یا سمجھنے والے کون لوگ تھے؟ ایسے اکابر کی پہیلیوں کو بوجھنا میرے جیسے طفل مکتب کے لئے بہت دشوار ہے، اس لئے اپنے زمانہ کے محقق کبیر، ناقد بصیر، انورشاہ ثانی علامہ کوثری کی ''تانیب الخطیب'' سے مدد لے کر عرض کرتا ہوں تا کہ ناظرین مستفید ہوں، علامہ موصوف کے بارے میں اتنا عرض کردوں کہ خطیب کا رد بے مثل اور نہایت بے جھجک لکھا ہے، دوسرے معاندین و متعصبین کے خلاف بھی محققانہ انداز میں اتنا لکھ گئے کہ مظلوم حنفیت کی طرف سے مدافعت کا بڑی حد تک حق ادا کر دیا مگر زمانہ قیام مصر میں بھی بیسیوں ملاقاتوں کے باوجود امام بخاری کی شان میں ایک کلمہ نہیں سنا اور ان کے محتاط قلم سے بھی شاید اسی ایک جگہ کے سوا، جس کی نقل آگے آرہی ہے، امام صاحب موصوف کے بارے میں کچھ نہیں ہے، شاید ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ ہی کی طرح وہ بھی آخری عمر میں صبر وضبط کی کمزوری کے باعث اس تصریح پر بادل ناخواستہ مجبور ہوئے ہوں۔

واللہ العظیم، اس وقت شب کو بارہ بجے یہ سطور لکھتے ہوئے دل بیٹھا جارہا ہے، آنکھوں میں آنسو ہیں، امام عالی مقام امیر المومنین فی الحدیث کی تالیف جلیل صحیح بخاری کے احسان عظیم سے گردن جھکی ہوئی ہے، قلم آگے لکھنے سے رک رہا ہے، مگر پھر امام اعظم کے مرتبت عالیہ کو بھی سوچتا ہوں جن کے حالات تفصیل سے پہلے ذکر ہو چکے ہیں کون اور کیسے یقین کرے گا کہ ایسا جلیل القدر محدث ایسے امام اعظم کے بارے میں کسی غلط فہمی یا کاوش وحسد کی وجہ سے ایسی تند وتیز تنقید کر سکتا ہے، جو اوپر ذکر ہوئی ہے یا اس سے بھی زیادہ سخت تاریخ صغیر وغیرہ سے آئندہ نقل ہوگی، اب علامہ کوثری کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''(۱) امام بخاریؒ کا یہ قول مذکور ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہو جو امام صاحبؒ کے مسلک حق کے خلاف باطل عقیدہ رکھنے والے اور آپ سے اعراض کرنے والے تھے، کیونکہ امام صاحب کا ارجاء تو مطابق عقیدہ اہل سنت تھا اور اس کے خلاف عقیدہ خوارجہ یا معتزلہ کا تھا۔

(۲) امام صاحب کے مناقب ومدائح ذکر کرنے سے سکوت کرنے والے امام صاحب کے زمانہ کے وہ لوگ ہوں گے جو بے تحقیق سادہ لوح سے ہر گری پڑی روایت چلتی کرنے کے عادی تھے اور ایسے لوگوں کی باتوں سے امام صاحبؒ کی شخصیت پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا، اس لئے کہ امام صاحبؒ کے فقہی علوم، مشرق سے مغرب تک پھیل چکے تھے، حتیٰ کہ اگر بالفرض ان کی ساری کتابیں بھی صفحۂ وجود سے معدوم کر دی

---

[1] حالانکہ ان کی آراء اور ان کی احادیث کو محدثین نے روایت کیا اور عمل کیا ہے جو ترمذی، دار قطنی، مستدرک، حاکم معجم صغیر طبرانی، تذکرۃ الحفاظ، ابوداؤد، طیالسیؒ، طحاوی وغیرہ میں موجود ہیں۔

جاتیں تو ان کے مسائل مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہو کر بقائے دوام حاصل کر چکے تھے۔

(۳) اگر یہ سب کچھ نہیں بلکہ امام بخاری اپنے ہی خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ وہ علم و یقین کی شاہراہ چھوڑ کر ظن و تخمین کی پگڈنڈی پر چلے گئے اور انہوں نے یہ بات بھی بھلادی کہ ان کی ابتدائی تعلیمی نشو نما امام ابوحفص کبیر بخاری (تلمیذ امام اعظم) کے حلقہ درس کی رہین منت ہے، اور شاید اہل نیشاپور و بخاری سے جوان کو روحانی وجسمانی تکالیف پہنچیں اور ابتلاءات پیش آئیں، ان کا معنوی سبب یہی تھا کہ انہوں نے اپنے علمی محسنین اور شیوخ الشیوخ کی شان میں احتیاط سے کام نہ لیا، جو خود ان کی شان کے بھی مناسب نہ تھا، حق تعالیٰ ہم سے اور ان سے مسامحت کا معاملہ فرمائے۔ آمین''۔

''تاریخ اوسط میں بھی اسی طریقہ پر راہ مستقیم ومعتدل سے الگ راہ اختیار کی ہے اور سب سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ امام بخاری کے یہاں کسی جزو کو قبول کرنے کے واسطے انقطاع سند، عدم ضبط، تہمت کذب، جہالت عین، جہالت وصف اور بدعت وغیرہ سے راویوں کا بے داغ ہونا بہت ضروری ولازمی ہے (یہی وجہ ہے کہ جن رواۃ بخاری پر ان باتوں میں سے کوئی الزام آیا ہے تو حافظ ابن حجر نے خاص طور سے اس کی مدافعت کی ہے)

لیکن ان سب شرائط واحکام کی پابندی امام اعظمؒ کے بارے میں بالکلیہ ختم ہو جاتی ہے، اور باوجود تمام نقائص وعلل کے امام صاحب کے بارے میں کذابین ووضاعین کی روایات کے قبول ونقول ونشر کا سلسلہ جائز رکھا جاتا ہے، اتنے بڑے امام الائمہ کے حق میں جن کو ہر دور کے دوثلث افراد امت نے اپنے دین میں امین وامام یقین کیا (خواہ بھولے بھالے، ناواقف، جاہل کچھ ہی افترا و بہتان گھڑتے رہے ہوں) اللہ تعالیٰ ہم سب کو قباحت ہوائے نفسانی سے محفوظ رکھے) امام بخاری جیسے جلیل القدر امام کو محتاط رہنا زیادہ موزوں تھا۔

اسی کے ساتھ محدث کوثری نے تاریخ صغیر کا بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ:

(۱) امام بخاری نے تاریخ صغیر میں تحریر فرمایا کہ میں نے اسماعیل بن عرعرہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ''جہم کی ایک عورت ہمارے یہاں آئی اور ہماری عورتوں کی اتالیق رہی''۔

کوثری صاحب نے چند سطور پہلے یہی روایت تاریخ خطیب سے بھی نقل کی ہے اور اس کے رجال سند پر بحث کر کے بتلایا ہے کہ اس کے راوی خود امام بخاری، نسائی، ابوحاتم وغیرہ کے قول سے غیر ثقہ ہیں، پھر امام صاحب کے زمانہ سے بہت بعد کے ہیں، اس لئے انقطاع بھی ہے، یہی صورت خود اس امام بخاری والی روایت مذکورہ بالا میں بھی ہے کہ اسماعیل بن عرعرہ زمانہ بعد کے ہیں، امام صاحب سے وہ خود نہیں سن سکتے تھے (پھر کیسے کہہ دیا کہ میں نے امام صاحب سے سنا، گویا ابتداء ہی جھوٹ سے ہے، لیکن امام بخاریؒ نے ایسی روایت کو آگے چلا دیا) پھر یہ اسماعیل بن عرعرہ مجہول الصفت ہیں، کسی تاریخ میں ان کا ذکر خیر نہیں، حتیٰ کہ خود امام بخاریؒ نے بھی اپنی تاریخ کبیر میں اس کا ذکر نہیں کیا جب کہ اسی سے یہ خبر مقطوع روایت بھی کر رہے ہیں۔

البتہ ان کا ذکر عبداللہ بن احمد کی کتاب السنۃ میں ضرور ہے، جس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بصری تھے، عباس بن عبدالعظیم عنبری کے معاصر تھے اور اتنی بات سے ان کی معرفت ناقص ہے جب کہ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی ان سے کوئی روایت نہیں لی اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ جہم کی ایک عورت نے کوفہ میں آ کر کوفہ کی عورتوں کی اتالیقی کی بھی تو اس سے امام صاحب کی علمی شخصیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے، اعتراض تو جب صحیح ہوتا کہ وہ عورت جہم بن صفوان کے عقائد پھیلاتی ہو اور امام صاحب نے یہ اعتراف کیا ہو کہ کوفہ کی یا امام صاحب کے گھر کی عورتیں اس کے غلط عقائد وخیالات کو قبول کرتی تھیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔

(۲) دوسری روایت امام بخاری نے اپنے شیخ حمیدی سے نقل کی ہے وہ اس طرح کہ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں نے حمیدی سے سنا کہ امام صاحبؒ نے فرمایا: میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو حجام سے تین سنتیں اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کی حاصل کیں، جب میں اس کے سامنے

بیٹھنے لگا تو کہا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھئے، پھر اس نے میرے سر کے داہنے حصہ سے حلق شروع کیا، اور سر کی دونوں ہڈیوں تک پہنچایا۔
اس کو بیان کر کے حمیدی نے کہا کہ دیکھو! ایک ایسا شخص جس کو رسول علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی سنتیں مناسک وغیر مناسک کی بھی معلوم نہیں کس طرح خدا کے احکام وراثت، فرائض، زکوٰۃ، نماز اور دوسرے اسلامی امور میں لوگوں کا مقلد و پیشوا بن گیا ہے۔ (تاریخ صغیر طبع الہ آباد ص ۱۵۸)

نہایت افسوس ہے کہ ایسی خلاف ۔روایت وتحقیق بات امام صاحب کے بارے میں حمیدی نے کہی اور امام بخاری نے نقل بھی کر دی کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ جس امام ہمام نے اپنی سرکردگی میں ساڑھے بارہ لاکھ مسائل واحکام شریعت مدون کرائے اور شورائی طرز سے کرائے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے وہ علم سے ایسا بے بہرہ تھا جیسا حمیدی نے سمجھایا، پھر امام بخاریؒ کے علم وفضل، تبحر وسعت معلومات میں تو ہمیں ذرہ بھر بھی شک وشبہ نہیں، بڑی ہی حیرت ہے کہ انہوں نے ایسی غلط بات کیسے نقل کر دی۔

محدث کوثری نے فرمایا کہ اس روایت میں بھی انقطاع کی علت موجود ہے کیونکہ ان کا زمانہ امام صاحب کے زمانہ سے متاخر ہے، ظاہر ہے کہ انہوں نے خود نہیں سنا اور درمیانی واسطہ کو بتلایا نہیں، (شیخ حمیدی کی وفات ۲۱۹ھ کی ہے)

دوسرے یہ روایت بالفرض صحیح بھی ہو تو ہو سکتا ہے کہ یہ امام صاحب کے ابتدائی دور کا واقعہ ہو اس لئے کہ آپ نے پچپن حج کئے ہیں اور یوں بھی حج کے مسائل اس قدر دقیق ہیں کہ اچھے اچھے فاضل علماء ان میں چکرا جاتے ہیں، مناسک پر مستقل کتابیں ضخیم ضخیم لکھی گئی ہیں بلکہ محدثین و فقہاء کے مناقب میں مناسک حج کی واقفیت کو پیش کیا جاتا ہے مگر پھر بھی پورے مطالعہ کے بعد علماء عاجز ہو جاتے ہیں، گزشتہ سال ۱۳۷۹ھ کے حج میں منیٰ سے بارہویں ۱۲ ذی الحجہ کو شام کے وقت واپسی ہونے لگی تو راقم الحروف نے ساتھیوں سے عرض کیا کہ غروب سے قبل منیٰ سے نکل جانا چاہئے ورنہ حنفیہ کے ایک قول پر دم لازم ہو جائے گا لیکن ایک بڑے جید عالم صاحب مجھ سے جھگڑنے لگے اور کہا کہ ہم نے آج تک یہ مسئلہ نہیں دیکھا، ان کی رائے تھی کہ مغرب کا وقت قریب ہے، منیٰ ہی میں نماز پڑھ لو اور میں کہتا تھا کہ یہاں سے نکل کر باہر پڑھیں گے تاکہ اختلافی صورت سے بھی نکل جائیں، مگر وہ صاحب کسی طرح نہ مانتے تھے میں نے کہا کہ مکہ معظمہ چل کر کتاب بھی دکھا دوں گا، اب تو خواہ مخواہ دیر نہ کریں۔

پھر امام صاحب کا یہ بڑا کمال تھا کہ اتنے بڑے امام ومقتدا ہو کر اس کا اعتراف بھی کر لیا کہ میں نے حجام سے یہ تینوں سنتیں لیں اور اس سے امام صاحبؒ کا سنت رسول علیہ السلام کا بدرجہ غایت حریص ہونا بھی بدرجہ اتم ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے، کسی نے صحیح کہا ہے:

ع ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

(۳) تیسری روایت سفیان (شاید سفیان ثوری) سے بطریق نعیم بن حماد تاریخ صغیر میں نقل کی ہے جن کے بارے میں کم سے کم یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ روایات منکرہ بیان کرتے تھے اور خاص طور سے امام صاحبؒ کے بارے میں جھوٹی حکایات گھڑ کر روایت کیا کرتے تھے، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۳۹ ج ۳) نیز نسائی، ابوداؤد اور ابوزرعہ نے بھی ان کی روایات کو بے اصل قرار دیا ہے۔

پھر سفیان بن عیینہ کی طرف اس روایت کی نسبت یوں بھی خلاف درایت ہے، روایت یہ ہے کہ نعیم مذکور نے فزاری سے سنا کہ میں سفیان کے پاس تھا، اتنے میں نعمان کی خبر وفات آئی، سفیان نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے (مر گئے) اس نے اسلام کے جوڑ جوڑ پر ضرب کاری لگائی ہے، اسلام میں اس سے زیادہ کوئی بدبخت پیدا نہیں ہوا'' امام صاحبؒ کے تذکرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سفیان بن عیینہ امام اعظم کے تلمیذ رشید ہیں، ان سے حدیث کی روایت بھی کرتے ہیں، اگرچہ خطیب نے تو ایک روایت ایسی بھی معتبر ومشہور تاریخ میں نقل کر دی ہے کہ سفیان بن عیینہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو امام ابوحنیفہؒ سے بھی کوئی روایت یاد ہے؟ تو فرمایا کہ نہیں ایک بھی نہیں، جس کی سند میں کریمی و مؤمل جیسے کذاب ہیں اور خطیب نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ مسانید الامام خصوصاً مسند الحارثی میں سفیان کی روایات امام صاحب سے موجود ہیں، دنیا ایسی نقول تاریخ میں پڑھ کر کیا کہے گی یا سوچا ہوگا کہ جس طرح امام اعظم اور آپ کے سینکڑوں ہزاروں تلامذہ محدثین کے صحیح حالات

ومناقب سے دنیا کو بے خبر رکھنے کی مسلسل اور بڑی حد تک کامیاب کوشش کی گئی، ایسے ہی امام صاحب کے مسانید بھی دنیا کی نظروں سے اوجھل رہیں گے مگر امت کے یہ چراغ خطیب ایسوں کی پھونکوں سے بجھنے والے نہیں تھے۔ والحمد للہ والمنہ۔

تاریخ کبیر میں بعض جگہ دوسروں کے تذکروں میں بھی امام بخاریؒ نے امام صاحب پر تعریض کی ہے، مثلاً سفیان ثوری کے تذکرہ میں علی بن الحسن کے واسطہ سے ابن مبارک کا قول نقل ہوا کہ ''میں نے سفیان سے زیادہ اعلم کسی کو نہیں دیکھا''۔

پھر عیدان کے واسطہ سے ابن مبارک ہی کا قول یہ ذکر کیا کہ میں جب چاہتا تھا سفیان کو نماز میں مشغول دیکھتا'' اور جب چاہتا محدث کی شان سے روایت حدیث کرتے ہوئے دیکھا اور جب چاہتا ان کو فقہ کی باریکیوں میں غور وفکر کرتے دیکھتا، اور ایک مجلس ان کی اور بھی تھی، جس میں وہ شریک ہوئے، اس میں نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا گیا، یعنی مجلس نعمان، بصرہ میں ان کی وفات ہوئی، شعبہ اور یحییٰ قطان نے ان سے حدیث سنی۔ (تاریخ کبیر ص ۹۳ ج ۲ ق ۲)

یہ روایت اگر صحیح ہے تو بظاہر اس زمانہ کی ہے جب ابن مبارک کو لوگ امام صاحب سے بدظن کر کے ان کے پاس جانے سے روکا کرتے تھے، ممکن ہے ان بدگمانیوں کے اثرات امام صاحب کی ابتدائی مجالس میں بھی رہے ہوں، ہر مجلس میں ایک بار درود شریف پڑھنا ضروری ہے، یہ درمیان مجلس میں پہنچے ہوں اور ان کے سامنے جتنی دیگر کسی مسئلہ پر بحث جاری رہی ہو اس میں درود شریف کا اعادہ نہ ہوا ہو، جس سے ان کو غلط فہمی ہوئی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ امام صاحب جیسا عاشق رسول ﷺ جس نے علویوں کو برسر اقتدار لانے کے لئے آخر تک کوششیں کیں اور جس کا سارا دن قال اللہ قال الرسول ﷺ میں گزرتا ہو اور پوری رات تلاوت ونماز میں گزرتی ہو اور احادیث رسول ﷺ جمع کرنے کا ایسا شغف کہ جب کوئی بھی محدث عالم کوفہ سے باہر آتا تو خاص طور سے اپنے اصحاب کو بھیجتے کہ کوئی نئی حدیث ان کے پاس ہو تو سن کر آؤ، جس کے گھر کے کئی کمرے ذخیرۂ حدیث سے پر تھے، یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی مجلس میں درود شریف نہ پڑھا گیا ہو۔

پھر اگر بات صحیح ہوتی تو معاندین وحاسدین کثرت سے نقل کرتے، غرض غالب خیال یہی ہے کہ یہ روایت خلاف درایت بے اصل اور الحاقی ہے۔ **والعلم عند الله**

(۳) **التاریخ الاوسط**: یہ کتاب اب تک نہیں چھپی، شاید اس قلمی کا نسخہ جرمنی میں موجود ہے۔

(۴) **التاریخ الصغیر**: اس کتاب کی ترتیب سنین سے ہے اور بہت مختصر ہے، ان دونوں کتابوں میں بھی روایت ودرایت کے اعتبار سے قابل اعتراض چیزیں ہیں، جن میں سے کچھ چیزیں ''تاریخ کبیر'' کے ذیل میں بیان ہوئیں۔

(۵) **الجامع الکبیر**: اس کتاب کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں تھا۔

(۶) **خلق افعال العباد**: اس میں عقائد کی بحثیں ہیں، خلق قرآن وغیرہ مسائل میں امام ذہلی کو جوابات دیئے ہیں (مطبوعہ)

(۷) **المسند الکبیر**: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں بتلایا جاتا ہے۔

(۸) **اسامی الصحابۃ**: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں بتلایا جاتا ہے۔

(۹) **کتاب العلل**: ''علل حدیث'' کے موضوع پر عمدہ کتاب ہے۔

(۱۰) **کتاب الفوائد**: اس کا ذکر امام ترمذی نے کتاب المناقب میں حضرت طلحہ کے مناقب میں کیا ہے۔

(۱۱) **کتاب الوحدان**: اس میں ان صحابۂ کرام کا ذکر ہے جن سے صرف ایک ایک حدیث مروی ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ کتاب الوحدان مسلم کی ہے، بخاری کی نہیں۔

(۱۲) **الادب المفرد**: اخلاق نبوی پر امام بخاری کی مشہور و مقبول تالیف ہے ''جامع صحیح'' کے بعد سب سے زیادہ مفید کتاب ہے، مصر و ہند میں کئی بار طبع ہوئی، ہندوستان کے بعض مدارس میں داخل درس بھی ہے۔

(۱۳) **کتاب الضعفاء الصغیر**: ضعیف راویوں کے تذکرہ میں امام بخاری کا بہت مختصر، مشہور رسالہ ہے لیکن اس میں بھی عصبیت کی جھلک جا بجا موجود ہے، امام ابو یوسف ایسے ثقہ محدث و فقیہ کو متروک کہہ دیا، حالانکہ امام نسائی ایسے متشدد و متعصب نے بھی امام موصوف کو اپنی کتاب ''الضعفاء والمتروکین'' میں ثقہ کہا ہے، متروکین میں شمار نہیں کیا (جب کہ رواۃ کی جانچ پڑتال میں امام بخاری جیسے متشدد تھے)

امام بخاری نے محض رنجش و عصبیت کی وجہ سے امام ابو یوسف کو متروک کہا یعنی جس کی حدیث لوگ روایت نہ کریں، حالانکہ امام احمد اور یحییٰ بن معین جیسے آئمہ حدیث و ناقدین نے ان کی شاگردی کی اور ان کے واسطہ سے امام بخاری بھی امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، گویا یہ ریمارک ایک تلمیذ کا اپنے استاذ الاساتذہ کے لئے ہے، ان حضرات نے امام ابو یوسف کو صاحب حدیث، صاحب سنت، مصنف فی الحدیث، ثبت واکثر حدیثا، اتبع الحدیث اور حافظ حدیث فرمایا ہے۔

ہندوستان کے مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان نے ''التاج المکلل'' میں لکھا کہ قاضی ابو یوسف کوفہ کے امام ابو حنیفہ کے شاگرد، فقیہ، عالم اور حافظ حدیث تھے''، پھر لکھا کہ امام احمد یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی تینوں امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے پر متفق ہیں، جس کو ایسے اکابر محدثین ثقہ کہیں اس کو متروک الحدیث کہنا کیسے درست ہوا؟

پھر جب امام بخاری کے شیخ اعظم علی بن المدینی ان کو ثقہ کہتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں امام بخاری کے متروک کہنے کی کیا قیمت ہے؟

بہت سے مناقب ذکر کر کے آخر میں نواب صاحب نے یہ بھی لکھا کہ امام یوسف کے اوصاف بہت ہیں اور اکثر علماء ان کی فضیلت و تعظیم کے قائل ہیں اور یہ بات محقق ہے کہ جس کے مداح زیادہ ہوں، اس کے بارے میں جارحین کی جرح مقبول نہیں ہوتی، خصوصا جب کہ وہ جرح ہمعصروں کی طرف سے ہو اور ایسے ہی متعصبین کی جرح بھی مقبول نہیں ہے، امام بخاری اور دار قطنی وغیرہ کا شمار بھی کبار متعصبین میں سے کیا گیا ہے۔

یوسف بن خالد سمتی بصری تلمیذ خاص امام اعظم مشہور محدث و فقیہ تھے، امام صاحب کی خدمت میں برسوں رہے، امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کئے اور امام صاحب کی مجلس شوریٰ تدوین فقہ کے خاص رکن تھے، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان سے تخریج کی ہے، امام طحاوی نے کہا کہ میں نے امام مزنی شافعی سے سنا کہ یوسف بن خالد اخیار و ابرار میں سے ہیں۔

لیکن امام بخاری نے شاید اسی نسبت سے ان پر بھی ''سکتوا عنہ'' کی چھاپ لگا دی ہے، اسد بن عمرو بھی اسی مجلس شوریٰ کے رکن اور فقہاء مجتہدین میں سے تھے، حنفی تھے اور امام اعظم کے تلمیذ خاص، امام احمد بن حنبل (شیخ بخاری) اور احمد بن منیع جیسے محدثین کبار کے استاذ ہیں اور امام احمد نے ان کو صدوق کہا اور ان سے روایت حدیث بھی کی، جب امام ابو یوسف کا انتقال ہوا تو ہارون رشید نے بغداد اور واسط کی قضا آپ کو سپرد کی اور اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا، پھر یہ کہ امام نسائی تک نے ان کو لاباس بہ کہا، مگر امام بخاریؒ نے ان کو بھی صاحب رائے اور ضعیف کہہ کر قصہ ختم کر دیا اس کتاب کو اہل حدیث حضرات نے بار ہا طبع کر کے شائع کیا۔

(۱۴) **کتاب المبسوط**: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں غالباً موجود ہے۔

(۱۵) **الجامع الصغیر**: اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں غالباً موجود ہے۔

(۱۶) **کتاب الرقاق**: اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

(۱۷) **برالوالدین**: حافظ ابن حجر نے اسکا ذکر کیا ہے اور موجودات میں شمار کیا ہے۔

(۱۸) **کتاب الاشربہ**: امام دار قطنی کی ''المؤتلف والمختلف'' میں اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(۱۹) **کتاب الھبہ**: پانچ سو احادی کا مجموعہ بتایا جاتا ہے، بظاہر دنیا کے مشہور کتب خانوں میں کہیں وجود نہیں ہے۔

(۲۰) **کتاب الکنی**: علم کنی میں عمدہ کتاب ہے، امام بخاری کی تالیف میں ترتیب ہجائی نہ تھی، امام ذہبی نے اس کو مرتب و مختصر کیا اور ''المقتنی فی سرد الکنی'' نام رکھا۔

(۲۱) **التفسیر الکبیر**: اس کا ذکر فربری اور وراق بخاری نے کیا ہے۔

(۲۲) **جزء القراءۃ خلف الامام**: یہ رسالہ قرأت خلف الامام کے اثبات میں لکھا گیا ہے، چونکہ اس مسئلہ پر پوری بحث اپنے موقع پر انوارالباری میں آئے گی، اور ہم بتلائیں گے کہ دلائل کی قوت کے ساتھ ہے۔ ان شاءاللہ۔

اس لئے اس وقت کتاب مذکور کا صرف مختصر تعارف کرانا مقصود ہے، بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اثناء بحث میں جابجا عصبیت کا رنگ موجود ہے اور جیسے اعتدال و انصاف کے ساتھ دونوں طرف کے پورے دلائل ذکر کر کے امام بخاری جیسے جلیل القدر کو محاکمہ کے طور سے کچھ لکھنا چاہئے تھا وہ صورت اختیار نہیں کی، مثلاً خود ہی ایک جگہ احناف کی ایک دلیل **اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا** کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں قرأت سے مراد وہ نماز ہے جو خطبہ کے وقت پڑھنی چاہئے، یعنی جو دیر سے نماز جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچے کہ خطبہ ہو رہا ہو تو ضرور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے اور نماز بغیر قرأت کے ہوتی نہیں، پس یہی نماز وقت خطبہ آیت میں مراد ہے، آگے انصات کا حکم بھی اس لئے ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا چاہئے، پھر بہت سی احادیث خطبہ کے دوران دو رکعت پڑھنے کے جواز پر پیش کی ہیں، گویا بحث پوری ہوگئی حالانکہ یہاں دوسری بہت سی باتوں کی وضاحت بہت ضروری تھی، مثلاً

(۱) امام احمد (استاذ امام بخاری) نے اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت نماز کی قرأت میں اتری ہے اور اس پر بھی اجماع نقل کیا کہ جہر والی نماز میں مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے، دوسری جگہ امام احمد نے فرمایا کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے۔

امام ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں کہا کہ سلف سے بطور استفاضہ منقول ہے کہ یہ آیت قرأت صلوٰۃ میں اتری، اگرچہ بعض نے خطبہ میں بھی کہا ہے۔ (فصل الخطاب حضرت شاہ صاحبؒ ص ۴۴)

پھر اگر خطبہ میں بھی ہو تو چونکہ حکم عام ہے اس لئے بھی خاص مورد کا لحاظ نہیں ہوگا ورنہ امام احمد جہری نماز میں وجوب قرأت کو کس طرح ختم کر دیتے، یہ تھوڑا سا اشارہ کا ہے ورنہ خود احناف کے پاس جو دلائل ہیں ان کو دیکھ کر آپ خود فیصلہ کریں گے کہ پروپیگنڈے کی غلط مشینری کے زور سے حنفی مسلک کو کس طرح بدنام کیا گیا ہے۔

امام بخاریؒ کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ صحیح بخاری میں تو خاموش رہتے ہیں مگر باہر دوسرے رسائل و تصانیف جزء القرأۃ، جزء رفع الیدین وغیرہ میں تیز لسانی کرتے ہیں۔

میں نے بڑے غور سے اسی متن مذکور کی روشنی میں امام بخاری کی تاریخ، ضعفاء صغیر اور جزء القرءۃ و جزء رفع یدین وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے حاصل مطالعہ آپ کے سامنے آئے گا۔ ان شاءاللہ۔

(۲) قرأت و انصات کی تو امام بخاریؒ نے توجیہ فرمادی لیکن استماع کی کیا صورت ہے؟ اس کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ظاہر ہے جو بھی خطبہ کے وقت آئے گا اور دو رکعت ادا کرے وہ قرأت سراً کرے گا، تو اس کا استماع دوسرے لوگ کیسے کریں گے، اور اگر سری قرأت کے لئے بھی استماع کا اس قدر اہتمام خدا نے کرایا تو جہری قرأت کو نظر انداز کیوں اور کیسے کر دیا گیا۔

(۳) امام بخاریؒ نے سلیک عطفانی کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ دوران خطبہ میں آئے، حالانکہ یہ بات بھی قطعی نہیں، کیونکہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت وہ مسجد میں پہنچے تو حضور علیہ اسلام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے تھے، اسی حالت میں آپ نے ان کو پھٹے

پرانے حال میں دیکھ کران کے فقر وافلاس کا اندازہ کیا اوران سے دو رکعت پڑھنے کو کہا (تاکہ دوسرے لوگ بھی ان کے فقر وافلاس کو اچھی طرح دیکھ کراحساس کریں اورلوگوں کوصدقہ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ اس حدیث سلیک پر امام نسائی نے ''الحث علی الصدقۃ'' کا باب باندھا ہے، چونکہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کی غیر معمولی فقر وافلاس کی حالت دیکھنے سے آزردہ ہوتے تھے اور ''کاد الفقر ان یکون کفرا'' بھی آپ کا ارشاد گرامی تھا، اس لئے دوسرے جمعہ کو بھی ان کو نماز کے لئے فرمایا، تیسرے جمعہ میں، راوی کو تردد ہے، حدیث معانی مختلفہ کی متحمل ہے، پس ایک معنی کو بجزم بیان کرنا اور دوسرے معنی سے صرف نظر کرنا کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔

غرض اس سلسلہ میں بہت سے امور تشریح طلب ہیں، اور دلائل فریقین پوری طرح سامنے لاکر فیصلہ کرنا تھا، لیکن اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ امام بخاری ان تصانیف میں امام اعظم، ان کے اصحاب و دیگر حنفیہ سے سخت بدظن اور متنفر معلوم ہوتے ہیں، پھر غصہ و غضب سے بھرے ہوئے، جس کی وجہ سے وہ ہماری طرف کی کسی بات پر سکون واطمینان کے ساتھ غور کرنے کو تیار نہیں معلوم ہوتے، یہی فیصلہ ان کی تصانیف سے مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے بھی کیا ہے اور حضرت شاہ صاحب بھی اس کو ''تیز لسانی'' سے ادا فرماتے تھے، علامہ کوثری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، نیز پہلے علامہ سخاوی شافعی وغیرہ نے بھی اسی قسم کا تبصرہ کیا ہے، جو ہم نے کسی دوسری جگہ نقل کیا ہے۔

یہاں پہنچ کر مجھے ایک دوسرا حاصل مطالعہ لکھنا ہے، اصحاب مطالعہ اہل علم خاص توجہ کریں تو اچھا ہے، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ امام صاحب کے زمانہ ہی میں کچھ معاصرین حسد سے کچھ عناد معاصرت سے کچھ غلط فہمی سے امام صاحب سے بدظن تھے، آخری قسم سے امام ثوری، امام اوزاعی، حضرت امام جعفر صادق وغیرہ ایسے حضرات تھے جو دور سے غلط صحیح افواہوں پر اولاً بدظن تھے، سخت الفاظ تک ادا کئے (جن کو مخالفین اب تک نقل کر کے مغالطہ کر دیتے ہیں) مگر جب یہ لوگ قریب ہوئے، صحیح حالات معلوم کئے، خود امام صاحب سے ملاقاتوں میں علمی مذاکرات کئے تو یہ سب حضرات جتنے بدظن تھے، اسی پیمانہ سے بہت زیادہ خوش عقیدہ بھی ہو گئے، اور اپنی سابقہ بدظنی وکلمات تنقید پر بھی اظہار ندامت کیا، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک کو امام صاحب کی خدمت میں جانے سے بار بار روکا بھی گیا، مگر خدا نے ان کو امام صاحب کے پاس پہنچا دیا، جس پر وہ فرمایا کرتے کہ اگر میں مخالفوں کی باتوں میں رہتا تو امام صاحب کے علوم سے محروم رہ جاتا۔

غرض ایک عنصر ایسے معاندین کا امام صاحب کے وقت ہی سے تھا، جس کا کام صرف غلط فہمی پھیلا کر امام صاحب سے دوسروں کو بدظن کرنا تھا۔

ان لوگوں میں سے نعیم بن حماد خزاعی (امام بخاری کے استاذ) کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، دوسرے شیخ حمیدی (استاذ امام بخاری) تھے جو اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر خود اپنی جماعت شوافع میں بھی تفریق کے لئے مساعی ہوتے تھے، حضرت سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم) کی خدمت میں کافی رہے تھے، اس لئے احادیث سفیان کے بڑے عالم تھے، اور اسی لئے ان کی قدر ومنزلت ہوتی تھی، اسی لئے امام شافعی بھی ان کی عزت کرتے تھے، بعض سفروں میں بھی ساتھ رکھا، جس سے انہیں امام شافعی کا جانشین بننے کی بڑی طمع ہوئی، مگر ان کے اندر فقہ کی بڑی کمی تھی، پھر انہوں نے اپنے لئے مایوس ہو کر اپنے ہم خیال وہم مشرب بویطی کے لئے جوڑ توڑ کیا، مگر فقہ کی ان میں بھی کمی تھی، جب کہ امام شافعی کے دوسرے تلامذہ مزنی، محمد عبدالحکم ایسے فقیہ موجود تھے، دوسرے شیخ حمیدی اگرچہ حدیث کی روایت میں ثقہ تھے، مگر دوسرے معاملات میں غیر محتاط تھے، اسی لئے محمد بن عبدالحکم نے ان کی تکذیب کی ہے، ان کے علاوہ اسماعیل بن عرعرہ تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، یہ اور دوسرے چند حضرات امام اعظم کے چند اعدی عدو تھے اور جھوٹی روایات امام صاحب کے خلاف چلا کر ان کی طرف سے لوگوں کو بدظن کیا کرتے تھے۔

علامہ کوثری نے شیخ حمیدی کی بہت سی ایسی روایت پر تنقید کی ہے (جو خطیب نے نقل کی ہیں) اور رواۃ پر کلام کیا ہے، یہی شیخ حمیدی فرمایا کرتے تھے کہ جب تک امام شافعی میدان میں نہ آئے تھے، ہمیں امام صاحب کے خلاف کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی، اس سے اشارہ گویا علمی سلسلہ کی نوک جھونک کی طرف ہے کہ اس کو امام شافعی کے ذریعہ تقویت پہنچائی گئی، پھر امام بخاری تشریف لائے تو ان کو امام صاحب

سے بے انتہا بدظن کر کے وہ چیزیں کرائی گئیں جن کو میں امام بخاری کی تالیفات کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

امام بخاری کی جزء رفع الیدین وغیرہ کی بعض عبارتوں سے تو یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ امام بخاری امام صاحب اور ان کے اصحاب وتلامذہ کو اہل علم کے طبقہ میں شمار کرنے کو بھی تیار نہیں۔

جزء القرأۃ مطبوعہ علیمی ص ۱۹ پر غالباً امام صاحب اور حنفیہ کی ہی طرف اشارہ کر کے کئی غلط باتیں منسوب کردی گئیں، مثلاً خنزیر بری کو ولا باس بہ کہنا، جس کی تردید امام صاحب کی طرف سے حافظ ابن تیمیہ نے بھی کی ہے، اس رسالہ کو دیکھنے سے قبل میرے واہمہ میں یہ بات نہ آسکتی تھی کہ امام بخاری ایسے محقق بھی امام صاحب کی طرف ایسی بے اصل باتیں منسوب کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔

بری السیف علی الامۃ کا اعتراض بھی ہے جس کو خلافت علویین کے مخالفین اور عباسی حکومت کے ہوا خواہوں نے امام صاحب کے خلاف ہوادی تھی اور امام اوزاعی وغیرہ کو بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر کر دیا تھا، ابتدائی دور میں امام اوزاعی نے بھی یہ جملہ امام صاحب کے بارے میں کہہ دیا تھا، بعد کو جب حضرت عبداللہ بن مبارک سے مل کر امام صاحب کے حالات سنے اور خود بھی مکہ معظمہ میں امام صاحب سے ملے تو اپنی سب بدگمانیوں پر اظہار افسوس فرمایا، حالانکہ امام صاحب کا جو حکام جور کے خلاف اقدام کا مسلک ہے اور اس کی حمایت میں انہوں نے عباسی خلفاء کے مظالم کا مقابلہ بھی انتہائی پامردی و بے جگری سے کیا وہ امام صاحب کی بہت بڑی منقبت تھی جس کو یری السیف علی الامۃ کے گھناؤنے عنوان سے تعبیر کر دیا گیا، یعنی امام صاحب امت میں قتل وقتال جاری رہنے کو پسند کرتے تھے۔

کیا امام صاحب کی پوری سیاسی وعملی زندگی کے روشن دور کو ایسے بے جان فقروں کے ذریعہ نظر انداز کر دینا کوئی اچھی خدمت کہی جاسکتی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کی تحریر فتنہ ساز کرے

اس کے بعد یہی چیزیں شیخ حمیدی اور امام بخاری وغیرہ کے ذریعہ علامہ ابن حزم وخطیب وغیرہ تک پہنچیں، خصوصیت سے علامہ ابن حزم کا طرز تحریر بھی امام صاحب کے خلاف بڑی حد تک جارحانہ اور غیر منصفانہ ہے اور ہمارے زمانہ کے محترم اہل حدیث بھائی بھی ان کو اٹھائے پھرتے ہیں، جس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان سطحی اور غلط باتوں کے پروپیگنڈے اور جواب وجواب الجواب سے مسلمانوں کے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں، دلوں میں رنجشیں بڑھتی ہیں اور ہم لوگ غیروں کی نظروں میں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور اسلام کو بھی رسوا کرتے ہیں، اور سیاسی اعتبار سے جو کچھ نقصانات ہماری لڑائی بھڑائی کے ہیں وہ الگ رہے۔

کیا اس مسئلہ پر نظر ثانی اور بہتر توقعات کی کوئی گنجائش نہیں؟ **اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه**

افسوس ہے کہ یری السیف علی الامۃ کا الزام امام صاحب پر امام بخاری جیسے باخبر محقق مورخ محدث لگا رہے ہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے امام صاحب کی زندگی کا ایک واقعہ علامہ موفق مکی کی مناقب الامام ص ۱۷۴ سے نقل کرتا ہوں۔

ابو معاذ بلخی کہا کرتے تھے کہ کوفہ کے سب لوگ امام صاحب کے آزاد کردہ غلام جیسے ہیں، کیونکہ ان سب کی زندگی امام صاحب کے برکات وجود کا ثمرہ ہے، واقعہ اس طرح ہے کہ ضحاک بن قیس شیبانی، حروری فرقہ کا سردار اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ میں فاتحانہ داخل ہو گیا اور جامع کوفہ میں بیٹھ کر کوفہ کے تمام مردوں کے لئے قتل عام اور بچوں عورتوں کو قید کرنے کا حکم دیا، امام صاحب کو خبر ہوئی تو بے چین ہو گئے اور جس حالت میں تھے گھر سے چادر سنبھالتے ہوئے، جامع کوفہ پہنچ گئے، ضحاک سے کہا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، ضحاک نے کہا کہئے! فرمایا: ''آپ نے کس دلیل سے کوفہ کے مردوں کے قتل اور عورتوں، بچوں کو غلام بنانا درست سمجھا؟''۔

ضحاک نے کہا: ''اس لئے کہ یہ سب مرتد ہیں، اور مرتد کی سزا قتل ہے''۔ امام صاحبؒ نے فرمایا، کیا ان کا دین پہلے کوئی دوسرا تھا جس کو چھوڑ کر یہ آئے تھے اور پھر اسی کی طرف لوٹ گئے یا شروع سے اب تک ایک ہی موجودہ دین پر ہیں؟

ضحاک نے کہا: آپ نے کیا کہا؟ پھر سے اس کو دہرایئے! امام صاحب نے پھر اسی بات کا اعادہ کیا، ضحاک نے کہا واقعی ہم سے غلطی ہوئی اور پھر سب لشکر کو قتل سے باز رکھا اور واپس چلے گئے۔

امام صاحب کے ایسے واقعات بہت ہیں ایک مناقب، موفق اور کردری ہی کو اگر پوری طرح مطالعہ کیا جائے تو امام صاحب کی جلالت قدر کا اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے۔

واقعی وہ سراج الامت تھے، اور ''چراغ تلے اندھیرا'' دیکھئے کہ امام صاحب کے بعض بہت ہی قریبی دور کے رجال تاریخ وحدیث بھی امام صاحب پر بے بنیاد تہمتیں دھر گئے ہیں۔ ''والی اللہ المشتکی''۔

(۲۳) جزء رفع الیدین: یہ رسالہ مطبع محمدی لاہور سے ۳۲ صفحات پر طبع ہوا تھا اور اس میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف حلال وحرام یا جواز عدم جواز کا نہ تھا، مگر امام بخاریؒ نے دوسرے خیال کے لوگوں کے واسطے غیر موزوں کلمات استعمال کئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) ص ۱۲ پر حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہما سے رفع یدین کی روایت کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان لوگوں سے تو بعض اصحاب نبی علیہ السلام کی عورتوں کا ہی علم زیادہ تھا کہ وہ نماز میں رفع یدین کرتی تھیں۔ ہمیں خود بھی تسلیم ہے کہ صحابہ کے بعد کے تمام لوگ صحابہ وصحابیات سے کم مرتبہ ہیں، مگر تارکین رفع صحابہ مردوں کی بھی تعداد کم نہیں ہے، اس لئے کیا رفع یدین کرنے والی صحابیات کو تارکین رفع صحابہ کرام پر بھی علم وعمل میں فضیلت دی جائے گی؟

امام بخاریؒ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ کسی صحابی سے ترک رفع یدین ثابت نہیں حالانکہ دوسرے اکابر صحابہ تو تھے ہی، خود حضرت ابن عمرؓ بھی روایات رفع پر عامل نہیں تھے، جن پر ثبوت رفع کا بڑا مدار ہے، غرض جس طرح رفع یدین کرنے والے صحابہ کافی تعداد میں تھے تارکین رفع بھی بہت تھے اسی لئے ہمارے حضرات نے اس اختلاف کو زیادہ اہمیت نہیں دی ہے۔

(۲) حدیث ص ۳۰: مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذ ناب خیل شمس سے ترک رفع پر استدلال کرنے والوں کو بے علم کہا ہے حالانکہ خود محدثین نے اس حدیث کو دو الگ الگ واقعات میں ذکر کیا ہے، حالت تشہد میں سلام کے وقت میں رفع یدین کرتے تھے، اس کو بھی حضور علیہ السلام نے روکا اور کھڑے ہوئے بار بار رکوع کو جاتے آتے اور سجدہ کے موقع پر جو رفع یدین کرتے تھے، ان کو بھی روکا، ملاحظہ ہو فتح الملہم شرح مسلم وغیرہ، مسانید میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ، ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوسعید خذریؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کے اصحاب نیز ابراہیم نخعی وغیرہ سے عدم رفع نقل ہوا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں حضور اکرم علیہ السلام کی نماز پڑھ کر بتاتا ہوں پھر نماز پڑھی تو سوائے تکبیر اولیٰ کے کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھائے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۳) امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو بھی رفع یدین کرنے والوں میں پیش کیا ہے اور فرمایا کہ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے، پھر طنز کے طور پر فرمایا کہ ''بے علم لوگوں کے لئے بہتر تھا کہ وہ عبداللہ ابن مبارک ہی کا اتباع کر لیتے، بجائے اس کے کہ انہوں نے دوسرے بے علم لوگوں کا اتباع کیا''۔

آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کی شرح کس کس شان سے آپ کے سامنے آرہی ہے اور اس امر پر حیرت بالکل نہ کیجئے کہ جن ابن مبارک کو سب سے بڑا عالم اہل زمانہ خود امام بخاری بتارہے ہیں، وہ خود اپنے اقرار واعتراف سے اتنے بڑے عالم کن بے علم حضرات کے فیض صحبت سے ہوئے تھے۔

وائل بن حجر چونکہ رفع یدین کے راوی ہیں اور حضرت ابراہیم نخعی کے سامنے ان کی روایات کا ذکر ہوا تو انہوں نے اتنا فرمادیا تھا، کہ شاید وائل نے ایک مرتبہ ایسا دیکھ لیا ہوگا، مطلب یہ تھا کہ ان کو دربار رسالت علیہ السلام کی حاضری کے مواقع اتنے نہیں ملے، جتنے حضرت ابن

مسعود وغیرہ کو جو رفع یدین کی روایت نہیں کرتے اور حنفیہ نے بھی اسی بات کو کسی قدر وضاحت سے کہہ دیا تو امام بخاری نے فرمایا کہ بے علم لوگوں نے ''وائل بن حجر'' پر طعن کیا ہے۔

واقعی! اس سے زیادہ بے علمی کا مظاہرہ کیا ہوگا کہ کسی صحابہ پر طعن کیا جائے، مگر علمی و دینی مسائل میں نہایت محتاط نقد و بحث کو بھی طعن جیسے سخت لفظ سے تعبیر کرنا وجہ جواز چاہتا ہے، پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اپنے اکابر اساتذہ و شیوخ اور شیوخ المشائخ کو بار بار بے علمی کا طعنہ دینا کس درجہ میں ہوگا۔

اسی صفحہ پر امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا واقعہ رفع یدین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے جو مختلف طریقوں سے منقول ہے، امام بخاری نے اس طرح نقل کیا کہ ابن مبارک نے فرمایا: میں امام صاحب کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا، میں نے رفع یدین کیا تو امام صاحب نے نماز کے بعد فرمایا کہ میں تو ڈر گیا تھا کہ تم اڑ جاؤ گے، میں نے کہا کہ جب میں پہلی ہی دفعہ نہ اڑا تو دوسری دفعہ میں کیا اڑتا، وکیع نے کہا کہ ابن مبارک حاضر جواب تھے، امام صاحب متحیر ہو گئے (جواب نہ دے سکے)

امام بخاریؒ نے اس کے بعد لکھا کہ ''جس طرح گمراہ لوگ مدد نہ ملنے پر لاچار ہو جاتے ہیں، یہ بھی کچھ ان سے ملتی جلتی صورت ہے، بتلایئے اب طعنۂ گمراہی تک بھی نوبت پہنچ گئی، پھر باقی کیا رہا؟

یہی واقعہ خطیبؒ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ابن مبارک نے ایک دفعہ امام صاحب سے رفع یدین کے بارے میں سوال کیا، امام صاحب نے فرمایا، کیا اڑنے کے ارادے سے رفع یدین کرتا ہے؟ ابن مبارک نے کہا: اگر پہلی دفعہ اڑا تو دوسری مرتبہ بھی اڑے گا، امام صاحب خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا۔

اس کے بعد واقعہ مذکور کی صحیح نوعیت بھی ملاحظہ کیجئے:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، رفع یدین کا اختلاف افضل غیر افضل کا اختلاف ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جیسا کہ اس کی وضاحت جصاص نے احکام القرآن میں اور حضرت شاہ صاحبؒ نے نیل الفرقدین میں فرمادی ہے۔

ابن مبارک کا اکثر معمول یہ تھا کہ وہ فقہی مسائل و احکام میں اپنا معمول اس کو بناتے تھے، جس پر ان کے دونوں شیخ امام صاحبؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ متفق ہوں، رفع یدین میں انہوں نے خلاف معمول وہ صورت اختیار کی جو امام صاحبؒ اور سفیان ثوریؒ دونوں کے خلاف تھی، پھر امام مالکؒ سے بھی ایک روایت عدم رفع کی ہی ہے اور وہی مالکیہ کا معمول بہا ہے اور ابن مبارک کے وہ بھی شیخ تھے۔

احناف کا مسلک بظاہر اس لئے بھی زیادہ قوی ہے کہ رفع یدین کی روایات میں سب سے زیادہ صحیح ابن عمرؓ کی حدیث ہے جس پر انہوں نے خود عمل نہیں کیا، جس کو امام صاحبؒ اور امام مالکؒ وغیرہ دلیل نسخ سمجھتے تھے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث اور ان کا عمل بھی دلیل رجحان موجود ہے۔

ان سب چیزوں کے باوجود ابن مبارک کا عمل دوسرا تھا، اس لئے امام صاحبؒ نے بطور مزاح یہ طیرانی جملے فرمائے تھے اور اسی لئے ابن مبارک کے مزاحیہ جواب پر کچھ نہیں فرمایا، ورنہ جس شخص کی محیرانہ قوت استدلال کے امام مالک قائل ہوں اور جس نے امام اوزاعی کو مناظرہ میں ساکت کر دیا ہو وہ اپنے شاگردوں کے سامنے کیا لاجواب ہوتا، خصوصاً ایسی صورت میں کہ خود ابن مبارک ان کی علمیت کا لوہا مانتے ہوئے ہیں ؎ **لقد زان البلاد و من علیها ...... امام المسلمین ابو حنفیه**

ایک مزاحیہ انداز کی بات تھی اور اسی انداز میں ختم ہو گئی۔

اس کو امام بخاری نے اپنی روایتی ناراضی کی وجہ سے گمراہی تک پہنچا کر دم لیا لیکن ہم کیا کہیں؟ دونوں طرف اپنے بڑے ہیں، اکابر ہیں، اساتذہ و ائمہ ہیں ؎

قومی هم قتلوا امیم اخی فاذا رمیت یصیبنی سهمی

اس شعر میں عربی شاعر نے کتنی سمجھداری کی بات کہی ہے کہ اے امیمہ! میری ہی قوم کے لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، اب اگر میں اس کے انتقام میں ان لوگوں پر تیروں کی بارش کردوں تو وہ سارے تیر خود میرے ہی دل وجگر میں پیوست ہوں گے۔

کاش ہمارے اہل حدیث بھائی اس سے سبق حاصل کریں اور وہ امام صاحب کے بارے میں امام بخاری وغیرہ کی جرح وتنقید کا اعادہ بار بار کرنا چھوڑ دیں تاکہ ہم بھی اس کے دفاع میں کچھ لکھنے پر مجبور نہ ہوں۔

امام بخاری نے ص ۴۴ پر امام سفیان ثوری اور امام حدیث وکیع کو تارکین رفع یدین میں شمار کیا ہے حالانکہ پہلے کہہ چکے تھے کہ بے علم لوگوں نے بے علم لوگوں کا اتباع کرنے کی وجہ سے ترک رفع کیا ہے، اب اپنے بزرگوں کے بارے میں کیا فرمائیں گے۔

ایک جگہ اسی رسالہ میں امام بخاری نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ پہلے لوگ الاول فالاول کو اعلم سمجھا کرتے تھے، لیکن یہ لوگ الاخر فالاخر کو اعلم سمجھتے ہیں گویا یہ بھی ان کی جہالت کا ایک بڑا ثبوت ہے، مگر ہم لوگ تو امام بخاریؒ ہی کی تحقیق کو درست سمجھتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں کہ آئمہ متبوعین اور ان کے اصحاب وتلامذہ اول تھے، اس لئے وہ ہی اعلم تھے، بہ نسبت بعد کے محدثین ومحققین کے۔

اند کے باتو بگفتم و بہ دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(۲۴) جامع صحیح: یہ امام بخاریؒ کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، عظیم الشان اور رفیع المنزلت تالیف ہے، خود امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا، فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنالیا ہے۔

امام بخاری کی تالیف صحیح کے وقت ان سے پہلے کی تالیفات جن کی مجموعی تعداد ایک سو سے زیادہ ہوگی، منصۂ شہود پر آچکی تھی، چنانچہ امام بخاری نے امام وکیع اور امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابیں تو اپنے بیان کے مطابق اپنے ابتدائی زمانہ تحصیل ہی میں مطالعہ کرلی تھی، بلکہ یاد کرلی تھی اور ان سے اہل عراق کے علوم حاصل کئے تھے، اس طرح امام اعظم کے مسانید، کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف وامام محمد، امام ابو یوسف، امام محمد ودیگر اصحاب امام کی تالیفات سامنے آچکی تھیں، امام اعظم نے اپنے چالیس شرکاء تدوین فقہ کے ساتھ ۲۵-۳۰ برس تک مسلسل علمی جدوجہد کے نتیجے میں ساڑھے بارہ لاکھ مسائل کو قرآن وحدیث، اجماع وقیاس کی روشنی میں مرتب ومدون کراکر تمام اسلامی ممالک میں پھیلا دیا تھا، جس کے متعلق ابن ندیم نے اپنی تاریخ میں اعتراف کیا کہ امام صاحب کے تدوین فقہ کی وجہ سے علوم نبوت کی روشنی چاردانگ عالم میں پھیل چکی تھی۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی تمام حدیثی فقہی تالیفات ومسانید موجود تھیں، دیگر حضرات کے مسانید میں سے مسند عبدالحمید بن الحمانی، مسند امام موسیٰ کاظم، مسند ابی داؤد طیالسی، مسند حمیدی، مسند اسحق بن راہویہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابن ابی عمر العدنی، مسند احمد بن منیع، ابی اسحق مطوعی، مسند عثمان بن ابی شیبہ، مسند اسدالسنہ، مسند اسد، مسند عبیداللہ بن موسیٰ العبسی، مسند مسدد بن مسرہد، مسند ابوجعفر المسندی، مسند ابی یعقوب تنوخی، مسند ابی الحسن ذہلی، مسند محمد بن اسلم طوسی، مسند محمد بن یوسف فریابی، مسند دورقی، مسند محمد بن ہشام السدوسی وغیرہ موجود تھیں۔

ان کے علاوہ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مصنف وکیع، مصنف حماد بن سلمہ مصنف عتکی، جامع سفیان ثوری، تفسیر سفیان ثوری، جامع عبدالرزاق، جامع سفیان بن عیینہ، جامع ابی عروۃ، جامع معمر بن راشد۔

سنن دارمی، سنن ابن جریج، سنن سعید بن منصور، سنن بزار، سنن ابن طارق، سنن ابی علی الحلال، سنن سہل بن ابی سہل۔

کتاب الصلوٰۃ فضل بن دکین، کتاب الطہور ابن سلام، مغازی محمد بن عائذ، مغازی معتمر بن سلیمانی، مغازی موسیٰ بن عقبہ، مغازی ابن اسحق، جزء الذہلی وغیرہ، بے شمار حدیثی تالیفات موجود ہوچکی تھیں، لیکن صحیح مجرد احادیث کے مرتب کرنے کا رواج اس وقت نہ ہوا تھا،

امام بخاری نے ان تمام ذخائر حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے طرز جدید پر کتاب ''جامع صحیح'' کو مرتب کر کے اولیت کا فخر حاصل کیا اور اسی لئے ان کی جامع کی شہرت اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے نام سے ہوئی، ورنہ ظاہر ہے کہ اصحیت، علو سند اور ضبط متون احادیث کے اعتبار سے ان کے متقدمین کے جمع کردہ ذخیرہ بہت ممتاز تھے۔

اسی لئے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے موطأ امام مالک کو جامع امام بخاری کی اصل فرمایا اور امام مالکؒ سے پہلے کی حدیثی تالیفات کو موطأ امام مالک کی اصل کہنا چاہئے۔

روایت میں قلت وسائط احوذ اور علو سند کا باعث ہے، کثرت وسائط میں اس درجہ احتیاط باقی نہیں رہ سکتی، اسی لئے سند نازل ہو جاتی ہے، کثرت رواۃ کی صورت میں ضبط متون میں اوہام بھی دراندازہو جاتے ہیں، اسی لئے اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئیں، جامع صحیح بخاری مجموعی حیثیت سے اپنے بعد کی تمام کتابوں پر فوقیت وامتیاز رکھتی ہے، اس کے تراجم وابواب کو بھی امام بخاری کی فقہی ذکاوت ودقت نظر کے باعث خصوصی فضیلت وبرتری حاصل ہے، لیکن امام بخاریؒ چونکہ خود درجۂ اجتہاد رکھتے تھے، اس لئے انہوں نے جمع احادیث کا کام اپنے نقطۂ نظر سے قائم کئے ہوئے تراجم وابواب کے مطابق کیا اور دوسرے آئمہ مجتہدین کے نقطہ ہائے نظر کو نظرانداز کر دیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کتاب مذکور کی اہمیت وافادیت میں اور بھی غیر معمولی اضافہ ہو جاتا۔

آئمہ متبوعین میں سے صرف امام مالکؒ سے بخاری میں روایات زیادہ ہیں، اپنے شیخ امام محمدؒ سے بھی صرف دو روایات لی ہیں، امام شافعیؒ سے کوئی روایت نہیں لی حالانکہ وہ بخاری کے شیخ الشیخ تھے، ان کے بعض اقوال کو بھی ''قال بعض الناس'' کہہ کر بیان کیا۔

امام اعظمؒ بھی امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں مگر ان سے بھی کوئی روایت نہیں لی، ان کے اقوال بھی ''قال بعض الناس'' ہی سے نقل کئے ہیں، بلکہ ایک دو جگہ زیادہ برہمی کا اظہار کیا ہے، اس برہمی کی وجہ امام صاحبؒ کے مسلک سے ناواقفیت، بدگمانی، غلط فہمی اور کچھ رنجش معلوم ہوتی ہے۔

یہاں زیادہ بہتر ہے کہ امام العصر الاستاذ المعظم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے الفاظ میں کچھ حقائق ادا کردوں، اثنائے درس بخاری شریف، نویں پارہ ص ۳۰۶ میں ''قال حماد'' پر فرمایا کہ ''حماد استاد ہیں امام اعظمؒ کے بلکہ امام صاحب ان کی زبان ہیں، اگرچہ کہنے والوں نے حماد کو بھی مرجئی کہہ دیا ہے، پس حماد اور ابراہیم نخعی کے اقوال تو امام بخاری ذکر کرتے ہیں، لیکن امام صاحب کے اقوال نہیں لاتے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے عقائد تو سب حماد ابراہیم نخعی اور علقمہ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے ماخوذ ہیں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ حماد سے تو دوستی ہو اور امام ابوحنیفہؒ سے دشمنی ہو''۔

اس کے بعد فرمایا کہ ''اعمال کو ایمان وعقائد میں کیسے داخل کیا جا سکتا ہے؟ یوں ہی اپنے گھر میں بیٹھ کر جو چاہو اعتراض کئے جاؤ اور اپنا دین علیحدہ علیحدہ بنائے جاؤ، مگر دین تو وہی ہوگا جو پیغمبر خدا ﷺ سے ثابت ہو'' نیز فرمایا کہ ''امام بخاریؒ کے بیشتر اساتذہ وہ ہیں جن سے انہوں نے علمی استفادے کئے ہیں لیکن اسحٰق بن راہویہؒ امام بخاریؒ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں اور اسحٰق بن راہویہؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے خاصہ تلامذہ میں سے ہیں، جو امام اعظمؒ کے تلمیذ خاص تھے، گویا امام بخاری دو واسطوں سے امام صاحب کے شاگرد ہیں (ان ہی اسحٰق کے اشارے پر امام بخاریؒ کو تالیف صحیح بخاری کا خیال ہوا تھا) بعض حضرات نے تو اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حنفی کہا ہے''۔ (جو خلاف تحقیق ہے)

امام بخاریؒ نے پہلے پارہ میں کتاب الایمان کے ذیل میں ص ۹ پر ''کفر دون کفر'' کا باب قائم کیا اور پوری قوت سے بتلایا کہ عمل ذرا بھی کم ہوا تو کفر ہوگا، اور وہاں کوئی نرمی اختیار نہیں کی تاکہ صورت اعتدال پیدا ہوتی لیکن ستائیسویں پارہ میں جا کر ص ۱۰۰۲ پر باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر'' ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عقیدہ درست ہو تو کبیرہ گناہوں، شرب خمر وغیرہ کی وجہ سے ملت سے خارج نہ ہوگا۔

(پھر امام صاحب اور ان کے مسلک میں کیا فرق رہ گیا؟)

مقبلی یمنی محدث نے کہا ہے کہ امام بخاری حنفیہ سے حدیثیں نہیں لیتے، اگرچہ بہت کم درجے کے لوگوں سے لے لیتے ہیں، چنانچہ مثال دی ہے کہ امام محمد (استاد امام شافعیؒ ویحیٰ بن معینؒ) سے روایت نہیں لی اور مروان سے لے لیں، جس کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی۔

بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ مروان فتنہ پرداز، خونریزیوں کا سبب اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا ہے، اس کی غرض ہر جنگ میں یہ ہوتی تھی کہ بڑوں میں سے کوئی نہ رہے تاکہ ہم صاحب حکومت بنیں۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کون ہے جو حرم نبی ﷺ پر دست درازی کرتا ہے؟ (مراد اپنے بھانجے ابن زبیر تھے) یہ سن کر اشترنخعی چھوڑ کر چلے گئے، پھر کوئی آیا اور اونٹ کے تلوار ماری جس سے عماری گرنے لگی، اور حضرت علیؓ نے دیکھا تو فوراً وہاں پہنچ کر حضرت عائشہؓ کو گرنے سے بچایا اور جنگ ختم ہوگئی، اسی طرح حضرت طلحہ وزبیر حدیث نبی کریم ﷺ سن کر جنگ سے واپس ہونے لگے تو مروان نے پیچھے سے جا کر حضرت طلحہؓ کو تیر مار کر زخمی کر دیا، کیونکہ اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ حضرت علیؓ سے جنگ جاری رہے، اس میں حکومت کی طمع اور فتنہ پردازی کا مادہ غیر معمولی تھا (یہاں امام بخاری کا ریمارک ''یری السیف علی الامۃ'' بھی یاد کیجئے، جس کے مصداق امام بخاری نے امام صاحب کو بنایا تھا، حالانکہ اس کے صحیح مصداق مروان جیسے رواۃ بخاری تھے۔

زیدی نے مستقل کتاب لکھی، جس میں امام بخاری پر اعتراضات کئے اور کہا کہ امام محمد سے روایات نہیں لیں اور معمولی رواۃ دکھلائے، جو صحیح بخاری میں آئے ہیں، حالانکہ کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہے، یہ کتاب طبع نہیں ہوئی۔

فرمایا ابن ابی اویس اور نعیم بن حماد کو بخاری میں کیوں لائے؟ شاید ان کے نزدیک کذاب نہ ہوں، پھر واقع کا علم خدا کو ہے، ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اب جو جرحیں بھی سامنے آئیں گی، امام ابوحنیفہ وغیرہ کے متعلق خواہ امام بخاری ہی سے آئیں وہ کسی درجہ میں قابل قبول نہیں ہوں گی، کیونکہ مخالفین پر ان کی جرحیں صحیح نہیں ہوتیں، کمالا یخفیٰ۔

نعیم سے کئی جگہ بخاری میں اصول میں روایات موجود ہیں اور پھر تعلیق ہی کاذبوں سے لینا کب درست ہوسکتا ہے (نعیم کے حالات پہلے ذکر ہو چکے ہیں)

فرمایا: ''جہم بن صفوان اواخر عہد تابعین میں پیدا ہوا تھا، صفات الٰہیہ کا منکر تھا، امام صاحب سے اس کا مناظرہ ہوا اور امام صاحب نے آخر میں اسے فرمایا کہ اے کافر! میرے پاس سے چلا جا، مسامرہ میں یہ واقعہ موجود ہے میں نے اس کو ''اکفار الملحدین'' میں بھی ذکر کیا ہے کہ امام صاحب جلدباز نہ تھے، جو بغیر اتمام حجت ہی کافر کہہ دیتے۔

اسی طرح امام محمد سے بھی جہمیہ کی مخالفت منقول ہے جو سب کو معلوم ہے مگر باوجود اس کے بھی امام بخاریؒ نے امام محمد کو خلق افعال کے مسئلہ میں جہمی کہہ دیا ہے۔

فرمایا: میری نظر میں بخاری کی رواۃ کی ایک سے سوزیادہ غلطیاں ہیں اور ایک راوی کئی کئی جگہ باہم متعارض و متخالف روایات کرتا ہے، ایسا بھی بہت ہے، جس کو میں درس میں اپنے اپنے موقع پر بتلا دیا کرتا ہوں اور اس پر بھی متنبہ کرتا ہوں کہ کہاں نئی چیز آئی اور اس کا کیا فائدہ ہے۔

حافظ ابن حجر سے بھی حوالوں وغیرہ میں بہت غلطیاں ہوئی ہیں ان کو بعض اوقات قیود حدیث محفوظ نہ رہیں اور میں نے ان ہی قیود سے جواب دہی کی ہے۔

فرمایا: امام بخاریؒ اپنی صحیح میں تو کف لسان کرتے ہیں، لیکن باہر خوب تیز لسانی کرتے ہیں، یہ کیا چیز ہے؟ دیکھو ''جزء القرأت خلف الامام'' اور ''جزء رفع الیدین'' وغیرہ۔

(ہم نے حضرت شاہ صاحب کے ارشاد کی روشنی میں اور کچھ ارشادات کئے ہیں)

فرمایا: کتاب الحیل میں امام بخاری نے حنفیہ کے خلاف بہت زور صرف کیا ہے اور ایک اعتراض کو بار بار دہرایا ہے، حالانکہ خود ہمارے یہاں بھی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں تصریح کردی ہے، کہ زکوٰۃ صدقات واجبہ کو ساقط کرنے کیلئے حیلہ کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ لہذا جو لوگ حیلہ کے مسائل لکھیں ان کو امام ابو یوسفؒ کی یہ عبارت ضرور نقل کرنی چاہئے تا کہ معلوم ہو جائے کہ دفع حقوق یا اثبات باطل کے لئے حیلہ جائز نہیں، البتہ اثبات حق یا دفع باطل کے لئے درست ہے، مثلاً کوئی شخص اس طرح مبتلا ہو جائے کہ واجبات سے اس کی کمر ٹوٹ رہی ہو اور ان کی وجہ سے اس کی کمر ٹوٹ رہی ہو اور ان کی وجہ سے قریب بہ ہلاکت ہو اور مجبوراً ناداری کے باعث اپنی گردن واجبات خداوندی سے چھڑانا چاہے تو اس کے لئے ہمارے یہاں حیلہ کی گنجائش ہے اور ایسی صورتوں کا جواز دوسروں کے یہاں بھی ملے گا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیلہ کے معنی مکاری کے نہیں ہیں جیسا کہ آجکل رائج ہے، بلکہ تدبیر اور گنجائش کے ہیں کہ اصول قرآن وحدیث کو اور صحابہ کے اقوال کو سامنے رکھ کر حادثہ پیش آمدہ کے متعلق کوئی حل پیدا کردے، اس کا نام حیلہ اور تدبیر ہے، امام محمدؒ سے بھی عینی وغیرہ نے ابطال حق کے لئے حیلہ کو ممنوع ہی لکھا ہے، جس کے بعد حیلہ پر اعتراض نہیں ہوسکتا، دوسرے یہ کہ جواز حیلہ اور نافذ حیلہ دو چیزیں الگ الگ ہیں اور ہم دونوں میں فرق کرتے ہیں، امام بخاری نے چونکہ دونوں میں فرق نہیں کیا اس لئے یہ اعتراض کردیا، حالانکہ یہ بات ابتدائی کتابوں میں موجود ہے کہ کسی فعل کا عدم جواز اور ہے اور نفاذ اور شے ہے، پھر یہ فرق بھی اسی وقت ہوگا کہ لفظ حیلہ اپنی ظاہری صورت پر ہو اور اس کے حقیقی واصلی معنی کا لحاظ نہ ہو۔

کتب فقہ میں تو سقوط زکوٰۃ ہی کا ذکر ہوگا، باقی اس کا یہ فعال دیانۃً ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے، پھر کیا اعتراض رہا؟ اسی طرح امام بخاری نے اعتراض کردیا کہ بعض الناس تعجیل زکوٰۃ کے بھی قائل ہیں، یعنی قبل وجوب کے ادائیگی صحیح کہتے ہیں، حالانکہ یہ بات بھی اصول فقہ سے متعلق ہے اور شارح وقایہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ذمہ مشغول ہو حق کے ساتھ تو نفس وجوب ہے اور فارغ کرنا ہو ذمہ کو تو وجوب اداء ہے۔

لہذا ہمارے یہاں وجوب فی الذمہ متحقق ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہو جاتی ہے نہ کہ وجوب سے بھی قبل تا کہ تعجیل زکوٰۃ کا اعتراض درست ہو۔

فرمایا: امام بخاریؒ سے نقل ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے معرفت حاصل ہے میں کہتا ہوں کہ ان کی کتابوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے صرف سنی سنائی معرفت حاصل ہے، صفت نفس نہیں بنی ہے اور بہت کم چیزیں صحیح طور سے پہنچی ہیں۔

ہمارے یہاں اکراہ کی صورۃ یہ ہے کہ اپنی ذات یا قریبی رشتہ دار پر واردات گزرتی ہو، مثلاً قتل نفس قطع عضو، ضرب مبرح وغیرہ کی دھمکی اور بخاری یہ سمجھے کہ اور دوسروں پر گزرے تب بھی اکراہ ہے، حالانکہ کوئی ذی فہم بھی اس کو اس حالت میں مکرہ نہ کہے گا، یہ بات اور ہے کہ دین وشریعت کی رو سے دوسرے کی جان ومال کو بھی بچانا ضروری ہے۔

ص۱۰۳۰ پارہ۲۸ بخاری شریف میں "وھو تزویج صحیح کے جملہ پر فرمایا کہ امام بخاری کو جو ہم سے قضائے قاضی کے ظاہراً وباطناً نافذ ہونے کے مسئلہ میں اختلاف ہے، اس لئے ایک ہی اعتراض کو ہی پھیر کر بار بار لا رہے ہیں اور مقصود اپنا دل ٹھنڈا کرنا اور حق مخالفت ادا کرنا ہے، حالانکہ یہاں بھی وہی فقہ حنفی سے پوری واقف نہ ہونے کی وجہ سے کارفرما ہے، کیونکہ ہمارے یہاں یہ مسئلہ یوں ہی مطلق اور عام نہیں ہے بلکہ اس کی قیود وشرائط ہیں دوسرے وہ عقود وفسوخ میں ہے، املاک مرسلہ میں نہیں ہے، پھر اس محل میں بھی صلاحیت انشاء حکم کی موجود ہونا ضروری ہے، وغیرہ جس کی تفصیل مبسوط میں سب سے بہتر ہے۔

ص۱۰۶۴ پارہ۲۹ بخاری میں یوم المھاجرین الاولین کے جملہ پر فرمایا کہ دیکھئے! یہ امامت صلوٰۃ ہے، اس کا یہاں کیا تعلق تھا؟ امام بخاریؒ کا بھی وہ حال ہے کہ "زور والا مارے اور رونے نہ دے" پھر مسکرا کر فرمایا "اب چونکہ وقت کم رہ گیا ہے، اس لئے ادب چھوٹ گیا"۔

(افسوس صد ہزار افسوس! اس جملہ میں ارشاد فرمایا تھا، یہ حضرت شاہ صاحبؒ کے درس بخاری کا آخری سال تھا)

ع حیف در چشم زدن صحبت شیخ آخر شد

ایک روز درس ہی میں فرمایا کہ حافظ ابن حجر کی زیادتیوں پر ہمیشہ کلام کرنے کی عادت رہی، لیکن امام بخاریؒ کا ادب مانع رہا، اس لئے ہم نے اتنے دن تک حنفیہ کی نمک حرامی کی، اب چونکہ آخیر وقت ہے اس لئے کچھ کہہ دیتا ہوں اور اب صبر و ضبط یوں بھی ضعف پیری کے باعث کمزور ہو گیا ہے، مگر اس سے یہ ہرگز مت سمجھنا کہ بخاری کی احادیث بھی چند راویوں کے ضعف کی وجہ سے گر گئیں، اس لئے کہ ان کے متابعات دوسری کتب حدیث میں عمدہ راویوں سے موجود ہیں، یہ ان کی وجہ سے قوی ہو گئیں۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس روز بخاری شریف میں حضرت مخدوم و معظم مولانا العلام مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب مدظلہ مفتی راندیر و سورت بھی موجود تھے، جو اب ایک عرصہ سے مفتی دارالعلوم دیوبند ہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ امام احمدؒ کے ابتلاء سے قبل تک حنفیہ پر رد و قدح نہ تھی، اس فتنہ کے بعد سے یہ چیزیں پیدا ہوئیں، اور جو خالص محدث یا فقہ سے کم مناسبت رکھنے والے تھے، انہوں نے اس میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ جو محدث فقیہ بھی تھے وہ محتاط رہے اور بہت حضرات نے حنفیہ کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے، بلکہ مناقب امام صاحب و صاحبین پر مستقل کتابیں بھی لکھیں، جزاہم اللہ خیر الجزاء[1]۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے مذکورہ بالا ارشادات و اشارات کی حیثیت ایک متن کی ہے، جس کی شرح و تفصیل ناظرین کو اس مقدمہ کے بعد انوارالباری میں جابجا ملے گی، ان شاء اللہ، **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم استغفرہ و اتوب الیہ۔**

تنقید رواۃ بخاری کی جواب دہی میں حافظ نے پوری سعی کی ہے جو مقدمہ فتح الباری میں قابل دید ہے۔

تہذیب میں ۱۲ صفحات لکھے ہیں اور آخر میں یہ بھی لکھا کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو چکی ہو اس کے بارے میں کوئی جرح بھی قبول نہ کی جائے گی، معلوم نہیں اس اصول کو امام اعظم اور اصحاب الامام کے لئے کیوں نہیں برتا گیا، ان کی تعدیل و توثیق بھی تو خود ان کے زمانہ خیر القرون کے اکابر رجال نے بالاتفاق کر دی تھی پھر بعد کے لوگوں نے ان پر بے بنیاد جرح کا سلسلہ جاری کیا تو اس کو اہمیت دے دے کر ہر زمانہ میں ابھار ابھار کر آگے بڑھانے کی کوشش کیوں کی گئی؟" ع "توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کم ترچے کنند"؟

حافظ نے یہاں ایک اجمالی جواب بھی دیا ہے کہ ہر منصف کو جاننا چاہئے کہ صاحب صحیح نے جب کسی راوی سے روایت کی ہے تو اپنے نزدیک اس کی عدالت سے مطمئن ہو کر ہی کی ہے اور وہ خود اس راوی کے اچھے برے حال سے پورے واقف تھے، ان سے غفلت کیسے ہوتی؟ خصوصاً جب کہ جمہور آئمہ حدیث نے ان کی جلالت قدر کی وجہ سے ان کی کتاب کو "صحیح" کا لقب دیا ہے اور یہ دوسرے محدثین کو حاصل نہیں، پس گویا جمہور کا اس امر پر بھی اتفاق سمجھنا چاہئے کہ جن رواۃ کو صاحب صحیح نے ذکر کیا وہ سب عادل ہی تھے، لہذا اب کوئی طعن

---

[1] عزیز گرامی قدر مولانا محمد انظر شاہ صاحب استاذ دارالعلوم کے رسالہ "نقش" میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے ملفوظات گرامی کا سلسلہ جاری تھا کہ اکتوبر ۶۰ھ کے پرچہ کی گیارہویں قسط میں بھی ملفوظات مذکورہ بالا شائع ہوئے جن کو اکثر اکابر نے پسند کیا اور محترم المقام مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے صدق مورخہ ۴ نومبر ۶۰ھ میں حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا:

تقلید جامد: ماضی قریب میں علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی جس پایہ کے فاضل جلیل گزرے ہیں کسی پر مخفی نہیں ان کے ملفوظات درس ان کے شاگرد خاص مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری کے قلم سے دیوبند کے ماہنامہ نقش میں شائع ہو رہے ہیں، اس کے ایک تازہ نمبر سے جستہ جستہ: "اثنائے درس بخاری میں فرمایا کہ حماد استاد ہیں امام اعظمؒ کے......الخ اور اسی رنگ کی عبارتیں اور بھی متعدد ہیں، یہ سب آخر کیا ہے؟۔

علامہ کشمیری امام صاحب بخاری کے منکر یا مخالف ہیں؟ یا ان کی کتاب کا شمار صحیح ترین و مستند ترین کتابوں میں نہیں کرتے؟ یہ کچھ نہیں علامہ ان کے پوری طرح معتقد ہیں، ان کی اور ان کی کتاب کی عظمت کے قائل ہیں، لیکن علم کا حق اور سچائی کا حق ان کی ذات سے بھی بڑھ کر اپنے اوپر سمجھتے ہیں اس لئے جہاں کہیں اپنی بصیرت کے مطابق ان کی علمی تحقیق میں کوئی خامی یا کوئی کوتاہی نظر آئی اس کا اظہار بھی برملا اور بے تکلف ان کی ذات کے ساتھ ہر رشتۂ احترام کو چھوڑے بغیر کر دیتے ہیں اور خود امام بخاری کا بھی یہی طرز عمل اپنے معاصرین اور بزرگوں کے ساتھ تھا، جیسا کہ ایک حد تک اوپر کے حوالوں سے بھی ظاہر ہو رہا ہے، پس یہی مسلک صحیح و صائب ہے، کل بھی یہی صحیح تھا اور آج بھی یہی صحیح (صدق جدید)

وجرح رواۃ صحیحین پر اس وقت تک قابل اعتنا نہ ہوگی جب تک کہ وجوہ قدح کو صاف طور سے شرح کر کے نہ بیان کیا جائے، پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ واقع میں بھی وہ قدح جرح بننے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں اور حضرت شیخ ابوالحسن مقدسی تو ہر راوی صحیح کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو پل[1] سے گزر چکا ہے۔

یعنی اس کے بارے میں کوئی نقد قابل لحاظ نہیں شیخ ابوالفتح قشیری فرماتے تھے کہ یہی ہمارا[2] بھی عقیدہ ہے اور اسی پر عمل بھی ہے، شیخین (بخاری ومسلم) کی کتابوں کو جب صحیحین مان لیا گیا تو گویا ان کے رواۃ کی عدالت بھی مسلم ہوگئی ان میں کلام کرنا صحیح نہیں۔

پھر وجوہ طعن پر مفصل بحث کرنے کے بعد حافظ نے یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں نے بعض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے طعن وجرح کی ہے، لہذا اس پر متنبہ رہنا چاہئے اور اس پر جب تک وہ امر حق ثابت نہ ہو عمل نہ کرنا چاہئے، اسی طرح اہل ورع وزہد نے ان لوگوں پر عیب لگایا جو دنیوی کاروبار میں لگے حالانکہ وہ صدق ودیانت کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار وہ تصنیف ہے جو بعض رواۃ کے دوسروں کے تعلق یا باہمی معاصرۃ کی وجہ سے کی گئی اور سب سے زیادہ غیر ضروری[3] تصنیف ان کی ہے جو اپنے سے زیادہ باوثوق اور عالی قدر ومنزلت اور علم حدیث کے زیادہ عالم وواقفوں پر کی جائے غرض ان سب جروح وطعن کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مقدمہ فتح)

اس کو نقل فرما کر حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے فرمایا کہ "جب یہ سب باتیں امام بخاری ومسلم کی شان میں درست ہیں تو اس سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ یہی سب باتیں آئمہ مجتہدین کے حق میں بھی واجب التسلیم ہونی چاہئیں جو علو شان اور جلالت قدر میں شیخین سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ وہ آئمہ کبار بہرحال امام بخاری ومسلم کے شیوخ اور شیوخ المشائخ تھے، اور ان کے مراتب عالی خواہ کتنے ہی بلند ہوں اپنے ان اکابر اساتذہ ومشائخ سے یقیناً کم ہیں، ان کے برابر نہیں ہو سکتے" جیسا کہ ان کے حالات وسوانح سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

جلالت قدر اور اہتمام صحت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے ان کی روایات پر نقد کیا ہے ان کا قول زیادہ سے زیادہ ان کی تصحیح کے معارض ہو سکتا ہے، باقی ان کا فضل وتقدم دوسروں پر اس میں تو کسی شک وریب کی گنجائش ہی نہیں، لہذا اجمالی طور سے اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

حافظ کے اتباع میں اس جواب کو حافظ سیوطی نے بھی تدریب میں اور پھر ان کے بعد والوں نے بھی اختیار کیا ہے، حضرت علامہ محقق شیخ الحدیث دام فیضہم نے مقدمہ لامع میں ص ۳۷ پر ان مذکورہ بزرگوں کے اقوال نقل فرمانے کے بعد کیسے موقع کی بات فرمائی کہ جس طرح یہ جبال العلم، جلیل القدر محققین اس اجمالی جواب کے اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور پھر ان اکابر متبعین نے بھی اس کو پسند واختیار کیا تو یہی جواب آئمہ مجتہدین کے مستدلات میں نہیں چل سکتا؟ جس طرح امام بخاری ومسلم کا فضل وتقدم ان کے بعد والوں پر تسلیم ہے، کیا اسی طرح آئمہ متبوعین کی جلالت قدر اور فضل وتقدم امام بخاری ودیگر مسلم محدثین پر مسلم نہیں"؟

پھر امام اعظم کا فضل وتقدم باقی آئمہ ومتبوعین پر بھی ظاہر وباہر کر دیا ہے کہ یہ سب امام صاحب کے فقہ میں دست نگر اور حدیثی سلسلہ سے تلامیذ تھے" والعلم شرقاً وغرباً، براً وبحراً تدوینہ رضی اللہ عنہ"۔ (ابن ندیم)

بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ صحیح بخاری کی کچھ روایات پر تنقیدات ہوئی ہیں جن کے جواب کے لئے حافظ نے توجہ فرمائی اور کشف الظنون میں شروح بخاری کے تذکرہ میں ایک شرح ابوذر احمد بن ابراہیم حلبی (۸۸۴ھ) کی مذکور ہے جس کا نام "التوضیح الاوہام الواقعۃ فی الصحیح" ہے۔

ہمارے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، حضرت شیخ دام ظلہ نے اس موقع پر

---

[1] آئمہ مجتہدین نے جن رواۃ پر اطمینان کر کے تدوین فقہ کی وہ بھی تو پل سے گزر چکے تھے، لہذا ان پر اور زیادہ اطمینان ہونا چاہئے۔

[2] امام صاحب اور ان کے اصحاب پر بھی کسی کی جرح نہیں سنی چاہئے جب کہ ان کی توثیق امام بخاری ومسلمؒ کے اکابر شیوخ کی تھی۔

[3] آئمہ مجتہدین اور ان اصحاب خاص کے بارے میں بھی بعد کے حضرات کی تصنیف کو اسی اصول سے غیر ضروری سمجھنا چاہئے۔

۳۰ مقامات پر جلد اول صحیح بخاری سے اور ۲۰ جلد ثانی سے ذکر کئے ہیں، اوہام کی تفصیلات، جوابات نقل فرمائے ہیں اور جابجا قیمتی تبصرے بھی ہیں۔
چند اوہام بطور مثال افادہ ناظرین کے خیال سے ہم بھی ذکر کرتے ہیں۔

(۱) شبابہ بن سوار لمدینی: امام احمدؒ نے فرمایا کہ میں نے اس سے روایت ارجاء کی وجہ سے چھوڑ دی، ابن المدینی نے کہا کہ صدوق تھے، مگر عقیدہ ارجاء کا رکھتے تھے، لیکن باوجود اس کے بخاری باب الصلوٰۃ علی النفساء میں حدیث ان سے مروی ہیں۔

(۲) عبدالحمید بن عبدالرحمٰن ابویحییٰ اعمال الکوفی من شیوخ البخاری: ابوداؤد نے فرمایا کہ کئی قسم کے مرجئ تھے، لیکن بخاری سے ''باب حسن الصوت بالقراءۃ'' میں حدیث ان سے موجود ہے۔

(۳) عمر بن خدا ہمدانی: ان کو بھی صدوق ثقہ لیکن ارجاء کے خاص طور سے قائل تھے، مگر بخاری میں باب ''اذا دعی الرجل فجاہل یستأذن'' میں حدیث کے راوی ہیں۔

(۴) عمرو بن مرۃ الجملی: ابوحاتم نے کہا ثقہ تھے مگر ارجائی عقیدہ کے، پھر بھی بخاری میں حدیث **متی الساعۃ؟ باب علامۃ الحب فی اللہ** میں روایت ہے۔

(۵) ورقاً بن عمر: ابوداؤد نے فرمایا کہ ورقاء صاحب سنت تھے، مگر ان میں ارجاء تھا، بخاری باب میں حدیث سقوط قحلہ علی وجہ کعب بن عجرہ ان سے مروی ہے۔

(۶) بشر بن محمد السختیانی (۷) سالم بن عجلانی (۸) شعیب بن اسحاق، خلاد بن یحییٰ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے رواۃ بکثرت ہیں جو ارجاء سے متہم ہوئے اور امام احمد وغیرہ نے ان سے روایت حدیث نہ کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ارجاء بدعت ہوگا، ورنہ ارجاء سنت نہ معیوب تھا نہ ان کے ساتھ کسی راوی کے متہم ہونے کی وجہ سے اس سے ترک روایت کی جاتی تھی، اسی لئے امام صاحب وغیرہ کو کسی نے اس زمانہ کے بڑوں میں سے یہ نہیں کہا کہ مرجئ تھے، اس لئے روایت نہیں کی گئی بعد کے لوگوں نے ارجاء کے عام و مشترک معنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو مشکوک بنانے کی سعی کی ہے۔ واللہ المستعان۔

روایات بخاری

کل روایات بخاری جن پر نقد کیا گیا ہے (۱۱۰) ہیں جن میں سے ایک ایک کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں جواب دہی کی ہے اور آخر میں کہا کہ یہ سب ہیں جن پر حفاظ و ناقدین حدیث اور علیل اسانید و خفی کمزوریوں پر کڑی نظر رکھنے والوں نے تنقید کی ہے۔

ان میں سے ۳۲ روایات تو وہ ہیں جن میں امام مسلم بھی شریک ہیں، باقی ۷۸ میں سے اکثر وہ ہیں کہ ان پر سے اعتراض آسانی سے اٹھ سکتا ہے، البتہ کچھ ایسی بھی ہیں جن کے جواب میں کمزوری ہے اور بہت کم ایسی ہیں جن کے جوابات غیر تسلی بخش ہیں (ان جوابات کے نمونے بھی آگے ذکر ہوں گے)

دارقطنی وغیرہ کے ان ایرادات، مشار الیہا سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ صحیح بخاری کی تلقی بالقبول کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی سب کی سب احادیث کی صحت پر اجماع ہو گیا کیونکہ یہ مواضع ایسے بھی ہیں کہ جن کی صحت متنازع فیہ ہے، اسی لئے خود ابن صلاح نے بھی ان مواضع کو مستثنیٰ قرار دیا، جن پر دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے اور شرح مقدمہ مسلم میں کہا کہ بخاری و مسلم پر جو مواخذہ یا قدح معتمد حفاظ حدیث کی طرف سے وارد ہے وہ ہمارے فیصلہ سابق سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اتنے حصے کے تلقی بالقول پر اجماع نہیں ہوا، اس موقع پر امام نووی کا کلام شرح مسلم میں ان کے کلام شرح بخاری سے مختلف ہے اور جس طرح انہوں نے اس مسئلہ کو لپیٹنے کی سعی کی ہے وہ کامیاب نہیں ہے۔ (کتاب

بلطلاق) میں حافظ ابومسعود دمشقی کے تعصب پر ابوعلی نے کہا کہ حافظ موصوف نے اچھی تنبیہ کی اور حافظ نے کہا کہ اس اعتراض کے مقابلہ میں ہمارے جواب کی حیثیت صرف اقناعی ہے اور یہ ان سخت دشوار مواضع میں سے ہے کہ ان کا صحیح جواب آسان نہیں "لابد للجواد من کبوہ" واللہ المستعان۔ (کتاب الذبائح) میں ص ۲۴۷ دار قطنی کے ایک اعتراض پر کہا کہ اعتراض صحیح ہے، علت ضعف نا قابل انکار ہے اس لئے اس کا جواب تکلف و بناوٹ سے خالی نہیں ہوسکتا۔

معلوم و مشکلم فیہا روایات بخاری کے سلسلے میں جو دفاع و جواب دہی حافظ نے کی ہے وہ مقدمہ فتح الباری میں قابل مطالعہ ہے اور ایک عالم خصوصاً معلم و متعلم حدیث اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، ہمارے سلسلہ کے اساتذہ و طلبہ حدیث کی یہ بہت بری کوتاہی ہے کہ ان کا مطالعہ درسیات تک محدود رہتا ہے، تحصیل علم حدیث کے وقت خاص طور سے وسیع مطالعہ اور معانی حدیث و رجال پر بڑی توجہ دینی چاہئے جو ہمارے اکابر و سلف کا طرہ امتیاز رہا ہے، آج ہم میں کتنے ہیں جو امام محمدؒ کی جامع کبیر اور کتاب الحج کو یا امام ابویوسفؒ کی کتاب الخراج اور الرد علی سیر الاوزاعی کا مطالعہ کرتے اور سمجھتے ہیں، جن سے ان حضرات کی علمی تحقیقات و تدقیقات کا کچھ اندازہ ہو، یہ علمی نادر خزانے چھپ کر شائع ہوئے، مگر ایسے وقت کہ پڑھنے والے نادر ہوگئے اور ہمارے اکابر اساتذہ ان کی زیارت کو ترستے تھے، آج امام بخاری کے تبحر علمی اور ابواب و تراجم بخاری کی دقت و باریکیوں کا پروپیگنڈا ہے، مگر علوم قرآن و حدیث میں یہ تجرد و دقت نظر ان میں کہاں سے پیدا ہوئی تھی یہ حمیدی ایسے غیر فقیہ اساتذہ سے دقت نظر نہیں پیدا ہوئی بلکہ امام احمدؒ (تلمیذ امام ابی یوسف) سے جو خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دقت نظر امام محمد کی کتابوں سے حاصل ہوئی، یحییٰ بن معین، تلمیذ امام احمد سے حاصل ہوئی جن کے بارے میں امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے کو صرف یحییٰ بن معین کے سامنے علمی لحاظ سے بے بضاعت پایا (النجوم الزاہرۃ) علی بن المدینی (تلمیذ یحییٰ القطان الامام الاعظمؒ) سے حاصل ہوئی ان کے بارے میں بھی امام بخاری تقریباً یہی کلمات فرمایا کرتے تھے؟ تلامذہ امام شافعیؒ سے حاصل ہوئی جو امام محمد کے تلمیذ خاص تھے۔

اور ان سب کو جو کچھ ملا وہ سب امام اعظمؒ کے علوم اجتہادیہ کا صدقہ ہے جن کی وجہ سے امام شافعی تمام علماء فقہا کو امام صاحب کا دست نگر فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک (جن کو امام بخاری اہل علم زمانہ فرماتے ہیں) اپنے زمانہ کے محدثین و رواۃ کو چھوڑ کر فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی "رائے" مت کہو، بلکہ تشریح حدیث کہو۔

افسوس ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الضعفاء میں رجال پر بحث کرتے ہوئے وکیع (تلمیذ امام الاعظم) ابن مبارک (تلمیذ الامام) یحییٰ القطان (تلمیذ امام) اور علی بن المدینی و امام احمد کے فیصلوں کا حوالہ دیا ہے اور یہ سب امام اعظم کی مدح و ثناء میں رطب اللسان ہیں، پھر بھی امام صاحب اور اصحاب امام پر نقد کرتے ہوئے ان حضرات کی کسی بات کا خیال نہیں فرمایا اور امام صاحب وغیرہ سے کسی باعث رنجش کی وجہ سے شیخ حمیدی، اسماعیل بن عرعرہ وغیرہ پر بھروسہ کرلیا، اور آپ پڑھ چکے کہ کیسے کیسے کلمات استعمال فرمائے، جس شخص کو یہ فخر ہو کہ کبھی کسی کی غیبت نہیں کی، خدا کی شان کہ وہ ایسے ایسے بڑے آئمہ دین کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہہ گیا، خدا کرے یہ نسبتیں ان کی طرف غلط ہوں، خدا کرے یہ سب نسبتیں ان کی طرف غلط ہوں یا کسی واقعی بہت بڑی غلط فہمی سے ایسا ہوا ہو تا کہ آخرت کا مواخذہ نہ ہو اور "لاتثریب علیکم الیوم" کی بشارت سے مطمئن ہوں۔ آمین۔

یہاں کچھ نمونے حافظ کی جواب دہی کے پیش کئے جاتے ہیں:

امام ابوعلی جبائی نے اعتراض کیا کہ زہری کی روایت میں امام بخاریؒ نے اخبرنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ کی جگہ اخبرنی عبداللہ بن عبداللہ لکھ دیا اور یہ غلطی کتاب کی بھی نہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

حافظ نے تسلیم کیا کہ اعتراض صحیح ہے، واقعی امام بخاریؒ سے سبقت قلم ہوگئی (مقدمہ فتح الباری باب السیر و الثنویہ ص ۳۶۸ طبع میریہ بولاق)

(۲) حافظ ابومسعود دمشقی نے اعتراض کیا کہ کتاب التفسیر کی ایک روایت میں ابن جریج عطاء خراسانی سے تفسیر کا سماع معلوم ہوتا ہے

حالانکہ انہوں نے عطاء خراسانی سے کچھ نہیں سنا، اس تعقب پر ابوعلی نے کہا کہ حافظ موصوف نے اچھی تنبیہ کی اور حافظ نے عطاء بن ابی رباح کا احتمال بنا کر کچھ جواب بنایا، مگر پھر خود ہی اس اعتذار کے بعد کہا کہ ہمارے اس جواب کی حیثیت صرف اقناعی ہے اور یہ ان سخت دشوار مواضع میں سے ایک ہے جن کا جواب آسان نہیں۔

ولا بد للجو اد من کبوۃ، واللہ المستعان۔ یعنی عمدہ گھوڑا بھی ٹھوکر کھاتا ہے، خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے (مقدمہ کتاب الطلاق ص۴۷۴)

(۳) دار قطنی کے ایک اسنادی اعتراض پر حافظ نے کہا کہ گرفت بجا ہے، بات وہی ہے جو دار قطنی نے کہی، روایت کا سقم ظاہر ہے اور اس کا جواب تکلف اور بے ضرورت کھینچ تان سے خالی نہیں (مقدمہ کتاب الذبائح ص۳۷۴)

(۴) دار قطنی ہی کے ایک دوسرے اعتراض کے جواب میں حافظ نے اعتراف کیا کہ علت ایراد پوری طرح ختم نہیں ہوئی، لہذا امام بخاری کی طرف سے معذرت کی جاتی ہے (مقدمہ کتاب الجنائز ص۳۵۴)

اوہام بخاری

اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئیں اور بعض اوہام کی طرف ہم بھی یہاں اشارات دے رہے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بخاری و مسلم کا جو مقام مسلم ہے اس میں کلام ہے، خصوصاً بخاری کی صحیح کو جو فوقیت و فضیلت بعد کی تمام کتب حدیث پر ہے وہ ناقابل انکار ہے، لیکن امام بخاری بھی آخر ایک بشر ہی تھے اور کچھ اوہام و اغلاط سے ان کی شان کم نہیں ہو جاتی، بلکہ اس اعتبار سے اور بھی امتیاز مل جاتا ہے کہ اگر کتاب میں کچھ نقائص تھے خواہ وہ رواۃ کے اعتبار سے ہوں یا روایات کے لحاظ سے یا اوہام کے طور پر ہوں یا تکرار احادیث کی صورت میں، ان پر دوسرے محدثین نے بے تکلف انتقاد کیا اور اس بارے میں امام بخاری کی جلالت قدر سے نہ مرعوب ہوئے نہ ان کے ساتھ کوئی رورعایت کی۔

پھر ان کمزوریوں کے متعین ہو جانے کے بعد پوری کتاب کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جو احادیث ضعیف رواۃ کے سبب ضعیف ہیں وہ دوسرے متابعات کی وجہ سے قوی ہو گئیں۔

ہمارے نزدیک حجیت حدیث پر ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ جامع صحیح بخاری جیسی عظیم المرتبت اور جلیل القدر کتاب کی بھی معلول متکلم فیہا روایات اور اوہام پر سب ہی محدثین نے کڑی نظر رکھی اور ہر قابل تنقید امر پر نقد صرف اس لئے ضروری سمجھا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے صاف و شفاف آئینہ کو ہر قسم کے گرد و غبار سے محفوظ رکھیں، تاکہ قرآن مجید کی آیات بینات کی طرح احادیث صحیح پر بھی بے تامل عمل درآمد ہو سکے۔

حدیث ابن عمرؓ باب قولہ تعالیٰ "نسائکم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم" (ص۶۴۹ مطبوعہ رشیدیہ) حضرت ابن عمرؓ کی طرف جس قول کی نسبت کی گئی ہے وہ بے اصل ہے اور دوسرے محدثین نے اس کے خلاف روایات کی ہیں، مثلاً ترمذی عن ابن عباس، مسند احمد، ابن ماجہ دارمی و ترمذی عن خزیمہ بن ثابت، مسند احمد و ابوداؤد عن ابی ہریرہ، مشکوٰۃ عن ابی ہریرہ، لہذا اخلاف روایت و درایت ہوا۔

حدیث ابی بن کعبؓ اذا جامع الرجل المرأۃ، فلم ینزل، قال یغسل مامس المرأۃ، قال ابوعبداللہ (البخاری) الغسل احوط (کتاب الغسل ص۴۳) یہ حدیث دوسری احادیث بخاری و مسلم وغیرہ سے منسوخ ہیں اور قاضی ابن العربی نے صحابہ و آئمہ اربعہ کا وجوب غسل پر اجماع نقل کیا ہے مگر امام بخاری نے غسل کو صرف احوط کہا۔

کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل "واذکر فی الکتاب مریم" (خ ص۴۸۹) سند حدیث میں بجائے ابن عباس کے ابن عمر لکھا گیا، حافظ نے کہا کہ بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، حالانکہ غلط ہے، اس پر علامہ عینی نے بھی تنبیہ کی ص۴۴۶ ج ۷۔

کتاب الطلاق (بخاری ص ۱۰۳۱) فدخل علی حفصة، حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ بخاری کو وہم ہو گیا ہے۔

یہ قصہ بیت زینب کا ہے، امام بخاری نے چاروں جگہ بیت حفصہ ہی قرار دیا ہے، بخاری ص ۷۹۲، ۷۹۳ کے حاشیہ میں فتح الباری سے نقل ہوا کہ کتاب الہبۃ میں ہے کہ دو پارٹیاں تھیں، ایک میں حضرت عائشہ، حفصہ، سودہ اور حفصہ تھیں، دوسری میں زینب بنت جحش، ام سلمہ وغیرہ اس لئے یہ جملہ مذکورہ روایت کے بھی خلاف ہے۔

باب ماذکر فی الاسواق میں حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفناء بیت فاطمة (ص ۲۸۵، بخاری، رشیدیہ) یہ غلط ہے کیونکہ حضرت فاطمہؓ کا گھر سوق بنی قینقاع میں نہیں تھا، بلکہ حضور اکرم ﷺ کے بیوت کے درمیان تھا۔ امام مسلم نے روایت صحیح کی ہے، اس طرح ثم انصرف حتی اتی فناء فاطمة۔

یہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ دن کے کچھ حصے میں نکلے میں بھی ساتھ تھا، لیکن نہ حضور مجھ سے بات کرتے تھے (شاید کسی تفکر کی وجہ سے) اور نہ میں بات کرتا تھا (غالباً حضور کی ہیبت سے یا اس خیال سے کہ مشغول بہ فکر ہیں، اسی حالت میں حضور بنی قینقاع کے بازار تک پہنچے اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، الخ۔

مسلم شریف میں روایت حضرت سفیان سے ہے کہ "حضور بازار مذکور تک تشریف لے گئے اور لوٹ کر آئے تو حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھے" (الخ) امام بخاری کو متنبہ نہیں ہوا، جس سے ناقص روایت نقل ہو گئی، حافظ نے بھی اس فروگذاشت کا اعتراف کیا ہے۔

بعض تراجم میں امام بخاری نے غالباً یہ بتلانے کے لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی متابعت میں ہم بھی کسی دوسرے کو ایسے ہی مواقع میں جیسے حضور ﷺ نے کیا، دوسرے شخص کو ویلک، اخساء، یحک، مرحبا وغیرہ کہہ سکتے ہیں، یا کسی ناحق بات کو لیس بشیء (یہ کچھ نہیں کیونکہ حق نہیں) کہہ سکتے ہیں، امام صاحبؒ کا مقصد ضرور صحیح ہوگا، مگر کچھ حضرات نے امام صاحب کے طرز استدلال پر اعتراض کیا ہے اور اس کو اہانت آمیز بھی قرار دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو لفظ رجل سے تعبیر کیا (ص ۹۱۰ سے ص ۹۱۸ تک یہ کلمات موجود ہیں)۔

اتنی بات ضرور ہے کہ طرز استدلال اور تعبیر کا یہ طریقہ خلاف ادب ہے اور اس سے بہت بہتر طرز و طریق سے مقصد مذکور ادا ہو سکتا تھا۔

باب ایجاب التکبیر افتتاح الصلوٰة (خ ص ۱۰۱) علامہ عینی نے اعتراض کیا کہ بجائے ایجاب یہاں لفظ وجوب ہونا چاہئے تھا۔

کتاب الزکوٰة، باب فضل الصدقہ ص ۱۹۱، حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ بعض ازواج مطہرات نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ ہم میں سے کون پہلے آپ سے ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ تم میں سے زیادہ لمبا ہے، اس کو سن کر سب ازواج مطہرات نے لکڑی لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا اور سودہؓ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا نکلا، پھر ہم بعد کو ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے درازی ید کا مطلب صدقہ تھا کہ وہی حضور سے پہلے جا ملیں اور صدقہ ان کو بہت محبوب تھا۔

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں بھی سودہ ہی کی وفات کو سب سے پہلے قرار دیا ہے، امام بیہقیؒ نے بھی اسی طرح روایت کی اور خطابی نے یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت سودہؓ کا سب سے پہلے حضور سے جا ملنا، صداقت نبوت کی نشانیوں میں سے ہے۔

لیکن یہ مشہور کے خلاف ہے، کیونکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضرت زینب کی وفات ہوئی، یعنی ۲۰ھ، حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں، اور حضرت سودہ کی وفات ۵۴ھ میں حضرت معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔

علامہ نووی اور ابن بطال وغیرہ نے بھی یہی تحقیق کی ہے اور اجماع اہل سیر حضرت زینب کی پہلے وفات پر نقل کیا (فتح ص ۱۸۴ ج ۳) اور علامہ عینی نے کہا کہ اس حدیث میں کسی راوی سے غلطی ہوئی ہے، جس پر امام بخاری کو متنبہ نہیں ہوا اور نہ بعد کے شراح نے خیال کیا حتیٰ کہ بعض نے اس کو اعلام نبوۃ سے کہا، حالانکہ یہ سب وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت زینب تھیں اور صدقہ بھی سب سے زیادہ وہی کرتی تھیں اور

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے صحیح روایت موجود ہے، جس میں ہے کہ حضرت زینبؓ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا، کیونکہ وہ صدقہ بہت کرتی تھیں۔

حافظ نے اس موقع پر طویل کلام کیا ہے، مگر ترجیح مسلم والی روایات ہی کو دی ہے اور مستدرک حاکم نے حضرت عائشہؓ سے دوسری حدیث بھی نقل کی ہے جس میں زیادہ تفصیل ہے اور وہ بھی شرط مسلم پر ہے، اس کے بعد امام بخاری کے لئے تاویل سے کچھ گنجائش نکالی ہے، ابن جوزی نے بھی کہا کہ امام بخاری کو تنبہ نہیں ہوا کہ اس حدیث میں غلطی ہے۔ واللہ اعلم۔

باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط (ص ۱۴۱) کے ضمن میں پہلا واقعہ قریش مکہ کا ہے اور دوسرا اہل مدینہ کا ہے، امام بخاری نے دونوں کو ساتھ ملا دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا واقعہ بھی مکہ ہی کا ہے۔

علامہ عینی نے مفصل ایراد اور وجہ ایراد لکھی ہے۔

کتاب المکاتب (۳۴۷) پر بریرہ نے حضرت عائشہ سے بدل کتابت ادا کرنے کے لئے استعانت کی، اس جگہ علامہ عینی نے دو اعتراض کئے ایک یہ کہ لیث ابن شہاب سے بلا واسطہ راوی ہیں، پس یونس کا واسطہ صحیح نہیں۔ دوسرے یہ کہ تسعہ اوراق کی جگہ خمسہ اوراق بھی غلط ہے۔

باب الصوم من آخر الشهر (ص ۲۶۶) اظنه قال رمضان یہ قول مرجوح بلکہ غیر صحیح تھا، اس کے بعد امام بخاری نے اصح قول شعبان بتایا حالانکہ رمضان کے آخر میں نفل روزے کی صحت ہی درست نہیں کہ اس کے مقابلے میں شعبان کے قول کو اصح کہا جائے، نہ غیر صحیح قول کے درج کرنے کی ضرورت تھی، اور وہ بھی ابتداء میں۔

باب من این یخرج من مكة (ص ۲۱۴) آگے ذکر کیا کہ خرج عن كدى من اعلى مكة، كدى باالقصر اعلیٰ مکہ کو نہیں بلکہ اسفل مکہ کو کہتے ہیں اس سے قبل امام بخاری نے کئی حدیث روایت کیں کہ حضور اکرم ﷺ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوتے تھے تو اعلیٰ حصہ سے داخل ہوتے اور جب نکلتے تو بائیں جانب سے۔

یہاں حافظ نے بھی کہا کہ غلطی ہوئی اور دوسروں نے صحیح روایت کی ہے کہ دخل من كدا (من اعلی مکۃ)

باب العون بالمدد (ص ۴۳۱) حدیث ان النبی ﷺ اتاه رعل وذكوان (عصيه وبنو لحيان کہ حضور ﷺ کے پاس یہ سب قبیلے آئے۔ اسلام ظاہر کیا اور مدد طلب کی، پس حضور ﷺ نے ۷۰ انصاری ان کے ساتھ بھیج دیئے جو قراء تھے، بئر معونہ پر پہنچے تھے کہ ان لوگوں نے اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ غدر کیا اور قتل کر دیا، حضور اکرم ﷺ نے ایک ماہ تک دعاء قنوت پڑھی جس میں رعل، ذکوان اور بن لحیان پر بددعا کرتے تھے۔

یہاں دو غلطیاں ہوئی، ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کی خدمت میں آنے والے صرف قبیلہ رعل کے آدمی تھے، بئر معونہ پر پہنچ کر ذکوان و عصیہ قبیلے کے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو لئے اور شریک قتل ہوئے۔

دوسرے یہ کہ بنولحیان قبیلہ نہ آنے والوں میں تھا اور نہ بئر معونہ کے رہنے والے تھے، نہ اس موقع پر انہوں نے قتل قراء مذکورین میں شرکت، البتہ ایک دوسرے واقعہ میں اس طرح ہے کہ غزوۂ احد کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں قبیلہ عضل وقارہ کے لوگ پہنچے اور اسلام ظاہر کیا اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کچھ اصحاب بھیج دیجئے جو ہمیں فقہ کی تعلیم دیں، حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دس صحابہ بھیج دیئے وہ مقام رجیع تک پہنچے تھے کہ ان کے ساتھ جانے والوں نے غدر کیا وہاں کے باشندوں نے بنولحیان کو بھی اپنے ساتھ کر لیا اور ان دس صحابہ کو بھی شہید کر دیا، یہاں حافظ نے قرب زمانہ کی تاویل سے جواب دیا ہے۔

چونکہ یہ دونوں واقعات قریب قریب زمانہ میں پیش آئے، حضور ﷺ نے دعائے قنوت کی بددعا میں سب کو شامل کر لیا لیکن ظاہر ہے

کہ محل اعتراض و واقعات کو یک جا کرنا ہے ہی نہیں، قرب وغیرہ کسی مناسبت سے دو نہیں دس بیس واقعات بھی یک جا کرنے میں مضائقہ نہیں، یہاں تو اعتراض ہی دونوں دوسرے ہیں، اس لئے ہم نے اوپر پوری تفصیل دیدی ہے، فافہم۔

باب قوله تعالیٰ و اذكر رحمة ربك عبده ذكريا (۴۸۷) میں **لقد بلغت من الكبر عتيا، عصيا**، یہاں عصیا بالصاد صحیح نہیں بلکہ بالسین عسیا صحیح ہے، حافظ اور عینی دونوں نے اس پر تنبیہ کی ہے، لغت کے اعتبار سے عسی بڑھانے کا آخری درجہ ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

باب قصه غزوه بدر (ص ۵۶۳) **قال وحشى قتل حمزة طيمة بن عدى بن الخيار يوم بدر**، یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح عدی بن نوفل ہے، تمام شراح بخاری و حافظ عینی، قسطلانی وغیرہ نے یہی تصریح کی ہے۔

باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان و بئر معونة (ص ۵۸۵) یہاں علاوہ دو غلطی سابق ایک اور یہ غلطی ہوئی کہ دو غزوات کے دو مختلف واقعات کو ایک درجہ میں اسی طرح لائے جیسے ایک ہی واقعہ ہو، حافظ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔

باب این ركز النبى ﷺ الراية يوم الفتح (ص ۶۱۳) اس کے بعد امام بخاری نے روایت ذکر کی کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولید کو فتح مکہ کے دن اعلیٰ مکہ سے داخل ہونے کا حکم فرمایا اور خود حضور اکرم ﷺ کدی یعنی اسفل سے مکہ داخل ہوئے۔

حافظ اور قسطلانی نے کہا کہ یہ روایت ان روایات صحیحہ کے مخالف ہے جو خود بخاری میں آگے آرہی ہیں کہ حضور اکرم اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے اور خالد اسفل مکہ سے داخل ہوئے اور ابن اسحٰق نے بھی اس کو صحیح و قطعی قرار دیا ہے۔

سوره قل اعوذ برب الناس کی تفسیر (ص ۷۴۴) میں خناس کو محاورۃ خنسہ الشیطان سے قرار دیا ہے، علماء نے خنسہ کو نخسہ کی تصحیف قرار دیا، کیونکہ خنس لازمی ہے متعدی نہیں جس کے معنی رجوع و انقباض کے ہیں، حافظ نے کہا کہ **قوله خنسه الشيطان** کو ابن عباس کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں، مگر اس کی سند ضعیف ہے (والبحث فیہ طویل)

تدلیس: جزائری نے کہا کہ "تدلیس الشیوخ" یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ سے حدیث سنے، لیکن روایت کے وقت اس شیخ کا وہ نام کنیت، نسبت یا وصف بیان کرے جس سے وہ شیخ مشہور نہ ہو۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۳۹)

حافظ ابن حجر نے بھی طبقات المدلسین ص ۴ پر یہی تعریف کی، فخر الاسلام نے اس کا نام تلبیس رکھا، سخاوی نے کہا کہ اسی کے قریب بخاری کی وہ روایات بھی ہیں جو امام بخاری نے اپنے شیخ ذہلی سے روایت کیں، تیس جگہ روایت کی مگر کسی جگہ باپ کی طرف نسبت کرکے محمد بن یحییٰ نہیں کہا بلکہ کہیں تو صرف حدثنا محمد ﷺ کہا اور کہیں دادا کی طرف نسبت کرکے محمد بن عبداللہ کہا اور کبھی پردادا کی طرف نسبت کرکے محمد ابن خالد کہا، کہا گیا کہ اس طرح روایت کرنے سے سننے والوں کو وہم ہوسکتا ہے کہ یہ روایتیں بہت سے مختلف شیوخ سے ہیں، علامہ سخاوی نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے یہ ضروری نہیں کہ روایت کرنے والے کی نیت بھی ایسی ہی ہو، بلکہ اہل ورع و تقویٰ کی طرف گمان، بہتر ہی کرنا چاہئے۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا کہ کبھی ثقہ شیخ کی تدلیس میں بھی کوئی مصلحت ہوتی ہے، مثلاً امتحان اذہان بابت معرفت رجال وغیرہ، اس کے علاوہ امام ذہلی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری و ذہلی میں اختلاف ہوگیا تھا، اس لئے امام بخاریؒ نے سوچا ہوگا کہ تصریح نام سے لوگ سمجھیں گے، اس تعدیل سے امام بخاریؒ نے امام ذہلی کے خیال کی بھی تصدیق کردی (مقدمہ فتح الملہم ص ۳۹)

حافظ نے طبقات المدلسین میں ص ۶ پر لکھا کہ ابو عبداللہ بن مندہ نے امام بخاریؒ کو مدلس کہا، کیونکہ بخاری نے قال فلاں اور قال لنا فلاں کہا جو تدلیس ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جس سے خود نہیں سنا تو قال فلاں کہا اور جس سے سنا لیکن شرط پر نہ تھا یا موقوف تھا تو قال لنا کہا، فتح الباری میں ہے کہ ایسا بخاری نے اس وقت کیا ہے کہ بطور مذاکرہ کسی اثر کو لیا ہو، لیکن یہ مطرد نہیں ہے کیونکہ بخاری میں ایسی بھی بہت جگہ ہیں کہ صحیح بخاری میں تو قال لنا کہا اور دوسری تصانیف میں اس کو حدثنا سے بیان کیا۔

علامہ ابن دقیق العید نے جو ثقہ شیخ کی تدلیس کو کسی مصلحت سے جائز کہا یا امام ذہلی کے بارے میں توجیہ کی گئی وہ قابل توجہ ہے لیکن جب امام بخاری نے خود ہی عبداللہ بن لہیعہ کو قدر یہ فرقہ سے بتا کر ضعیف کہا تو ثقہ شیخ تو وہ نہ ہوئے، پھر امام بخاری نے ان سے روایت ''وغیرہ'' کے ذریعہ کی اور حافظ نے یقین سے کہا کہ بہت جگہ وغیرہ سے مراد عبداللہ بن لہیعہ ہی ہیں اور کوئی نہیں ہوسکتا تو اس کو تدلیس سے بچانے کی کیا توجیہ ہوگی؟ تاہم ہمارا یقین ہے کہ امام بخاری کی طرف کسی بھی بری نیت سے تدلیس کی نسبت درست نہیں، لہذا تدلیس کا اعتراض ان پر صحیح نہیں ہوسکتا۔

تدلیس سے بچنے کی ہر محدث نے کوشش کی ہے مگر ناقدین نے جہاں بھی شائبہ تدلیس محسوس کیا اس کی گرفت کی ہے، اس لئے دار قطنی نے امام مالک جیسے جلیل القدر امام کو بھی کسی بات پر مدلس کہہ دیا جس کی مدافعت علامہ ابن عبدالبر نے کی اور ابن مندہ نے امام مسلم کو بھی مدلس کہا اور حافظ نے طبقات المدلسین کے مرتبۂ خامسۂ (آخر المراتب) میں قابل تعجب کہہ کر امام شعبہ کی طرف بھی تدلیس کی نسبت کو ذکر کیا حالانکہ وہ تدلیس سے انتہائی بے زار و متنفر تھے اور تدلیس سے دور دور رہنے میں ضرب المثل تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام بخاریؒ اور تراجم کی نامطابقت احادیث الباب سے

باوجودیکہ امام بخاریؒ کے سامنے بہت سی کتابیں، مبوب بہ ترتیب فقہ و استنباط مجتہدین اور کتب فقہ آئمہ اربعہ موجود تھیں، پھر بھی انہوں نے اپنی صحیح میں بعض احادیث کو ایسے ابواب میں داخل کیا ہے کہ ان ابواب سے ان احادیث کو کچھ بھی مناسبت نہیں ہے چنانچہ شارح مسلم نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں (فصل ۶) ترجیح مسلم کی وجوہ میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے اس جگہ صحیح بخاری کی چند احادیث بطور نمونہ پیش ہیں جن کو ترجمۃ الابواب سے مناسبت نہیں ہے۔

(۱) باب الماء الذی یغسل به شعر الانسان: اس کے تحت دو حدیث لائے ہیں حالانکہ دونوں کو کچھ بھی مناسبت عنوان مندرجہ باب سے نہیں ہے چنانچہ تیسیر القاری میں بھی اس پر تنبیہ کی ہے۔

(۲) باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء و خاف فوت الصلوٰۃ: امام بخاری نے نماز کو سلام پر قیاس کر کے استدلال کیا ہے، تیسیر القاری نے اس پر بھی تنبیہ کی ہے کہ قیاس مع الفارق ہے۔

(۳) باب الصلوٰۃ فی القمیص و السراویل البنان و القباء: تیسیر القاری نے کہا کہ حدیث ترجمہ کے ساتھ غیر مطابق ہے۔

(۴) باب فضل صلوٰۃ الفجر فی الجماعۃ: حالانکہ حدیث سے بظاہر نماز عشاء معلوم ہوتی ہے، پس استدلال غلط ہے۔

(۵) باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم الرکوع بالاعادۃ: حالانکہ حدیث میں حکم اعادہ مجموع ارکان پر ہے نہ صرف رکوع پر۔

(۶) باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس: حالانکہ حدیث سے جواز جمعہ قبل دوپہر کے مفہوم ہوتا ہے۔

(۷) باب اذا فلۃ العبد یصلی رکعتین و کذلک النساء و من کان فی البیت و القری: ۲ حدیث لائے اور دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

(۸) باب فی کم تقصر الصلوٰۃ: اس کے بعد جو ۲-۳ حدیث لائے ہیں ان کو اس عنوان سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور کسی طرح کا تعلق نہیں۔

(۹) باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی و المسجد: حالانکہ حدیث میں رجم قریب موضع جنائز عند المسجد کا ذکر ہے جس سے جنازوں کے لئے مسجد سے باہر جگہ مقرر ہونا معلوم ہوتا ہے (خلاف ترجمہ) قال ابن بطال لیس فیه دلیل علی الصلوٰۃ فی المسجد، ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث سے مسجد میں نماز جنازہ پر استدلال درست نہیں ہے۔

(۱۰) باب الصدقه قبل العيد: حالانکہ حدیث میں مطلق صدقہ کا ذکر ہے۔

(۱۱)باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین القبل و الدبر: حالانکہ حدیث سے اس کے لئے استنباط یا استدلال درست نہیں۔

(۱۲)باب الوضوء من غير حدث: حدیث اس کے مطابق نہیں ہے، کما نبہ علیہ فی تیسیر القاری ایضاً۔

(۱۳) باب من ادرک رکعة من العصر قبل الغروب: حالانکہ حدیث کو اس سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہے، بجز اس کے نماز عصر کا وقت آخر دن ہوتا ہے۔

(۱۴)باب وجوب القرأة الامام والماموم في الصلوٰة في الحضر و السفر وما يجهر فيها و ماتخافت: تیسیر القاری میں ہے کہ حدیث سے قرأت مقتدی پر تو کیا وجوب قرأۃ امام پر بھی دلالت نہیں ہے۔

(۱۵) باب اتمام التكبير في الركوع: تیسیر القاری میں ہے کہ حدیث سے مضمون ترجمہ کا ثبوت نہیں ملتا۔

(۱۶) باب هل يوذن اويقيم اذا جمع بين المغرب والعشاء: حدیث میں کوئی مطابقت کی بات ترجمہ سے نہیں ہے۔

(۱۷)باب صلوٰة القاعد بالايماء: حدیث میں ایماء کا کچھ ذکر نہیں ہے اور بخاریؒ نے دوسری جگہ اس حدیث کو صرف باب صلوٰۃ القاعدہ میں بھی نکالا ہے۔

(۱۸)باب طول القيام في صلوٰة الليل: حالانکہ حدیث کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے، ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث کا ترجمہ الباب سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ منہ کو مسواک سے صاف کرنا طول قیام لیل پر دلالت نہیں کرتا۔

(۱۹)باب الخطاء والنسيان في العتاقة والطلاق ونحوه: حدیث میں صرف وسوسہ کا ذکر ہے خطاء ونسیان کا نہیں ہے اور نہ اس میں عتاق وطلاق کا ذکر ہے۔

(۲۰) باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور، تیسیر القاری میں ہے کہ قبور پر مسجد بنانے کی کراہت یہاں حدیث سے ثابت نہیں کر سکے۔

(۲۱)یوم المهاجرين الاولين: بخاری ص۱۰۶۴ پارہ ۲۹ (باب استقضاء الموالي و استعمالهم) پر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ امامت صلوٰۃ ہے، اس کا یہاں کیا تعلق تھا؟ بخاری کا بھی یہ حال ہے کہ زور والا مارے اور رونے نہ دے، پھر مسکرا کر فرمایا کہ اب وقت چونکہ کم رہ گیا ہے اس لئے ادب چھوٹ گیا۔

(۲۲) باب مايكره من اتخاذ المساجد على القبور: اور حدیث میں حسن بن حسن بن علی کے انتقال پر ان کی بیوی کے ایک سال تک قبر پر خیمہ لگا کر رہنا اور پھر واپس ہونا الخ ذکر کیا، تیسیر القاری میں لکھا کہ کراہیت مسجد گرفتن دریں جا معلوم نہ شد۔

(۲۳) باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم: اور حدیث حضرت عمرؓ کی زوجۂ مطہرہ کا مسجد میں عشاء وصبح کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں جانا، الخ

(۲۴)باب التكبير للعيد، سویرے جانا اور حدیث براء حضور علیہ السلام کا وعظ بقرعید کے روز الخ۔

(۲۵)باب خير مال المسلم غنم الخ: حدیث اذا سمعتم بكاء الديكة الخ۔

(۲۶)باب اذا فاة العيد يصلي ركعتين: حدیث ان ابابكر دخل عليها و عندها جاريتان في ايام منى الخ۔

(۲۷)باب في كم تقصر الصلوٰة؟ اور حديث لا تسافر المرأة الخ۔

امام بخاریؒ نے مجموعی اعتبارات سے "جامع صحیح" کو احادیث صحیحہ مجردہ کا بہترین نمونہ امت کے لئے پیش کر دیا اور اس سے امت کو

نفع عظیم پہنچا، مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاریؒ نے خود فرمایا کہ میں نے تمام احادیث صحاح کو جمع کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

پھر یہ بھی ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ صحیح بخاری اپنے بعد کی تمام کتب صحاح پر فائق ہے، باقی ان سے پہلے کتب صحاح چونکہ وہ سب اپنے بعد کی کتب کے لئے اصول وامہات کا درجہ رکھتی ہیں، دوسرے ان میں وحدانیات، ثنائیات، ثلاثیات ہی زیادہ ہیں اس لئے وہ سند کے اعتبار سے بھی عالی ہیں اور ان کے رواۃ بھی تقریباً سب عدول تھے جیسے کہ امام شعرانی نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے مسانید دیکھے، ان کے سب رواۃ ثقہ اعدل ہیں یعنی امام صاحب اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان جتنے راوی ہیں، ان میں سے کوئی بھی جھوٹ یا خلاف واقع بات کہنے کے ساتھ متہم نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات خیر القرون کے بعد کی کتب صحاح کو میسر نہیں ہوئی، امام بخاریؒ کی صحیح بھی خیر القرون کے بعد تالیف ہوئی، اسی لئے بخاری میں ہزاروں احادیث میں سے صرف ۲۲ ثلاثیات ہیں اور باقی سب رباعیات وغیرہ ہیں اور ان ثلاثیات میں سے بھی ۲۰ حنفی رواۃ کے واسطہ سے ہیں۔

کاش! امام بخاریؒ محدثین احناف سے بدظن نہ ہوتے تو صحیح بخاری میں بڑی کثرت سے ثلاثیات ہوتیں، مسانید امام اعظم اور کتاب الآثار ومؤطا امام مالک ومؤطا امام محمد وغیرہ سابق کتب حدیث میں اکثر ثلاثیات کی ہے، امام بخاری نے شرائط روایت میں زیادہ سختی کی اور اپنے اجتہاد کے موافق احادیث زیادہ جمع کرنے کی سعی فرمائی، پھر تکرار روایات کے باعث بھی جس قدر احادیث اتنی ضخیم دو جلدوں میں ہونی چاہئے تھیں موجود نہیں ہیں، امام بخاری کی بعض شرائط پر امام مسلم نے باوجود تلمیذ ہونے کے اعتراض کیا ہے جو مشہور ہے۔

امام بخاری نے حدیث مرسل کو قابل احتجاج نہیں سمجھا حالانکہ آئمہ متبوعین اور صحابہ وتابعین بھی اس کو برابر قبول کرتے رہے، کشف بزدوی میں ہے کہ مراسیل کے قابل قبول ہونے پر تمام صحابہ کا اتفاق رہا ہے، امام بخاری کی دلیل یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ درمیان کا راوی کیسا ہے، ممکن ہے غیر ثقہ ہو، لیکن فقہاء نے کہا کہ جس راوی نے ارسال کیا اس کو دیکھو اگر وہ خود ثقہ عادل ہے اور قرون مشہود لہا بالخیر کا ہے تو اس کی حدیث مرسل قبول کرنی چاہئے، صحابہ کے زمانہ میں ارسال کا کافی رواج تھا، پھر تابعین میں بھی یہ رواج قائم رہا، چنانچہ حسن بصری جیسے مستند ثقہ بھی حضرت علیؓ کا نام چھوڑ کر روایت کرتے تھے اس لئے مراسیل کو ترک کرنے سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ چھوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے حدیث معن عن کو ساقط کر دیا جس پر امام مسلم نے بھی اعتراض کیا اور دوسرے محدثین نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ اگر دونوں راوی ایک زمانہ میں ہوں تو حسن ظن سے کام لیکر ان دونوں کی ملاقات مان کر حدیث معنعن کو بحکم متصل سمجھیں گے، امام بخاری کہتے ہیں کہ اگر ملاقات کا ثبوت نہیں ہوا تو ایسی تمام احادیث نا قابل احتجاج ہیں۔

ایسے ہی امام بخاری نے فرمایا کہ جو لوگ اعمال کو ایمان کا جزو نہیں سمجھتے تھے، ان سے بھی میں نے احادیث روایت نہیں کیں، حالانکہ ہم نے پہلے بتلایا ہے کہ امام بخاری اور ان حضرات کا اختلاف اس درجہ کا ہرگز نہیں تھا بلکہ خود امام بخاری نے بھی شارب خمر وغیرہ کو اسلام سے خارج نہیں کیا، غرض بہت سی اس قسم کی باتیں امام بخاری کے مزاج کی شدت یا کسی سوءِ ظن یا منفردانہ تحقیق کے نتیجہ میں ظاہر ہوئیں، اس لئے ہماری رائے ہے کہ مذاہب اربعہ کی فقہ کو صحیح بخاری کی وجہ سے جس قدر بعید سمجھ لیا گیا ہے، یا سمجھانے والوں نے اس کے لئے سعی کی ہے وہ بڑی حد تک نادرست ہے، اس کی تہ میں ایک بہت بڑی غلطی یا غلط فہمی یہ بھی کام کرتی رہی ہے کہ محض پروپیگنڈے کے زور سے امام بخاری کو بھی آئمہ مجتہدین کے برابر مجتہد منوانے کی سعی کی گئی، حالانکہ جہاں یہ بات صحیح ہے کہ امام بخاری مجتہد تھے وہاں یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ ان کے اجتہاد اور آئمہ متبوعین کے اجتہاد میں بہت بڑا فرق مراتب ہے، امام اعظم کے ساتھ جن حضرات نے تدوین فقہ کا کام کیا ہے ان کو بھی علماء نے لکھا ہے کہ وہ سب مجتہد کے مرتبہ میں تھے، اسی طرح دوسرے آئمہ کے اصحاب خاص بھی ہوں گے، مگر حدیث وفقہ کا گہرا مطالعہ

کرنے والے جان سکتے ہیں کہ ان سب میں بھی بڑا فرق مراتب ہے اور کوئی بات تو ہے کہ امام شافعیؒ جیسے عظیم وجلیل مجتہد امام اعظم کے فقہ و اجتہاد کی تعریف میں رطب اللسان رہے، امام مالکؒ ایسے امام محدث و مجتہد امام اعظم کے ساتھ گھنٹوں بحث ومباحثہ کے بعد پسینہ پسینہ ہوکر امام اعظم کی مجلس سے باہر جا کر اپنے اصحاب سے ان کے اعلیٰ فقہ واجتہاد کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔

امام احمدؒ جیسا امام حدیث، فقیہ ومجتہد اپنی دقتِ نظر اور اجتہادی صلاحیتوں کا سبب امام محمد (تلمیذ امام اعظمؒ) کی کتابوں کا مطالعہ بتلاتے ہیں ہماری کوشش ہوگی کہ آئمہ متبوعین کی عظمت وجلالت قدر، ان کی فقہی خدمات جلیلہ کی قدر و قیمت پھر بحال ہو اور درمیان میں جو چیزیں مغالطات اور اغلوطات کے طور پر آ گئی ہیں وہ راہ سے ہٹ جائیں۔

امام بخاری کی عظمت وقدر اور ان کے علمی وعملی کمالات کی بھی جو قدر ہم جانتے پہچانتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو دوسرے لوگ محض اپنے مزعومات کی تائیدی اغراض کے لئے ظاہر کرتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث کی صحیح خدمت یہ ہے کہ سب محدثین وآئمہ متبوعین کے صحیح مراتب کو پہچان کر شائبہ تعصب وعناد وتحقیق دی جائے اور خدمت حدیث کے ذیل میں اگر کسی بڑے کی بھی کوئی غلطی ہوئی تو اس کے اظہار سے بھی باک نہ ہو۔

اسی طرح جو خدمت ہمارے اکابر انجام دے گئے ہیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے یہ نہ سوچا جائے کہ وہ ہمارے نظریات کے اعتبار سے مخالف تھے یا موافق۔

یہی طریقہ تحقیق ہمارے اکابر واساتذہ حضرات دیوبند کا رہا ہے اور اسی کو ہم زیادہ سے زیادہ اپنانے کی کوشش کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ الموفق۔

امام بخاری کے حالات وسوانح اور تالیفات کی تفصیل کے بعد مناسب ہے کہ بطور اختصار چند ضروری امور کا ذکر کیا جائے۔

(۱) امام موصوف کی عظمت وجلالت قدر ہمارے دل میں کسی طرح کم نہیں ہے اور آپ کی ''صحیح'' کو بھی ہم نہایت بلند مرتبت یقین کرتے ہیں، البتہ امام ہمام کے جن حالات پر نقد کیا گیا یا صحیح کے جن رواۃ یا مرویات پر کچھ کلام ہوا ہے، اس کو پیش کر دینا بھی حدیث کی صحیح خدمت ہے، سوا انبیاء علیہم السلام کے کوئی معصوم عن الخطاء نہیں ہے، آئمہ صحاح یا آئمہ متبوعین کو بھی معصوم نہیں کہہ سکتے، امام بخاری کے زمانہ کے کبار آئمہ محدثین امام ذہلی، امام ابوزرعہ، امام ابوحاتم نے بعض مسائل کے اختلاف پر فیصلہ کیا کہ امام بخاری سے حدیث کی روایت نہ کی جائے، یقیناً یہ فیصلہ بہت سخت اور امام بخاری کی حدیثی جلالت قدر کے منافی تھا، امام مسلم نے باوجود تلمیذ بخاری ہونے کے اپنی صحیح میں کوئی روایت امام بخاری سے نہیں کی، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ امام مسلم نے بڑا انصاف کیا کہ اپنے دونوں استادوں ذہلی وامام بخاری کو برابر رکھا کہ کسی سے بھی روایت نہیں لی، امام مسلم تو امام بخاری سے روایات کو ترک کرنے پر بھی مستحق مدح رہے اور ہم امام بخاریؒ کی ساری روایات کو غایت ادب واحترام سے سر چڑھائیں، ان کی روایت بھی کریں، لیکن بعض بشری کمزوریوں، نقد رجال کی مسامحات یا ان کے امام اعظمؒ واصحاب امام پر بے جا طعن وتشنیع کو کسی ضرورت سے بھی زبان پر لے آئیں تو وہ خلاف ادب ٹھہرے، درحقیقت جو ادب بضرورت بھی اظہار حق کا روادار نہ ہو اس کو ادب سمجھنا ہی بڑا ظلم ہے، ہم امام بخاریؒ کو چند فروعی مسائل کے علاوہ تمام عقائد واعمال میں اپنا مقتدا وپیشوا سمجھتے ہیں، امیر المومنین فی الحدیث جانتے ہیں، ہمیں ان کے صرف اس طرز عمل سے اختلاف ہے جو انہوں نے کچھ غلط معلومات کی بناء پر آئمہ حنفیہ کے ساتھ یا نامکمل معلومات کی بناء پر فقہ حنفی کے خلاف اختیار فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند وبرتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان کی ''صحیح'' ودیگر تالیفات پر جتنا بھی نقد کیا ہے اگر اس سے دس بیس گنا مزید بھی کر دیا جائے تو اس تمام سے بھی ان کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہوسکتی، جس طرح یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وہ معصوم نہیں تھے اور خواہ وہ کتنے ہی بڑے ہوں، پھر بھی آئمہ متبوعین خصوصاً امام اعظمؒ کے نہایت بلند مرتبہ علم و

فضل تک نہیں پہنچ سکتے، اس لئے ہر ایک کو اس کے مرتبہ میں ہی سمجھنا اور رکھنا چاہئے، جب بھی کسی کے بارے میں افراط وتفریط کا پہلو اختیار کیا جائے گا وہ یقیناً غلط قدم ہوگا، اسی افراط وتفریط کی ایک مثال محدث شہیر ابن صلاح کے مندرجہ ذیل نظریات میں ملے گی جن پر افسوس ہے کہ بوجہ قلت گنجائش ہم تفصیلی بحث یہاں نہیں کر سکتے۔

(۲) ابن صلاح کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ بخاری کی احادیث کا درجہ صحت تمام دوسری کتب صحاح کی مرویات سے اعلیٰ ہے خواہ ان کے رجال وہی رجال بخاری یا اس درجہ کے یا ان سے بھی بلند ہوں، یہ بات اصول درایت وانصاف کے قطعاً خلاف ہے، اسی لئے ابن صلاح سے قبل کسی نے یہ بات نہیں کی اور بعد کو صرف معدودے چند لوگوں نے اس کو مانا ہے، حافظ ابن کثیر نے ابن صلاح کی کتاب علوم الحدیث کا اختصار کیا تو اس میں بھی اس کو ذکر نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس میں یہ بھی لکھا کہ مسند امام احمد میں بہت سی اسانید ومتون ایسی ہیں جو بیشتر احادیث مسلم وبخاری کے برابر درجہ کی ہیں جو ان میں یا سنن اربعہ میں نہیں ہیں، اسی طرح معجم طبرانی کبیر واوسط، مسند ابی یعلی وبزار وغیرہ مسانید معاجم، فوائد واجزاء میں بھی بکثرت احادیث صحاح موجود ہیں، حافظ ابوبکر حازمی نے اپنی کتاب "الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار" میں ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دینے کی پچاس وجوہ لکھی ہیں ان میں بھی یہ وجہ نہیں لکھی کہ مرویات بخاری ومسلم کو دوسری مرویات صحاح پر ترجیح ہوگی، اس کی مفصل بحث دراسات وحواشی دراسات نیز ذب ذبابات میں ہے۔

(۳) ابن صلاح کا یہ دعویٰ بھی درست نہیں کہ بخاری ومسلم کی احادیث کو قطعیت کا درجہ حاصل ہے، بلکہ جس طرح دوسری کتب صحاح کی احادیث ظنی ہیں، صحیحین کی بھی ظنی ہیں، چنانچہ اس نظریہ کو امام نووی نے بھی رد کیا ہے، تقریب میں کہا ہے کہ محققین اور اکثر اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک کوئی حدیث درجۂ تواتر کو نہ پہنچے وہ ظنی ہی ہے، شرح مسلم میں کہا کہ تمام آحاد میں ظنیت ہی کی شان ہے، اس میں بخاری ومسلم کی اور دوسروں کی احاد میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ بحث بھی دونوں مذکورہ کتابوں میں تفصیل سے آگئی ہے۔

(۴) ابن صلاح نے ایک دعویٰ یہ بھی کیا ہے کہ بخاری ومسلم کی ''احادیث متلقی امت'' کی وجہ سے راجح ہیں، اس نظریہ کا رد علامہ محمد بن اسمٰعیل امیر سابق صاحب سبل السلام نے توضیح الافکار میں کیا ہے اور تلقی امت کا دعویٰ تمام احادیث صحیحین کے متعلق اس لئے بھی درست نہیں ہوسکتا کہ ان میں وہ مرویات بھی ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔ رحمہم اللہ کلھم رحمۃ واسعۃ۔

امام مسلمؒ

(ولادت ۲۰۶ھ، وفات ۲۶۱ھ، عمر ۵۵ سال)

اسم مبارک حجۃ الاسلام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری، آپ کے دادا کا نام مسلم بن ورد بن کرشاد ہے، بنی قشیر عرب کے مشہور قبیلہ کی طرف منسوب تھے، نیشاپور، خراسان کا ایک بہت خوبصورت اور بڑا شہر ہے۔

امام مسلم فن حدیث کے اکابر میں شمار کئے جاتے ہیں، ابوزرعہ رازی اور ابوحاتم نے ان کی امامت حدیث کی شہادت دی ہے بلکہ محدثین کا پیشوا کہا ہے، امام مسلم نے اپنے زمانہ کے مشہور محدث محمد بن یحیٰی ذہلی، اسحٰق بن راہویہ تلمیذ ابن المبارک (تلمیذ الامام الاعظم) محمد بن مہران جمالی، ابوغسان مسمعی، امام احمد بن حنبل (تلمیذ امام ابی یوسف) سعید بن منصور ابو مصعب وغیرہ سے علم حاصل کیا، تحصیل علم کے سلسلہ میں بارہا بصرہ تشریف لے گئے۔

ابوحاتم رازی (جو اکابر محدثین میں سے ہیں) اور اس زمانہ کے دوسرے بزرگوں مثلاً امام ترمذی اور ابوبکر بن خزیمہ نے امام مسلم سے روایت کی ہے، امام مسلم کی بہت سی تالیفات ہیں اور سب میں تحقیق وامعان کامل طور سے کیا گیا ہے، خصوصیت سے اپنی صحیح میں تو انہوں نے

بقول حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فن حدیث کے عجائبات دکھلائے ہیں اوران میں سے اخص خصوص سرو اسانید اور متون کا حسن سیاق لاجواب ہے، پھر روایت میں آپ کا ورع تام اور غیر معمولی احتیاط لاکلام ہے۔

اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب بے مثال ہے، اسی لئے حافظ ابوعلی نیشاپوری اس صحیح کو تمام تصانیف علم حدیث پر ترجیح دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ علم حدیث میں روئے زمین پر صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہے۔

اہل مغرب کی بھی ایک جماعت کا یہی خیال ہے، وہ کہتے ہیں امام مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم ازکم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہے اور یہی شرط تمام طبقات تبع تابعین میں ملحوظ رکھتی ہے، یہاں تک کہ سلسلۂ اسنادامام مسلک تک اسی طرح دو دو سے روایت ہوتے ہوتے پہنچ جائے۔

دوسرے یہ کہ وہ رواۃ کے اوصاف میں صرف عدالت ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ شرائط شہادت کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں، امام بخاری کے یہاں اس قدر پابندی نہیں ہے (بستان المحدثین، حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ)

امام مسلم نے اسی ورع واحتیاط اور پابندی شرائط مذکورہ کے ساتھ اپنی سنی ہوئی تین لاکھ احادیث میں سے اس صحیح کا انتخاب کیا ہے۔

امام مسلم کے کمال اتقاء میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنی پوری عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا، صحیح وسقیم حدیث کی شناخت میں اپنے تمام اہل عصر سے ممتاز تھے، بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل ہے (بستان المحدثین) اس کی تفصیل امام بخاری کے حالات میں ذکر ہو چکی ہے۔

ابوحاتم رازی نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کس حال میں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے، جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

ابوعلی زاغدانی کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ کی نجات کس عمل سے ہوئی؟ تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان اجزاء کی برکت سے (بستان المحدثین)

امام مسلم کی دوسری تالیفات یہ ہیں: المسند الکبیر، کتاب الاسماء والکنی، کتاب العلل، کتاب اوہام المحدثین، کتاب طبقات التابعین، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری، کتاب حدیث عمرو بن شعیب۔

امام ابن ماجہؒ

(ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۲۷۳ھ عمر ۶۴ سال)

اسم مبارک ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی ربعیؒ، ربیعہ عرب کے متعدد قبائل کا نام ہے ان میں سے کسی کی طرف نسبت ہے۔

قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے، سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں ہے، اس کو تالیف کر کے ابن ماجہؒ نے جب ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچے گی تو حدیث کی موجودہ تالیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی، اس میں پانچ احادیث ثلاثیات بھی ہیں۔

فی الحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرنے اور حسن ترتیب کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کے برابر نہیں ہے، آپ حدیث کے تمام علوم سے واقفیت تامہ رکھتے تھے۔

حافظ ابوزرعہ نے یہ بھی کہا کہ میرا ظن غالب ہے کہ اس کتاب میں ایسی احادیث جن کی اسناد میں کچھ خلل ہے تیس ہیں، زیادہ نہ

ہوں گی، حافظ ذہبیؒ نے لکھا کہ ''اگر چند کمزور حدیثیں اس میں نہ ہوتیں تو یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہوتی'' اس سنن میں چار ہزار حدیثیں ہیں، اس کے علاوہ آپ نے فن حدیث، تفسیر اور تاریخ میں بہت مفید کتابیں لکھی ہیں۔

تحصیل علم کے لئے آپ نے مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، شام، واسطہ رائے اور دوسری اسلامی شہروں کے سفر کئے، جبارہ بن الغیلس ابراہیم بن المنذر، ابن نمیر، ہشام بن عمارا اور اصحاب امام مالک واصحاب لیث (حنفی) اور اس طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث حاصل کیا، ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ استفادہ کیا۔

ماجہ آپ کے والد کا نام تھا، اس لئے ابن ماجہ کا الف درمیانی عبارت میں بھی لکھنا ضروری ہے، تاکہ محمد کی صفت سمجھی جائے نہ کہ عبداللہ کی (بستان المحدثین)

بعض محدثین نے صحاح ستہ میں بجائے ابن ماجہ کے موطأ امام مالکؒ کو احق سمجھا ہے، تفصیل ''تمس الیہ الحاجہ'' سے دیکھی جائے اس کے مؤلف نے اسی طرح لکھا ہے۔

حق یہ ہے کہ سب سے بہتر کتاب جو اکابر اہل علم کے نزدیک مرغوب و پسندیدہ اور اصول سے شمار ہونے کی زیادہ مستحق ہے ''کتاب الآثار'' اور ''موطا'' کے بعد ''معانی الآثار'' ہے جو امام جلیل ابوجعفر طحاوی کی تالیف ہے، اس لئے کہ وہ فن حدیث میں بے نظیر ہے، طالبین علم حدیث کے لئے منفعت عظیمہ رکھتی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے ''التعلیق الممجد علی موطا، الامام محمد'' میں علامہ ذہبی کی ''سیر النبلاء'' سے نقل پیش کی ہے کہ انہوں نے ابن حزم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے موطأ امام مالک کو مسند احمد و مسند ابن ابی شیبہ وغیرہ مسانید کے بعد ذکر کر کے اور صحیحین کے ساتھ ذکر نہ کر کے ناانصافی کی ہے، کیونکہ موطأ کا مرتبہ بہت وقیع ہے اور قلوب میں اس کی بڑی عظمت ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ مسانید کا ذکر تادیاً مقدم کیا ہو، پھر مصنف ماتمس الیہ الحاجہ نے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں ''موطأ'' نہ صرف ''سنن ابن ماجہ'' سے افضل ہے بلکہ پانچوں کتب صحاح سے بھی کہیں زیادہ فوقیت رکھتی ہے، کیونکہ وہ صحیحین (بخاری و مسلم) کی اصل ہے اور ایسے ہی ''کتاب الآثار'' بھی امام اعظمؒ کی، کیونکہ اس کے اصل الاصل ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا'' خواہ اس سے اعراض کرنے والے (حسد و عناد کی وجہ سے) کتنا ہی اعراض کریں اور اس کی اس فضیلت و برتری پر ناک بھویں چڑھائیں)

ان دونوں مقدس کتابوں (کتاب الآثار اور موطا) کی جلالت قدر ان کے نامور مؤلفین کی عظمت وجلالت قدر سے ظاہر و باہر ہے اور جو فرق مراتب ان مؤلفین میں باہم ہے، ایسا ہی فرق ان دونوں کتابوں اور دوسری صحاح میں ہونا چاہئے۔

علامہ سیوطیؒ نے تدریب میں لکھا ہے کہ ''خطیب وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ موطأ تمام جوامع اور مسانید پر مقدم ہے اور حافظ ابوبکر بن العربی نے ''عارضۃ الاحوذی'' میں تحریر فرمایا کہ:

''خدا تمہارے دلوں کو منور کرے، یہ بات سمجھ لو کہ جعفی کی کتاب (بخاری شریف) حدیث کی دوسری اصل ہے اور موطأ اصل اول اور لباب ہے، پھر ان دونوں پر تمام کتب حدیث، مسلم، ترمذی، وغیرہ کی بنیاد ہے''۔ (ماتمس الیہ الحاجہ ص ۳۶)

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں ابن ماجہ کی ۳۴ حدیثیں ذکر کی ہیں، ماتمس الیہ الحاجہ، مقدمہ ابن ماجہ (مطبوعہ کراچی) میں محترم جناب مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے ایک ایک کر کے سب پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے جو اہل علم کے لئے قیمتی ذخیرہ ہے اور اسی مقدمہ کے ص ۴۶ و ۴۷ پر حافظ ذہبی اور ابن حجر کے تعصب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔

امام ابوداؤدؒ

(ولادت ۲۰۲ھ، وفات ۲۷۵ھ، عمر ۷۳ سال)

اسم ونسب:

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران اندزدی، السجستانی جستان سے مراد سیستان ہے، جو سندھ و ہرات کے درمیان مشہور علاقہ ہے، قندھار کے قریب ہے، اسی لئے یہ ملک ہندوستان کے قریب یا اس کے پہلو میں مانا گیا ہے۔

اس موقع پر ''بستان المحدثین'' میں مورخ ابن خلکان کی غلطی پر تنبیہ کی ہے کہ انہوں نے جستان کو بصرہ کے مضافات میں ایک قریہ قرار دیا ہے، اسی طرح شیخ تاج الدین سبکی نے بھی مورخ مذکور کی تحقیق مذکور غلط قرار دی ہے۔

علمی اسفار:

امام موصوف نے بلاد اسلامیہ، مصر شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ کا سفر تحصیل علم حدیث کے لئے کیا، حفظ حدیث، اتقان روایت، عبادت وتقویٰ، زہد وصلاح میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔

اساتذہ وتلامذہ:

آپ کے اساتذہ امام احمد قعنبی اور ابوالولید طیالسی وغیرہ ہیں، آپ سے امام ترمذی اور نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے اور آپ کے صاحبزادے ابوبکر بن ابی داؤد بھی بڑے پایہ کے محدث اور جماعت محدثین کے سردار ہوئے ہیں۔

مادحین:

امام حاکم کا قول ہے کہ ابوداؤد بے شک وشبہ اپنے زمانہ کے امام تھے، موسیٰ بن ہارون نے جو ان کے معاصر تھے، فرمایا کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، ابراہیم بن حربی اور حافظ سلفی فرمایا کرتے تھے کہ ابوداؤد کے لئے علم حدیث اسی طرح نرم کردیا گیا تھا، جیسے لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے۔

روایت اکابر عن الاصاغر:

یہ عجیب اتفاق ہے کہ نہ صرف آپ کے استاد امام احمد نے ایک حدیث روایت کی ہے بلکہ امام احمد کے بعض اساتذہ نے بھی آپ سے روایت کی ہے، یہ بڑوں کی روایت چھوٹوں سے کہلاتی ہے۔

سنن ابی داؤد:

امام ابوداؤد کے پاس پانچ لاکھ احادیث کا ذخیرہ تھا، جس میں سے منتخب کرکے اپنی سنن میں چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع کیں، ان میں صحیح بھی ہیں اور حسن بھی، اور اپنے خیال میں انہوں نے کوئی حدیث ایسی درج نہیں کی جو قابل حجت نہ ہو، اس کتاب کو پورا کرکے جب امام احمد کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

ابوداؤد کی چار احادیث:

ابوداؤدؒ فرماتے تھے کہ ان سب احادیث میں سے دانش مند دیندار کے لئے صرف چار حدیثیں کافی ہیں۔

(۱) انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)

(۲) من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (اسلامی نقطۂ نظر سے ایک شخص کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ بے فائدہ باتوں کو ترک کردے)

(۳) لایومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ (ایک شخص کا کامل ایمان جب ہی ہوسکتا ہے کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)

(۴) الحلال بین والحرام بین و ما بینھما مشتبھات، فمن اتقی الشبھات فقد استبرأ الدینہ (حلال وحرام دونوں واضح ہیں اور ان کے درمیان مشتبہات ہیں، پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا)

معانی حدیث:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے (بستان المحدثین) میں تحریر فرمایا ہے کہ ان چار حدیثوں کے کافی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شریعت کے قواعد کلیہ مشہورہ معلوم کرلینے کے بعد جزئیات مسائل میں کسی مرشد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً عبادات کی درستی کے لئے پہلی حدیث اوقات عمر عزیز کی حفاظت کے لئے دوسری حدیث حقوق ہمسایہ وسلوک خویش واقارب نیز اہل تعارف ومعاملہ کے لئے تیسری حدیث اور مشتبہات سے بچنے کے لئے چوتھی حدیث کافی ہے، گویا مرد عاقل کے لئے یہ چاروں حدیثیں بمنزلہ رہنمائے کامل ہیں۔

بشارت:

حسن بن محمد نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اس کو سنن ابوداؤد پڑھنا چاہئے (بستان المحدثین)

امام ابوداؤد کو بعض حضرات نے شافعی لکھا ہے اور بعض حنبلی کہتے ہیں، امام ابوداؤد کا تفقہ میں بھی حظ وافر تھا، اسی لئے وہ آئمہ متبوعین سے بھی بدظن نہیں بلکہ ان کی جلالت قدر وعظمت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔

امام ترمذیؒ

(ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۲۷۹ھ، عمر ۷۰ سال)

اسم ونسب:

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی رحمۃ اللہ علیہ۔

بوغ شہر ترمذ سے ۶ فرسخ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے، ترمذی امام بخاری کے تلمیذ خاص ہیں، اور امام مسلم، ابوداؤد ان کے شیوخ سے بھی روایت کرتے ہیں، طلب علم حدیث میں حجاز، کوفہ، بصرہ، واسطہ، رے اور خراسان میں سالہا سال گزرے ہیں، ان کی تصانیف بہت ہیں مگر سب سے زیادہ مشہور، مقبول ترمذی ہی ہے۔

جامع ترمذی کی فوقیت دوسری کتب پر:

مجموعی اعتبار سے حدیثی فوائد میں بھی یہ کتاب دوسری تمام کتب حدیث پر فائق ہے، اول اس وجہ سے کہ ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے، دوسری اس میں فساء کے مذاہب اوران کے دلائل بیان کئے ہیں۔
تیسرے اس میں حدیث کی انواع بھی کھول دی ہیں، مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلل وغیرہ، چوتھے اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب وکنیت کے علاوہ وہ امور بھی ظاہر کر دیئے ہیں جن کا فن رجال سے تعلق ہے۔ (بستان المحدثین)

طریق بیان مذہب:

بیان مذہب بھی باوقعت الفاظ سے کرتے ہیں، ''بعض الناس'' کی طرح نہیں، حفظ حدیث میں امام بخاری کی طرح مشہور ہیں، امام بخاری کی جلالت قدر سے بہت متاثر ہیں، ان سے روایت بھی کرتے ہیں، جب کہ دوسرے ارباب صحاح نے اپنی صحاح میں ان سے روایت بھی نہیں کی، بیان مذہب کے موقع پر امام بخاری کا مذہب نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مجتہد فی المذہب تسلیم نہیں کرتے۔
حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حنفیہ کا مذہب امام بخاری کی طرح ترمذی کو بھی مستند طریقہ پر نہیں پہنچا۔
امام ترمذی اگرچہ ہر باب میں حدیث کا پورا ذخیرہ تو پیش نہیں کرتے، لیکن جتنے صحابہ کی بھی مرویات ان کو محفوظ ہوتی ہیں، ان سب کی طرف اشارات کر دیتے ہیں۔

معمول بہا احادیث:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں دو حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث ایسی نہیں ذکر کی جس پر امت میں کسی نہ کسی کا عمل نہ ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مرویہ کو خود ضعیف کہا ہے، پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ''عمل بالحدیث'' کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے اور یہی صحیح حقیقت بھی ہے۔

امام ترمذی کی خداترسی:

حفظ واتقان اور علم وفہم کے ساتھ بہت زیادہ خداترس بھی تھے، حق تعالیٰ جل مجدہٗ کا خوف وخشیۃ ان پر اتنا غالب تھا کہ روتے روتے آخر ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔

کنیت ابوعیسیٰ کی توجیہ:

بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک حدیث مصنف ابن ابی شیبہ سے ایک اور ایک سنن ابی داؤد سے نقل فرمائی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوعیسیٰ کنیت رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ تھے، پھر امام ترمذی نے اسی کنیت کو کیوں اختیار کیا، ایک جواب یہ ہے کہ موصوف نے اس کو خلاف اولیٰ پر محمول کیا مگر پھر بھی یہ ان کی جلالت قدر سے بعید ہے، دوسرے یہ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو ابوعیسیٰ کہہ کر بلایا، اس سے عدم کراہت پر استدلال ہوسکتا ہے۔

امام اعظمؒ اور امام ترمذیؒ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے رواۃ کی جرح وتعدیل امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ ان سے عطاء بن ابی رباح کی توثیق اور جابر جعفی کی عدم توثیق نقل کی ہے۔

امام اعظمؒ جامع ترمذی میں:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تقریب سے ثابت ہے کہ امام صاحب سے روایت حدیث بھی ترمذی ونسائی کے اصل نسخوں میں موجود تھیں، لیکن موجودہ متداول ومطبوعہ نسخوں سے غائب ہیں جو معاندین کی حذف الحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے۔

امام ترمذی نے مذہب حنفیہ کو ترجیح دی:

امام ترمذی مذہباً شافعی تھے، لیکن باوجود شافعی المذہب ہونے کے انہوں نے بہت سی جگہ امام شافعیؒ کے مسلک کو مرجوح قرار دیا ہے، ابراد فی الظہر کے مسئلہ میں تو بہت ہی کھل کر مخالفت کی ہے اور اس کو اکثر حضرات نے ذکر بھی کیا ہے، باقی جگہوں میں اتنی صراحت نہیں ہے، لہٰذا وہ چند مقامات جن میں حنفی مذہب کی ترجیح یا تائید بمقابلۂ مذہب شافعی راقم السطور نے اپنے ذاتی مطالعہ میں محسوس کیا اور میری یادداشت میں نوٹ تھی، نقل کروں گا، اس کے علاوہ بھی اور بہت سی جگہ ایسا ہوگا اور دوسرے مذاہب کی تائید وترجیح بھی مقابلتاً ہوں گی، مگر مجھے اس وقت صرف ان ہی مذکورہ بالا کا تذکرہ کرنا ہے، ان چیزوں سے چونکہ مؤلف کی جلالت قدر کا قلوب پر ایک لازمی اثر ہوتا ہے، اس کے باعث بھی ان کے ذکر پر مجبور ہوں۔

(۱) امام بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث **اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ** روایت کی ہے، امام ترمذی نے یہی حدیث بالفاظ **اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ** روایت کرکے "حدیث حسن صحیح" کا حکم لگایا، پھر فرمایا کہ: امام شافعی نے حدیث ابراد کے ایک دوسرے معنی لئے وہ یہ کہ "نماز ظہر میں ابراد (یعنی ٹھنڈے وقت میں پڑھنے) کا حکم اس وقت ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے والے دور سے آتے ہوں، لیکن جب خود تنہا نماز پڑھے یا جو آدمی اپنی قوم اور محلّہ کی مسجد میں (قریب ہی) نماز پڑھتا ہو تو اس کے واسطے بہتر یہی ہے کہ وہ گرمی کے وقت بھی نماز کو مؤخر نہ کرے۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ نے فرمایا: شدت گرمی کے وقت تاخیر ظہر جس کی اہل علم کی ایک جماعت قائل ہے (یعنی حنفیہ) انہوں نے جو مراد حدیث سمجھی ہے اور بیان کی ہے وہی بہتر ہے اور لائق اتباع ہے، اور جو کچھ امام شافعی نے مراد بیان کی ہے کہ وہ دور سے آنے والوں کے واسطے اور مشقت وتکلیف کی وجہ سے وہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوذرؓ کی حدیث حالت سفر کی موجود ہے، جب کہ سب لوگ ایک جگہ جمع تھے اور پھر بھی سرور دوعالم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو بہ تاکید اکید حکم فرمایا: "اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو، اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو"۔

پس اگر امام شافعی کا بیان کیا ہوا حدیث کا مطلب صحیح ہوتا تو اس موقع پر ابراد کا حکم فرمانے کا کیا مقصد تھا؟ حالانکہ سب سفر میں تھے، ایک جگہ جمع بھی تھے اور کہیں دور سے آنے کی ضرورت وتکلیف بھی ان کو نہ تھی۔

اس مذکورہ بالا عبارت سے امام ترمذیؒ نے مسلک حنفیہ کی نہ صرف پوری تائید کی بلکہ ان کو اہل علم کہا اور امام شافعی کے فہم معنیٔ حدیث کو مرجوع قرار دیا۔

(۲) حنفیہ کے یہاں "مسح راس" کا تکرار مستحب نہیں، امام احمد اور امام شافعی اس کو مستحب قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارکان وضو کا تین تین بار اعادہ کیا۔

امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث مذکور اس باب میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہے، لیکن اس سے تکرار مسح کی دلیل پکڑنا درست نہیں،

کیونکہ مسح کا صراحۃً اس میں کوئی ذکر نہیں۔

پھر امام ترمذی نے فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے رسول اکرم ﷺ کے وضو کی صفت اس طرح بیان فرمائی کہ آپ نے تین تین بار دھویا، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ نے سر کا بھی مسح کیا، مگر اس کے ساتھ کسی عدد کا ذکر نہیں کیا، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ نے دونوں پاؤں مبارک تین بار دھوئے (گویا اس ترتیب سے صفت وضو بیان کی جس سے اول دونوں اعضاء اور آخر کا تین تین بار دھونا ظاہر ہوا، درمیان میں مسح کا ذکر ہوا تو اس کے ساتھ تین بار نہیں، جس سے ظاہر یہی ہے کہ صرف ایک بار کیا)

اور حضرت علیؓ نے بھی حضور اکرم ﷺ کے وضو کا حال بیان کیا اور انہوں نے یہ بات صاف طور سے فرمائی کہ آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک مرتبہ کیا۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے، اب ناظرین خود سمجھ لیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کس کو ترجیح دے رہے ہیں۔

(۳) موٹے موزوں پر حنفیہ کے نزدیک مسح جائز ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ جائز نہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے روایت کیا کہ رسول خدا ﷺ نے وضو کیا تو آپ نے سر مبارک اور نعلین کا مسح کیا، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴) حنفیہ کے نزدیک اور اوقات کی طرف مغرب کے بھی دو وقت ہیں اول اور آخر، مگر امام مالک و امام شافعی صرف ایک وقت مانتے ہیں، ہمارا مستدل قوی احادیث ہیں۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نماز کا وقت اول بھی ہے اور آخر بھی۔

☆...... مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وقت نماز ان دونوں کے درمیان ہے۔

☆...... مسلم میں ہی یہ بھی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کو دو وقتوں میں پڑھا۔

☆...... صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ "جب شام کا کھانا آجائے تو پہلے اس کو کھالو، پھر نماز مغرب پڑھو، عجلت کی ضرورت نہیں" معلوم ہوا کہ مغرب کے بھی دو وقت اول و آخر ہیں۔

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اوقات نماز دریافت کئے تو فرمایا کہ ہمارے ساتھ رہو، پھر حضرت بلالؓ کو ایک روز سورج غروب ہوتے ہی اذان کا حکم فرمایا اور دوسرے دن مغرب کی نماز کو غروب شفق سے کچھ قبل تک مؤخر فرمایا اور کچھ دیر کے بعد نماز عشاء کے لئے اذان دلائی اور سائل کو بلا کر فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان نماز کا وقت ہے، اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) حنفیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں اسفار افضل ہے اور امام شافعیؒ تغلیس (اندھیرے سے پڑھنے) کو افضل فرماتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز وقت پر پڑھنے کو احب الاعمال فرمایا، لیکن اس سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ اسفار میں پڑھنا بھی وقت ہی پر پڑھنا ہے اور اول وقت کی فضیلت کی حدیثین درجۂ صحت سے کم ہیں، ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عورتیں صبح کی نماز میں شرکت کیلئے چادروں میں لپٹی ہوئی جاتی تھیں اور واپس ایسے وقت ہو جاتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔

اس سے بھی جواز نکلتا ہے اور ممکن ہے کہ عورتوں کی رعایت سے بھی کچھ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہو، اس لئے اس کی افضلیت مقرح نہیں، ایک روایت ہے کہ سرور عالم صبح کی سنتیں اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو پہچان سکتا تھا لیکن اس میں ان سے زیادہ ہماری حجت ہے، کما لایخفی علی اللبیب۔

اس کے بعد ملاحظہ کیجئے کہ حنفیہ کی دلیل حدیث ترمذی شریف ہے کہ سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صبح کی نماز خوب صبح کر کے پڑھو، کیونکہ وہ تمہارے اجر کو اجر عظیم بنانے والی ہے"۔

امام ترمذیؒ نے اس کو ذکر کر کے فرمایا کہ ''یہ حدیث صحیح ہے'' اور چونکہ اس میں صراحت کے ساتھ اسفار کی افضلیت مذکور ہے، اس لئے اسی پر عمل اولی ہوگا۔

(۶) حنفیہ کے نزدیک تشہد ابن مسعود افضل ہے، اور امام شافعیؒ تشہد ابن عباسؓ کو افضل فرماتے ہیں، تشہد ابن مسعود صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے اور تشہد ابن عباسؓ کو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تشہد کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث ابن مسعود والی ہے اور وہی اکثر اہل علم صحابہ و تابعین کا مختار ہے۔

ناظرین نے دیکھا کہ حنفیہ کا مسلک امام ترمذی کی نظر میں بھی ارجح ہے۔

(۷) حنفیہ کے نزدیک نماز عید سے قبل و بعد کوئی نفل وسنت نہیں ہے، امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام شافعیؒ ان کے قائل ہیں، ہماری دلیل روایت ابن عباس ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عید الفطر کی نماز پڑھی، لیکن اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں پڑھی، ایسے ہی ایک روایت ابن عمرؓ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے، لیکن آپ ﷺ نے عید کی نماز سے پہلے اور بعد کو کوئی نماز نہیں پڑھی۔

امام ترمذیؒ نے یہ دونوں حدیثیں ذکر کیں اور فرمایا کہ یہ دونوں صحیح ہیں، ظاہر ہے کہ ان دونوں حدیث کی صحت کے باوجود نماز عید سے قبل و بعد نوافل کی کراہت کا قائل نہ ہونا راجح مذہب ہوگا یا مرجوح؟

(۸) ایک شخص بغیر ذکر مہر کے نکاح کرے تو حنفیہ کے نزدیک اس کا نکاح درست ہے اور اس کی بیوی کو مہر مثل ملے گا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نکاح ہی صحیح نہیں۔

ہماری دلیل ترمذی کی حدیث ہے، علقمہ نے روایت کیا کہ عبداللہ کے پاس ایک شخص کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ''زفاف'' سے پہلے مر گیا، مہر کا کوئی تعین نہیں ہوا تھا، انہوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس عورت کو مہر مثل ملنا چاہئے، میراث بھی ملے گی اور اس پر عدت بھی ہے۔

اس پر معقل بن سنان نخعی نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے بارے میں بعینہ یہی فیصلہ دیا تھا، اس کو ذکر کر کے امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۹) حنفیہ کا مذہب ہے کہ قتال کے وقت کفار کے بوڑھے، راہب، اندھے، لنجے اور عورتیں قتل نہ کی جائیں، بجز اس صورت کے کہ وہ ان کے اہل رائے ہوں اور شریک مشورہ، یہ سیر کا مشہور مسئلہ ہے اور امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ ان سب کو بھی قتل کیا جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعض غزوات میں کوئی عورت مقتول پائی گئی تو آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا اور عورتوں بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

(۱۰) حنفیہ کا مذہب ہے کہ بالغہ عورتوں کو خود اپنے نکاح کا حق ہے، یعنی وہ اپنے قول و اختیار سے نکاح کر سکتی ہیں، بلکہ امام اعظم کے نزدیک بغیر اذن ولی بھی کر سکتی ہیں، صاحبین فرماتے ہیں کہ اذن ولی ضروری ہے۔

امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ ان کا نکاح ان کے قول و اختیار سے درست نہیں، ان کا نکاح اولیا ہی کر سکتے ہیں، اور اگر وہ اپنے قول سے کر لیں تو اولیاء کی رضامندی سے بھی صحیح نہ ہوگا، حنفیہ کا استدلال حدیث ترمذی سے ہے "الا یم احق بنفسها من ولیها والبکر تسأذن فی نفسها واذ نها صماتها" یعنی بیوہ یا مطلقہ کو بغیر ولی بھی اپنے نکاح کا حق ہے اور کنواری (جو عموماً اپنے قول سے نکاح کا انعقاد حیاء و شرم کی وجہ سے نہیں کرتیں، ان سے اذن و اجازت لی جائے اور ان کی خاموشی بھی اذن ہی ہے۔

غرض اس حدیث ترمذی سے ظاہر و باہر ہے کہ صحت نکاح کے لئے ولی شرط نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ مردوں ہی کے قول سے

نکاح کا انعقاد ہو، عورتوں کے قول سے نہ ہو جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، بلکہ ان کو خود بھی اختیار و حق ہے، حتیٰ کہ اگر بغیر ان کی مرضی کے کوئی ولی نکاح کر دے تو وہ بھی رد ہو سکتا ہے۔ "تلک عشرۃ کاملۃ"۔

امام نسائی رحمہ اللہ

(ولادت ۲۱۵ھ، وفات ۳۰۳ھ، عمر ۸۸ سال)

نام ونسب:

عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی۔

نسا خراسان کا مشہور شہر ہے، آپ نے خراسان، حجاز، عراق، جزیرہ، شام و مصر کے علماء سے علم حاصل کیا سب سے پہلے ۱۵ سال کی عمر میں قتیبہ بن سعید بلخی کی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا، ان کے مناسک سے یہ خیال کیا گیا کہ شافعی مذہب رکھتے تھے۔

سنن کبریٰ نسائی میں صحیح وحسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، پھر آپ نے سنن صغریٰ تالیف کی جس میں صرف صحیح اعلیٰ مرتبہ کی تھیں جس کا نام مجتبیٰ رکھا۔

جب آپ نے کتاب الخصائص (مناقب مرتضوی) تصنیف کی تو چاہا کہ اس کو جامع دمشق میں پڑھ کر سنائیں، تاکہ حکومت امویین کے اثرات سے جو عوام میں ناصبیت کی طرف رجحان بڑھ گیا تھا، اس کی اصلاح ہو جائے۔

کچھ حصہ ہی سنایا تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے امیر معاویہ کے مناقب پر بھی کچھ لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے لئے یہی بس ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں، ان کے مناقب کہاں ہیں، یہ بھی ایک روایت ہے کہ مجھ کو ان کے مناقب میں سوا اس حدیث کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔

یہ سنتے ہی لوگوں نے شیعہ، شیعہ کہہ کر ان کو مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ نیم جان کر دیا، خدام ان کو اٹھا کر گھر لائے، آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ معظمہ پہنچا دو تاکہ میری وفات مکہ معظمہ یا راستہ میں ہو۔

نقل ہے کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی، اور وہاں صفا مروہ کے درمیان دفن ہوئے، آپ کی تالیف عمل الیوم واللیلہ ہے۔

اور کتاب الکنیٰ والاسامی بھی آپ کی تصنیف ہے۔

کتاب الضعفاء والمتروکین امام نسائی کی مشہور کتاب ہے، اس میں آپ نے بہت سے ثقہ آئمہ حدیث وفقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔

کچھ تو امام نسائی کے مزاج میں تشدد بھی زیادہ تھا جس کی وجہ سے رواۃ حدیث پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور روایت حدیث کی شرائط ان کے یہاں امام بخاری سے بھی زیادہ سخت ہیں، مگر اس کے ساتھ تعصب کا بھی رنگ موجود ہے یا ان کی سخت مزاجی اور کڑی تنقید کی عادت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں نے ان کی کتاب الضعفاء میں الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہے اور ایسا مستبعد نہیں، کیونکہ ان کی سنن نسائی میں حسب تصریح حافظ ابن حجر امام صاحب سے روایت موجود تھی، جو موجودہ مطبوعہ نسخوں میں اب نہیں ہے۔

اور جس طرح میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے، لوگوں نے بعد کو بڑھا دیا، ممکن ہے کہ امام نسائی کی کتاب میں بھی ایسا ہی ہوا ہو، کیونکہ جیسا کہ ان کی مطبوعہ کتاب میں اس وقت ہے کہ امام صاحب حدیث میں قوی نہیں تھے، کثیر الغلط تھے وغیرہ کلمات صحیح ہوتے تو وہ امام صاحب سے سنن نسائی میں روایت کیوں کرتے، روایت کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقہ سمجھتے تھے۔

مخالفین ومعاندین نے جرح کو مفسر بنانے کا طریقہ یہ وضع کر لیا تھا کہ جس کو گرانا ہو، اس کو باعتبار حافظہ کے ضعیف کہہ دیا، ظاہر ہے

کہ آخر عمر میں تو سب ہی کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، اس لئے یہ بات ہر ایک کے متعلق کہی جا سکتی ہے، یا کسی معمولی غیر اہم غلطی ونسیان کو پکڑ کر قلت حفظ کی چھاپ لگادی یہ ایک ایسا حربہ تھا کہ اس سے خوب کام لیا گیا، جرح بھی مبہم نہ رہی اور بات بھی بظاہر بالکل غلط نہیں، اسی لئے امام ذہبی وغیرہ نے ایسی جرحوں کو کوئی اہمیت نہیں دی، چنانچہ میزان میں امام محمد کے بارے میں نسائی کی تلیین وتضعیف کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ذہبی نے لکھا کہ امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے جتنی روایات نقل کی ہیں سب قوی ہیں اور علم فقہ میں تو وہ بحر تھے، گویا امام ذہبی نے اپنے اس رویہ سے ثابت کیا کہ امام محمد کو چونکہ نسائی وغیرہ نے ضعیف کہہ دیا تھا اس لئے میں نے بھی ان کا ذکر میزان میں کیا، ورنہ وہ روایت میں ضعیف ہرگز نہ تھے۔ اسی طرح امام ابو یوسف کے بارے میں بھی کیا ہے، امام نسائی نے امام ابو یوسف کو ثقہ کہا ہے، تو امام بخاری نے ان کو متروک کہہ دیا، ان ہی چیزوں سے متاثر ہو کر حافظ سخاوی شافعی نے اعلان بالتوبیخ کر کے ص ۶۵ پر یہ فرمایا: ''جو کچھ کلام حافظ ابو الشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب السنہ میں بعض آئمہ مجتہدین کے حق میں کہا ہے اور ابن عدی نے کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور دوسروں نے ان سے پہلے جیسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں''۔ بخاری ونسائی نے لکھا ہے کہ میں ان حضرات کی شان کو ایسے جلیل القدر مجتہدین کے بارے میں جن کے مقاصد و حالات زندگی بہت اچھے تھے ایسی گری ہوئی چیزیں ذکر کرنے سے بند خیال کرنا چاہئے، لہٰذا ایسی باتوں میں ان حضرات کی پیروی سے اجتناب کرتا ہوں۔

امام طحاویؒ

(ولادت ۲۲۹ھ، وفات ۳۲۱ھ، عمر ۹۲ سال)

نام ونسب وولادت:

الامام المحدث الفقیہ احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ بن عبدالملک بن سلمۃ بن سلیم ابن سلیمان بن جواب الازدی ثم الحجری المصری الحنفی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

سال ولادت حسب روایت ابن عساکر ۲۳۹ھ وابن خلکان ۲۳۸ھ ہے، مگر سمعانی نے ۲۲۹ھ ذکر کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، حافظ ابن کثیر، حافظ بدر الدین عینی وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لہٰذا امام طحاوی کی عمر امام بخاری کی وفات کے وقت ۲۷ سال ہوگی، کیونکہ ان کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی ہے۔

اسی طرح دوسرے اصحاب صحاح ستہ بھی امام طحاوی کے معاصر تھے۔

تحصیل علم وکثرت شیوخ:

امام طحاویؒ طلب علم کے لئے اپنے مسکن سے مصر آئے اور اپنے ماموں امام مزنیؒ تلمیذ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھتے رہے، اور ابتداء میں شافعی مذہب پر رہے پھر جب احمد بن ابی عمران حنفی مصر میں قاضی ہو کر پہنچے تو ان کی صحبت میں بیٹھے، ان سے علم حاصل کیا تو فقہ شافعی کا اتباع ترک کر کے حنفی کے متبع ہو گئے۔ (معجم البلدان یاقوت حموی)

محمد بن احمد شرطی کا بیان ہے کہ میں نے امام طحاویؒ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں (مزنی) کی کیوں مخالفت کی اور امام ابو حنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا، فرمایا: میں دیکھتا تھا کہ ماموں ہمیشہ امام ابو حنیفہ کی کتابیں مطالعہ میں رکھتے تھے، ان سے استفادہ کرتے تھے، اسی لئے میں اس کی طرف منتقل ہو گیا (مرآۃ الجنان یافعی)

علامہ کوثریؒ نے ''الحاوی فی سیرۃ الامام طحاوی'' میں اس جگہ مزید وضاحت کی ہے کہ میں نے اپنے ماموں مزنی کو دیکھ کر خود بھی امام صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کردیا[1] اور ان کی کتابوں نے مجھے حنفی مذہب کا گرویدہ بنادیا، جس طرح کہ ان کی کتابوں نے میرے ماموں مزنی کو بھی بہت سے مسائل میں ابوحنیفہ کی طرف مائل کردیا تھا، جیسا کہ مختصر المزنی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس میں بہت سے مسائل ایسے مذکور ہیں جن میں مزنی نے امام شافعی کی مخالفت کی ہے، الحاوی ص ۱۶۔

چونکہ مذہب شافعی سے مذہب حنفی کی طرف منتقل ہونے کی یہ وجہ خود امام طحاویؒ سے اور بہ سند صحیح مروی ہے، اس لئے یہی معتمد و صحیح ہے، باقی دوسری حکایت بے سند اور خلاف درایت ہیں، مثلاً حافظ ابن حجر نے لسان میں نقل کیا کہ وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ امام طحاویؒ اپنے ماموں سے سبق پڑھ رہے تھے ایک ایسا دقیق مسئلہ کہ انہوں نے امام طحاویؒ کو بار بار سمجھایا مگر وہ سمجھ نہ سکے، اس پر امام مزنی نے تنگ دل ہوکر غصہ سے فرمایا کہ واللہ تم تو کسی قابل نہ ہوئے۔ اس پر امام طحاوی ناخوش ہوکر احمد بن ابی عمران قاضی مصر کی مجلس میں چلے گئے جو قاضی بکار (حنفی) کے بعد دیار مصریہ کے قاضی القضاۃ ہوئے تھے، وغیرہ، الخ۔

امام طحاویؒ اور حافظ ابن حجرؒ:

پورے قصے کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ حافظ نے ذکر کیا ہے وہ بقول علامہ کوثریؒ قابل عبرت ہے اور اس میں سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ قاضی بکار کی وفات امام مزنی متوفی ۲۶۴ھ سے بہت مدت بعد ۲۷۰ھ میں ہوئی اور حسب اقرار حافظ ابن حجر و موافق تصریح حافظ ذہبی ابن ابی عمران قاضی بکار کے بعد قاضی مقرر ہوکر عراق سے مصر آئے تو پھر یہ کہنا کہ امام طحاوی ناخوش ہوکر ان کے پاس چلے گئے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ امام طحاوی کی ذکاوت و جدت طبع کو سب تسلیم کرتے ہیں جو ان کی کتابوں سے بھی ظاہر ہے، ایک غبی طبیعت کا طالب علم جو استاد کے بار بار سمجھانے سے بھی ایک دقیق مسئلہ کو نہ سمجھ سکتا ہو کیا وہ آگے چل کر اس قدر اعلیٰ درجہ کا ذہین و ذکی بن سکتا ہے، آج اس کی کتابوں کو سمجھنے والے بھی باستعداد علما میں کم ملیں گے۔

تذکرہ امام شافعی و امام مزنی:

تیسرے یہ کہ امام مزنی امام شافعیؒ کے اخص تلامذہ میں سے تھے اور امام شافعیؒ اعلیٰ درجہ کے ذکی و فطین تھے اور اپنے تلامذہ کی تعلیم و تفہیم پر بغایت حریص اور ان کی بلادت و کم فہمی پر بڑے صابر تھے، کبھی سمجھانے سے ملول و تنگ دل نہ ہوتے تھے، حتیٰ کہ ربیع مرادی (امام شافعی کے مذہب جدید کے راوی) کے متعلق نقل ہے کہ بہت بطئ الفہم و بلید تھے، ایک دفعہ امام شافعی نے ان کو ایک مسئلہ چالیس بار سمجھایا، تب بھی نہ سمجھے اور شرمندہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، امام شافعیؒ نے ان کو دوسرے وقت تنہائی میں پھر مسئلے کی وضاحت کی حتیٰ کہ وہ سمجھ گئے (فتاویٰ قفال مروزی)

---

[1] علامہ کوثری کی تصریحات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ امام طحاویؒ احمد بن ابی عمران کی طرف رجوع کرنے سے قبل بکار بن قتیبہ کا رد بھی کتاب مزنی پر دیکھ چکے تھے، گویا یہ ایک دوسری بڑی وجہ فقہ حنفی کی طرف میلان کی پیدا ہوچکی تھی اور ان حالات کے نتیجہ میں ہی کچھ روایات مکذوبہ امام طحاوی کے خلاف چلائی گئیں (الحاوی ص ۱۴)

[2]
[3]
[4]
[5]

ظاہر یہ ہے کہ مزنی نے بھی اپنے شفیق استاد شافعیؒ سے ایسی ہی وسعت صدر اور غبی طلبہ کی غباوت پر صبر و برداشت کا طریقہ لیا ہوگا، پھر امام طحاوی کے ساتھ کہ وہ نہ صرف ایک تلمیذ بلکہ بھانجے بھی تھے وہ کیسے ایسی بے صبری و تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے جو اس قصے میں گھڑا گیا ہے۔ (الحاوی ص ۱۸)

حافظ ابن حجر نے امام مزنی کی حلف کی توجیہات میں ایک وجہ بعض فقہا سے یہ بھی نقل کی ہے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ "جو شخص اہل حدیث کا مذہب ترک کر کے اہل رائے کا مذہب اختیار کرے گا وہ فلاح نہیں پائے گا"۔

بغرض صحت واقعہ امام مزنیؒ نے جس وقت حلف کے ساتھ وہ جملہ امام طحاوی کو فرمایا ہوگا، اس وقت انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ مذہب تبدیل کر دیں گے، پھر جب کہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تبدیلیٔ مذہب کافی عرصہ کے بعد اور دونوں فقہ کے مطالعہ و موازنہ کے بعد عمل میں آئی ہے۔

اہل حدیث کون ہیں:

رہی یہ تعریض کہ اہل حدیث وہی لوگ ہیں، دوسرے نہیں، علامہ کوثری نے اس کا بہت معقول جواب دیا ہے، فرمایا کہ اس بے دلیل دعوے کو ہم ان لوگوں کی زبانوں سے سننے کے عادی ہو چکے ہیں جو سلامت فکر سے محروم ہیں وہ اگر اچھی طرح سوچتے، سمجھتے کہ خود ان کے اصحاب مذہب نے قیاس شبہ و مناسبۃ اور رد مرسل میں تو کس قدر توسع کیا اور قبول حدیث میں اتنا تساہل کہ ہر کہ دمہ کی روایت لے لی، اور وہ پوری طرح اگر مسند ابی العباس اصم کا مطالعہ کرتے تو یقیناً اپنے اس ادعا سے باز آ جاتے، اہل سنت کے طبقات میں سے کون سا طبقہ ایسا ہے جو حدیث کو اصول استنباط کا دوسرا درجہ نہیں دیتا؟ لیکن یہ ضرور ہے کہ حدیث کے متن و سند کو نقد قویم کی چھلنی میں ضرور چھاننا پڑے گا، ہر ناقل حدیث کی روایت کو بغیر بحث و تنقیب کے قبول کرنے کی آزادی نہیں ہو سکتی۔ اللہ ولی الہدایہ (حاوی ص ۱۸)

امام طحاوی بسلسلۂ امام اعظمؒ:

امام طحاوی بواسطۂ امام مزنی امام شافعیؒ کے تلمیذ تھے اور ان دو کے واسطے سے امام مالکؒ و امام محمدؒ کے اور ان تینوں کے واسطہ سے امام اعظمؒ کے تلمیذ تھے، امام طحاوی کے شیوخ بکثرت تھے، ان میں مصری، مغاربہ، یمنی بصری، کوفی، حجازی، شامی، خراسانی وغیرہ سب ہی ہیں۔ کیونکہ امام طحاوی نے طلب حدیث و فقہ کے لئے اسفار کئے اور مصر میں جو بھی علماء آتے تھے ان سب سے استفادہ ضرور کرتے تھے، اس طرح انہوں نے اپنے وقت کے تمام علماء مشائخ کا علم جمع کیا تھا، اسی لئے پھر خود بھی مرجع علماء روزگار ہوئے، ساری دنیا سے ہر مسلک و خیال کے اہل علم آپ سے استفادہ کے لئے مصر آتے تھے اور آپ کے بے نظیر تبحر، علمی و جامعیت سے حیرت میں پڑتے تھے۔

ذکر امانی الاحبار:

حضرت مخدوم و معظم مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی دہلوی دام ظلہم، رئیس ادارہ تبلیغ نظام الدین دہلی نے حال ہی میں اپنی شرح معانی الآثار، مسمیٰ "امانی الاحبار" کی ایک جلد شائع فرمائی ہے جو کتاب مذکور کی بہترین محققانہ شرح اور علماء کے لئے نہایت قابل قدر علمی تحفہ ہے، پہلی جلد پر بڑی تقطیع کے ۴۴۴ صفحات میں شائع ہوئی ہے، جس کے شروع میں ۶۸ صفحہ کا مقدمہ ہے، اس میں امام طحاوی کے حالات پوری تحقیق و تفصیل سے لکھے ہیں۔

معانی الآثار، مشکل الآثار اور دوسری حدیثی تالیفات امام طحاوی کے شیوخ کا مکمل تذکرہ کیا ہے، پھر ایک فصل میں امام طحاویؒ کے کبار تلامذہ کا بھی ذکر کیا ہے، ثناء امام طحاوی کے عنوان سے حسب ذیل اقوام جمع کئے ہیں۔

ثناء اکابر علماء ومحدثین

محدث ابن یونس اور ابن عساکر کا قول ہے کہ امام طحاوی ثقہ، ثبت فقیہ وعاقل تھے، انہوں نے اپنا نظیر ومثیل نہیں چھوڑا (تذکرۃ الذہبی وتہذیب تاریخ دمشق)

شیخ مسلمۃ بن قاسم الاندلسی نے فرمایا کہ امام طحاوی ثقہ جلیل القدر فقیہ، اختلاف علماء کے بڑے عالم اور تصنیف وتالیف کی بڑی بصیرت رکھتے تھے، امام ابوحنیفہ کے متبع تھے اور حنفی مذہب کی بہت حمایت کرتے تھے۔ (لسان)

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ امام طحاویؒ سیر کے بڑے عالم، جمیع مذاہب، فقہاء کے واقف اور کوفی المذہب تھے۔ (جامعہ بیان العلم)

علامہ سمعانی نے فرمایا کہ امام طحاویؒ ایسے بڑے امام ثقہ، ثبت، فقیہ وعالم تھے کہ اپنا مثل نہیں چھوڑا (کتاب الانساب)

علامہ ابن جوزی کا قول ہے کہ امام طحاویؒ ثبت، فہیم، فقیہ وعاقل تھے (المنتظم)

علامہ سبط ابن الجوزی نے فرمایا امام طحاویؒ فقیہ، ثبت، فہیم وعاقل تھے اور ان کے فضل، صدق، زہد وورع پر علماء کا اتفاق ہے۔ (مرأۃ الزمان)

حافظ ذہبی نے فرمایا کہ امام طحاوی فقیہ، محدث، حافظ حدیث، ثقہ، ثبت، عاقل اور اعلام میں سے ایک تھے (تاریخ کبیر) اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر خلال، ابوبکر رازی، حافظ ابوعوانہ، ابن جارود وغیرہ اکابر، محدثین وحفاظ حدیث کے طبقہ میں کیا اور اس طرح لکھا: ''علامہ، حافظ صاحب تصانیف بدیعہ، ابوجعفر احمد بن محمد سلامۃ بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الحنفی''، حافظ ابن کثیر نے بدایہ میں ۳۲۱ھ میں لکھا ہے کہ اسی سنہ میں اعیان میں احمد بن محمد بن سلامہ ابوجعفر طحاوی، فقیہ حنفی صاحب مصنفات مفیدہ وفوائد عزیزہ فوت ہوئے اور وہ ثقات، اثبات اور حفاظ جہابذہ میں سے تھے، اسی طرح علامہ صلاح صفدی نے وافی میں، یافعی نے مرأۃ میں، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں، ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں، ابن طغری نے النجوم الزاہرہ میں، ابن ندیم نے فہرست میں، خفاجی مصری نے شرح شفاء میں اور علامہ عینی نے نخب الافکار میں، امام طحاوی کو ثقہ بارع فی الفقہ والحدیث، حافظ وناقد حدیث، شیخ الحنفیہ، احدالاعلام، شیخ الاسلام الامام العصر، بلامدافعہ، علم فقہ، حدیث اختلاف العلماء، لغت، نحو وغیرہ میں یکتائے روزگار، حدیث وعلل اور ناسخ ومنسوخ میں بڑا علم اور ید طولیٰ رکھنے والا قرار دیا۔

محدث طبرانی، ابوبکر خطیب بغدادی، ابوعبداللہ حمیدی، حافظ مزی وغیرہ نے مدح وثنا کی، علامہ عینی نے امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت وفضیلت تامہ کو مجمع علیہ کہہ کر یہ بھی فرمایا کہ ''وہ قرآن وحدیث سے استنباط حکام اور تفقہ میں اپنے ہم سن معاصرین اور شرکاء روایت اصحاب صحاح وسنن سے زیادہ اثبت وفائق تھے اور یہ بات ان دونوں کے کلام میں موازنہ کرنے سے واضح ہے اور ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق امام طحاویؒ کی تصانیف علوم عقلیہ ونقلیہ سے بھی ہوسکتی ہے، بالخصوص روایت حدیث، معرفت رجال اور کثرت شیوخ کے لحاظ سے تو یہ امر متیقن ہے کہ وہ بھی امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دوسرے اصحاب صحاح وسنن کی طرح بڑے پایہ کے امام حدیث، ثبت ثقہ وحجت تھے''۔

امام طحاویؒ مجدد تھے:

حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ علامہ ابن اثیر جزری نے امام طحاوی کو مجدد کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ واقعی امام حدیث ومجتہد تھے اور شرح حدیث وبیان محامل حدیث واسولہ واجوبہ کے لحاظ سے وہ مجدد بھی تھے، کیونکہ پہلے محدثین صرف روایت حدیث متناً وسنداً کرتے تھے، معانی حدیث ومحامل وغیرہ پر بحث نہیں کرتے تھے (امام طحاوی نے اس نئے طرز میں لکھا اور اتنا سیر حاصل لکھا کہ حق ادا کر گئے)

فن رجال اور امام طحاویؒ:

فن رجال میں ان کے کمال وسعت علم کا اندازہ ان مواقع میں ہوتا ہے جب وہ احادیث متعارضہ پر بحث کرتے ہیں، معانی الآثار،

مشکل الآثار اور تاریخ کبیر (فی الرجال) میں بکثرت اس کی مثالیں ملتی ہیں، افسوس ہے کہ امام طحاویؒ کی تاریخ کبیر اس وقت ناپید ہے مگر اس سے نقول اکابر محدثین کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے اس کی عظمت ظاہر ہوتی ہے (حاوی و مقدمہ امانی الاحبار ملخصاً)

جرح وتعدیل اور امام طحاوی:

جرح وتعدیل کے بارے میں امام طحاویؒ کی رائے بطور سند کتب جرح وتعدیل میں ذکر ہوئی ہے اور معانی الآثار میں بھی بہ کثرت رواۃ کی جرح وتعدیل پر انہوں نے کلام کیا ہے اور مستقل کتاب بھی لکھی جس کا ذکر اوپر ہوا اور ''نقض المدلسین'' کرابیسی کے رد میں لکھی، ابو عبید کی کتاب السنۃ کی اغلاط پر مستقل تصنیف کی۔

حافظ ابن حجر کا تعصب:

لیکن نہ تو خود امام طحاوی کی تاریخ کبیر وغیرہ اس وقت موجود ہیں نہ ان کے اکابر تلامذہ کی کتابیں جن سے ان کے سب اقوال معلوم ہوسکتے، حافظ ابن حجر جو کچھ اوپر سے لیتے ہیں اس میں وہ حنفیہ کے ساتھ پوری عصبیت برتتے ہیں، چنانچہ خود ان کے تلمیذ حافظ سخاوی کو اپنی تعلیقات درر کامنہ میں متعدد جگہ اعتراف کرنا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب بھی کسی حنفی عالم کا ذکر کرتے ہیں تو اس کو کم درجہ کا دکھلانے پر مجبور ہیں۔

اسی تعصب شدید کے باعث انہوں نے امام طحاوی کا ذکر نہ ان کے جلیل القدر شیوخ واساتذہ کے حالات میں کیا اور نہ ان کے اعلیٰ درجہ کے تلامذہ واصحاب کے حالات میں کیا۔

البتہ جن لوگوں میں کوئی کلام تھا ان کے ضمن میں ان کا ذکر ضرور کیا تا کہ ان کے ساتھ امام طحاوی کی قدر ومنزلت بھی کم ہوجائے، پھر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ یہ ہے کہ جن ضعیف رواۃ سے امام طحاوی نے کسی وجہ سے معدودے چند احادیث لے لی ہیں تو حافظ نے اس کو بڑھا چڑھا کر کہا کہ امام طحاوی نے ان سے بہت زیادہ روایت کی ہے اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے ثقہ رواۃ جن سے امام طحاوی نے بکثرت روایات لی ہیں ان کے حالات میں حافظ نے نہیں بتلایا کہ یہ امام طحاوی کی رواۃ میں ہیں۔

اسی طرح تہذیب ولسان میں امام طحاوی کے اقوال جرح وتعدیل بھی صرف ضرورۃً کہیں کہیں لے لئے ہیں، حافظ ابن حجرؒ کی اسی روش کے باعث حضرت شاہ صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر نقصان رجال حنفیہ کو حافظ سے پہنچا ہے اور کسی سے نہیں پہنچا کیونکہ تہذیب الکمال مزی میں (جس کا خلاصہ تہذیب التہذیب للحافظ ہے) بہ کثرت آئمہ محدثین کے حالات میں ان کے شیوخ وتلامذہ میں حنفیہؒ تھے، جن کا ذکر حافظ نے حذف کردیا ہے، دوسری کتب کی نقول سے ان کا پتہ چلتا ہے، توقع ہے کہ تہذیب الکمال حیدر آباد سے جلد شائع ہوگی، تب موازنہ ہوسکے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

مقدمہ امانی الاحبار:

مقدمہ امانی الاحبار میں معانی الآثار اور مشکل الآثار کے رواۃ پر امام طحاوی کے کلمات جرح وتعدیل کو یکجا کردیا ہے جس سے ایک نظر میں امام موصوفؒ کی بالغ نظری ووسعت علم کا انداز ہوجاتا ہے۔

ناقدین امام طحاویؒ:

اوراق سابق میں تحریر ہوا کہ اکابر محدثین نے امام طحاویؒ کی ہر طرح توثیق مدح کی ہے لیکن چند حضرات نے کچھ نقد بھی کیا ہے۔

امام بیہقی:

ان میں سے ایک تو امام بیہقی ہیں، ان کا نقد وجواب جواہر مضیہ میں بہ تفصیل موجود ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ امام بیہقی نے اپنی کتاب اوسط معروف با آثار وسنن میں کہا کہ امام طحاوی کی کتاب (معانی الآثار) میں نے دیکھی تو اس میں کتنی ہی احادیث ضعیفہ کی اپنی رائے کی وجہ سے تصحیح کردی ہے اور کتنی ہی صحیح حدیثوں کو اپنی رائے کی وجہ سے ضعیف کہہ دیا ہے،، شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے امام طحاوی کی کتاب دیکھی اور اپنے استاد قاضی القضاۃ علی الدین ماردینی کے فرمانے پر اس کی شرح لکھی، اس کی اسانید پر کلام کیا، اس کی احادیث واسناد کو صحاح ستہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کتب حفاظ حدیث کی روایت کردہ احادیث کے ساتھ مطابقت دی اور اس کا نام ''الحاوی فی بیان الآثار الطحاوی'' رکھا۔

حاشا وکلا! جو بات امام بیہقی نے ان کی کتاب مذکور کی طرف منسوب کی ہے وہ اس میں کہیں بھی نہیں ہے، اسی طرح صاحب کشف الظنون نے بھی کہا کہ امام بیہقی نے جو کچھ امام طحاویؒ کے بارے میں کہا ہے وہ بے بنیاد اتہام ہے اور وہ بھی ایسے شخص پر جس پر اکابر مشائخ حدیث نے اعتماد کیا ہے (مقدمہ امانی ص ۵۵)

علامہ ابن تیمیہؒ:

دوسرے ناقد علامہ ابن تیمیہؒ ہیں انہوں نے منہاج السنہ میں حدیث ردشمس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور طحاوی نے اس کو روایت کردیا ہے کیونکہ وہ نقد حدیث کے ماہر نہ تھے اور ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح بھی اپنی رائے کی وجہ سے دیا کرتے تھے، ان کو دوسرے اہل علم کی طرح اسناد کی معرفت نہ تھی، اگرچہ وہ کثیر الحدیث تھے اور فقیہ وعالم تھے۔

علامہ نے حدیث مذکور کی روایت کی وجہ سے امام طحاوی پر نقد مذکور کیا ہے، حالانکہ اس کو روایت کرنے والے وہ تنہا نہیں ہیں بلکہ اور بہت سے محدثین متقدمین ومتاخرین نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور موضوع نہیں قرار دیا۔

علامہ ابن جوزی:

علامہ خفاجی مصری نے شرح شفاء میں کہا کہ اس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع کہا ہے، حالانکہ حق کے خلاف ہے اور ان کو دھوکہ ابن جوزی کے کلام سے ہوا ہے حالانکہ ان کی کتاب میں بے جا تشدد ہے، ابن صلاح نے کہا ہے کہ انہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو موضوعات میں داخل کردیا ہے۔

پھر لکھا کہ اس حدیث کو تعدد طرق کی وجہ سے امام طحاویؒ نے صحیح قرار دیا ہے اور ان سے قبل بھی بہت سے آئمہ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے اور تخریج کی، مثلاً ابن شاہین، ابن مندہ، ابن مردویہ نے اور طبرانی نے حسن کہا، امام سیوطی نے مستقل رسالہ میں اس حدیث کی متعدد طرق سے روایت کی اور پوری طرح تصحیح کی، لہذا معلوم ہوا کہ علامہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے جو اس کو موضوع کہہ کر اعتراض کیا ہے وہ ان کی تخمینی غیر تحقیقی رائے ہے۔

حافظ ابن حجرؒ:

امام طحاوی پر نقد کرنے والوں میں تیسرے نمبر پر حافظ ابن حجر ہیں، انہوں نے لسان المیزان میں ان کا ذکر لا متکلم فیہ قرار دیا پھر امام

بیہقی کا قول مذکور نقل کیا جس کا جواب گزر چکا۔

اس کے بعد مسلمہ بن قاسم اندلسی کے ایک قول سے امام طحاوی کو متہم قرار دیا حالانکہ امام ذہبی نے میزان میں اس کو ضعیف کہا اور مشبہہ میں سے قرار دیا اور اسی مسلمہ نے امام بخاری پر الزام لگایا تھا کہ انہوں نے اپنے استاد علی بن مدینی کی کتاب العلل چرا کر نقل کرالی، پھر اس کی مدد سے جامع صحیح بخاری تالیف کی جس سے ان کی اتنی عظمت بڑھی، حافظ نے تہذیب میں اس اتہام کو ذکر کر کے کہا یہ واقعہ غلط ہے کیونکہ بے سند ہے، لیکن اسی شخص سے حافظ نے امام طحاوی پر تہمت نقل کی تو اس کو بے سند نہیں کہا نہ اس کی تغلیط کی۔

امام طحاوی بڑے مجتہد تھے:

حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب نے تعلیقات سنیہ میں فرمایا کہ امام طحاوی مجتہد تھے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد کے طبقہ میں تھے ان کا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا (مقدمہ امانی ص ۵۹)

تالیفات امام طحاویؒ

امام موصوف کی تمام تالیفات جمع و تحقیق اور کثرت فوائد کے لحاظ سے نہایت ممتاز و مقبول رہی ہیں، فقہاء مدققین اور علماء محققین نے ان کو ہمیشہ بڑی قدر کی نظر سے دیکھا ہے، لیکن بہ نسبت متاخرین کے متقدمین میں ان کا اعتناز یادہ رہا ہے، اسی لئے ان کی کتابیں بہت کم طبع ہوسکیں، ان میں سے مشہور و اہم تالیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) معانی الآثار:

حسب تحقیق ملا علی قاری یہ کتاب امام موصوف کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اس کو بغور و انصاف مطالعہ کرنے والا حسب ارشاد حافظ عینیؒ اس کو دوسری تمام کتب مشہورہ متداولہ مقبولہ پر ترجیح دے گا اور فرمایا کہ اس بات میں شک کرنے والا یا جاہل ہوگا یا متعصب، چنانچہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ پر تو اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ کوئی عالم و عاقل اس میں شک نہیں کرسکتا کیونکہ اس میں وجوہ استنباطات کا بیان وجوہ معارضات کا اظہار اور ناسخ و منسوخ کی تمیز وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان دوسری کتابوں میں نہیں ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ اس میں کچھ ضعیف روایات بھی ہیں تو کہا جائے گا کہ کتب مذکورہ بھی اس سے خالی نہیں ہیں، باقی سنن دارقطنی، سنن دارمی اور سنن بیہقی وغیرہ کو تو کسی اعتبار سے بھی معانی الآثار کے برابر نہیں رکھا جاسکتا، چنانچہ اس کی خدمت نہیں ہوئی اور اس کے مضامین عالیہ و تحققات فائقہ کو نمایاں نہیں کیا گیا اس لئے وہ مخفی خزانوں کی طرح اکثر لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہے، کم ہمت و کم فہم متاخرین نے اس کے مطالعہ و اسفادہ سے گریز کیا اور مخالفوں نے احناف و کتب احناف کے خلاف پروپیگنڈے کا سلسلہ برابر جاری رکھا جس سے اس کے محاسن پوشیدہ رہے اور حق دار اپنے حق سے محروم رہے، اب خدا کا شکر ہے کہ ان دبی ہوئی چیزوں کے ابھرنے کا وقت و موقعہ آیا ہے۔ (واللہ المستعان)

علامہ ابن حزم اور معانی الآثار کی ترجیح موطأ مالک پر:

علامہ ابن حزم اندلسی ظاہری اپنی رائے پر جمود اور تشدد میں ضرب المثل ہیں کہ اپنے مخالف کی سخت الفاظ میں تجہیل و تحمیق ان کا خاص شعار ہے حتیٰ کہ آئمہ و محدثین کبار کی بھی تردید کرتے ہیں تو نہایت درشت و نازیبا لہجہ میں کرتے ہیں، آئمہ احناف سے بھی بہت زیادہ تعصب رکھتے ہیں مگر باوجود اس کے امام طحاوی کی جلالت قدر سے اس قدر متاثر ہیں کہ اپنی کتاب مراتب الدیانۃ میں مصنف طحاوی کو موطاء امام مالک پر ترجیح دی ہے، حالانکہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے عجالہ نافعہ میں موطاء امام مالک کو صحیحین (بخاری و مسلم) کی اصل وام قرار دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اور معانی الآثار:

ہمارے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ بھی شرح معانی الآثار مذکور کو سنن ابی داؤد کے درجہ میں فرمایا کرتے تھے، غرض یہ امر نا قابل انکار ہے کہ اس کا مرتبہ سنن اربعہ سے تو کسی طرح کم نہیں بلکہ ان میں سے اکثر پر اس کو ترجیح ہے۔

افسوس ہے کہ بعض حضرات نے علامہ ابن حزم کی ترجیح مذکور کو ان کی جلالت شان کے خلاف سمجھا اور لکھا ہے حالانکہ خاص اس معاملہ میں ہمیں کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی۔ والعلم عند اللہ۔

معانی الآثار کے خصائص ومزایا:

یہاں ہم معانی الآثار کی چند خصوصیات، محاسن ومزایا بھی کرتے ہیں تا کہ تعارف کامل ہو جائے، اس کو مقدمۂ امانی ص ۶۴ سے ترجمہ کیا جاتا ہے، جزی اللہ مؤلفہ خیر الجزاء

۱-اس میں بہت سی وہ صحیح احادیث ہیں جو دوسری کتب حدیث میں نہیں پائی جاتیں۔

۲- امام طحاوی اسانید حدیث بہ کثرت نقل کرتے ہیں، اس لئے بیشتر احادیث مرویات وغیرہ سے اس میں مہم زیادات ملتی ہیں اور تعدد اسانید سے حدیث قوی ہو جاتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں نے ایک حدیث کو ضعیف سند سے نقل کیا تھا، امام طحاوی اس کو قوی سے سند سے لائے ہیں یا ان کے یہاں ایک طریق سے مروی تھی یہاں بہت سے طرق ذکر کئے اور اس سے محدث کو بہت سے نکات وفوائد مہمہ حاصل ہو جاتے ہیں کہیں ایسا ہوا ہے کہ دوسروں نے کسی حدیث کو بطریق تدلیس روایت کیا تھا، امام طحاویؒ نے اس سے تدلیس کا عیب ہٹا دیا کہیں ایسا ہے کہ دوسروں نے حدیث کی روایت کسی ایسے راوی سے کی جو آخر عمر میں متصف بہ اختلاط ہو گیا تھا، امام طحاویؒ اس راوی سے قبل اختلاط کی روایت لاتے ہیں، کہیں ایسا ہوا ہے کہ دوسروں نے ایک حدیث کو مرسل، منقطع یا موقوف طریقہ سے روایت کیا تھا، امام نے اس کو بطریق اتصال ومرفوع روایت کیا، اسی طرح امام اپنی کتاب میں دوسروں کے غیر منسوب رواۃ کی نسبت بتلا دیتے ہیں، مبہم کا تسمیہ مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، اضطراب وشک راوی کا سبب بیان کر دیتے ہیں اور اسی قسم کے اور فوائد کثیرہ متنوعہ اس میں ملیں گے۔

۳- معانی الآثار میں بہ کثرت آثار صحابہ وتابعین واقوال آئمہ ذکر کئے گئے جو امام طحاویؒ کے معاصر محدثین کی کتابوں میں نہیں ہوتے، پھر امام طحاوی آئمہ کا کلام حدیث ورجال کی تصحیح، ترجیح یا تضعیف میں بھی نقل کرتے ہیں۔

۴-مسائل فقہ پر ترجمہ باندھتے ہیں پھر احادیث لاتے ہیں اور ایسے دقیق استنباط ذکر کرتے ہیں کہ ان کی طرف اذہان کم متوجہ ہوتے ہیں۔

۵- پوری کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے لیکن بہت سے مواقع نہایت لطیف طریقوں سے خصوصی مناسبات پیدا کر کے ایسی احادیث لاتے ہیں جو بظاہر ان ابواب سے متعلق معلوم نہیں ہوتیں جیسے باب المیاہ میں حدیث "المسلم لا ینجس" اور حدیث "بول اعرابی اور مسجد یا حدیث "قراۃ فی الفجر" باب وقت الفجر میں وغیرہا۔

۶-ادلۂ احناف کے ساتھ دوسروں کے دلائل بھی ذکر کرتے ہیں، تمام اخبار وآثار پر سند ومتن، روایت ونظر کے لحاظ سے مکمل بحث وتنقیب کرتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ کتاب تفقہ وتعلیم طرق تفقہ اور ملکۂ تفقہ کو ترقی دینے کے لئے بے نظیر و بے مثل ہے اس کے بعد بھی کوئی اسی نافع ومفید کتاب سے صرف نظر وتغافل برتے تو یہ عقل وانصاف سے بہت بعید ہے۔

معانی الآثار کے بہت سے شیوخ وہی ہیں جو مسلم شریف کے ہیں، ان کی بیشتر احادیث واسناد وہی ہیں جو صحاح ستہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتب حفاظ حدیث کی ہیں اور کتاب کے خصائص ومحاسن کچھ اوپر لکھے گئے ان سے بھی کتاب مذکور کی مزید عظمت وافادیت واضح ہے۔

علامہ عینیؒ (شارح بخاری ومعانی الآثار) نے برسوں تک جامعہ مؤیدیہ مصر میں "معانی الآثار" کا درس دیا ہے، ملک مؤید بڑا عالم اور علم دوست بادشاہ تھا، علماء کو جمع کر کے علمی بحثیں کیا کرتا تھا، حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کے لئے خاص طور سے الگ الگ نمایاں مسندیں بنوائی تھیں جن پر بیٹھ کر علماء درس حدیث دیا کرتے تھے، ایک مسند کرسی معانی الآثار کے لئے مقرر کی تھی جس کے لئے علامہ عینی کو نامزد کیا تھا، چنانچہ آپ نے مدتوں تک اس کا درس بڑی خوبی وتحقیق سے دیا، ظاہر ہے کہ ایک طرف دوسری امہات کتب بخاری ومسلم وغیرہ کے شیوخ ملک مؤید کے مقرر کردہ بیٹھ کر درس دیتے ہوں گے اور دوسری طرف حنفیہ کی واحد کتاب معانی الآثار کا درس علامہ عینی دیتے ہوں گے تو علامہ عینی کا درس کس شان کا ہوتا ہوگا۔

علامہ عینی نے غالباً اسی زمانہ میں معانی الاثار کی دونوں شرحیں لکھیں جن ذکر آگے آتا ہے، آج بھی اس کی ضرورت ہے کہ "معانی الآثار" ہمارے دورۂ حدیث کا باقاعدہ جزو بن کر اس کا درس بخاری وترمذی کی طرح پوری تحقیق وتدقیق کے ساتھ دیا جائے، اگر ملک مؤید کے زمانہ میں اس کے درس کا اہتمام ضروری تھا تو آج اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے، **کما لا یخفی علی اهل العلم و البصیرة**۔

اگر معانی الآثار کا درس اس کی شروح کو سامنے رکھ کر دیا جائے، طلبہ حدیث کو ہدایت ہو کہ الجواہر النقی، جامع مسانید امام اعظم، کتب امام ابو یوسف وکتب امام محمد، عمدۃ القاری، عقود الجواہر المنیفہ وغیرہ کا لازمی طور سے خارج اوقات درس میں مطالعہ کریں اور جہاں ضرورت ہو اساتذہ سے رجوع کریں تو ہمارے طلبہ صحیح معنی میں عالم حدیث ہو کر نکلیں اور جو کمی آج محسوس ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

معانی الآثار کی شرح میں سے علامہ قرشی کی شرح "حاوی" اس لحاظ سے بہت زیادہ اہم ہے کہ اس کی احادیث کو صحاح ستہ ودیگر کتاب حدیث کی احادیث کے ساتھ مطابق دکھایا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس کا کچھ حصہ دار الکتب مصریہ میں موجود ہے، کاش پوری کتاب بھی کہیں ہو اور طبع ہو جائے۔

امام بیہقی نے جو اعتراضات امام طحاویؒ پر کئے تھے ان کے جواب میں قاضی القضاۃ شیخ علاء الدین ماردینی نے الجواہر النقی فی الرد علی بیہقی لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ ہو سکا، واقعی بے مثل تحقیقی کتاب ہے، دو جلدیں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہیں اور سنن بیہقی کے ساتھ بھی شائع ہوئی ہے۔

اس میں مؤلف موصوف نے خاص طور سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس قسم کے اعتراضات امام بیہقی نے امام طحاوی پر کئے ہیں، ان سب کے مرتکب وہ خود ہیں اور امام طحاوی ان سے بری ہیں، مثلاً وہ اپنے مذہب کی تائید میں کوئی ضعیف السند حدیث لاتے ہیں اور اس کی توثیق کر دیتے ہیں اور ایک حدیث ہمارے مذہب کے موافق لاتے ہیں جس کی سند میں وہی شخص راوی ہوتا ہے جس کی اپنے معاملہ میں توثیق کر چکے تھے، لیکن دو چار ورق کے بعد ہی یہاں اس کی تضعیف کر دیتے ہیں، بہ کثرت ایسا کرتے ہیں، اس وقت دونوں کتابیں مطبوعہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے، دوسری بہترین شرح حافظ عینی (شارح بخاری) کی مبانی الاخبار ہے جو دار الکتب المصریہ میں خود مؤلف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ۶ جلدوں میں موجود ہے اس میں رجال پر کلام نہیں ہے، کیونکہ اس کے لئے مؤلف موصوف نے مستقل کتاب مغانی الاغبار لکھی تھی وہ بھی دو جلدوں میں ہے، حافظ عینی کی یہ عظیم الشان خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے۔ (حاوی علامہ کوثریؒ)

تیسری قابل ذکر شرح علامہ عینی کی ہی ہے "نخب الافکار فی شرح معانی الآثار" جس میں علامہ نے رجال پر بھی شرح معانی حدیث کے ذیل ہی میں بحث کی ہے جیسا کہ عمدۃ القاری "شرح بخاری" میں کی ہے، اس کا بھی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں ہے اور کچھ اجزاء استنبول کے کتب خانوں میں بھی ہیں، پوری کتاب ۸ ضخیم جلدوں میں ہے۔

چوتھی بہترین شرح خدا کے فضل بے پایاں سے وہ ہے جو حضرت العلام مولانا محمد یوسف صاحب دام ظلہم وعم فیضہم امانی الاحبار کے نام سے تالیف فرما رہے ہیں جس کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے ان کے پاس حافظ عینی کی شرح مذکورہ کے بھی کچھ حصے موجود ہیں جس سے توقع ہے کہ یہ

شرح تمام شروح سابقہ کا بہترین خلاصہ و نچوڑ ہوگا، اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو اس کے اتمام و تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائے وماذ لک علی اللہ بعزیز۔

علامہ کوثریؒ نے معانی الآثار کی تلخیص کرنے والوں میں حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی اور حافظ زیلعی حنفی (صاحب نصب الرایہ) کے اسماء گرامی تحریر فرمائے ہیں۔

۲- مشکل الآثار:

اس میں احادیث کے تضاد رفع کئے ہیں اور ان سے احکام کا استخراج کیا ہے، یہ آخری تصنیف ہے استنبول کے مکتبہ فیض اللہ شیخ الاسلام میں مکمل ۷ ضخیم مجلدات میں موجود ہے، حیدرآباد سے جو چار جلدیں طبع ہوئی ہیں وہ غالباً پوری کتاب کا نصف سے بھی کم حصہ ہے۔

علامہ کوثریؒ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے امام شافعیؒ کی "اختلاف الحدیث" اور ابن قتیبہ کی "مختلف الحدیث" دیکھی ہوں اور پھر امام طحاویؒ کی کتاب مذکور بھی دیکھیں تو وہ امام طحاوی کی جلالت قدر و وسعت علم کے زیادہ قائل ہوں گے۔

۳- اختلاف العلماء:

یہ تصنیف مکمل نہیں ہو سکی تاہم ۱۳۰ اجزو حدیثی میں بیان کی جاتی ہے، علامہ کوثری نے فرمایا کہ اس کی اصل میں نہیں دیکھ سکا البتہ اس کا خلاصہ جو ابوبکر رازی نے کیا ہے مکتبہ جار اللہ استنبول میں موجود ہے اس مختصر میں آئمہ اربعہ، اصحاب آئمہ اربعہ، نخعی، عثمان تبی، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن حی وغیرہ مجتہدین و کبار محدثین متقدمین کے اقوال ذکر کئے ہیں جن کی آراء آج مسائل خلافیہ میں معلوم ہو جائیں تو بہت بڑا علمی نفع ہو، کاش! وہ اصل یا یہ مختصر ہی شائع ہو جائے۔ (حاوی علامہ کوثری)

۴- کتاب احکام القرآن:

۲۰ جزو میں احکام القرآن پر تصنیف ہے قاضی عیاض نے اکمال میں فرمایا کہ امام طحاویؒ کی ایک ہزار ورق کی کتاب تفسیر قرآن میں ہے اور وہ ان کی احکام القرآن ہے۔ (حاوی)

۵- کتاب الشروط الکبیر:

۴۰ جزو کی کتاب ہے جس کا کچھ حصہ بعض مستشرقین یورپ نے طبع کرایا ہے، کچھ اجزاء قلمی اس کے استنبول کے کتاب خانوں میں ہیں، اس کے علاوہ ۶ الشروط الاوسط اور ۷ الشروط الصغیر بھی ہیں اور ان سب سے امام طحاوی کا علم شروط و توثیق میں بھی کمال ظاہر ہے۔

۸- مختصر الامام الطحاوی:

فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اعلیٰ تصنیف ہے، اس میں امام اعظم و اصحاب امام کے اقوال مع ترجیحات ذکر کئے ہیں، تصحیح و طبع کے پورے اہتمام سے احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد نے ۱۳۷۰ھ میں شائع کر دی ہے، صفحات: ۴۷۸، اس کی بہت شروح لکھی گئیں سب سے اقدم و اہم اور درایت و روایت کے لحاظ سے مستحکم ابوبکر رازی جصاص کی شرح ہے جس کا کچھ حصہ دار الکتب المصریہ میں ہے اور باقی اجزاء استنبول کے کتب خانوں میں ہیں، مختصر المزنی کے طرز و ترتیب پر ہے جو فقہ شافعیؒ کی مشہور کتاب ہے، امام طحاویؒ نے اس کے علاوہ فقہ میں
۹- مختصر کبیر و ۱۰- مختصر صغیر بھی لکھی ہیں۔

۱۱- نقض کتاب المدلسین:

۵۰ جزو کی کتاب ہے، جس میں کرابیسی کی کتاب المدلسین کا بہترین رد کیا ہے کرابیسی کی کتاب بہت مضر و خطرناک تھی اس میں اعداء سنت کو حدیث

کے خلاف مواد فراہم کیا گیا تھا اور اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے سب رواۃ حدیث کو گرانے کی سعی کی تھی تا کہ صرف وہ اور اس کا مذہب زندہ رہے۔

۱۲-الرد علی ابی عبید:

کتاب النسب میں جو غلطیاں انہوں نے کی تھیں ان کی تصحیح امام طحاوی نے کی۔ (الجواہر المضیئہ)

۱۳-التاریخ الکبیر:

ابن خلکان، ابن کثیر، یافعی، سیوطی، ملا علی قاری وغیرہ سب نے اس کا ذکر کیا ہے، ابن خلکان نے لکھا کہ میں نے اس کتاب کی تلاش میں انتہائی جستجو کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، کتب رجال اس کی نقول سے بھری ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہم اور معتمد ترین کتاب ہے۔

۱۴-کتاب فی النحل واحکامہا:

چالیس جزو کی اہم کتاب ہے۔ (حاوی)

۱۵-عقیدۃ الطحاوی:

علامہ کوثریؒ نے فرمایا کہ اس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بہ لحاظ مذہب فقہاء امت (امام اعظم واصحاب امام) بیان کئے ہیں جس کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں (حاوی)

۱۶-سنن الشافعی:

اس میں وہ سب احادیث جمع کر دی ہیں جو امام مزنی کے واسطہ سے امام شافعیؒ سے مروی ہیں، علامہ عینی نے کہا کہ ''مسند امام شافعی'' کو روایت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطہ سے ہیں اسی لئے سنن الشافعی کو سنن الطحاوی بھی کہا جاتا ہے۔

۱۷-شرح المغنی:

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس سے بہت جگہ اخذ کیا ہے مثلاً باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ" میں کہا کہ طحاوی نے شرح المغنی میں اس پر باب قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت حضرت ابن عمرؓ، پھر طاؤس نخعی سے نقل کی ہے۔ (مقدمہ امانی الاحبار)

ان کے علاوہ دوسری تالیفات یہ ہے، ۱۸النوادر الفقہیہ ۱۰ اجزو ہیں، ۱۹النوادر والحکایات تقریباً ۲۰ جزو ہیں، ۲۰ جزو فی حکم ارض مکۃ، جزو فی قسم، ۲۱الفئی والغنائم، ۲۲ کتاب الاشربہ، ۲۳الرد علی عیسی بن ابان، ۲۴ جزء فی الرزیہ، ۲۵ شرح الجامع الصغیر للامام محمد، ۲۶ شرح الجامع الکبیر لہ، ۲۷ کتاب المحاضر والسجلات، ۲۸ کتاب الوصایا، ۲۹ کتاب الفرائض، ۳۰اخبار ابی حنیفہ واصحاب، ۳۱ کتاب التسویہ بین حدثنا واخبرنا، ۳۲ کتاب صحیح الآثار، ۳۳اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین، دورۂ حدیث کے درسی سلسلہ کی مناسبت سے اصحاب صحاح ستہ اور امام طحاوی رحمہم اللہ کے حالات یکجا لکھنے کے بعد امام بخاریؒ کے سال وفات ۲۵۷ھ سے شروع کر کے اب دوسرے اکابر محدثین کے حالات بہ ترتیب وفیات ذکر کئے جاتے ہیں۔ واللہ المیسر والمتمم۔

۸-حافظ عبداللہ بن اسحٰق ابو محمد الجوہری، معروف بہ حافظ بدعہؒ م ۲۵۷ھ

آپ امام اعظمؒ کے مشہو شاگرد حافظ ابو عاصم النبیل کے مستملی تھے، امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی وابن ماجہ آپ کے حدیث میں شاگرد ہیں، ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کو مستقیم الحدیث لکھا ہے، اگرچہ آپ کا ذکر حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نہیں کیا مگر حافظ

عبدالباقی بن قانع نے آپ کو حافظ حدیث کے لقب سے یاد کیا۔ (تہذیب التہذیب)

۹- امام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس ذہلی نیشاپوری، م ۲۵۸ھ

خراسان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث تھے، حافظ ذہبی نے الذہلی شیخ الاسلام، حافظ نیشاپور لکھا اور ان کے طبقہ میں جس میں امام بخاری و مسلم بھی داخل ہیں سب سے پہلے آپ ہی کا ذکر کیا ہے، ۱۷۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، طلب حدیث کے لئے تمام ممالک اسلامیہ کا تین بار سفر کیا اور بڑے بڑے شیوخ سے استفادہ کیا، تحصیل علم پر ڈیڑھ لاکھ روپے صرف کئے، حافظ ذہبی نے آپ کے اساتذہ میں حافظ عبدالرزاق (تلمیذ امام اعظم) عبدالرحمٰن بن مہدی، اسباط بن محمد، ابوداؤد طیالسی کے نام لکھ کر بتایا کہ اسی درجہ کے دوسرے مشائخ حرمین، مصر و یمن وغیرہ سے استفادہ کر کے خصوصی امتیاز حاصل کیا، ثقہ اور تقویٰ، دیانت و متابعت سنت کے ساتھ علمی تفوق میں فرد کامل تھے، حسب تصریح امام احمدؒ، امام زہری کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے، امام احمد نے اپنی اولاد و اصحاب کو حکم دیا تھا کہ آپ کی خدمت میں جا کر احادیث لکھیں، سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین سے سعید بن منصور نے کہا کہ آپ امام زہری کی حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟ تو فرمایا کہ اس کام کو ہماری طرف سے محمد بن یحییٰ نے پورا کر دیا ہے۔

اس زمانہ کے مشائخ حدیث یہ بھی کہا کرتے تھے کہ "جس حدیث کو محمد بن یحییٰ نہ جانیں اس کا اعتبار نہیں" حافظ فضلک رازی نے آپ کو سرتاپا فائدہ کہا اور کہا کہ آپ نے کبھی کسی حدیث میں غلطی نہیں کی ابوحاتم نے امام اہل زمانہ، امام نسائی نے ثقہ، ثبت، احد الائمہ فی الحدیث کہا، آپ کے تلمیذ حدیث حافظ ابن خزیمہ آپ کو امام اہل المصر بلا مدافعہ کہتے تھے، امام ابوبکر بن ابی داؤد نے امیر المومنین فی الحدیث کہا، دارقطنی نے کہا کہ جس شخص کو سلف کے علم کے مقابلہ میں اپنی بے بضاعتی کا اندازہ لگانا ہو اس کو آپ کی تصنیف علل حدیث الزہری، کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں لیکن امام مسلم نے اپنی صحیح میں آپ سے کوئی روایت نہیں لی اور امام بخاری نے ۳۴ حدیث آپ سے اپنی صحیح میں روایت کی ہیں اگرچہ کسی جگہ بھی محمد بن یحییٰ نام نہیں لیا صرف محمد کہا یا دوسری نسبتوں سے ذکر کیا جس کو علامہ خزرجی نے خلاصہ میں تدلیس قرار دیا، امام بخاری کے حالات میں ذہلی سے ان کے اختلاف کا واقعہ نقل ہو چکا ہے، درحقیقت جس طرح امام بخاریؒ "الایمان قول و عمل" میں متشدد تھے اسی طرح امام ذہلی تلفظ بالقرآن کو حادث و مخلوق کہنے کے سخت مخالف تھے یا امام اعظم کی طرح اس قسم کے مسائل کلامیہ پر رائے زنی کو فتنوں کا فتح باب سمجھتے تھے جیسا کہ امام صاحب کے حالات میں گزر چکا ہے۔

امام ذہلی نے لوگوں کو روکا تھا کہ امام بخاری سے مسائل کلامیہ نہ پوچھیں مگر وہ نہ رکے اور امام بخاری نے جواب میں احتیاط نہ کی اور فتنے بپا ہوئے جس کی وجہ سے امام ذہلی، امام بخاری سے ناراض ہو گئے، ادھر بغداد کے محدثین نے بھی امام ذہلی کو لکھا کہ امام بخاری نے یہاں بھی "تلفظ بالقرآن" کے مسئلہ پر کلام کیا اور ہمارے منع کرنے پر نہیں رکے۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی ترجمہ امام بخاری)

اس کے بعد امام ذہلی نے اعلان کر دیا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کہے وہ مبتدع ہے اور کوئی شخص بخاری کے پاس نہ جائے ورنہ وہ بھی متہم ہوگا، امام ذہلی کے اس اعلان کے بعد سواء امام مسلم اور احمد بن سلمہ کے سب لوگوں نے امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا اور چونکہ امام ذہلی نے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں حاضر نہ ہو اور بتصریح حافظ ذہبی (ترجمہ ابی الولید) امام مسلم بھی لفظ بالقرآن کی طرف منسوب تھے اس لئے امام مسلم اسی وقت ذہلی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے (کتاب الاسماء والصفات بیہقی) اور ان کے دل میں بھی امام ذہلی کی طرف سے ناگواری کا اثر ہوا، تاہم یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مسلم، امام ذہلی و امام بخاری کے باہمی اختلافات مذکورہ سے الگ رہی ہے اور بقول حافظ ابن حجرؒ انہوں نے یہ بھی انصاف کیا کہ اپنی صحیح میں نہ امام ذہلی سے روایت کی نہ امام بخاری سے، جس

طرح امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اسی بناء پر امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔

یہاں سے یات بھی معلوم ہوئی کہ معمولی اختلافی مسائل میں تشدد کرنا کسی طرح موزوں نہیں، اسی لئے نہ وہ تشدد موزوں تھا جو امام بخاری نے بہت سے مسائل میں اختیار کیا اور نہ وہ تشدد جو امام ذہلی نے مسئلہ مذکورہ میں کیا، آئمہ متبوعین خصوصاً امام اعظم کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ ان حضرات کے یہاں ہر چیز کو اعتدال پر اور ہر معاملہ اپنی حدود میں رکھا جاتا تھا اور جہاں وہ مسائل جزئیہ میں متبوع و مقلد تھے، دوسرے امور و معاملات میں بھی صحیح رہنمائی کا حق ادا کر گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۱۰- حافظ امام عباس بحرانی بن یزید بن ابی حبیب البصریؒ، م ۲۵۸ھ

حافظ ذہبی نے آپ کو الامام الحافظ اور ان علماء میں لکھا جو علو روایت و معرفۃ حدیث کے جامع تھے، آپ نے امام وکیع، سید الحفاظ، یحییٰ القطان، امان سفیان بن عیینہ، حافظ عبدالرزاق (تلامذہ امام اعظم) وغیرہ مشائخ سے حدیث حاصل کی اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور دیگر آئمہ حدیث نے روایت کی، دار قطنی نے ثقہ، مامون اور ابونعیم اصفہانی نے آپ کو حفاظ حدیث میں سے کہا، ایک مدت تک ہمدان کے قاضی رہے، ہمدان، بغداد و اصفہان میں درس حدیث دیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ و تہذیب)

۱۱- حافظ ہارون بن اسحٰق بن محمد بن الہمد انی ابوالقاسم الکوفی، م ۲۵۸ھ

امام بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے استاذ حدیث ہیں، امام بخاری نے جزء القراۃ میں آپ سے روایت کی ہے، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں اور علامہ خزرجی نے خلاصۂ تذہیب تہذیب الکمال میں ''حافظ حدیث'' لکھا ہے، امام نسائی نے ثقہ اور ابن حزیمہ نے خیار عباد اللہ میں سے کہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۲- حافظ ابواللیث عبداللہ بن سریج بن حجر البخاریؒ، متوفی ۲۵۸ھ

مشہور حافظ حدیث امام ابوحفظ کبیر کے اصحاب و تلامذہ میں سے تھے، آپ کو دس ہزار احادیث نوک زبان یاد تھیں اور عبدان آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے، غنجار نے ''تاریخ بخارا'' میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۱۳- امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلیؒ، م ۲۶۱ھ

مشہور محدث جو فن رجال میں امام احمد اور امام یحییٰ بن معین کے ہمسر شمار کئے گئے ہیں، آپ کی تصانیف میں تاریخ رجال مشہور ہے جس کے حوالے کتابوں میں نقل ہوتے ہیں، آپ ہی کے حوالہ سے حافظ ابن ہمام نے فتح القدیر ص۴۲ ج۱ (نولکشور) میں نقل کیا ہے کہ کوفہ میں پہنچنے والے صحابہ کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی، رحمہ اللہ تعالیٰ و برد مضجعہ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث)

۱۴- امام ابوبکر احمد بن عمر بن مہیر خصاف، متوفی ۲۶۱ھ، عمر ۸۰ سال

مشہور عالم جلیل، محدث و فقیہ، زاہد و عارف، تلمیذ امام محمد و حسن (تلامذہ امام اعظم) ہیں۔ حدیث اپنے والد ماجد عاصم، ابوداؤد طیالسی، مسدد ابن مسرہد، علی بن المدینی، یحییٰ الحمانی اور ابونعیم فضل بن دکین (تلامذہ امام اعظم) سے روایت کی، حساب و علم الفرائض و معرفت مذہب حنفی میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے، اپنے علم و فضل کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا، جوتہ سینا جانتے تھے اسی سے اپنی معاش حاصل کرتے تھے، جس سے خصاف کہلائے، خلیفہ مہتدی باللہ کے لئے کتاب الخراج لکھی، جب خلیفہ مذکور مقتول ہوا تو آپ کا مکان بھی لوٹا گیا اور آپ کی بعض اہم

تصانیف ''مناسک الحج''، وغیرہ بھی ضائع ہوگئیں۔

دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں: کتاب الوصایا، کتاب الرضاع، کتاب الشروط الکبیر والصغیر، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب ادب القاضی، کتاب النفقات علی الاقارب، کتاب الحیل، کتاب احکام العصری، کتاب احکام الوقف، کتاب القصر واحکامہ، کتاب المسجد والقبر۔ (فوائد بہیہ وحدائق) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۵- حافظ ابویوسف یعقوب بن شیبہ بصری مالکیؒ م ۲۶۲ھ نزیل بغداد

کبار علماء حدیث میں سے تھے، نہایت عظیم مسند معلل تالیف کیا تھا، جو پورا ہو جاتا تو دوسو مجلدات میں سماجاتا، اس کا صرف مسند ابو ہریرہؓ دوسو جزو کا اور مسند علیؓ پانچ جلدوں کا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۷)

حضرت علامہ کشمیریؒ نے نقل کیا کہ جب بغداد کی مسجد ''خلیفہ رصافہ'' میں تشریف لے گئے تو ان کی مجلس املاء میں ستر ہزار آدمی جمع ہوگئے، سات مبلغ تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لوگوں کو شیخ کا کلام پہنچاتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۶- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد حفص بن الزبرقان (ابوحفص صغیر) م ۲۶۴ھ

فقہ میں اپنے والد ماجد ابوحفظ کبیر سے تخصص حاصل کیا، حدیث ابوالولید طیالسی، حمیدی اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے حاصل کی، مدت تک طلب علم میں امام بخاری کے رفیق رہے، حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ ثقہ، امام، متقی، زاہد، عالم ربانی، متبع سنت بزرگ تھے، آپ کے والد امام محمد کے کبار تلامذہ میں تھے، بخارا میں ان دونوں پر علماء احناف کی سیادت ختم تھی اور ان سے آئمہ حدیث وفقہ نے تفقہ حاصل کیا۔

حافظ ذہبی نے آپ کی تصانیف میں سے ''الرد علی اھل الاھوا'' اور ''الرد علی اللفظیه'' ذکر کی ہیں، امام بخاری نیشاپور پہنچے اور امیر بخارا نے آپ کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا تو ابوحفص صغیر نے آپ کو بعض سرحدات بخارا کی طرف پہنچوادیا تھا، رحمہم اللہ تعالیٰ (فوائد بہیہ وحدائق)

۱۷- حافظ عصر امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فرخ الرازی

ولادت ۲۰۰ متوفی ۲۶۴ھ

علم حدیث کے مشہور امام اور اس میں امام بخاری کے ہمسر سمجھے جاتے ہیں، امام مسلم، ترمذی، نسائی وابن ماجہ آپ کے شاگرد ہیں، امام طحاوی نے فرمایا کہ ابوحاتم، ابوزرعہ، ابن دارہ یہ تینوں رے میں ایسے تھے جن کی نظیر اس وقت روئے زمین پر نہ تھی۔

آپ نے طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا تھا، خود فرمایا کہ میں نے ابوبکر ابن شیبہ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں اور اتنی ہی ابراہیم بن موسیٰ رازی سے، ایک شخص نے حلف اٹھالیا کہ اگر ابوزرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے، پھر ابوزرعہ سے اس کو بیان کیا تو فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث اس طرح یاد ہے جس طرح کسی کو قل ھو اللہ یاد ہوتی ہے، ابوبکر بن ابی شیبہ آپ کے شیخ کا قول ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔

حافظ عبداللہ بن وہب دینوری کا بیان ہے کہ ایک موقعہ پر میں نے ابوزرعہ سے کہا کہ آپ کو حماد کی سند سے امام ابوحنیفہ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ تو اس نے پر آپ نے حدیثوں کا ایک سلسلہ شروع کردیا مناقب امام اعظم موفق ص ۹۶ ج ۱ میں ہے کہ امام صاحب دو ہزار حدیثیں صرف حماد کی روایت فرماتے تھے اور مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بھی معلوم ہا کہ امام صاحب کی روایات حدیثی یاد رکھنے کا بڑے بڑے محدثین کس قدر اہتمام کرتے تھے، ابوزرعہ اور ابوحاتم دونوں خالہ زاد بھائی تھے، ابوحاتم نے بھی آپ کی بہت مدح وتوصیف کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ

واسعۃ۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۸۶)

۱۸-امام ابوعبداللہ محمد بن شجاع ثلجی بغدادیؒ، ولادت ۱۸۱ھ، متوفی ۲۶۶ھ

مشہور محدث وفقیہ عراق، متورع، عابد، قاری اور بحرالعلم تھے، فقہ وحدیث میں تخصص امام حسن بن زیاد سے حاصل کیا اور دوسرے اکابر جن سے فقہ وحدیث میں استفادہ کیا یہ ہیں، حسن بن ابی مالک، اسماعیل بن حماد الامام الاعظم، عبداللہ بن داؤد خریبی، معلیٰ بن منصور، حبان صاحب امام اعظم، ابو عاصم النبیل، موسیٰ بن سلیمان جوزجانی، اسماعیل بن علیہ، وکیع، واقدی، یحییٰ بن آدم، عبیداللہ بن موسیٰ وغیرہم، جن حضرات نے آپ سے فقہ وحدیث میں خصوصی استفادہ کیا یہ ہیں: قاضی قاسم بن غسان، احمد بن ابی عمران، (شیخ امام طحاوی) حافظ یعقوب ابن شیبہ السدوسی، ذکریا بن یحییٰ نیشاپوری، ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن حبیشی بغوی (مدون مسند امام حسن بن زیاد) وغیرہ ہم۔

ثلجی نسبت ہے ثلج بن عمرو کی طرف، جس نے ابن البلخی یا ابن الثلاج لکھا غلطی کی، اسی طرح جس نے بلخی لکھا وہ بھی غلط ہے، آپ نے تحصیل علم میں انتہائی جانفشانی کی ہے، جس کی وجہ سے تمام علوم خصوصاً فقہ وحدیث میں کامل ومکمل ہوئے اور بڑی شہرت پائی۔

ثناء اہل علم:

علامہ صیمری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ وحدیث، ورع وعبادت کے اعتبار سے عالی مرتبہ کہا، ذہبی نے سیر النبلاء میں کہا کہ آپ بحور علم میں سے احد الاعلام تھے، آپ کی کتاب المناسک ۶۰ جزو سے زیادہ کی ہے، ابن ندیم نے فہرست میں کہا کہ "اپنے زمانہ میں اپنے درجہ کے سب علماء سے ممتاز وفائق تھے، فقیہ، ورع اور پختہ رائے والے تھے، آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کے پٹ کھول دیئے، اس کو قوی حجتوں سے مستحکم کیا، علل نکالیں اور احادیث سے قوت دے کر دلوں میں رچایا" (یہی چیزیں معاندین کے لئے وجہ حسد وتعصب بن گئیں) چنانچہ کچھ ناقلین حدیث، کچھ حشوی خیال کے رواۃ اور کچھ غالی متعصبین مذاہب نے آپ پر بے جا اتہامات لگائے اور بدنام کرنے کی سعی، ان کو بعض ہمارے متاخرین علماء نے بھی کتابوں میں نقل کر دیا اور چونکہ یہ ایسے جلیل القدر امام پر کھلا ہوا ظلم تھا اس لئے ہمارے ذمہ اس کا دفاع ضروری تھا، اللہ تعالیٰ علامہ کوثریؒ کو جزائے خیر دے، انہوں نے اس طرف بھی توجہ کی اور "**الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع**" لکھ کر تمام غلط فہمیوں کا ازالہ فرما دیا، اس وقت میں اسی کے ضروری اقتباسات اردو میں پیش کر رہا ہوں)

علامہ موفق مکی نے مناقب ص ۹۵ ج ۱ میں لکھا کہ "امام محمد بن شجاع نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زیادہ احادیث ذکر کی ہیں جن کی نظائر ومتابعات صحابہؓ سے موجود ہیں، اور یہ حدیث واثر، مرفوع وموقوف پر وسعت اطلاع کا بہت بڑا مرتبہ ہے، آپ جیسے حضرات ہی حدیث کے وجوہ اختلاف روایات اور آراء صحابہ کے پورے واقف تھے، لہذا اجتہاد کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔

علامہ قرشی نے کہا کہ آپ اپنے وقت میں (یکتا) فقیہ اہل عراق اور فقہ وحدیث میں سب سے زیادہ اونچے مرتبہ پر فائز تھے، علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا کہ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں، اگر کہا جائے کہ اہل حدیث نے آپ پر تشنیع کی ہے اور ابن عدی سے ابن جوزی نے نقل کیا کہ تشبیہ کی تائید میں احادیث وضع کرتے تھے تو میں کہتا ہوں کہ ان کی تصانیف میں تو مشبہ کے رد میں مستقل تصانیف موجود ہے پھر ایسا غلط الزام کس طرح درست ہو سکتا ہے، اور وہ اپنے وقت کے بڑے دیندار، عابد وفقیہ تھے۔

ملا علی قاری نے "طبقات حنفیہ" میں لکھا کہ آپ فقیہ اہل عراق اور فقہ وحدیث میں فائق وممتاز تھے، قراءۃ قرآن کے ساتھ بڑا شغف تھا اور ورع وعبادت میں مشہور تھے، حاکم نے لکھا کہ آپ کی کتاب المناسک کے ۶۰ جزو کبیر سے زیادہ ہیں، باریک خط سے ہے اور اس کے علاوہ یہ ہیں، تصحیح الآثار (بڑی ضخیم کتاب ہے) کتاب النوادر، کتاب المضاربہ، کتاب الرد علی المشبہ، البتہ کچھ میلان آپ کا معتزلہ کی طرف تھا۔

یہ میلان مذکور کا مغالطہ بھی قابل ذکر ہے، امام اعظمؒ کے حالات میں وہ واقعہ ذکر کر چکا ہے کہ امام صاحب نے اپنے اصحاب کو کلام اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں ہر قسم کی شقوق پر کلام کرنے سے بہت سختی سے روک دیا تھا اور اس واقعہ کو نقل کرنے والے خود محمد بن شجاع بھی ہیں، اس لئے وہ بھی اس معاملہ میں غیر معمولی طور پر محتاط تھے اور قطعاً سکوت کرتے تھے تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، اسی سکوت و وقوف کو مخالفوں نے میلان معتزلہ بنالیا تھا حالانکہ وہ معتزلہ (حشویہ) مشبہ ومبتدعین سب کے سخت مخالف تھے۔

ابن عدی اور محمد بن شجاع:

امام محمد بن شجاع کے خلاف ابن عدی نے بھی کچھ لکھا ہے جس پر علامہ کوثری کو تبصرہ پڑھئے: فرمایا کہ ابن عدی کو امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے بڑی سخت کدورت ونفرت ہے کہ اپنی کتاب ''کامل'' میں کسی ایک کے متعلق بھی کوئی تعریف کا کلمہ نہیں لکھا اور جرح ونقد، تشنیع و بہتان طرازی میں کمی نہیں کی، حالانکہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی عقائد واحکام سلامی میں قیادت امت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا جو خیر القرون سے اس زمانہ تک برابر رہی اور جب تک خدا چاہے گا مخالفوں کے علی الرغم باقی رہے گی، بلکہ کسی صاحب علم وفہم کو ان حضرات کے مدارک اجتہاد، فہم کتاب وسنت نیز اصول وفروع وعقائد میں ان کے ناطق فیصلوں کا لوہا ماننے کے بغیر چارہ نہیں، اسی لئے دوسرے مذاہب فقیہ بھی ان ہی طریقہ پر معمولی تغیرات کے ساتھ چلنے پر مجبور ہوئے اور تمام ہی ارباب مذاہب نے ان حضرات کے فضل وسبق اور تفوق و بالادستی کا اعتراف بھی کیا ہے، چند لوگوں کی مکابرہ وعناد اور حق پوشی کی باتوں سے یہاں تعرض نہیں۔

اسی لئے علامہ ابن اثیر شافعی نے ''جامع الاصول'' میں صاف لکھا کہ اگر حق تعالیٰ کا کوئی سر مخفی امام ابوحنیفہ کے بارے میں نہ ہوتا تو آدھی امت محمدیہ علیہ خدا کے دین میں آپ کو ''مقتدا'' نہ بناتی کہ قدیم زمانوں سے اب تک برابر آپ کے مذہب پر خدا کی بندگی کررہے ہیں، پھر اپنے بعض اہل مذہب متعصبین کی حرکات پر بڑے گہرے تاثر کے ساتھ افسوس کرتے ہیں کہ وہ ایسے عالی قدر امام جلیل کے خلاف شان باتیں کرتے ہیں، اس بارے میں کافی لکھا ہے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ اقل درجہ میں نصف امت محمدیہ نے ہر زمانہ میں امام صاحب کا اتباع کیا ہے ورنہ ملا علی قاری نے تو شرح مشکوٰۃ میں دو تہائی کا اندازہ لکھا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

غرض ان حضرات کے خلاف طوفان و بہتان اٹھانا درحقیقت امت محمدیہ کی اکثریت کی توہین وتذلیل ہے جو کسی طرح موزوں و مناسب نہیں۔ **اللھم الف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا۔**

ابن عدی کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ اکابر وشیوخ کے ماتحت رواۃ کے عیوب کی وجہ سے متہم بناتے ہیں جیسا کہ ان کے اس عیب کی طرف علامہ ذہبی شافعی اور حافظ سخاوی شافعی نے بھی اشارات کئے ہیں، ابن عدی نے امام محمد بن شجاع کو اہل الرائے کا طعنہ دیا ہے جو دوسرے آئمۂ حنفیہ کو بھی دیا گیا ہے اور اس کا جواب امام صاحب کے حالات میں آچکا ہے، متعصب[۳] کہا ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں دی، بظاہر اپنے عیب کو ان کے آئینہ میں دیکھا ہے، امام شافعی کے بارے میں موہم اہانت کلمہ کا ذکر کیا ہے، اول تو اس کی سند میں انقطاع ہے، کیونکہ اس کے راوی موسیٰ بن الاشیب نے محمد بن شجاع کا زمانہ نہیں پایا، دوسرے یہ کہ امام شافعی نے ان کے استاد حسن بن زیاد کے بارے میں کچھ فرمادیا تھا، اس کے جواب میں شاید انہوں نے بھی ایسا کہہ دیا ہو، تیسرے یہ کہ امام محمد بن شجاع نے امام شافعیؒ کے بارے میں اپنی پہلی رائے سے رجوع کرلیا تھا اور ان کے علم وفضل کے معترف ہوگئے تھے، اس لئے **عفاء اللہ عما سلف** ہمیں بھی سکوت کرنا چاہئے۔

رہا وضع حدیث[۴] کا اتہام وہ بھی بے دلیل و بے سند ہے اور ایسے بڑے امام محدث وفقیہ سے ایسی بری بات قطعاً صادر نہیں ہوسکتی اس لئے ابن ابی حاتم، عقیلی، ابن حبان وغیرہ کسی نے بھی آپ کے خلاف ایسا الزام ذکر نہیں کیا، اگر کچھ بھی اصلیت ہوتی تو وہ کیوں سکوت کرتے،

دوسرے جس موضوع حدیث کی وضع کی نسبت ابن عدی نے امام موصوف سے کی ہے، وہ امام موصوف کے زمانہ سے بھی بہت پہلے سے چل رہی تھی، چنانچہ ابن قتیبہ نے "الاختلا فی اللفظ" ص ۴۵ پر اس حدیث کا بھی دوسری موضع احادیث کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی طرح ابن عساکر نے "تبیین کذب المفتری" ص ۳۶۹ میں اہوازی کا رد کرتے ہوئے اس کی کتاب "البیان فی شرح عقود اہل الایمان" کا ذکر کیا ہے جس میں یہ سب روایات موضوعہ موجود تھیں، ایسی صورت میں ابن عدی کا ایک پرانی مشہور موضوع حدیث کو امام محمد بن شجع کی طرف منسوب کر دینا کیا انصاف و دیانت ہے؟ والی اللہ المشتکی۔

اسی طرح تاریخ حاکم میں ایک روایات موضوعہ اسماعیل بن محمد شعرانی کے حوالہ سے محمد بن شجاع کی طرف منسوب کردی گئی ہے، حالانکہ شعرانی مذکور اور ابن شجاع کے درمیان اس قدر زمانہ ہے کہ تین راوی درمیان میں آتے ہیں وہ کون ہیں؟ اور ان کے نام کیوں نہیں لئے گئے، غرض کسی معین حدیث کے بارے میں کسی معتمد ذریعے سے یہ نہیں ثابت کیا جاسکا کہ وہ ابن شجاع نے وضع کی ہے اور اس جھوٹ میں سچائی کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔

امام احمد اور امام محمد بن شجاع:

ابن عدی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام احمد نے آپ کو مبتدع، صاحب ہویٰ کہا، جیسا کہ وہ ان سب ہی لوگوں کو سمجھتے تھے جو مسئلہ خلق قرآن کے سلسلے میں کسی قسم کا توقف و سکوت کرتے تھے، علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے کہ امام احمد، ابن ثلجی اور اصحاب کو جہمی کہتے تھے اور امام احمد کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو کہتے تھے کہ امام محمد نے کیا کارنمایاں انجام دیا؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ امام احمد نے تدوین مذہب کی طرف توجہ نہیں کی اور وفات سے تیرہ سال قبل سے روایت حدیث بند کردی تھی، اسی لئے آپ کی مسند بھی آپ کی زندگی میں مہذب نہ ہوسکی گویا تحریر مذہب وتہذیب مسند دونوں ضروری امور تھے جو آپ نے انجام نہیں دیئے۔

رہا مسئلہ خلق قرآن میں امام احمد کا ابتلاء اس کو ابن شجاع اس لئے غیر اہم سمجھتے تھے کہ ان مسائل میں غلو وتشدد ان کو ناپسند تھا، غرض ان دونوں میں اور ان کے اصحاب میں اس قسم کی نوک جھونک چلا کرتی تھی ورنہ ظاہر ہے کہ امام احمد کے فخر کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ کے جلیل القدر اصحاب نے آپ کے علوم نافعہ مفیدہ کی نشر واشاعت کی جن سے ساری دنیا میں دین وعلم کا نور پھیلا، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

خطیب بغدادی نے بھی اپنی حسب عادت امام ابن شجاع پر کذب وغیرہ کا بیان نقل کیا ہے لیکن محمد بن احمد الآدمی اور ساجی کے ذریعہ اور یہ دونوں غیر ثقہ ہیں، چونکہ امام محمد بن شجاع بہت بڑے محدث کثیر الروایت تھے، آپ کے شیوخ اور تلامذہ اصحاب کے ذکر کے لئے مستقل تالیف کی ضرورت ہے، کیونکہ آپ کے تلامذہ واصحاب نے بھی آپ کے علوم ومؤلفات کو شرق وغرب میں پھیلایا ہے جو آپ کے خدمت حدیث وفقہ میں کمال اخلاص کی دلیل ہے۔

پچاسی سال کی عمر میں نماز عصر کے سجدہ میں اچانک انتقال ہوا، وصیت تھی کہ مجھے اسی مکان مسکونہ میں دفن کیا جائے کیونکہ اس کی کوئی اینٹ ایسی نہیں ہے جس پر میں نے بیٹھ کر قرآن مجید ختم نہ کیا ہو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (الامتاع، فوائد بہیہ وحدائق)

۱۹- حافظ محمد بن حماد الطہرانی ابوعبداللہ الرازیؒ (م ۲۷۱ھ)

محدث جلیل، تہران کے ساکن (جو اس وقت ایران کا پایۂ تخت ہے) امام ابن ماجہ کے استاد تھے، حافظ ذہبی نے آپ کو المحدث الحافظ الجوال فی الآفاق، العبد الصالح لکھا، عراق، شام ویمن میں تحصیل حدیث کی، آپ حافظ عبدالرزاق (تلمیذ امام اعظم) کے اصحاب میں سے تھے، حافظ حدیث ثقہ تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ وتہذیب)

۲۰-حافظ عباس دوری بن محمد بن حاتم ابوالفضل الہاشمیؒ (م ۲۷۱ھ)

ذہبی نے الحافظ الامام لکھا، امام یحییٰ بن معین کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے استاد ہیں، فن رجال میں بہت بڑی ضخیم کتاب ان کی یادگار ہے جس میں اپنے شیخ سید الحافظ و امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معین کے اقوال جمع کئے ہیں، ذہبی نے اس کتاب کی افادیت اور مصنف کی اعلیٰ بصیرت کا اعتراف کیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۲۱-حافظ ابوحاتم رازی محمد بن دریس بن المنذر الحنظلیؒ ولادت ۱۹۵ھ متوفی ۲۷۷ھ

فن جرح وتعدیل کے بڑے امام اور حدیث میں امام بخاری کے درجہ میں تسلیم کئے گئے ہیں، نوعمری ہی میں طلب حدیث کے لئے دور دراز ممالک کے پیدل سفر کئے، ابتدائی دور کے سات سالہ سفر میں ایک ہزار فرسخ یعنی تین ہزار میل طے کئے تھے، طلب علم کی راہ میں بہت زیادہ تکالیف اٹھائیں مگر ہمت وحوصلہ بلند تھا، بڑے مدارج پر پہنچے، آپ سے امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے، علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری و ابن ماجہ کے تلمذ سے انکار کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں، کیونکہ حافظ مزی نے تہذیب الکلام میں تصریح کی ہے کہ امام ابن ماجہ نے تفسیر میں آپ سے روایت کی ہے اور باب الایمان و باب فرائض الجد میں بھی آپ کی حدیثیں موجود ہیں۔

حافظ نے مقدمۂ فتح الباری ص ۴۸۰ (میریہ) میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے شیخ ذہلی اور ابوحاتم سے وہ روایات لی ہیں جن کا سماع ان کو دوسرے اساتذہ سے فوت ہوگیا تھا یا جو روایتیں ان کے علاوہ دوسرے علماء سے انہیں نہ مل سکی تھیں، ایک زمانہ تک امام بخاری، امام ابو زرعہ اور ابوحاتم کے باہم تعلقات نہایت خوشگوار رہے مگر تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر امام ذہلی سے اختلاف کے بعد یہ دونوں حضرات امام بخاری سے بدظن ہوگئے تھے اور ترک روایت حدیث کی بات بھی اسی باعث ہے۔

تاریخ ورجال کے سلسلہ میں بھی ان دونوں نے امام بخاری کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں اور ابن ابی حاتم نے ان ہی دونوں حضرات سے استفادہ کر کے امام بخاری کی تاریخی اوہام پر مستقل کتاب بھی لکھی ''کتاب خطاء البخاری'' کے نام سے اور حافظ صالح جزرہ نے ابوزرعہ کی تنقید پر امام بخاری کی طرف سے غلطیاں ہوجانے کی کسی قدر معقول وجہ بھی پیش کی ہے، ان سب امور کو تفصیل وحسن ترتیب سے محترم مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے ''امام ابن ماجہ اور علم حدیث'' میں جمع کردی ہے، ابن ابی حاتم رازی کی کتاب ''بیان خطاء البخاری فی تاریخہ دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوگئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ امام بخاری کے اوہام پر جس طرز سے تنقید کی گئی یا ترک روایت تک نوبت پہنچی یہ سب امام بخاری کے عالی شخصیت کے شایان شان نہیں، اسی طرح جو کچھ امام بخاری کی طرف سے دفاع میں امام مسلم، ابوحاتم اور ابوزرعہ پر بے جا الزامات لگائے گئے وہ بھی بے انصافی ہے، پوری احتیاط سے صحیح تنقید جس کے ساتھ مدارج ومراتب کا بھی پورا لحاظ ہو، بری نہیں بلکہ مفید ہے، ہمارے لئے یہ سب ہی حضرات مستحق صد احترام ہیں اور ان کی علمی خدمات لائق صد ہزار قدر۔ جزاھم اللہ عنا و عن سائر الامۃ المرحومۃ خیر الجزاء ورضی عنھم احسن الرضاء

۲۲-الحافظ الفقیہ ابوالعباس احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتیؒ (م ۲۸۰ھ)

فقہ ابوسلیمان جوزجانی سے حاصل کی، اسماعیل قاضی آپ کے علم وفضل کی وجہ سے بہت تعظیم کرتے تھے، آپ کی تالیفات میں سے ''مسند ابی ہریرہ'' ہے، حدیث قعنبی، مسدد بن مسرہد اور ابوبکر بن ابی شیبہ سے سنی اور روایت کی، خطیب نے ثقہ، حجت، صلاح وعبادت میں

مشہور کہا اور اصحاب قاضی یحییٰ بن اکثم سے بتلایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ و جواہر مضیئہ)

۲۳- حافظ ابوبکر بن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشیؒ (م ۲۸۱ھ)

مشہور محدث ہیں، احمد دورتی، علی بن معبد جوہری (تلمیذ امام ابی یوسف) زہیر بن حرب (تلمیذ القطان، تلمیذ الامام الاعظم) ابوعبید قاسم بن سلام (تلمیذ امام محمد) داؤد بن رشید خوارزمی، واقدی اور امام بخاری و ابوداؤد وغیرہ سے فقہ حدیث حاصل کیا اور آپ کے تلامذہ میں ابن ماجہ وغیرہ ہیں، شہزادگان خلفائے عباسیہ اور خلیفہ معتضد باللہ کے بھی اتالیق و معلم خصوصی رہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد کی معیت میں آپ سے احادیث لکھیں اور والد نے ان کو صدوق کہا ہے، آپ کی حدیثی تالیفات کتاب الدعا وغیرہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۃ و تہذیب و بستان)

۲۴- شیخ الشام حافظ ابوزرعہ دمشقی عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ النصریؒ (م ۲۸۱ھ)

مشہور محدث رواۃ ابی داؤد میں سے ہیں، ابن ابی حاتم نے کہا کہ والد صاحب کے رفیق تھے، ان سے حدیث لکھی اور ہم نے بھی ان سے لکھی، صدوق، ثقہ تھے، خلیل نے کہا کہ آپ حفاظ اثبات میں سے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (امانی الاحبار)

۲۵- حافظ ابومحمد حارث بن ابی اسامہؒ (م ۲۸۲ھ)

یزید بن ہارون، روح بن عبادہ، علی بن عاصم، واقدی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، ابوحاتم، ابن حبان، دارقطنی وغیرہ نے توثیق کی ہے، آپ کی تالیفات میں سے مسند مشہور ہے جو عام مسانید کے خلاف شیوخ کے نام پر مرتب ہے جس کو معجم کہنا چاہئے تھا، کیونکہ مسند وہ ہوتی ہیں جن کی ترتیب صحابہ کے نام پر ہو، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۶- شیخ ابوالفضل عبیداللہ بن واصل البخاریؒ م ۲۸۲ھ

حفاظ و محدثین حنفیہ میں سے بخارا کے مشہور محدث تھے، جن سے محدث حارثی نے حدیث حاصل کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۲۷- شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن حرب عسکری م ۲۸۲ھ

مشہور محدث تھے، جنہوں نے مسند ابی ہریرہ مرتب کیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۸- حافظ محمد بن النظر بن سلمۃ بن الجارود بن زید ابوبکر الجارودی الفقیہ الحنفیؒ م ۲۹۱ھ

نیشاپور کے مشہور حنفی فقیہ اور بہت بڑے حافظ حدیث تھے، ان کا سارا خاندان علماء و فضلاء کا تھا اور سب حنفی تھے، کما صرح بہ الحاکم علامہ قرشی نے جواہر مضیئہ میں ان سب کے حالات لکھے ہیں جارود امام اعظم کے تلمیذ تھے اور صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے، طلب حدیث میں نیشاپور سے وہ اور امام مسلم ساتھ روانہ ہوئے تھے، محدث حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کو حفظ حدیث، فضل و کمال اور مروت و سیادت کے اعتبار سے شیخ وقت اور سرآمد علماء زمانہ لکھا ہے، فن حدیث میں امام نسائی اور حافظ ابن خزیمہ آپ کے شاگرد ہیں، ابن ابی حاتم نے لکھا کہ میں نے آپ سے "رے" میں سماع حدیث کیا تھا، آپ صدوق اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ، تہذیب و جواہر)

۲۹- شیخ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزارؒ م ۲۹۲ھ

آپ نے علم حدیث ہدبۃ بن خالد (شیخ بخاری و مسلم) عبدالاعلیٰ بن حماد، حسن بن علی بن راشد وغیرہ سے حاصل کیا اور ابوالشیخ طبرانی،

عبدالباقی بن قانع ودیگر جلیل القدر محدثین آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی مسند بزار مشہور ہے جس کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں اور یہ مسند معلل ہے جس میں علل حدیث پر بھی کلام کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۳۰- شیخ ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ الکشی م ۲۹۲ھ

آپ کی سنن حدیث کی مشہور کتاب ہے جس میں ثلاثیات بہت ہیں جس طرح مسانید امام اعظم میں ثلاثیات بہت زیادہ ہیں، سنن مذکور کی تالیف سے فراغت پاکر آپ نے اس نعمت کے شکرانہ میں ہزار درہم غرباء کو صدقہ کئے اور اہل علم محدثین اور امراء ملک کی پرتکلف دعوت کی اس میں ایک ہزار درہم صرف کئے۔

آپ بغداد پہنچے تو حدیث سننے والوں کا جم غفیر جمع ہوگیا، سامعین کے علاوہ چالیس ہزار سے زیادہ صاحب دوات وقلم موجود تھے جو آپ کے فرمودات لکھ رہے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین وابن ماجہ وعلم حدیث)

۳۱- حافظ ابراہیم بن معقل بن الحجاج ابواسحٰق النسفی حنفیؒ م ۲۹۵ھ

بہت بڑے حافظ حدیث، نہایت نامور مصنف اور جلیل القدر فقیہ حنفی تھے، اختلاف مذاہب کی گہری بصیرت رکھتے تھے، زاہد ورع، متقی وضعیف تھے، آپ کی مشہور تصانیف "المسند الکبیر" اور "التفسیر" ہیں، یہ سب حالات واوصاف حافظ ذہبی، حافظ مستغفری اور حافظ ابن حجر نے لکھے ہیں، اس کے علاوہ دوسرا بڑا امتیاز آپ کا یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ جن چار کبار محدثین (تلامذۂ امام بخاری) سے چلا، ان میں سے ایک آپ ہیں اور دوسرے حماد بن شاکر النسفی م ۳۱۱ھ بھی حنفی ہیں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے شروع میں اپنا سلسلہ سند ان چاروں حضرات تک بیان کیا ہے، ان میں تیسرے بزرگ محمد بن یوسف فربری م ۳۲۰ھ اور چوتھے ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بزودی م ۳۲۹ھ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وامام ابن ماجہ وعلم حدیث)

۳۲- شیخ محمد بن خلف المعروف، بوکیع القاضیؒ م ۳۰۶ھ

اقضیۂ صحابہ وتابعین کے بہت بڑے عالم تھے، آپ کی کتاب "اخبار القضاۃ" اس موضوع پر بہت اہم ونافع ہے، علامہ کوثریؒ علیہ نے "حسن التقاضی" ص ۳ پر تحریر فرمایا کہ اقضیۂ رسول اکرم ﷺ اور اقضیۂ صحابہ وتابعین میں چونکہ بہت بڑا علم احکام ومعاملات کا ہے، اس لئے اہل علم نے ہمیشہ احوال قضاۃ کی طرف توجہ کی ہے چنانچہ اقضیۂ رسول اللہ ﷺ پر کتابیں تالیف ہوئیں پھر اقضیۂ صحابہ وتابعین وتبع تابعین بھی سنن سعید بن منصور، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور کتب ادب القضاء وغیرہ میں مدون ہوئے، مذکورہ بالا کتاب "اخبار القضاۃ" اس موضوع پر نہایت قابل قدر اور لائق فخر خدمت ہے کیونکہ اس میں صرف کسی ایک جگہ کے قضاۃ اور ان کے اقضیہ پر اکتفاء نہیں کی گئی بلکہ تمام قضاۃ بلاد اسلام کے حالات جمع کئے گئے ہیں یہ کتاب مصر میں اس وقت زیر طبع ہے، اگرچہ اس کی طباعت کی رفتار نہایت سست ہے۔ (یہ تحریر ۱۳۶۸ھ کی ہے، غالباً اب یہ کتاب مکمل طبع ہوگئی ہوگی)

۳۳- حافظ ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال تمیمی موصلیؒ م ۳۰۷ھ

آپ نے حدیث علی بن الجعد، یحییٰ بن آدم وتلامذۂ امام ابی یوسفؒ اور دیگر جلیل القدر محدثین سے حاصل کی، آپ کے شاگرد ابن حبان، ابوحاتم، ابوبکر اسماعیلی وغیرہ ہیں، حسبۃً للہ علم حدیث کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے، آپ سے ثلاثیات بھی ہیں، ابن حبان نے ثقہ کہا، حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضل (تمیمی کا قول ہے کہ میں نے مسند عدنی، مسند ابن منیع وغیرہ مسندات پڑھی ہیں لیکن وہ تمام مسندیں نہریں ہیں اور مسند

ابی یعلی دریائے ناپیدا کنار ہے، آپ کی تالیفات میں علاوہ "مسند کبیر" ایک معجم بھی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وبستان المحدثین)

۳۴- شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان حنفی نیشاپوریؒ م ۳۰۸ھ

آپ مشہور زاہد فقیہ ایوب بن الحسن نیشاپوری کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے فقہ کی تحصیل امام محمد سے کی تھی، آپ کا تعلق تلمذ امام مسلم سے بھی تھا اور اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہے ہیں، امام مسلم کی صحیح روایت کا سلسلہ بھی آپ سے ہی قائم ہوا، امام نووی نے مقدمۂ شرح مسلم میں لکھا کہ "اسناد متصل کے ساتھ امام مسلم سے اس کی مسلسل روایت کا سلسلہ ان بلاد میں اور ان زمانوں میں صرف ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان کی روایت میں منحصر ہے۔

اگرچہ بلاد مغرب میں صحیح مسلم کے غیر مکمل حصہ کی روایت ابومحمد احمد بن علی قلانسی سے بھی ہوئی ہے مگر مکمل کتاب کا قبول عام تمام ممالک میں صرف ابراہیم نیشاپوری موصوف کی روایت سے ہوا، محدث حاکم نیشاپوری نے آپ کو عباد مجتہدین اور مستجاب الدعوات لکھا، علامہ نووی نے السید الجلیل، فقیہ زاہد، مجتہد عابد لکھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث)

۳۵- شیخ ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارودؒ م ۳۰۹ھ

محدث کبیر تھے، آپ کی کتاب "المنتقی" مشہور ہے، جو صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے، چونکہ اس میں اصول احادیث پر اکتفاء کیا ہے، اس لئے منتقی نام رکھا گیا ہے۔ (بستان المحدثین)

۳۶- حافظ ابوالبشر محمد بن احمد حماد بن سعید بن مسلم انصاری رازی دولابی حنفیؒ م ۳۱۰ھ

مشہور حافظ حدیث اور فن جرح وتعدیل کے امام ہیں، امام بخاری ونسائی سے بھی تلمذ ہے، حافظ مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ آپ علم وروایت اور معرفت حدیث میں فائق تھے اور فقہ حنفی کے پیرو تھے، فن حدیث میں جن اکابر حفاظ حدیث نے آپ کی شاگردی کی ان میں ابن عدی، طبرانی، ابن المقری وغیرہ ہیں، ابن عدی وغیرہ نے حسب عادت بوجہ تعصب کچھ کلام کیا ہے مگر ان ہی میں سے دارقطنی نے ان کی تردید کی ہے اور لکھا کہ "لوگوں نے ان میں کلام کیا مگر ہمیں تو بجز خیر کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا" آپ کی تالیفات مفیدہ میں سے زیادہ مشہور کتاب "الکنی والاسماء" ہے جو دو جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وامام ابن ماجہ وعلم حدیث)

۳۷- شیخ حماد بن شاکر النسفی حنفیؒ (م ۳۱۱ھ)

یہ دوسرے مشہور راوی صحیح بخاری ہیں جن سے کتاب مذکور کی روایت کا سلسلہ چلا ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بجائے نسفی کے نسوی لکھا ہے جو غلط اور وفات ۲۹۰ھ میں ظاہر کی ہے، حافظ کوثری نے حافظ ابن نقد کی "التقلید" کے حوالہ سے جزماً لکھا کہ سنہ وفات ۳۱۱ھ ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث)

۳۸- امام محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ السلمی نیشاپوری شافعیؒ (۳۱۱ھ)

مشہور محدث، ابن حبان کے شیخ ہیں، آپ کی صحیح اور صحیح ابن حبان صحاح ستہ کے بعد معتمد کتب حدیث سمجھی جاتی ہیں، اگرچہ صحیح ابن خزیمہ میں ایسی احادیث بھی ہیں جو بمشکل حسن کے درجہ میں ہیں، ان کی چند مثالیں بھی مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی عم فیضہم نے حاشیہ دراسات اللبیب (مطبوعہ کراچی ص ۱۴۳) میں بیان کی ہیں، صحیح مذکور کا اکثر حصہ تو بہت عرصہ سے معدوم ہے صرف چوتھائی حصہ کا وجود بتایا جاتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۳۹- شیخ ابوعوانہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم بن یزید شافعیؒ (م ۳۱۶ھ)

اصل وطن اسفرائن تھا پھر نیشاپور میں سکونت کی، دور دراز ممالک اسلامیہ کا سفر کر کے علم حدیث حاصل کیا تھا، فقہ میں امام مزنی اور ربیع (تلامذۂ امام شافعی) کے شاگرد ہیں، حدیث میں امام مسلم، امام محمد بن یحییٰ ذہلی تلمیذ حافظ عبدالرزاق تلمیذ امام اعظم اور یونس بن عبدالاعلیٰ کے شاگرد ہیں، آپ کے تلامذۂ حدیث میں طبرانی، ابوبکر اسماعیل، ابوعلی نیشاپوری اور دوسرے محدثین ہیں، آپ کی صحیح، صحیح مسلم پر متخرج ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۴۰- شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر نیشاپوری (م ۳۱۸ھ)

مجتہد، فقیہ و محدث تھے، آپ کے مسائل چونکہ امام شافعی کے بہت سے مسائل کے ساتھ مطابق ہیں، اس لئے شیخ ابواسحاق نے اپنے طبقات میں آپ کو شافعی لکھا ہے، آپ کی تمام تصانیف محققانہ و مجتہدانہ ہیں جن میں مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں:

"کتاب الاشراف فی مسائل الخلاف، کتاب المبسوط، فقہ میں، کتاب الاجماع، کتاب التفسیر، کتاب السنن، علم فقہ، معرفت اختلافات علماء اور ان کے ماخذ و دلائل کی شناخت میں بہت ماہر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۴۱- شیخ ابوعبداللہ حسین بن اسماعل بن محمد ضبی محاملی بغدادیؒ م ۳۳۰ھ

بغداد کے محدثین و مشائخ میں سے ہیں، ساٹھ سال کوفہ کے قاضی رہے، ابوحذافہ سہمی (تلمیذ امام مالک، عمر بن علی فلاس وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، حافظ سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم) کے اصحاب میں سے بھی تقریباً ستر محدثین آپ کے استاد حدیث ہیں، دارقطنی وغیرہ محدثین آپ کے تلامذہ میں ہیں، مجلس املاء میں تقریباً دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور قضاء کی ذمہ داریوں کے ساتھ درس حدیث کا مشغلہ روزانہ جاری رہتا تھا، آپ کے امالی کا مجموعہ تقریباً ۱۶ اجزو پر مشتمل تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۴۲- امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی حنفیؒ م ۳۳۳ھ

مشائخ کبار میں سے بڑے محقق و مدقق اور متکلمین کے امام عابد، زاہد، صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ نے عقائد و کلام میں اعلیٰ مرتبہ کی تصانیف کیں، مثلاً کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب اوہام، المعتزلہ، رد الاصول الخمسہ ابی محمد باہمی، رد القرامطہ، مآخذ الشرائع (فقہ) کتاب الجدل (اصول فقہ) تاویلات القرآن جو اپنے موضوع کی بے نظیر تالیف ہے آپ کا ایک باغ تھا جس میں خود کام کرتے تھے، اپنے مہمانوں کو باغ میں سے بے موسم پھل کھلاتے تھے، لوگوں نے حیرت کی تو فرمایا کہ میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے کوئی گناہ نہیں کیا اس لئے جو چیز اس کے ذریعے سے چاہتا ہوں وہ حاصل ہو جاتی ہے۔

لوگوں نے بادشاہ کے مظالم سے تنگ آ کر آپ سے شکایت کی تو گھاس سے کمان اور تنکے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا، معلوم ہوا کہ اسی تاریخ میں قتل کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۴۳- "حاکم شہید" حافظ محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن عبدالمجید بن اسمٰعیل بن حاکم مروزی بلخی حنفیؒ م ۳۳۴ھ

مشہور حافظ حدیث اور متبحر فقیہ تھے، ساٹھ ہزار احادیث آپ کو نوک زبان یاد تھیں، آپ نے حدیث محمد بن حمدویہ (تلمیذ امام اعظم اور

محمد بن عصام وغیرہ سے حاصل کی اور آپ سے حاکم مستر داور آئمہ وحفاظ خراسان نے روایت کی، آپ کی تصانیف عالیہ میں سے ''منتقی، کافی اور مختصر'' وغیرہ ہیں جن میں سے پہلی دونوں تو بعد کتب امام محمد کے بطور اصول مذہب سمجھی جاتی ہیں، کافی میں آپ نے امام محمد کی مبسوط، جامع کبیر وصغیر کو بحذف مکرر مطول جمع کر دیا تھا، آپ کو کچھ لوگوں نے کوئی تہمت لگا کر شہید کر دیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۴۴- حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی حنفیؒ م ۳۳۵ھ

مشہور حافظ حدیث، امام نسائی، امام طحاوی اور ابو بشر دولابی کے تلمیذ حدیث ہیں، آپ کی تالیفات میں سے زیادہ مشہور مسند امام ابو حنیفہؒ (منجملہ اہم ۱۷ مسانید امام اعظم) اور ایک ضخیم کتاب فضائل امام اعظم میں ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۴۵- حافظ ابو محمد قاسم بن اصبغ القرطبیؒ م ۳۴۰ھ

مشہور حفاظ حدیث سے ہیں، آپ نے حدیث کی اہم کتاب ''ناسخ الحدیث ومنسوخہ'' لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶- امام ابوالحسن عبید اللہ بن حسین کرخی حنفی ولادت ۲۶۰ھ م ۳۴۰ھ

مجتہدین فی المسائل سے جلیل القدر محدث وفقیہ تھے، کثیر الصوم، زاہد متورع اور بڑے متقی تھے، تصانیف شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر وغیرہ، حدیث شیخ اسماعیل بن قاضی اور محمد بن عبداللہ الحضرمی سے حاصل کی، آپ سے ابو حفص بن شاہین وغیرہ کبار محدثین نے روایت کی اور آپ کے تلامذہ ابوبکر رازی، بجصاص، علامہ شاشی، علامہ تنوخی، علامہ دامغانی اور ابوالحسن قدوری وغیرہ ہوئے، عادت تھی کہ خود بازار سے سودا لاتے تھے اور ایسے دکانداروں سے خریدتے تھے جو آپ سے ناواقف ہوں تاکہ ان کو آپ کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرنی پڑے۔ (حدائق حنفیہ)

۴۷- حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد الحارثی البخاری حنفیؒ ولادت ۲۵۸ھ متوفی ۳۴۰ھ

امام، محدث اور جلیل القدر فقیہ تھے، شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ انتباہ میں آپ کو اصحاب وجوہ میں شمار کیا ہے جن کا درجہ منتسب اور مجتہد فی المذہب کے درمیان ہے، مشہور تصانیف میں سے ایک تو مسند امام اعظم ہے جس میں آپ نے بڑی کثرت سے طریق حدیث جمع کئے ہیں، محدث ابن مندہ نے بھی اس سے بہ کثرت روایات لی ہیں اور ان کی رائے آپ کے بارے میں بہت اچھی تھی، کچھ لوگوں نے آپ پر تعصب سے کلام کیا ہے اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے بجیرمی، اباء بن جعفر سے مسند امام ابو حنیفہ میں روایت کی ہیں اور اس امر کو نظر انداز کر دیا کہ جن احادیث میں ان سے روایت لی ہیں، ان کی روایت میں وہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان روایات میں دوسرے بھی شریک ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جس طرح امام ترمذی نے بھی محمد بن سعید مصلوب اور کلبی کے بارے میں کیا ہے لیکن تعصب کا برا ہو کہ وہ اندھا بہرا بنا دیتا ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

ابن الجوزی سے نقل ہوا کہ ابو سعید رواس نے آپ کو متہم بوضع الحدیث کہا، اس پر علامہ قرشی نے لکھا کہ عبداللہ بن محمد، ابن جوزی اور ابن سعید رواس سے بہت زیادہ بلند مرتبہ اور عالی منزلت ہیں، یعنی ان کو ایسے اکابر کی شان میں لب کشائی نہ چاہئے تھی۔ (جواہر مضیہ ص ۲۹۰ ج ۱)

دوسری کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ہے، ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ نے جب امام صاحب کا املاء کرایا تو اس وقت آپ کی مجلس املاء میں چار سو لکھنے والے تھے۔ (حدائق حنفیہ)

۴۸- امام ابو عمرو احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن طبری حنفیؒ م ۳۴۰ھ

بغداد کے کبار فقہاء حنفیہ ومحدثین میں سے ہیں، اصول وفروغ میں ماہر تھے، ملا علی قاری نے آپ کو امام طحاوی اور امام ابوالحسن کرخی

کے طبقہ میں شمار کیا ہے، آپ نے امام محمد کی جامع صغیر و جامع کبیر کی شروح لکھیں۔ (حدائق حنفیہ)

۴۹- شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن حسن (عزری) نیشاپوری حنفیؒ م ۳۴۷ھ

فقیہ فاضل اور محدث ثقہ تھے، ابوسعید عبدالرحمٰن بن حسن اور ابراہیم بن محمد نیشاپوری وغیرہ محدثین سے حدیث سنی اور آپ سے ابو عبداللہ حاکم صاحب مستدرک نے روایت کی اور آپ کا ذکر تاریخ نیشاپور میں کیا اور لکھا کہ آپ فقہاء اصحاب امام اعظمؒ سے تھے، ابوسعد نے اپنی انساب میں آپ کا ذکر کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ ص ۳۶ ج ۱)

۵۰- شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن سلامہ ابی جعفر الطحاوی حنفیؒ م ۳۵۱ھ

بڑے پایہ کے جلیل القدر فقیہ، محدث، عالم فاضل، جامع فروع و اصول اور امام طحاوی کے خلف ارشد تھے، کبار محدثین مثل ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور امام نسائی سے سنن کو روایت کرنے والوں میں سے ایک ممتاز شخصیت آپ کی بھی ہے، آپ کو علاوہ حدیث و فقہ کے لغت، نحو وغیرہ بہت سے علوم میں امامت کا درجہ حاصل تھا، نہایت متقی، عابد و زاہد تھے۔

علامہ ابوالمحاسن ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرہ میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے، آپ حدیث، فقہ اختلاف علماء، علم احکام، لغت و نحو وغیرہ میں بلا مقابلہ اپنے وقت کے مسلم امام تھے، آپ نے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور آپ کبار فقہاء حنفیہ سے ہیں، آپ کے زمانہ میں امیر علی بن الاخشید کے حکم سے جیزہ میں ایک شاندار مسجد تعمیر ہوئی جس کے ستون منتظم بناء جام مذکور نے ایک کنیسہ سے حاصل کر کے لگوادیئے تھے، ان کی وجہ سے آپ نے فوراً اس جامع مسجد میں نماز ترک کر دی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ ص ۳۵۲ ج ۱ و حدائق وغیرہ)

۵۱- شیخ ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ نیشاپوری حنفی قاضی الحرمینؒ م ۳۵۱ھ

مشہور محدث و فقیہ، شیخ اصحاب ابی حنیفہؒ اور اپنے وقت کے مسلم امام تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل شیخ ابوالحسن کرخی اور ابوطاہر محمد دباس سے کی جو ابوخازن تلمیذ عیسیٰ بن ابان تلمیذ امام محمد کے تلمیذ تھے، آپ سے ابوعبداللہ حاکم نے روایت حدیث کی اور تاریخ میں آپ کا ذکر کیا، آپ تقریباً چالیس سال نیشاپور سے باہر رہ کر موصل، رملہ اور حرمین شریفین کے قاضی رہے۔ ۳۳۶ھ میں نیشاپور واپس لوٹے تو وہاں بھی قاضی رہے، ملا علی قاری نے طبقات حنفیہ میں لکھا کہ ایک دفعہ وزیر دربار علی بن عیسیٰ نے مجلس مناظرہ منعقد کی جس میں مسئلہ توریث ذوی الارحام پر اکابر علماء حنفیہ و شافعیہ نے بحث کی، آپ نے بھی اس میں حصہ لیا اور وزیر کو آپ کے دلائل اس قدر پسند آئے کہ آپ سے لکھوا کر خلیفہ کو دکھلائے، خلیفہ نے بھی آپ کی تحریر بے حد پسند کی، آپ کو حرمین کی قضا سپرد کی اور کہا کہ جس طرح ہمارے حدود مملکت میں حرمین سے زیادہ معظم و محترم کوئی علاقہ نہیں ہے، اسی طرح آپ سے زیادہ صاحب فضل و کمال بھی کوئی دوسرا نہیں ہے، اس لئے آپ کے لئے حرمین کی قضا مناسب ہے۔

آپ نے خلیفہ پر زور دیا کہ جس طرح امیر المومنین نے اس مسئلہ کو عملی طور سے پسند کیا ہے مناسب ہے کہ اس کے عملی اجراء کا بھی حکم کیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے اس کے اجراء کے احکام صادر کر دیئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین۔ (جواہر مضیہ ص ۱۰۷ ج ۱)

۵۲- حافظ ابوالحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق حنفیؒ م ۳۵۱ھ

فقہاء و محدثین حنفیہ میں سے ہیں اور مشاہیر حفاظ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو الحافظ العالم المصنف صاحب معجم الصحابہ، واسع الرحلہ، کثیر الحدیث لکھا، پھر آپ کے شیوخ کا ذکر کیا ہے۔

فن حدیث میں محدث دارقطنی، ابوعلی بن شاذان، القاسم بن بشران اور دوسرے اس طبقہ کے محدثین آپ کے شاگرد ہیں، دارقطنی

نے لکھا کہ گو آپ سے کبھی کوئی بھول چوک ہوئی ہے پھر بھی حافظہ اچھا تھا، البتہ وفات سے صرف دو سال قبل قوت حافظہ پر اثر ہو گیا تھا، جس کو بعض لوگوں نے مطلقاً خرابی حافظہ بنا کر ذکر کر دیا ہے۔

تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا کہ خطیب بغدادی نے کہا: ''میں نہیں سمجھتا کہ ابن قانع کی تضعیف برقانی نے کیوں کی، حالانکہ وہ اہل علم وروایت میں سے تھے اور ہمارے اکثر شیوخ ان کی توثیق کرتے تھے البتہ صرف آخر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

معجم الصحابہ کے علاوہ وفیات پر بھی آپ کی ایک مشہور تصنیف ہے، جس کے حوالے کتب رجال میں بہ کثرت آتے ہیں، آپ امام ابو بکر رازی جصاص صاحب ''احکام القرآن'' کے بھی فن حدیث میں استاد ہیں اور بہت خصوصی تعلق ان سے رکھتے تھے، چنانچہ احکام القرآن میں آپ سے بہ کثرت روایات موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین، جواہر ابن ماجہ اور علم حدیث وتقدمہ)

۵۳- حافظ ابو علی سعید بن عثمان بن سعید (بن السکن) بغدادی مصریؒ م ۳۵۳ھ

آپ کی صحیح بنام ''الصحیح المنتقی'' اور ''السنن الصحاح الماثورہ'' مشہور ہے، لیکن اس کتاب کی اسانید محذوف ہیں، ابواب احکام پر مرتب ہے، خود لکھا ہے کہ ''جو کچھ میں نے اپنی اس کتاب میں مجملاً ذکر کیا وہ صحت کے لحاظ سے مجمع علیہ ہے اور اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا ہے وہ آئمہ کے مختارات ہیں جن کے نام بھی ذکر کر دیئے ہیں اور جن کی روایات کسی سے انفراداً ہے اور اس کی علت بھی میں نے بیان کر دی ہے اور انفراد بھی دیکھو، شفاء السقام المنتقی السبکی (الرسالۃ المستطرفہ طبع کراچی ص ۲۳)

۵۴- حافظ ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن سعید تمیمی بستی شافعیؒ، متوفی ۳۵۴ھ

کبار حفاظ حدیث میں تھے، آپ کی صحیح بہت مشہور ہے، جس کا نام التقاسیم والانواع'' ہے ضخامت ۴ جلد اور ترتیب اختراعی ہے، نہ ابواب پر ہے نہ مسانید کے طرز پر، بعض متاخرین نے اس کو ابواب فقیہ پر بھی بہترین ترتیب دے دی ہے اور اس عظیم القدر حدیثی خدمت کو ایک حنفی محدث نے انجام دیا ہے، جس کا اسم گرامی امیر علاء الدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ (الفارسی) الحنفی الفقیہ النحوی ہے (م ۷۳۹ھ)

کتاب کا نام ''الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان'' امیر موصوف نے معجم کبیر طبرانی کو بھی ابواب پر مرتب کیا ہے حسب تصریح حافظ سخاوی صحیح ابن حبان کے مکمل نسخے پائے جاتے ہیں، اور صحیح ابن خزیمہ کا اکثر حصہ مفقود ہے۔ (الرسالۃ ص ۹۸)

حافظ ابن حبان، امام نسائی، محدث ابو یعلی موصلی حنفی، حسن بن سفیان اور حافظ ابو بکر بن خزیمہ کے تلمیذ حدیث ہیں اور دوسرے علوم فقہ، لغت، طب اور نجوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے، صحیح کے علاوہ آپ کی تصنیف ''تاریخ الثقات'' بہت مشہور ومتداول ہے، اسی طرح کتاب الضعفاء بھی ہے اور دوسری تصانیف مفیدہ بھی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۵۵- حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانیؒ م ۳۶۰ھ

آپ نے طلب علم کے لئے دور دراز بلاد وممالک اسلامیہ کا سفر کیا، علی بن عبدالعزیز بغوی، ابو زرعہ دمشقی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ کی تصانیف میں سے معاجم ثلاثہ زیادہ مشہور ہیں، معجم کبیر، مرویات صحابہ کی ترتیب پر تالیف ہوا، معجم اوسط کی چھ جلدیں ہیں ہر جلد ضخیم اور بہ ترتیب اسماء شیوخ مرتب ہے، محققین اہل حدیث نے کہا کہ اس میں منکرات بہت ہیں، معجم صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر ہے ان کے علاوہ دوسری تصانیف یہ ہیں: ''کتاب الدعا، کتاب المسالک، کتاب عشرۃ النساء، کتاب دلائل النبوۃ، آپ علم حدیث میں کمال وسعت رکھتے تھے، ابوالعباس احمد بن منصور شیرازی نے کہا کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ احادیث لکھی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۵۶- حافظ ابومحمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد، رامہرمزیؒ م ۳۶۰ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ کی کتاب "المحدث الفاصل بین الرادی والواعی" فن اصول حدیث پر غالباً سب سے پہلی جامع متفرقات اور مقبول ومتداول گراں قدر علمی تصنیف ہے، اگرچہ کامل استیعاب اس میں بھی نہ تھا، اس کے قلمی نسخے کتب خانہ اصفیہ حیدرآباد دکن اور کتب خانہ پیر جھنڈو سندھ میں ہیں۔

اس کے بعد حاکم کی کتاب "علوم الحدیث" آئی پھر ابونعیم اصفہانی نے اس پر مستخرج لکھا، پھر خطیب بغدادی نے قوانین واصول روایت پر "کفایہ" اور آداب روایت میں "الجامع وآداب الشیخ والسامع" لکھی، اسی طرح موصوف نے تمام فنون حدیث پر الگ الگ مفید تالیفات کیں، پھر قاضی عیاض مالکی نے "الماع" لکھی وغیرہ، رحمہ اللہ کلہم اجمعین رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ ص ۱۱۸، ابن ماجہ اور علم حدیث)

۵۷- شیخ ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن طرخان استرآبادی حنفی م ۳۶۰ھ

ابوسعد ادریسی نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ایک جماعت محدثین نے آپ سے روایت حدیث کی ہے، فقہاء اہل رائے میں سے ثقہ فی الروایۃ تھے، ان کا قول تھا کہ قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے، آپ کے والد ماجد جعفر بن طرخان بھی کبار فقہاء اصحاب امام ابی حنیفہ میں تھے جو حافظ ابونعیم فضل بن دکین کے تلمیذ، ثقہ فی الحدیث اور صاحب تصانیف تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ)

۵۸- حافظ ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بلخی ھندوانی حنفیؒ م ۳۶۲ھ

بلخ کے مشہور محدث وفقیہ، زاہد وعابد اور حل معضلات ومشکلات کے لئے یکتائے زمانہ تھے، اپنے خاص تفوق وبرتری کی وجہ سے ابو حنیفہ صغیر کہے جاتے تھے۔

مدت تک بلخ وماوراء النہر میں درس حدیث دیا اور مسند افتاء کو زینت دی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۵۹- محدث ابوعمرو اسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن خالد سلمیٰ نیشاپوریؒ م ۳۶۵ھ

شیخ جنید اور ابوعثمان جیری وغیرہ کے صحبت یافتہ بزرگ تھے، حدیث میں آپ کی تالیف "جزء ابن نجید" ہے، آپ کے حسب ذیل ملفوظات قیمہ منقول ہیں (۱) سالک پر جو حال وارد ہو (گو وہ فی نفسہ برا نہ ہو) اگر وہ نتیجہ میں مفید علم نہ ہو تو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے (۲) مقام عبودیت اس وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک اپنے تمام افعال کو ریاء اور اقوال کو محض دعویٰ سمجھے (۳) جس شخص کو مخلوق کے سامنے اپنا زوال جاہ شاق نہ ہو اس کے لئے دنیا اور اہل دنیا کو ترک کر دینا آسان ہو جاتا ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۶۰- ابوالشیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصبہانیؒ م ۳۶۹ھ

مشہور محدث ہیں، آپ کی کتاب السنۃ اور کتاب طبقات المحدثین باصبحان اہل علم کے لئے قیمتی سرمایہ ہیں۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۴۴)

۶۱- الحافظ الامام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص بغدادی حنفی ولادت ۳۰۵ھ م ۳۷۰ھ

اصول، فقہ، حدیث وغیرہ میں مسلم استاد تھے، احادیث ابی داؤد، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق وطیالسی کے گویا حافظ تھے، ان میں سے جن احادیث کو بھی کسی موقع پر ذکر کرنا چاہتے بے تکلف ذکر کرتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے الفصول فی الاصول، شروح مختصر الطحاوی ومختصر الکرخی وجامع کبیر اور تفسیر احکام القرآن آپ کے بے نظیر فضل وتفوق پر شاہد ہیں اور معرفت رجال میں غیر معمولی امتیاز ادلہ خلاف ہیں، آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

حدیث میں حافظ عبدالباقی بن قانع وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں، احکام القرآن میں ان کے اقوال وروایات بہ کثرت نقل کرتے ہیں، دور دراز بلاد وممالک سے اہل علم آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے پہنچتے تھے، ابوعلی وابواحمد حاکم نے بھی آپ سے حدیث سنی ہیں، ابو بکر رازی اور جصاص دونوں نام سے زیادہ مشہور ہیں، خطیب نے لکھا کہ جصاص اپنے وقت کے امام اصحاب ابی حنیفہ تھے اور زہد میں مشہور تھے، عہدہ قضا بار بار پیش کیا گیا مگر اس کو قبول نہ کیا اور درس وتعلیم کے مشغلہ کو ترجیح دی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، فوائد وحدائق)

۶۲- شیخ ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس الاسماعیلی ولادت ۲۷۷ھ م ۳۷۱ھ

شہر جرجان میں اپنے وقت کے امام فقہ وحدیث تھے، آپ کی صحیح اسماعیلی متخرج بر صحیح بخاری مشہور ہے، اس کے علاوہ "مسند کبیر" اور ایک معجم بھی آپ کی ہے، بعض محدثین نے لکھا ہے کہ اسماعیلی کو درجۂ اجتہاد حاصل تھا اور ذہن وحافظہ بھی بے نظیر تھا، اس لئے بجائے بخاری کے تابع ہو کر صرف ان کی مرویات واسانید بیان کرنے کے زیادہ مناسب یہ تھا کہ سنن میں خود کوئی مستقل تالیف کرتے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۶۳- شیخ ابوبکر محمد بن فضل بن جعفر بن رجا بن زرعہ فضلی کماری بخاری حنفیؒ م ۳۷۱ھ

اپنے وقت کے امام کبیر، درایت وروایت میں معتمد تھے، کتب فتاویٰ آپ کے اقوال وفتاویٰ سے بھری ہوئی ہیں، آپ کو فتاویٰ لکھنے کی اجازت آپ کے مشائخ نے کم عمری ہی میں دے دی تھی جس پر فقیہ بلخ ہندوانی وغیرہ کو بھی اعتراض ہوا مگر جب وہ آپ سے ملنے آئے اور پوری پوری رات آپ کو مطالعۂ کتب میں مشغول دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ جب نیند آتی ہے تو وضو کر کے پھر مطالعہ شروع کر دیتے ہیں تو کہا کہ اس لڑکے کو فتویٰ لکھنے کی اجازت دینا کسی طرح بے جا نہیں ہے۔

صاحب کرامات بھی تھے جب مہمان آتے تو ان کے سامنے غیر موسم کے پھل پیش کرتے اور فرماتے کہ چالیس سال سے میں نے کوئی حرام چیز ہاتھ میں نہیں پکڑی اور نہ حرام کے راستہ پر چلا ہوں نہ کوئی حرام چیز کھائی ہے، لہٰذا جو شخص چاہے کہ ایسی کرامت پائے وہ میری طرح کرے۔

ملا علی قاری نے طبقات الحنفیہ میں ذکر کیا کہ آپ کے والد نے آپ سے اور آپ کے بھائی سے کہا تھا کہ اگر تم مبسوط کو یاد کر لو گے تو ایک ہزار اشرفی بطور انعام دوں گا، تو آپ نے اس کو حفظ کر لیا، والد ماجد نے مال تو آپ کے بھائی کو دیدیا اور آپ سے کہا کہ تمہیں مبسوط جیسی عظیم القدر کتاب کے حفظ کی نعمت ہی کافی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۶۴- امام ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی حنفی م ۳۷۳ھ

علماء بلخ میں سے امام کبیر، فقیہ جلیل اور محدث وحید العصر تھے، آپ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام وکیع امیر المومنین فی الحدیث، عبداللہ بن مبارک وغیرہ اکابر کی بھی سب کتابیں یاد تھیں، قاضی خان نے لکھا ہے کہ آپ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں، سفر میں ڈھیلے وغیرہ بھی اپنی مملوکہ زمین سے لے کر ساتھ رکھتے تھے کہ غیر مملوکہ زمین سے ڈھیلے لینے کی ضرورت نہ ہو، یہ پرہیز گاری کا اعلیٰ نمونہ تھا، وفات پر اہل سمرقند نے رنج وغم کے باعث ایک ماہ تو دکانیں بند رکھیں اور مزید ایک ماہ بند رکھنے کا ارادہ تھا، مگر حاکم وقت نے سمجھا کر کھلوا دیں، آپ کی تصانیف میں سے شرح جامع صغیر، تاسیس النظائر، مختلف الروایۃ، نوادر الفقہ، بستان العارفین اور تفسیر قرآن مجید مشہور ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۶۵- حافظ ابوحامد احمد بن حسین بن علی فقیہ مروزی (ابن طبری) حنفیؒ م ۳۷۶ھ

مشہور حافظ حدیث، مفسر، متورع، ماہر اصول وفروع اور واقف مذہب امام اعظم تھے، خطیب نے لکھا کہ علماء مجتہدین وفقہا متقنین

میں سے آپ جیسا کوئی حافظ حدیث اور ماہر آثار نہیں ہوا، روایت حدیث میں بڑے متقن و متثبت تھے، مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے اور کثرت سے تصنیفات کیں، آپ کی تاریخ بدیع مشہور و معروف ہے، برقانی نے آپ کو ثقہ کہا اور یہ بھی کہا کہ آپ کے بارے میں سواء خیر کے میں کچھ اور نہیں جانتا۔

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے بخارا میں حدیث کا املاء کرایا ہے اور معرفت حدیث میں مرجع العلماء تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ و حدائق حنفیہ)

۶۶- حافظ ابونصر احمد بن محمد کلابازی حنفیؒ م ۳۷۸ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ نے رجال بخاری پر کتاب تالیف کی، دارقطنی آپ کے علم و فہم کے مداح تھے، اپنے زمانہ میں تمام محدثین ماوراء النہر میں سے بڑے حافظ حدیث تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۶۷- حافظ ابوالحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بغدادی حنفیؒ م ۳۷۹ھ

مشہور حافظ حدیث مؤلف مسند امام اعظم ہیں، دارقطنی آپ کی جلالت قدر کے معترف تھے، خطیب نے اساتذہ و تلامذہ حدیث ذکر کئے اور کہا کہ آپ حافظ حدیث، صادق الروایۃ تھے، آپ سے دارقطنی، ابوحفص شاہین اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین نے روایت حدیث کی، نیز خطیب نے ابوبکر برقانی سے نقل کیا کہ دارقطنی نے حافظ محمد بن مظفر سے ایک ہزار حدیث اور ایک ہزار حدیث اور ایک ہزار حدیث لکھیں اور محمد ابن عمر اسماعیل قاضی سے نقل کیا کہ میں نے دارقطنی کو دیکھا کہ حافظ ابوالحسن محمد بن مظفر کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور غایت ادب سے آپ کی موجودگی میں کسی حدیث کی سند بھی نہیں بیان کرتے تھے، آپ سے اپنی کتابوں میں بہت سی روایات بھی لی ہیں۔

خطیب نے محدثین سے آپ کی توثیق بھی نقل کی اور یہ بھی کہ آپ پر علم حدیث کا علم و حفظ انتہاء کو پہنچا اور ہمیشہ شیوخ حدیث میں بلند مرتبت شمار ہوئے، آخر میں محدث خوارزمی جامع المسانید نے فرمایا کہ یہ مسند امام ہی آپ کے کمال علم حدیث، غیر معمولی حفظ و اتقان اور وسعت علم متون و طرق پر شاہد عدل ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید و تقدمہ نصب الرایہ)

۶۸- حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل بغدادی حنفیؒ م ۳۸۰ھ

مشہور حافظ حدیث، صاحب مسند امام اعظم ہیں، خطیب نے تاریخ میں آپ کے اساتذہ و تلامذۂ حدیث ذکر کئے ہیں، امام اعظمؒ کا مسند مذکور حروف معجم کی ترتیب پر تالیف کیا، عدول، ثقات، و اثبات میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ و جامع المسانید)

۶۹- امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی دارقطنیؒ (بغدادی) م ۳۸۵ھ

مشہور امام حدیث شافعی المذہب ہیں، حاکم، منذری، تمام رازی، ابونعیم اصفہانی وغیرہ کے شاگرد ہیں، فن معرفت علل حدیث و اسماء رجال میں بڑی شہرت پائی، مذاہب فقہاء سے بھی باخبر تھے، آپ کی تصانیف میں سے ایک کتاب الالزامات ہے جو مستدرک الصحیحین کی طرح ہے، اس میں آپ نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو شیخین کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کو ذکر کرنا چاہئے تھا، لیکن ان میں ذکر نہیں ہوئیں یہ کتاب مسانید کے طرز پر مرتب کی ہے، اس کے علاوہ آپ کی علل اور سنن بھی گراں قدر حدیثی تالیفات ہیں۔ وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان و رسالہ)

۷۰- حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی معروف ابن شاہینؒ م ۳۸۵ھ

مشہور حفاظ حدیث ہیں، آپ کی کتاب السنۃ مقبول و معروف ہے اس کے علاوہ دوسری تصانیف عجیبہ مفیدہ ہیں جن کی تعداد ۳۳۰ تک

بیان ہوئی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۳۴)

۷۱- شیخ ابوالحسن علی معروف بزازؒ م ۳۸۵ھ

آپ علی بن الضراء کے عمدہ محدثین میں سے ہیں استاد حدیث ہیں اور ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی کے شاگرد ہیں، آپ نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں جن میں سے "جزء فضائل اہل البیت" زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۷۲- حافظ ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی (الخطابیؒ) م ۳۸۸ھ

مشہور حافظ وفقیہ ہیں، ابن الاعرابی اور اسماعیل بن محمد سفار اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے علم حاصل کیا، حاکم وغیرہ آپ کے تلمیذ ہیں، زیادہ قیام نیشاپور میں رہا اور وہیں تصنیف وتالیف و مشغول رہ، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، معالم السنن، غریب الحدیث، شرح اسماء حسنیٰ، کتاب المعرفہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ بستان المحدثین)

۷۳- حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسحٰق بن محمد بن یحییٰ (بن مندہ) اصبہانیؒ م ۳۹۶ھ

مشہور حافظ حدیث جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے دور دراز بلاد وممالک کے سفروں سے شہرت پائی، آپ کی تصانیف مفیدہ بکثرت ہیں، ان میں سے ایک کتاب سنن پر بھی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۳۴)

۷۴- شیخ ابوالحسن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ ابن جمیعؒ متوفی ۴۰۲ھ

آپ نے ابوالعباس بن عقدہ، ابوعبداللہ المحاملی وغیرہ علماء سے حدیث حاصل کی اور حافظ عبدالغنی بن سعد، تمام رازی وغیرہ آپ کے شاگردوں میں ہیں، خطیب نے توثیق کی اور شام کے محدثین میں آپ کو سب سے زیادہ قوی السند بتلایا، آپ کی معجم مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۷۵- شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی حنفیؒ م ۴۰۳ھ

محدث ثقہ، فقیہ تبحر، جامع فروع واصول تھے، ملاعلی قاری نے علامہ ابن اثیر کی مختصر غریب الحدیث سے نقل کیا کہ آپ پانچویں صدی کے مجددین امت محمدیہ میں سے ہیں، آپ عوام وخواص میں معظم ومحترم تھے اور کسی کا ہدیہ وصلہ قبول نہ کرتے تھے، خطیب نے کہا کہ آپ سے ابوبکر برقانی نے ہمارے لئے تحدیث کی اور برقانی اکثر آپ کا ذکر خیر کرتے تھے، میں نے ایک دفعہ ان سے آپ کے مذہب فی الاصول کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے:

"ہمارا دین بوڑھی عورتوں کا سا دین ہے اور ہم کسی بات میں کلام کرنے کے لائق نہیں، کئی بار آپ کو حکومت کے عہدے پیش کئے گئے مگر آپ نے قبول نہیں کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۷۶- حافظ ابوالفضل السلیمانی احمد بن علی البیکندی حنفیؒ م ۴۰۴ھ

مشہور حافظ حدیث، شیخ ماوراء النہر ہیں، آپ سے محدث جعفر مستغفری خطیب نسف نے علم حاصل کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تقدمہ نصب الرایہ)

۷۷- حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی معروف حاکم نیشاپوری م ۴۰۵

مشہور محدث ہیں، آپ کے مستدرک اور معرفۃ علوم الحدیث زیادہ مشہور ومفید ہیں، دوسری بعض تصانیف یہ ہیں، تاریخ نیشاپور،

کتاب مزکی الاخبار، المدخل الی علم الصحیح، الاکلیل، آپ کی تصانیف ڈیڑھ ہزار جزو کے قریب پہنچتی ہیں، عہدۂ قضاء پر فائز تھے اس لئے ''حاکم'' نام پڑ گیا تھا، علامہ ذہبی نے تاریخ میں لکھا کہ '' آپ کی مستدرک میں بقدر نصف کے وہ احادیث ہیں جو شیخین یا کسی ایک کی شرط پر ہیں اور چوتھائی وہ ہیں کہ ان کی اسناد درست ہیں، اگرچہ شروط مذکور پر نہیں، باقی ایک ربع ضعیف و منکر بلکہ موضوع بھی ہیں، میں نے تلخیص میں اس پر مطلع کر دیا ہے''، اسی وجہ سے علماء حدیث نے لکھا ہے کہ حاکم کی مستدرک پر تلخیص ذہبی دیکھے بغیر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

کہا جاتا ہے کہ حاکم کے وقت میں چار شخص چوٹی کے محدث تھے، دار قطنی بغداد میں حاکم نیشاپور، ابو عبداللہ بن مندہ اصفہان میں اور عبدالغنی مصر میں، پھر محققین علماء نے یہ تشریح کی کہ دار قطنی کو معرفت علل حدیث میں حاکم کو فن تصنیف و حسن ترتیب میں ابن مندہ کو کثرت حدیث میں عبدالغنی کو معرفت اسباب میں تبحر حاصل تھا، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۷۸- حافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بخاری ''غنجار'' حنفیؒ م ۴۱۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ کی تاریخ بخاری بہت اہم تاریخی حدیثی خدمت ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۷۹- حافظ ابو القاسم تمام بن محمد ابی الحسین بن عبداللہ بن جعفر البجلی رازیؒ م ۴۱۴ھ

آپ معرفت رجال میں کامل مہارت رکھتے تھے، حدیث کی صحت و سقم بیان کرنے میں مشہور تھے، حفظ حدیث میں ضرب المثل تھے، آپ کی تصانیف میں ''فوائد تمام رازی'' زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۱/۸۰- شیخ ابو الحسین محمد بن احمد بن طیب بن جعفر واسطی کماری حنفیؒ م ۴۱۷ھ

مشہور فقیہ، عارف اور محدث عادل تھے، حدیث بکر بن احمد اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے حاصل کی، فقہ میں ابو بکر رازی (تلمیذ امام کرخی) کے شاگرد ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲/۸۰- حافظ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی ۴۱۸ھ مشہور محدث و محقق گزرے ہیں۔

۸۱- شیخ ابو علی حسین بن خضر بن محمد بن یوسف نسفی حنفیؒ م ۴۲۴ھ

محدث ثقہ اور فقیہ جید تھے، اپنے زمانہ کے مشہور جلیل القدر محدثین بخارا و بغداد و کوفہ و حرمین سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے بکثرت محدثین نے روایت کی، آخر میں آپ سے ابو الحسن علی بن محمد بخاری نے حدیث سنی اور روایت کی، مدت تک بغداد رہ کر تعلیم، تدریس و مناظرہ اہل باطل میں مشغول رہے، پھر بخارا کے قاضی ہوئے، آپ نے حدیث و فقہ میں مفید تصنیفات کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۸۲- حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب الخوارزمی (البرقانی) الشافعی م ۴۲۵ھ

حدیث میں آپ کی مستخرج علی الصحیحین ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۲۷)

۸۳- امام ابو الحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر معروف بہ قدوری حنفیؒ م ۴۲۸ھ

چوتھے طبقہ کے فقہاء کبار میں سے بڑے جلیل القدر فقیہ اور محدث وثقہ و صدوق تھے، فقہ و حدیث ابو عبداللہ محمد بن جرجانی (تلمیذ امام ابی بکر جصاص) سے حاصل کیا اور آپ کے تلامذہ میں خطیب بغدادی، قاضی القضاۃ ابو عبداللہ دامغانی وغیرہ ہیں، آپ کے علمی حدیثی مناظرے شیخ ابو حامد اسفرائنی فقیہ شافعی سے اکثر رہے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے مختصر مبارک (قدوری) بہت مقبول و متداول ہوئی، اس

کے علاوہ یہ ہیں: شرح مختصر الکرخی، تجرید (سات جلد جن میں اصحاب حنفیہ وشافعیہ کے مسائل خلاف پر بحث کی ہے)، تقریب ایک جلد، مسائل الخلاف بین اصحابنا ایک جلد (جس میں امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مابین فروعی اختلاف کا ذکر کیا ہے) وغیرہ ذٰلک۔

خطیب نے کہا کہ میں نے آپ سے حدیث لکھی آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے، اپنی غیر معمولی ذکاوت کی وجہ سے فقہ میں بڑا تفوق حاصل کیا، عراق میں ریاست مذہب حنفیہ آپ کی وجہ سے کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی، آپ کی تقریر وتحریر میں بڑی دل کشی تھی، ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے، سمعانی نے کہا کہ آپ فقیہ، صدوق تھے، مختصر تصنیف کی جو بہت مشہور ہے اور اس سے خدا نے لاتعداد اہل علم کو فائدہ پہنچایا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۸۴- حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق بن موسیٰ اصبہانی ولادت ۳۳۶ھ متوفی ۴۳۰ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، بڑے بڑے مشائخ سے سماع حدیث کیا اور ان میں سے جن سے کامل استفادہ کیا یہ ہیں: "طبرانی، ابوالشیخ، حافظ ابوبکر جعابی حنفی[۱] ابوعلی بن صواف، ابوبکر آجری، ابن خلاد نصیبی، فاروق بن عبدالکریم خطابی، خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے خصوصی شاگردوں میں ہیں، خطیب نے آپ سے پوری بخاری شریف تین مجالس میں پڑھی، آپ کی مشہور ومفید ترین بڑی تالیفات یہ ہیں، حلیۃ الاولیاء، معرفۃ الصحابہ، دلائل النبوۃ، المستخرج علی البخاری، المستخرج علی مسلم، تاریخ اصبہان، صفۃ الجنۃ، کتاب الطب، فضائل الصحابہ، کتاب المعتقد ان کے علاوہ چھوٹے رسائل وکتب بہت ہیں۔ (بستان المحدثین)

یہاں یہ امر بھی لائق ذکر ہے کہ ابونعیم اصفہانی باوجود اپنی جلالت قدر و خدمات عظیم المرتبت کے تعصب کی شان رکھتے تھے اور علماء نے اس وصف کی وجہ سے آپ کو دارقطنی، بیہقی اور خطیب کے ساتھ رکھا ہے، چنانچہ علامہ ابن جوزی نے منتظم میں لکھا کہ محدث اسماعیل بن ابی الفضل اصبہانی فرمایا کرتے تھے، تین حفاظ حدیث مجھ کو ان کے شدت تعصب اور قلت انصاف کی وجہ سے ناپسند ہیں، حاکم ابوعبداللہ، ابونعیم اصفہانی اور ابوبکر خطیب اور اسماعیل نے سچ کہا وہ واقعی اہل معرفت سے تھے۔

حافظ ابن عبدالہادی نے تنقیح التحقیق میں کہا ہے کہ ہمارے مشائخ کا بیان ہے کہ جب دارقطنی مصر آئے اور لوگوں نے جہر بسم اللہ کے بارے میں تصنیف کی درخواست کی تھی آپ نے ایک جزء لکھا، پھر بعض مالکیہ نے آپ کو حلف دیا تو اعتراف کیا کہ جہر بسم اللہ میں کوئی حدیث نہیں ہے البتہ صحابہ سے دونوں طرح کے اقوال ثابت ہیں۔ (نصب الرایہ)

اسی لئے ابن جوزی کا یہ قول بھی حافظ عینی نے شرح ہدایہ میں نقل کیا کہ دارقطنی جب کسی کے طعن میں منفرد ہوں تو ان کا طعن غیر مقبول ہوگا، کیونکہ ان کا تعصب سب کو معلوم ہے، امام بیہقی نے جو کچھ امام طحاوی پر تعصب و ناانصافی سے کلام کیا ہے اس پر علامہ قرشی نے جواہر مضیئہ میں ضروری تبصرہ کر دیا ہے اور جوہر نقی ان کا کامل ومکمل جواب ہے۔

نیز علامہ زبیدی نے عقود الجواہر الحنفیہ میں لکھا کہ جو شخص "سنن بیہقی" کا مطالعہ کرے گا وہ امام بیہقی کے تعصبات سے حیرت زدہ رہ جائے گا، حافظ ذہبی شافعی نے اپنے رسالہ "الرواۃ الثقات المتکلم فیہم بمالا یوجب ردہم" میں لکھا کہ ابوبکر خطیب، ابونعیم اصفہانی اور دوسرے بعض متاخرین علماء کا بڑا گناہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی تالیفات میں بعض احادیث موضوعہ تک نقل کر دی ہیں جو سنن

---

[۱] یہ حافظ جعابی محمد عمر بن محمد سالم حنفی (م ۳۵۵ھ) علل حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گزرے ہیں، جن کو چار لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، دارقطنی نے ان سے بڑا استفادہ کیا ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بھی آپ کو دارقطنی کے بڑے اساتذہ میں ذکر کیا ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، حافظ جعابی امام حارثی بخاری (جامع مسند امام اعظمؒ) کے تلمیذ حدیث ہیں جو مشاہیر آئمہ احناف میں سے ہیں، حافظ ابن مندہ اور حافظ ابن عقدہ وغیرہ کبار حفاظ ومحدثین بھی امام حارثی کے تلامذۂ حدیث ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ورضی عنا عنہم اجمعین۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث) ص ۲۳ وص ۱۱۷)

بدئی پر بڑا ظلم ہے، خدا ہمیں اوران کو معاف کردے۔

علامہ محمد معین سندھی نے دراسات اللبیب میں لکھا کہ یہ دار قطنی ہیں جنہوں نے امام الآئمہ ابوحنیفہؒ پر طعن کردیا ہے اوران کی وجہ سے ان کے مذہب کے موافق احادیث کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے، ایسے ہی خطیب بھی حد سے بڑھ گئے، لیکن ان دونوں یا ان کے طریقہ پر چلنے والوں کو کون اہمیت دیتا ہے، جب کہ امام صاحب کی جلالت قدر اور توثیق پر اتفاق واجماع ہو چکا ہے اور آپ کی منقبت عظیمہ سے کون انکار کرسکتا ہے جس سے آپ نے بحواحدیث صحیح ثریا تک کا علم حاصل کرلیا ہے۔

نیز خطیب کے ہی ہم مشرف علامہ ذہبیؒ کی طرح شافعی المذہب حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی نے عقود الجمان میں لکھا کہ ''تم خطیب کی ان باتوں سے جوانہوں نے امام ابوحنیفہ کی شان رفیع کے خلاف نقل کردی ہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا، کیونکہ خطیب نے اگرچہ مادحین امام اعظم کے اقوال بھی نقل کئے ہیں مگر اس کے بعد وہ امور نقل کئے جس نے ان کی کتاب کا مرتبہ بھی گرادیا اور بڑا عیب اس کو لگ گیا جس کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا ان کو ہدف وملامت بنانے پر مجبور ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ خطیب نے وہ گندگی ڈالی ہے جس کو بہت سے دریا مل کر بھی نہیں بہا سکتے۔

علامہ جمال الدین مقدسی حنبلی م ۹۰۹ھ نے تنویر الصحیفہ میں لکھا کہ ''امام ابوحنیفہ سے تعصب رکھنے والوں میں سے دار قطنی کے علاوہ ابونعیم بھی ہیں کہ انہوں نے حلیۃ الاولیاء میں امام صاحب کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ امام صاحب سے بہت کم درجہ کا علم وزہد رکھنے والوں کا ذکر کیا ہے، ان تمام ناگفتنی امور کے ساتھ یہ بھی اعتراف کرنا ہے کہ باوجود اس کے بھی حافظ ابونعیم نے امام صاحب کی احادیث مرویہ کو اہمیت دی ہے اور آپ کی روایت سے ایک مسند بھی تالیف کیا۔

اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سنن میں امام صاحب کی مرویہ احادیث سے احتجاج کیا ہے، مستدرک میں حاکم نے بھی آپ کی احادیث سے استشہاد کیا ہے اور آپ کو آئمہ اسلام میں داخل کیا ہے اور معرفۃ علوم حدیث میں تو امام صاحب کو ان آئمہ ثقات میں شمار کیا ہے جو تابعین و اتباع تابعین میں سے مشہور ہوئے اور جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی رہی ہیں اوران سے نیز ان کے ذکر مبارک سے مشرق ومغرب کے لوگ برکت حاصل کرتے رہے ہیں۔ (ماتمس الیہ الحاجۃ)

۸۵- حافظ ابوالعباس جعفر بن محمد نسفی مستغفری حنفیؒ م ۴۳۲ھ

کبار حفاظ حدیث میں سے نسف کے خطیب، جید فقیہ، محدث مکثر وصدوق تھے، تمام علاقہ ماوراء النہر میں آپ کا مثل نہیں تھا، حافظ غنجار قاضی ابوعلی حسین نسفی، زاہد بن احمد سرخسی وغیرہ سے علم حاصل کیا، آپ سے ابومنصور سمعانی وغیرہ نے روایت حدیث کی، آپ کی بہت سی مفید تصانیف ہیں، حدیث میں ''جموع'' اور ''معرفۃ الصحابہ'' زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ، جواہر مضیئہ وحدائق)

۸۶- شیخ ابوعبداللہ حسین بن علی بن محمد بن جعفر صیمری حنفی ولادت ۳۵۱ھ متوفی ۴۳۶ھ

مشہور فقیہ جلیل اور محدث صدوق تھے، فقہ ابوبکر محمد خوارزمی سے، حدیث ابوالحسن دار قطنی اور ابوبکر محمد بن احمد جرجانی وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین دامغانی وغیرہ نے فقہ میں تخصص حاصل کیا اور خطیب بغدادی وغیرہ نے حدیث روایت کی، آپ نے امام اعظم اور اصحاب امام کے مناقب میں نہایت اہم جلیل القدر تصنیف کی، مدت تک مدائن وغیرہ میں عہدۂ قضا پر متمکن رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۸۷- شیخ ابوجعفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن محمود سمنانی حنفی ولادت ۳۶۱ھ م ۴۴۴ھ

محدث وفقیہ، ثقہ، صدوق تھے، حنفی المذہب، اشعری الاعتقاد تھے، حدیث میں نصر بن احمد بن خلیل اور دار قطنی وغیرہ کے شاگرد ہیں اور

خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے، صاحب تصانیف مفیدہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۸۸-حافظ ابوسعد السمان اسماعیل بن علی بن زنجویہ رازی حنفیؒ م ۴۴۵ھ

علم حدیث، معرفت رجال وفقہ حنفی کے امام تھے، معرفت خلاف بین الائمۃ المتبوعین کے بڑے بصیر تھے، آپ سے شیوخ زمانہ میں سے تین ہزار شیوخ نے تلمذ کیا، بڑے متقی وزاہد تھے، ۴۷ سال میں کبھی کسی دوسرے کا کھانا نہیں کھایا، نہ ان پر کسی کو کوئی احسان کرنے کی ضرورت پیش آئی، نہ حالت اقامت میں نہ سفر میں، فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حدیث رسول ﷺ نہیں لکھی، اس کو صحیح معنی میں حلاوت اسلام نہیں ملی، بہت سی تصانیف کیں، تمام اوقات درس وتعلیم، ارشاد وہدایت نماز وتلاوت قرآن مجید پر صرف فرماتے تھے، ہمیشہ تجرد میں بسر کی، وفات کے وقت اس طرح متبسم وخوش تھے جیسے کوئی سفر سے گھر لوٹ کر ہوتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وجواہر مضیئہ)

۸۹-شیخ خلیل بن عبداللہ بن احمد (ابویعلی) قزوینیؒ م ۴۴۶ھ

علل حدیث اور رجال کے بہت بڑے عالم تھے، علی بن احمد بن صالح قزوینی، ابوحفظ کتانی، حاکم اور اس طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے سماع وحدیث روایت کی، آپ کی کتاب "ارشاد فی معرفۃ المحدثین" راویوں کے حالات میں نہایت عمدہ کتاب ہے، لیکن اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ اس میں اوہام بھی ہیں جب تک دوسری کتابوں کی شہادت نہ مل جائے اس پر کلی اعتماد نہ چاہئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۹۰-شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری حنفیؒ م ۴۴۸ھ

بخارا کے سادات عظام سے تھے جو سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں ۳۹۵ھ میں لاہور آکر ساکن ہوئے، علوم تفسیر، فقہ وحدیث کے امام اور علوم باطنی کے پیشوائے کامل تھے، واعظان اہل اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی کا لاہور میں ورود ہوا اور آپ کے ارشادات وہدایت سے ہزاروں لوگ مشرف بہ سلام ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۹۱-شیخ الائمہ شیخ عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح حلوائی بخاری حنفیؒ م ۴۴۸ھ

اپنے زمانہ کے امام کبیر، فاضل بے نظیر، فقیہ کامل ومحدث ثقہ تھے، مجتہدین فی المسائل میں آپ کا شمار ہے، حافظ محمد بن احمد غنجار ابواسحٰق رازی وغیرہ سے حاصل کی، امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار کو ابوبکر محمد بن عمر بن حمدان سے روایت کیا اور آپ سے شمس الائمہ سرخسی اور فخر السلام بزدوی وغیرہ نے فقہ وحدیث حاصل کی، آپ کی تصانیف میں سے مبسوط اور کتاب النوادر زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ وحدائق حنفیہ)

۹۲-شیخ ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم الصابونیؒ م ۴۴۹ھ

ابوسعید عبداللہ بن محمد رازی، ابوطاہر ابن خزیمہ، عبدالرحمٰن بن ابی شریح اور اس طبقہ کے دوسرے علماء ومحدثین سے علم حاصل کیا، عبدالعزیز کتانی اور ابوبکر بیہقی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، بیہقی آپ کو امام المسلمین اور شیخ الاسلام کہتے تھے، ستر سال تک برابر وعظ ونصیحت میں مشغول رہے، نیشاپور کی جامع مسجد میں بیس سال تک امامت وخطابت آپ ہی کے سپرد رہی، آپ کی تصانیف میں سے "کتاب المائتین" مشہور ہے، اس میں دوسو احادیث، دوسو حکایات اور دوسو قطعات اشعار کے ہیں جو ہر حدیث کے مضمون کے مناسب لائے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان)

۹۳-حافظ ابومحمد عبدالعزیز بن محمد بن محمد بن عاصم نسفی حنفیؒ م ۴۵۶ھ

حافظ حدیث، محدث ثقہ، فقیہ متقن تھے، سلفی نے کہا کہ میں نے آپ کی بابت مؤتمن ساجی سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ آپ مثل ابی

بکر خطیب و محمد بن علی صہوی کے حافظ حدیث، جید الفہم، مرضی الخصائل تھے، ابن مندہ نے کہا کہ آپ حفظ و اتقان میں یگانۂ روزگار تھے، اور میں نے اپنے زمانہ میں آپ جیسا سریع الکتابۃ، سریع القرأۃ اور دقیق الخط نہیں دیکھا، مدت تک حافظ جعفر مستغفری کی صحبت میں رہ کر بہ کثرت سماع حدیث واخذ روایت کیا اور بغداد جا کر محمد بن محمد بن غیلان سے بھی استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

۹۴- شیخ ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن برہان الدین عکبری حنفیؒ م ۴۵۶ھ

محدث، فقیہ، متکلم، نحوی، لغوی، مورخ وادیب فاضل تھے، چنانچہ پہلے حنبلی تھے، پھر حنفی ہوئے، اپنے زمانہ کے اجلۂ محدثین وفقہا سے علم حاصل کیا، امام صاحب کے مذہب سے مدافعت میں بہت جری وقوی تھے، ان کے دلائل کی قوت مسلم تھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق وغیرہ)

۹۵- حافظ ابومحمد علی بن احمد بن حزم اندلسی ولادت ۳۸۴ھ م ۴۵۷ھ

آپ فارسی النسل تھے، قرطبہ میں ولادت ہوئی، حفظ وذکاوت اور وسعت مطالعہ میں بڑی شہرت پائی، پہلے شافعیؒ تھے پھر داؤد ظاہری کا مسلک اختیار کر لیا تھا، قیاس سے منکر تھے، مختلف زبانوں میں مہارت تھی، علوم اسلامیہ کے علاوہ بلاغت وشاعری میں بھی تمام اہل اندلس پر فائق تھے، آپ کی تصانیف میں سے المحلی والمجلی، کتاب الاحکام اور الفصل فی الملل والنحل زیادہ مشہور ومتداول ہیں، آپ کی جلالت قدر بے شبہ ہے، مگر چند کمزوریاں بھی آپ کی ایسی ہیں جو نظر انداز نہیں ہوسکتیں، مثلاً اپنی رائے پر انتہائی جمود، اپنے مخالف کی نہایت سخت الفاظ میں تجہیل وتحمیق، حتیٰ کہ آئمہ متبوعین اور اکابر محدثین بھی آپ کے نازیبا کلمات اور غیر موزوں تنقید سے نہ بچ سکے، اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ حجاج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان یکساں تھی، اس کی وجہ خود انہوں نے ''مداواۃ النفوس'' میں یہ لکھی ہے کہ ''میری تلی بڑھ گئی تھی اس لئے میرے مزاج میں اس قدر تغیر پیدا ہو گیا کہ مجھے خود اس پر تعجب ہے۔

مقدمہ ابن اصلاح کی تلخیص میں حافظ ذہبی نے اور امام ترمذی کے تذکرہ میں حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''ابن حزم'' اپنی علمی وسعت کے ساتھ امام ترمذی اور آپ کی تصنیف سے ناواقف تھے۔ (تذکرہ وتہذیب)

ابن حزم آئمہ احناف اور مذہب حنفی سے بہت زیادہ تعصب برتتے ہیں، کافی درازلسانی بھی کی ہے اور ناانصافیاں کی ہیں، ہمارے حضرت شاہ صاحب نے ایک روز درس بخاری شریف میں فرمایا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو ایک سعی پیدل کی اور دوسری سوار ہو کر، اس سے احناف نے استدلال کیا کہ آپ قارن تھے، اس حدیث پر ابن حزم گزرے تو توجیہ کی ایک ہی سعی کے کہ کچھ شوط پیدل کئے تھے اور کچھ سوار ہو کر، میں نے اس توجیہ کی دھجیاں بکھیر دیں ہیں اور صریح احادیث سے ثابت کیا ہے کہ پیدل اور سوار دو سعی مستقل الگ الگ ہوئی ہیں، پھر فرمایا کہ ابن حزم بنئے کی لٹیا کی طرح حق وباطل پر احتمال کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

حضرت العلام مولانا مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، امام محمد کی کتاب الحج پر تعلیقات لکھ رہے ہیں جو ان شاء اللہ ادارہ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوگی، ان تعلیقات میں آپ کے سامنے محلی ابن حزم بھی ہے اور ان کی دراز دستیوں کا بوجہ احسن دفاع کیا ہے۔ نفعنا اللہ بعلومہ۔

حافظ ابن حزم نے شرح معانی الآثار طحاوی کو ابوداؤد ونسائی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر النبلاء، ذہبی)

۹۶- حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقیؒ ولادت ۳۸۴ھ متوفی ۴۵۸ھ

مشہور جلیل القدر محدث تھے، بڑی بڑی گرانقدر تصانیف کیں، ان میں سے زیادہ اہم ونافع کتابیں یہ ہیں: ''سنن کبریٰ'' (۱۰ جلد)

معرفۃ السنن والآثار (۴ جلد) کتاب الاسماء والصفات (۲ جلد) دلائل النبوۃ (۳ جلد) کتاب الخلافیات ۲ جلد، مناقب الشافعی، کتاب الدعوات الکبیر، کتاب الزہد، کتاب البعث والنشور، الترغیب والترہیب، اربعین کبریٰ، اربعین صغریٰ، کتاب السراء یہ سب ایک جلد کی ہیں۔

امام الحرمین شافعی کا قول ہے کہ دنیا میں سواء بیہقی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی پر نہیں، کیونکہ بیہقی نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذہب کی تائید وتقویت کی ہے اور اسی وجہ سے ان کے مذہب کا رواج زیادہ ہوا، امام شافعی کے فقہ اور فن حدیث وعلل میں پوری مہارت رکھتے تھے، باوجود اس علمی تبحر کے امام بیہقی کے پاس جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ موجود نہ تھیں اور حدیث کی ان تینوں بلند پایہ کتابوں کی احادیث پر آپ کو کماینبغی اطلاع نہ تھی۔ (بستان المحدثین)

حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک مقام پر حافظ نے فتح الباری میں بیہقی کے حوالے دیئے ہیں جو حنفیہ کے خلاف ہیں، میں نے تقریباً ۲۱ سال ہوئے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں سنن بیہقی قلمی دیکھی تھی جواب بھی موجود ہے اس میں حنفیہ کے موافق پایا تھا، بیہقی اب طبع بھی ہوگئی ہے، لیکن اس میں حافظ کے موافق درج ہے، میرا خیال ہے کہ وہ نسخہ بھی غلط ہی ہوگا جو حافظ کے پیش نظر تھا اور اسی لئے حافظ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں نے اب اس امر کے قرائن بھی لکھنے شروع کئے ہیں کہ قلمی نسخہ مذکورہ صحیح ہے۔ (یہ ملفوظ مبارک ۳۱ھ کا ہے)

حضرت شاہ صاحبؒ کا ریمارک مذکور نہایت اہم ہے افسوس ہے کہ حضرتؒ کی وہ یادداشت ہمیں ابھی تک نہیں مل سکیں جس میں وہ قرائن تحریر فرمائے تھے، ضرورت ہے کہ فتح الباری سے مقام مذکور متعین کر کے ان مواقع میں سنن بیہقی کے دونوں مطبوعہ وقلمی نسخوں کا مقابلہ کیا جائے، پھر قلمی نسخہ کی صحت کے قرائن کا کھوج لگایا جائے، ممکن ہے کچھ کامیابی ہوجائے ورنہ حضرتؒ کا سا تبحر، وسعت مطالعہ اور بالغ نظری اب کہاں؟ خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

حضرتؒ کی علمی ریسرچ اور دوررس تحقیقات وتدقیقات کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، انوارالباری میں ایسی بہت سی چیزیں پیش ہوں گی، ان شاءاللہ تعالیٰ وبیدہ التوفیق۔

امام بیہقی نے بھی مسائل خلاف میں شوافع کی تائید میں حنفیہ کے خلاف بہت تعصب سے کام لیا ہے "الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی" کی دو جلدوں میں ابن ترکمانی حنفی نے امام بیہقی کا لاجواب رد لکھا ہے، جو ہر حنفی عالم کو مطالعہ کرنا چاہئے، تمام جوابات محدثانہ محققانہ ہیں، یہ کتاب سنن بیہقی کے ساتھ بھی طبع ہوئی ہے اور الگ بھی دو جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

۹۷- شیخ حسین بن علی بن محمد بن علی دامغانی حنفی، متوفی ۴۶۱ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، حدیث ابوالغنائم زینبی وغیرہ سے پڑھی اور آپ سے قاضی ابوالمحاسن عمر بن علی قرشی نے روایت کی اور اپنے معجم شیوخ میں بھی آپ کی حدیث ذکر کی۔ (جواہر مضیئہ)

۹۸- شیخ ابوالحسن علی بن حسین سندی حنفیؒ (م ۴۶۱ھ)

محدث جلیل وفقیہ نبیل تھے، فقہ شمس الآئمہ سرخسی سے اور حدیث ایک جماعت محدثین سے حاصل کی، بخارا میں افتا اور قضاء کی خدمات مدت تک انجام دیں، فتاویٰ قاضی خان وغیرہ مشہور کتاب فتاویٰ میں آپ کے اقوال نقل ہوئے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے فتاویٰ میں "نتف" اور شرح جامع کبیر مشہور ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۹۹- حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد عبدالبر بن عاصم نمری قرطبی مالکیؒ ولادت ۳۶۸ھ متوفی ۴۶۳ھ

مشہور جلیل القدر عالم وفاضل تھے، خطیب کے معاصر ہیں مگر ان سے پہلے طلب حدیث میں مشغول ہوئے اور بڑا مرتبہ پایا، حفظ و

اتقان میں لاثانی تھے، آپ کی کتاب ''التمہید'' نادرۂ روزگار نہایت جلیل القدر علمی تصنیف ہے جس کی پندرہ جلدیں ہیں، محققین علماء کا فیصلہ ہے کہ آپ کا علمی پایہ خطیب بیہقی اور ابن حزم سے کہیں زیادہ بلند تھا، صدق، دیانت، حسن، اعتقاد، اتباع سنت ونزاہت لسان کے اعتبار سے زمرۂ علماء میں آپ کا خاص امتیاز ہے۔

علامہ ابن حزم کے برعکس آپ پہلے اصحاب ظواہر سے تھے، پھر تقلید اختیار کی اور مالکی ہوئے اور فقہ شافعی کی طرف بھی میلان تھا، امام اعظمؒ اور اصحاب امام کے بھی بڑے مداحین میں سے ہیں اور ان کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے۔

آپ کی کتاب ''الاستذکار'' موطأ کی بہترین شروح میں سے ہے، یہ بھی بخط حنفی بقدر ۱۵ جلد کے ہے، ان کے علاوہ دوسری مشہور ومقبول کتب یہ ہیں: جامع بیان العلم وفضلہ ۲ جلد، الدرر فی اختصار المغازی والسیر، العقل والعقلاء ماجاء فی اوصافہم، جمہرۃ الانساب، بہجۃ المجالس، الانتقاف فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہا، امام اعظم، امام مالک وامام شافعی کے مناقب میں بلند پایہ تصنیف ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان)

۱۰۰- حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی (خطیب بغدادی) شافعیؒ م ۴۶۳ھ

گیارہ سال کی عمر سے طلب علم اور سماع حدیث کا سلسلہ شروع کیا اور دور دراز بلاد وممالک کا سفر کر کے علم وفضل میں امتیاز حاصل کیا حافظ ابونعیم اصبہانی، ابوالحسن بن بشران وغیرہ سے استفادہ کیا، مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کو ستی کریمہ (بنت احمد المروزیہ راویۂ بخاری) سے پانچ یوم میں ختم کیا اور شیخ اسماعیل بن احمد الضریر الحیری نیشاپوری سے تین مجلس (سہ روز) میں بخاری ختم کی۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: جامع آداب الراوی والسامع، تاریخ بغداد، الکفایہ فی آداب الروایہ، اشرف اصحاب الحدیث، السابق واللاحق، المتفق والمفترق، المؤتلف ومختلف، ان کے علاوہ اور بہت ہیں۔ (بستان المحدثین)

تاریخ بغداد میں امام اعظمؒ، امام احمدؒ اور دوسرے اکابر وائمہ واہل علم کے خلاف جو کچھ اپنے جبلی تعصب کی وجہ سے لکھ گئے ہیں، اس کو سنجیدہ طبقہ میں کسی وقت بھی پسند نہیں کیا گیا اور اس کے رد وجوابات بھی لکھے گئے، تانیب الخطیب، السہم المصیب وغیرہ کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں اور ان کے تعصب پر بھی کچھ لکھا ہے جو غالباً کافی ہے، اس سے قطع نظر آپ کی حدیثی، فقہی وتاریخی خدمات اور مفید تصنیفات ساری امت کی طرف سے مستحق ہزار قدر ولائق صد تحسین ہیں۔

۱۰۱- شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد قشیری نیشاپوریؒ (م ۴۶۵ھ)

بڑے عالم ومحدث ہیں، زہد وتصوف میں زیادہ شہرت ہوئی، اپنے زمانہ کے بڑے بڑے محدثین سے سماع حدیث کیا، خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: رسالہ قشیریہ، لطائف الاشارات، کتاب الجواہر، المنتہی فی نکت اولی النہی، ایک طویل تفسیر بھی ہے جو بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۱۰۲- شیخ علی مخدوم جلابی غزنوی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری حنفیؒ (م ۴۶۵ھ)

آپ جامع علوم ظاہری وباطنی مشہور شیخ طریقت تھے، ''کشف المحجوب'' آپ کی بے نظیر مشہور ومقبول عالم کتاب ہے، بڑے بڑے مشائخ مثلاً شیخ ابوالقاسم گورگانی، ابوسعید ابوالخیر ابوالقاسم قشیری محدث وغیرہ آپ کے شیوخ واساتذہ میں ہیں، اپنے مشائخ کے ارشاد پر غزنی سے لاہور آ کر امامت کی دن کو درس علوم دینیہ اور شب کو تلقین ذکر کا مشغلہ تھا، ہزار ہا علماء واولیاء نے استفادہ کیا۔

آپ نے کشف المحجوب میں امام اعظم کی نسبت لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ملک شام میں حضرت بلالؓ کی قبر کے سرہانے سویا ہوا تھا کہ

اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا، اتنے میں فخر موجودات سرور دو عالم ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے اور آپ نے ایک بوڑھے شخص کو بچوں کی طرح گود میں لیا ہے اور نہایت شفقت فرما رہے ہیں، میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ یہ پیر روشن بخت کون ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ امام ابوحنیفہ ہیں جو مسلمانان اہل سنت کے امام ہیں"۔ لاہور میں آپ کے مزار مبارک پر شب و روز میلہ کی طرح اجتماع عوام و خواص رہتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۳- شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین بن عبدالملک بن عبدالوہاب دامغانی حنفیؒ (م ۴۷۸ھ)

اپنے زمانہ کے فقیہ کامل اور محدث ثقہ تھے، آپ نے علامہ صیمری (تلمیذ خوارزمی تلمیذ جصاص) اور محدث محمد بن علی صوری وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، قاضی ابن ماکولا کے بعد بغداد کے ۳۰ سال تک قاضی رہے اور قاضی القضاۃ مشہور ہوئے، آپ کو دینی و دنیوی حشمت و جاہت میں امام ابو یوسف سے مشابہ سمجھا جاتا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۰۴- امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف ضیاء الدین نیشاپوری شافعیؒ

ولادت ۴۱۹ھ متوفی ۴۷۸ھ

مشہور محدث و فقیہ، رئیس الشافعیہ گزرے ہیں، بڑے مناظر و متکلم، بلند پایہ خطیب و واعظ تھے، آپ آئمہ حنفیہ اور مذہب حنفیہ سے بہت تعصب رکھتے تھے اور تاریخی و فقہی لحاظ سے بہت سی باتیں ان کی طرف غلط بھی منسوب کردی ہیں، جن میں سے بعض باتوں کا ذکر ضمناً پہلے ہو چکا ہے، آپ کی تصانیف مشہورہ یہ ہیں، ارشاد (مسائل کلام میں) طبع ہو چکی ہے، النہایہ، رسالہ نظامیہ، البرہان (اصول فقہ میں) مغیث الخلق فی اتباع الحق (طبع ہو چکی ہے) اس آخری کتاب میں فقہ شافعی کو فقہ حنفی پر ترجیح دی ہے اور فقہ حنفی اور آئمہ احناف کے خلاف ناموزوں الزامات عائد کئے ہیں، اس کے جواب میں علامہ کوثریؒ نے رسالہ "احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق" لکھا جو نہایت تحقیقی و علمی رد ہے، امام الحرمین کے ایک ایک قول کو ذکر کرکے اس کا رد کیا ہے اور علامہ سبط ابن الجوزی حنفی (م ۶۵۴ھ) نے "الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" لکھا جس میں وجوہ دلائل ترجیح مذہب حنفی تحریر کئے ہیں اور کتاب مذکور کے آٹھویں باب میں ۴۷ مسائل مہمہ وہ لکھے ہیں جن میں امام اعظمؒ نے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کا اتباع کیا ہے اور دوسرے آئمہ امام شافعی وغیرہ نے ان پر عمل نہیں کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۵- امام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بزدوی حنفیؒ (م ۴۸۶ھ)

فروع و اصول میں اپنے زمانہ کے امام آئمہ، شیخ حنفیہ، مرجع العلماء تھے، فقیہ کامل، محدث ثقہ اور حفظ مذہب میں ضرب المثل تھے، آپ کی مشہور و مقبول تصانیف میں سے یہ ہیں: مبسوط (۱۱ جلد) شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر اصول فقہ میں نہایت معتمد و معتبر بڑی کتاب، اصول بزدوی تفسیر قرآن مجید (۱۲۰ جز و کہ ہر جز و قرآن مجید کے حجم کے برابر ہے) غناء الفقہ، کتاب الامالی (حدیث میں) عرصہ تک سمرقند میں تدریس و قضاء کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کے زمانہ میں ایک تبحر عالم شافعی المذہب آئے جو ہمیشہ مناظرے میں غالب آتے تھے اور ان کی وجہ سے بہت سے حنفی مذہب شافعی اختیار کر چکے تھے، آپ سے مناظرہ کے لئے کہا گیا مگر آپ مناظرہ کو ناپسند کرتے تھے، اولاً انکار کیا پھر لوگوں کے شدید اصرار پر خود ان عالم کے پاس تشریف لے گئے، عالم مذکور نے امام شافعیؒ کے مناقب شمار کئے اور کہا کہ ہمارے امام کا حافظہ اس قدر تھا کہ ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے، آپ نے فرمایا یہ تو آسان کام ہے، کیونکہ قرآن مجید بتمام و کمال علم ہے اور اس کو یاد کر لینا اہل علم کے

لئے مناسب ہے، تم سرکاری دفتر کا حساب وکتاب لاؤ اور دو سال کے آمد وخرچ کی سب تفصیل پڑھ کر مجھے سناؤ، لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ نے دفتر مذکور کو شاہی مہر لگوا کر ایک مقفل مکان میں محفوظ کرا دیا اور حج کے لئے تشریف لے گئے، چھ ماہ کے بعد واپس ہوئے اور ایک بڑی مجلس میں دفتر مذکور منگوا کر شافعیؒ عالم مذکور کے ہاتھ میں دیا، پھر آپ نے تمام دفتر کی چیزیں اپنی یاد سے سنا دیں جس میں ایک چیز بھی غلط نہ ہوئی (اس سے وہ عالم سخت شرمندہ ہوئے اور دوسرے لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۶- شیخ ابوالحسین قاضی القضاۃ محمد بن عبداللہ ناصحی نیشاپوری حنفیؒ (م ۴۸۴ھ)

اپنے وقت کے مشہور محدث وفقیہ، مناظر ومتکلم، طبیب اور عالم مذاہب فقیہ تھے، حدیث ابوسعید صیرفی وغیرہ محدثین کبار سے حاصل کی، بغداد اور خراسان میں مدت تک درس حدیث دیا، مدرسہ سلطانیہ کے شیخ الحدیث اور نیشاپور کی قضاء کے عہدہ پر فائز رہے، آپ ایسے فقیہ النفس جید الفہم، واسع المطالعہ تھے کہ امام الحرمین ابوالمعالی جوینی شافعی کے ساتھ مسائل خلاف میں بحث کرتے تو امام موصوف آپ کے حسن ایراد اور قوت فہم کی تعریف پر مجبور ہوتے تھے، محمد بن عبدالواحد دقاق اور عبدالوہاب بن النماطی وغیرہ آپ کے تلامذۂ حدیث میں ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۷- شیخ ابوالحسن علی بن الحسن بن علی صندلی نیشاپوری حنفی (م ۴۸۴ھ)

مشہور محدث، فقیہ ومناظر تھے، آپ نے حسین بن علی صیمری (تلمیذ خوارزمی، تلمیذ جصاص) سے علوم حاصل کئے، بڑے متبع سنت اور معتزلہ کے مقابلہ میں کامیاب مناظر تھے، نیشاپور میں درس علوم دیا، شیخ ابومحمد جوینی شافعی اور امام ابوالمعالی جوینی شافعی سے بھی مسائل خلاف میں معرکہ آرائیاں رہی ہیں۔

ایک مرتبہ شیخ ابوالمعالی نے مشہور کیا کہ نکاح بغیر ولی کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان اختلاف ہے، کیونکہ حدیث میں نکاح بغیر ولی کو باطل کہا ہے اور امام ابوحنیفہ نے صحیح کہا، شیخ صندلی کو خبر ہوئی تو افسوس کیا کہ ایسا مغالطہ دیا گیا، چنانچہ پھر کسی نے آپ سے ذبح بغیر تسمیہ کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف پیش آ گیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں تو لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وارد ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں کھا لیا جائے۔ (الجواہر المضیئہ)

اس قسم کے لطائف وظرائف بھی چلتے تھے اور علماء احناف جواب ودفاع کے طور پر بھی کچھ کہہ دیتے تھے، ورنہ درحقیقت تحقیق ودلائل کا میدان دوسرا تھا، تحقیق ودیانت کی رو سے نہ امام اعظم کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے کسی حدیث صحیح غیر منسوخ کی مخالفت کی اور نہ امام شافعی وغیرہ دوسرے آئمہ متبوعین کے بارے میں کسی حدیث یا آیت قرآنی کی عمداً مخالفت کا امکان ہو سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ طرز تنقید امام بخاری ایسے اکابر سے شروع ہوا، پھر امام الحرمین وغیرہ نے اس کی تقلید کی۔

امام بخاری نے جلد دوم ص ۱۰۳۲ (مطبوعہ رشیدیہ دہلی) باب فی الھبہ والشفعہ میں قال بعض الناس سے ترقی کر کے یہ بھی فرمایا کہ بعض الناس نے اس مسئلہ میں رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کی ہے، جس کا مکمل ومدلل جواب علامہ حافظ عینی وغیرہ نے دیا ہے اور اسی مقام پر حاشیہ میں بھی طبع شدہ ہے، ہم بھی اس موقعہ پر پہنچ کر منتخب جوابات درج کریں گے، ان شاء اللہ۔

یہاں صرف یہ کہنا تھا کہ آئمہ متبوعین خصوصاً امام اعظم کے متعلق ایسے نازیبا جملے اور مغالطہ آمیز باتیں کسی طرح موزوں ومناسب نہیں تھیں، خصوصاً جب کہ امام الحرمین اور امام بخاری کے اساتذہ وشیوخ کبار نے امام صاحب کی زیادہ سے زیادہ مدح وتوثیق وتعظیم وتکریم کی تھی، افسوس ہے کہ بعد کے کچھ لوگ افراط وتفریط میں پڑ گئے، عفاء اللہ عنا وعنہم اجمعین، شیخ صندلی کی تصانیف میں سے تفسیر قرآن مجید بہت

بلند پایا ہے، جس کی تالیف نصف ہو سکی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۰۸- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر حمیدی اندلسی (م ۴۸۸ھ)

آپ حافظ ابن عبدالبر مالکی، خطیب اور ابن حزم کے تلمیذ ہیں اور ابن ماکولا مشہور محدث کے معاصرین واحباب سے ہیں، آپ نے ''الجمع بین الصحیحین'' لکھیں جس میں بخاری ومسلم کی احادیث کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے، دوسری تصانیف تاریخ اندلس، الذہب المسبوک فی وعظ الملوک، کتاب ذم النمیمہ وغیرہ ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان المحدثین)

۱۰۹- شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفیؒ (م ۴۹۰ھ)

مشہور جلیل القدر محدث وفقیہ، امام وقت، متکلم اصولی ومناظر تھے، علوم کی تحصیل شمس الآئمہ حلوائی سے بغداد میں کی اور آپ سے برہان الآئمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ اور رکن الدین مسعود بن الحسن وغیرہ فقہاء محدثین نے فقہ وحدیث میں تخصص حاصل کیا، بڑے حق گو تھے، خاقان (بادشاہ وقت) کو بھی نصیحت کی جس کی وجہ سے اس نے ایک کنوئیں میں قید کردیا، وہیں سے آپ نے اپنی مشہور ومقبول کتاب مبسوط کی ۱۵ جلدیں املاء کرائیں۔ حالانکہ آپ کے پاس مراجعت کے لئے کوئی کتاب بھی نہ تھی، کنویں کے اوپر تلامذہ بیٹھ کر لکھتے تھے، اسی طرح درس علوم فقہ وحدیث کا بھی مشغلہ کنوئیں کے اندر سے جاری رکھتے تھے، ان ایام اسیری میں ہی آپ نے شرح سیر کبیر اور ایک کتاب اصول فقہ لکھائی، آخر عمر میں فرغانہ رہ کر مبسوط کی تکمیل کی، ان کے علاوہ آپ نے مختصر الطحاوی اور امام محمد کی کتابوں کی شروح لکھیں۔

کسی نے آپ سے کہا کہ امام شافعیؒ نے تین سو جزو یاد کئے تھے، اس پر آپ نے اپنی محفوظات کا حساب کیا تو وہ بارہ ہزار جزو نکلے، اس گرانقدر علمی شان کے ساتھ صاحب کرامات بزرگ تھے ان کے قصے کتابوں میں مذکور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جواہر، فوائد بہیہ وحدائق)

۱۱۰- حافظ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد بن محمد نیشاپوری، حاکم حنفیؒ (م ۴۹۰ھ)

حافظ، متقن، محدث اور خاندان علم وفضل سے تھے، آپ نے قاضی ابوالعلاء صاعد سے علوم حاصل کئے اور اپنے والد ماجد کے ذریعہ خاندانی سلسلہ سے بھی حدیث وفقہ میں تصانیف بھی کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ، جواہر مضیہ ص ۲۶۱ وص ۳۳۸ ج ۱)

۱۱۱- حافظ ابومحمد حسن بن احمد بن محمد سمرقندی حنفی (م ۴۹۱ھ)

حافظ مستغفری سے علوم کی تحصیل کی، ابوسعد نے کہا کہ اپنے زمانہ میں فن حدیث میں ان جیسے فضل وتفوق کا مشرق ومغرب میں کوئی نہ تھا، آپ کی کتاب ''بحر الاسانید من صحاح المسانید'' تین سو جزو میں نہایت گرانقدر حدیثی تالیف ہے، جس میں آپ نے ایک لاکھ احادیث جمع کیں، اگر یہ کتاب مرتب ومہذب ہو کر شائع ہو جاتی تو اسلام میں اس کی نظیر نہ ہوتی جیسا کہ کتب طبقات میں لکھا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۱۱۲- شیخ ابوسعید محمد بن عبدالحمید بن عبدالرحیم المعروف بہ خواہر زادہ حنفیؒ (م ۴۹۴ھ)

علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے ماموں شیخ ابوالحسن قاضی علی بن الحسین اور ابوالحسن عبدالوہاب بن محمد کشانی سے کی، سمعانی نے لکھا کہ اپنے زمانہ میں اصحاب امام اعظم میں سے سب سے زیادہ طلب حدیث میں فائق تھے، بڑا مشغلہ سماع حدیث اور جمع وکتابت حدیث کا تھا، سمعانی نے لکھا کہ آپ کے والد عبدالحمید (خواہر زادہ) ابھی امام وقت، عالم وفاضل تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ ص ۲۹۶ ج ۱ وص ۵۷ ج ۲)

۱۱۳- محمد بن محمد بن محمد ابوالحامد الغزالیؒ (ولادت ۴۵۰ھ متوفی ۵۰۵ھ)

مشہور عالم جلیل، شافعی المذہب، امام الحرمین ابوالمعالی جوینی کے فقہ میں شاگرد ہیں، بہت مفید علمی کتابیں تصنیف کیں مثل احیاء العلوم وغیرہ، علم و فقہ کے امام ہوئے، اپنے مذہب کے بھی پورے واقف تھے اور دوسرے مذاہب کے بھی (مرآۃ الزمان ص ۳۹ ج ۸)

تحصیل علم سے فارغ ہو کر مدرسہ نظامیہ بغداد میں درس علوم دیا پھر ترک کر دیا، حج کے بعد دمشق پہنچے دس سال وہاں قیام کیا، وہاں سے قدس و اسکندریہ ہو کر اپنے وطن طوس پہنچے اور تصنیف میں مشغول ہوئے، احیاء العلوم کے علاوہ دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں، البسیط، الوسیط، الوجیز، الخلاصۃ، بدایۃ الہدایہ، المنخول، المستصفیٰ، تہافت الفلاسفہ، جواہر القرآن، کیمیائے سعادت، منہاج العابدین، المنقذ من الضلال، القسطاس المستقیم۔ (فوائد بہیہ ص ۲۴۳)

تمام کتب بہت نافع ہیں اور علماء کے لئے ضروری المطالعہ ہیں "منخول" میں امام اعظمؒ پر تشنیع کی ہے اور بے دلیل و حجت الزامات بھی لگائے ہیں ان سے تعصب ظاہر ہوتا ہے جو امام غزالی کی شان رفیع اور علم و فضل کے مناسب نہیں تھا، جس کے جواب میں علامہ امیر کاتب اتقانی حنفی وغیرہ نے بھی کسی قدر درشت لہجہ اختیار کیا ہے، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس قدر تشدد یا تعصب کا رنگ امام الحرمین کے تلمذ و مصاحبت کا اثر تھا جیسا کہ امام بخاری بھی امام صاحب کے بارے میں شیخ حمیدی اور ابونعیم خزاعی وغیرہ سے متاثر ہو گئے تھے، اور خدا کا شکر ہے کہ امام غزالیؒ پر بعد کو وہ اثرات نہیں رہے، جیسا کہ علامہ کوثریؒ نے بھی یہی رائے قائم کی ہے اور اسی لئے ان کا خیال ہے کہ امام غزالی نے بعد میں امام صاحب کی مدح کر کے تلافی مافات کی ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(فائدہ) علامہ ملا علی قاری نے طبقات میں لکھا ہے کہ متوالی تین محمد والے نام کے شوافع میں اور امام غزالی اور شمس الدین جزری ہیں اور حنفیہ میں علامہ رضی الدین صاحب المحیط ہیں، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حنفیہ میں ایسے بہت ہیں اور چار اکابر حنفیہ کے نام اور لکھے ہیں، پھر لکھا کہ ایک تونسی عالم ایمن ابوالبرکات سے ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے نام و نسب میں متوالی ۱۴ محمد جمع ہیں، آپ نے اپنا نام عاشق النبی رکھا تھا اور مدینہ طیبہ میں مجاورت اختیار فرمائی تھی اور وہیں ۷۳۴ھ میں وفات پائی، رضی اللہ عنہ۔ (فوائد بہیہ ۲۴۳)

۱۱۴- مسند ہرات شیخ نصر بن حامد بن ابراہیم حنفی (بقیۃ المسندین) ولادت ۴۱۹ھ متوفی ۵۱۰-۵۱۱ھ

مشہور محدث تھے طویل عمر پائی، ساری عمر حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا اور بہ کثرت روایت کی اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ حدیث اپنے والد ماجد ابوالنصر اور دادا جان ابوالعباس ابراہیم اور نانا ابوالمظفر منصور بن اسماعیل حنفی وغیرہ سے علم حدیث میں متخصص ہوئے (ان سب مشائخ کے حالات بھی جواہر میں مذکور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ جواہر)

۱۱۵- حافظ ابوزکریا یحییٰ بن مندہ ابراہیم بن ولید اصبہانیؒ (م ۵۱۱ھ)

مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں آپ نے "اجزاء" تالیف کئے تھے، جزء کی اصطلاح محدثین کے یہاں یہ ہے کہ ایک شخص صحابہ اور بعد صحابہ میں سے احادیث مرویہ کو یکجا کیا جائے اور کبھی کسی خاص موضوع پر احادیث جمع کر دی جاتی ہیں، جیسے جزء القراۃ، جزء رفع الیدین وغیرہ، ابن مندہ مشہور اجزاء یہ ہیں، جزء من روی ہو وابوہ وجدہ، جزء فی آخر الصحابہ ہوتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ ص ۷۶)

۱۱۶- شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی بن فضل بن حسن زرنجریؒ ولادت ۴۲۷ھ متوفی ۵۱۲ھ

محدث جلیل، فقیہ کامل، حفظ مذہب میں ممتاز تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے فن حدیث میں متخصص ہوئے، شمس الائمہ زرنگری

اور ابو حنیفہ اصغر کے لقب سے مشہور ہوئے، حدیثیں اس قدر یاد تھیں کہ کوئی ایک جملہ پڑھتا تو آپ بغیر مراجعت پوری حدیث سنا دیتے تھے، حدیث وفقہ کے علاوہ تاریخ وحساب میں بھی خوب دخل تھا۔

کبار علماء ومحدثین نے آپ سے حدیث وفقہ میں تلمذ کیا، کثیر التصانیف تھے، عمر بڑی ہوئی اس لئے حدیث وفقہ کی بہت زیادہ اشاعت کی۔ (حدائق حنفیہ)

۱۱۷-الشیخ الامام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعیؒ، ولادت ۴۳۵ھ متوفی ۵۱۶ھ

مشہور محدث ومفسر وقاری ہیں، مصابیح السنۃ آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت ہے جس میں ۴۴۸۴ احادیث ہیں، اس کی شرح مشکوٰۃ المصابیح ہمارے مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے، بڑے زاہد، عابد ونفس کش تھے، ہمیشہ خشک روٹی پانی میں تر کر کے کھایا کرتے تھے، آخر عمر میں علماء واطباء کے اصرار پر کچھ روغن زیتون کھانے لگے تھے، دوسری خاص تالیفات یہ ہیں: تفسیر معالم التنزیل، شرح السنۃ، فتاویٰ بغوی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین وغیرہ)

۱۱۸-مسند سمرقند شیخ اسحٰق بن محمد بن ابراہیم النوحی نسفی حنفیؒ، متوفی ۵۱۸ھ

مشہور محدث وفقیہ خاندان علم وفضل سے تھے، بڑی عمر ہوئی، اکثر حصہ خطابت اور روایت ودرس حدیث میں گزارا، سمعانی نے آپ کا ذکر کبار محدثین میں کیا، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے علم حاصل کیا اور آپ کے بھی بڑے بڑے محدثین شاگرد ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وجواہر ص ۱۳۸ ج ۱)

۱۱۹-شیخ ابوالمعالی مسعود بن حسین بن حسن بن محمد بن ابراہیم کشانی حنفیؒ (م ۵۲۰ھ)

شیخ کبیر، امام جلیل اور محدث بے نظیر تھے، نوازل ونوادر میں مرجع علماء وقت تھے، فقہ امام سرخسی سے حدیث ابوالقاسم عبیداللہ بن خطیب وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے امام صدر شہید وغیرہ نے روایت کی، مدت تک سمرقند کے خطیب رہے، نیز تحدیث املاء اور تدریس علوم میں مشغول رہے، مختصر مسعودی آپ کی مشہور تصنیف ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۲۰-الشیخ المحدث ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی حنفیؒ (متوفی ۵۲۲ھ)

مشہور وممتاز محدث وفقیہ تھے، آپ نے ابوعلی بن شاذان اور ابوالقاسم بن بشران کے اصحاب سے بہ کثرت روایت حدیث کی ہے، آپ نے مسند امام اعظم تالیف کی جو جامع المسانید (مرتبہ محدث خوارزمی) کا دسواں مسند ہے، حافظ ابن حجر نے آپ کے ساتھ عجیب معاملہ کیا کہ آپ کے مسند قاضی مارستان کو روایت کرنے کے سلسلے میں لکھ دیا کہ ان کا کوئی مسند نہیں ہے، لیکن حافظ کے تلمیذ رشید حافظ سخاوی نے اس کی روایت ذریعہ تدمری، میدوی، نجیب، ابن الجوزی، جامع قاضی مارستان تک متصل کردی جس سے حافظ ابن حجر کی جسارت واد طلب ہوگئی۔ (تقدمہ نصب الرایہ، جواہر مضیہ ورسالہ مستطرفہ)

۱۲۱-امام ابواسحٰق ابراہیم بن اسماعیل صغارؒ (متوفی ۵۲۴ھ)

امام وقت فقیہ ومحدث تھے، بڑے عابد، زاہد اور پرہیزگار تھے، فخرالدین قاضی خاں وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، کتاب تلخیص النہایہ اور کتاب السنۃ والجماعت وغیرہ تصنیف کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۲۲- شیخ ابوالحسن رزین بن معاویۃ العبدری السرقسطی اندلسی مالکیؒ (م ۵۳۵ھ)

مشہور محدث ہیں، آپ نے اصول ستہ یعنی صحاح ثلاثہ (موطأ، بخاری مسلم اور سنن ثلاثہ، ابوداؤد، ترمذی ونسائی کو یکجا کیا جس کا نام التجرید للصحاح والسنن رکھا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۴۲)

۱۲۳- شیخ ابومحمد عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ معروف بہ صدر شہید حنفیؒ (م ۵۳۶ھ)

مشہور آئمہ کبار ومحدثین فقہاء میں سے جامع فروع واصول عالم تھے، مسائل خلاف اور علم جدل ومناظرہ میں یکتا تھے، علماء ماوراء النہر وخراسان میں بڑے بلند پایہ تھے، حتیٰ کے شاہان وامراء بھی تعظیم کرتے تھے، مدت تک تدریس وتصنیف میں مشغول رہ، صاحب محیط، صاحب ہدایہ وغیرہ نے آپ کی شاگردی کی، مشہور تصانیف یہ ہیں: فتاوی کبریٰ وصغریٰ، شرح ادب القضاء خصاف، شرح جامع صغیر، ملا علی قاری نے لکھا کہ آپ نے جامع صغیر کی تین شرح لکھیں، مطول، متوسط ومختصر۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۲۴- امام طاہر بن احمد بخاری حنفی (م ۵۴۲ھ)

ماوراء النہر کے شیخ الحنفیہ تھے، ابن کمال پاشا نے مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے، آپ کی کتاب خلاصۃ الفتاویٰ زیادہ مشہور ہے جس کی وجہ سے آپ کو صاحب خلاصہ کہتے تھے، کتاب خزانۃ الواقعات اور کتاب نصاب بھی بہت مشہور ومقبول ہیں۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۲۵- امام محمد بن محمد سرخسی حنفیؒ (م ۵۴۴ھ)

جلیل القدر محدث وفقیہ اور علوم عقلیہ کے ماہر تھے، مشہور کتاب محیط تصنیف کی، مرض الموت میں ۶۰۰ دینار نکال کر وصیت کی کہ میرے بعد فقہاء میں تقسیم ہوں، درحقیقت محیط چار کتابیں ہیں، محیط کبیر ۴ جلد میں، دوسری ۱۰ جلد میں، تیسری ۴ جلد میں چوتھی ۲ جلد میں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۲۶- شیخ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی سبتیؒ (م ۵۴۴ھ)

مشہور محدث جلیل ہیں، آپ کی کتاب مشارق الانوار علی صحاح الآثار گویا موطاء وصحیحین کی شرح ہے، دوسری اہم ترین گرانقدر تالیفات الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم، جامع التاریخ، غنیۃ الکاتب وبغیۃ الطالب وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۲۷- حافظ قاضی ابوبکر محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی اندلسی (م ۵۴۶ھ)

آپ اندلس کے آخری عالم اور آخری حافظ حدیث ہیں، مشرقی بلاد کا سفر کیا اور ہر ملک کے اکابر علماء، سے تحصیل علوم کی، اشبیلیہ کی قضاء کے ساتھ درس وتصنیف کی خدمات بھی انجام دیتے تھے، آپ کی کچھ مشہور تصانیف یہ ہیں، عارضۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی، کتاب النیرین فی شرح الصحیحین، عواصم وقواصم، کتاب السباعیات، کتاب المسلسلات وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۲۸- شیخ ابوالمعالی محمد بن نصر بن منصور بن علی عامری مدینی حنفیؒ (م ۵۵۵ھ)

مشہور محدث وفقیہ تھے، امام محمد بزدوی اور علی بن محمد بزدوی وغیرہ سے تحصیل علوم کی، محدث سمعانی شافعی نے کہا میں نے آپ سے ابو

العباس مستغفری کی دلائل النبوۃ کوسنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۲۹- حافظ شیرویہ دیلمی ہمدانیؒ (م ۵۵۸ھ)

اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے علم حدیث حاصل کیا، آپ کی حدیثی تالیفات فردوس، مشارق، تنبیہات اور جامع صغیر کے طرز پر ہے، یعنی احادیث کوحروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۳۰- امام ابوالمفاخر شمس الائمہ عبدالغفور بن لقمان بن محمد کردری حنفیؒ (م ۵۶۲ھ)

بڑے زاہد و عابد اور اپنے زمانہ کے امام حنیفہ تھے، سلطان عادل نورالدین محمود بن زنگی کے عہد میں حلب کے قاضی رہے، بہت مفید علمی تصانیف کیں، مثلاً شرح تجرید، شرح جامع صغیر (جس میں شرح جامع کبیر کے طرز پر ہر باب کی اصل لکھ کر اس پر تخریج مسائل کی ہے) کتاب اصول فقہ، کتاب مفید و مزید، شرح جامع کبیر، شرح زیادات، حیرۃ الفقہاء۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق الحنفیہ)

۱۳۱- المحدث الجوال الشیخ ابومحمد عبدالخالق بن اسد الدمشقی حنفیؒ (م ۵۶۴ھ)

بڑے محدث و حافظ حدیث تھے، طلب حدیث وفقہ کے لئے بغداد، ہمدان واصبہان وغیرہ کے سفر کئے، اپنے ہاتھ سے کتب حدیث و فقہ نقل کرتے تھے، دمشق کے مدرسہ صادویہ میں درس علوم دیتے اور وعظ وتذکیر بھی کرتے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ و جواہر)

۱۳۲- شیخ ابومنصور جعفر بن عبداللہ بن ابی جعفر بن قاضی القضاۃ، ابی عبداللہ دامغانی حنفیؒ م ۵۶۸ھ

فقیہ فاضل ومحدث کامل تھے، شیخ ابوالخطاب محفوظ بن احمد الکلوذانی اور ابوزکریا یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندہ اصبہانی سے بہ کثرت احادیث سنیں اور روایت کیں، ثقہ صدوق تھے، آپ کا پورا خانوادہ علم وفضل کا گہوارہ تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ)

۱۳۳- المحدث الفاضل محمود بن ابی سعد زنجی ابن السفر الترکی الملک العادل ابوالقاسم نورالدین حنفیؒ م ۵۶۹ھ

علامہ ابن اثیر نے کہا کہ فقہ حنفی کے بڑے عالم و عارف اور بے تعصب تھے، ابن الجوزی نے کہا کہ حنفی تھے مگر مذہب شافعی و مالک کی بھی رعایت کرتے تھے، حلب اور دمشق میں درس حدیث دیا، سب سے پہلے دنیا کا دارالحدیث آپ نے ہی تعمیر کرایا اور بہت بڑی تعداد میں کتابیں اس کے لئے وقف کیں، ابن عساکر نے لکھا کہ میں نے آپ کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہونے کا تجربہ کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ)

۱۳۴- حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن الحسین معروف بابن عساکر دمشقی شافعیؒ م ۵۷۱ھ

خاتم جہابذۂ حفاظ حدیث اور صاحب تصانیف جلیلہ تھے، مثلاً تاریخ دمشق اور حدیث میں "ثواب المصاب بالولد"، لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ للکتانی ص ۴۹)

۱/۱۳۵- شیخ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ احمد بن عمر بن محمد مدینی اصفہانیؒ (متوفی ۵۸۱ھ)

بلند پایہ محدث تھے، معرفۃ علل حدیث اور علم رجال و رواۃ حدیث میں ممتاز بلکہ یگانہ عصر تھے، حافظ یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندہ اور حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی وغیرہ سے تحصیل حدیث کی اور اس فن میں حافظ عبدالغنی مقدسی وغیرہ آپ کے تلمیذ ہیں، فن حدیث میں بہت

سی نافع تصانیف یادگار چھوڑیں، مثلاً نزہۃ الحفاظ، کتاب تتمیم معرفۃ الصحابہ (یہ گویا کتاب ابی نعیم کا ذیل ہے) کتاب لطوالات، کتاب اللطائف، کتاب احوال التابعین وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین ص ۱۲۷)

۲/۱۳۵- الشیخ المحدث ابو محمد عبد الحق الاشبیلی (م ۵۸۱، ۵۸۲ھ)

مشہور جلیل القدر حافظ حدیث، حاذق علل، عارف رجال، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، آپ کی نہایت جامع حدیثی تالیف ''الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ'' (۶ جلد) ہے، الاحکام الوسطیٰ (۲ جلد) الاحکام الصغریٰ، الجمع بین الصحیحین، المعتان من الحدیث وغیرہ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۷)

۱۳۶- شیخ ابو نصر احمد بن محمد بن عمر عتابی حنفیؒ (م ۵۸۲ھ)

بڑے متبحر عالم فاضل اجل تھے، دور دراز سے تشنگان علوم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، شرح زیادات (اس میں آپ نے اس قدر تحقیق و تدقیق کی کہ علماء نے اس کو بے نظیر قرار دیا، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، جوامع الفقہ، معروف بہ فتویٰ عتابیہ''۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۳۷- حافظ ابو بکر زین الدین محمد بن ابی عثمان الحازمی ہمدانی شافعیؒ (م ۵۸۴ھ)

بڑے حافظ حدیث تھے، آپ کی مشہور تصنیف کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاخبار ہے جو دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوگئی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۶۸)

۱۳۸- ملک العلماء ابو بکر علاء الدین بن مسعود بن احمد کاشانی حنفیؒ متوفی ۵۸۷ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ تھے، مشہور ہے کہ آپ نے شیخ علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادۂ علوم کیا اور شیخ موصوف کی مشہور کتاب ''تحفۃ الفقہاء'' پڑھی تو اس کی شرح ''بدائع الصنائع''، لکھی جو فقہ حنفی کی نہایت بلند پایہ اور بقول حضرت الاستاد علامہ کشمیری قدس سرہ، فقیہ النفس بنانے والی کتاب ہے، اس کو آپ کے شیخ نے نہایت پسند کیا اور خوش ہو کر اپنی بیٹی فاطمہ کو آپ کی زوجیت میں دیا جو نہایت حسین و جمیل، عالمہ، فاضلہ اور فقہ و حدیث میں متخصصہ تھیں، روم کے بادشاہ ان کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا شہرہ سن کر خواستگار تھے، مہر کی جگہ شرح مذکور کو رکھا، اگر کسی جگہ فتویٰ میں آپ غلطی کرتے تو آپ کی یہی زوجہ محترمہ اصلاح کرتی تھیں، اہم فتاویٰ پر والد و شوہر کے ساتھ ان کے دستخط بھی ضرور ہوتے تھے، بدائع کے علاوہ ''السلطان المبین فی اصول الدین'' بھی آپ کی بہت عمدہ تصنیف ہے۔

ابن عدیم نے نقل کیا کہ جب علامہ کاشانی دمشق پہنچے تو وہاں کے بڑے بڑے فقہاء و محدثین آپ سے علمی مسائل میں گفتگو کے لئے آئے، آپ نے فرمایا کہ میں کسی ایسے مسئلہ میں بحث نہ کروں گا جس میں امام صاحب یا آپ کے اصحاب میں سے کسی کا قول موجود ہو، اس کے علاوہ جس مسئلہ میں چاہو گفتگو کرلو، ان لوگوں نے بہت سے مسائل چھیڑے مگر آپ نے ہر ایک میں بتلا دیا کہ اس کی طرف ہمارے اصحاب میں فلاں گئے ہیں، حتیٰ کہ وہ لوگ عاجز ہو گئے اور کوئی مسئلہ ایسا نہ بتا سکے جس میں اصحاب امام میں سے کسی نہ کسی کا قول نہ ہو، وہ سب آپ کے تبحر علمی و وسعت نظر کے قائل ہو کر واپس ہوئے۔

۱۳۹- قاضی القضاۃ ابو سعد شیخ مظہر بن حسین بن سعد بن علی بن بندار یزدی حنفیؒ م ۵۹۱ھ

فقیہ جلیل و محدث یگانہ تھے، آپ کے آباؤ اجداد بھی آئمہ عصر تھے، جامعہ صغیر زعفرانی کی شرح'' تہذیب''، لکھی اور امام طحاوی کی ''مشکل

الآثار'' کو ملخص کیا، نوادر ابی اللیث کو مختصر کیا، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا کہ آپ کی نگرانی و سرپرستی میں بارہ مدارس تھے جن میں بارہ سو طلبہ پڑھتے تھے، مشکل الآثار کو علامہ محدث قاضی یوسف بن موسیٰ حنفی م ۷۴۴ھ نے بھی ملخص کیا تھا جو دائرۃ المعارف سے چھپ گیا ہے۔

۱۴۰- ابوالمفاخر شیخ حسن بن منصور بن محمود اوز جندی فرغانی معروف بہ قاضی خاں حنفیؒ (م ۵۹۲ھ)

اپنے زمانہ کے محدث کبیر اور مجتہد بے نظیر تھے، معانی دقیقہ کے ماہر غواص اور فروع و اصول کے بحر بیکراں تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے، آپ کی تصانیف میں سے فتاویٰ قاضی خان (۴ جلد ضخیم) بہت مقبول و متداول ہے، حافظ قاسم بن قطلو بغا نے تصحیح القدوری میں لکھا کہ جس مسئلہ کی تصحیح قاضی خاں کریں وہ غیر کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ النفس تھے، اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ ہیں، کتاب امالی، کتاب محاضر، شرح زیادات، شرح جامع صغیر (۲ ضخیم جلد) شرح ادب القضاء وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر و حدائق)

نوٹ: ہمارے مخدوم و محترم مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری مرحوم کے خاندان کا سلسلۂ نسب ابوالمفاخر قاضی خاں سے ملتا ہے آپ کا شجرۂ نسب راقم الحروف کے والد ماجد پیر شبیر علی صاحب مرحوم نے مرتب کیا تھا جو شجرۂ نسب کے بڑے ماہر تھے، مولانا مرحوم کا خاندان علم و فضل، تقویٰ و دیانت میں مشہور ہے اور قاضی محلّہ بجنور میں آباد ہے۔

۱۴۱- شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل مرغینانی حنفیؒ (متوفی ۵۹۳ھ)

جلیل القدر محدث و فقیہ و مفسر جامع علوم و فنون، صاحب ورع و زہد تھے، علم خلاف کے ماہ و حاذق اور عارف مذاہب تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح میں گنا ہے، لیکن دوسرے علماء آپ کو مجتہدین فی المذہب کے زمرے میں شمار کرتے ہیں جس میں امام ابو یوسف و امام محمد تھے، آپ کی تصانیف میں سے نہایت مشہور، مقبول اور داخل درس نظامی کتاب ہدایۃ المبتدی ہے جس کو آپ نے مختصر قدوری اور جامع صغیر کا انتخاب کر کے جامع صغیر کی ترتیب پر لکھا، پھر اس کی شرح کفایۃ المنتہی ۸۰ جلدوں میں لکھی، دوسری تصانیف میں منتقی التجنیس و المزید، مناسک الحج، نشر المذہب، مختارات النوازل، کتاب الفرائض۔ (جواہر مضیۂ و حدائق)

آپ کی کتاب ہدایہ کی شروح بے شمار علماء نے لکھیں اور احادیث کی تخریج بھی کی، شیخ جمال الدین زیلعی حنفی کی تخریج موسومہ ''نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ'' احادیث احکام مذاہب اربعہ کی نہایت جامع کتاب ہے جس کی ہر مذہب کو ضرورت ہے، یہ کتاب بہترین تعلیقات تصحیح و تقدمہ کے ساتھ چار ضخیم جلدوں میں اعلیٰ کاغذ پر ۱۹۳۸ء میں مجلس علمی ڈابھیل (سورت) کی طرف سے مصر میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے جس سے علماء بلاد عربیہ اسلامیہ و ہند و پاک وغیرہ سب نے انتفاع کیا، حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ کی تلخیص کی تھی جس کا نام ''الدرایہ فی تلخیص نصب الرایہ'' رکھا، مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسی توقع حافظ کے فضل و کمال سے تھی ایسی نہیں ہے بلکہ بہت سی بہترین اونچی نقول ترک کر دیں جس سے کتاب مذکور بے وقعت ہو گئی، یہ درایہ دو مرتبہ ہندوستان میں طبع ہوئی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۲- حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی (بن الجوزی) حنبلیؒ م ۵۹۷ھ

مشہور محدث و واعظ و خطیب تھے، آپ کی تصانیف کی تعداد اڑھائی سو سے اوپر نقل ہوئی ہے، چند مشہور یہ ہیں: المنتظم (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد) اخبار الحفاظ (ایک سو حفاظ کا تذکرہ، قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں ہے اور اس میں صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ دوسرے علوم و فنون کے حفاظ بھی ہیں) التحقیق فی احادیث الخلاف، مناقب امام احمد، تلبیس ابلیس وغیرہ، علامہ ابن جوزی کی علمی خدمات نہایت قابل قدر ہیں مگر ان میں بھی ایک گونہ تشدد اور تعصب تھا جس پر علماء حق نے نکیر کی ہے، مثلاً تلبیس ابلیس میں آپ نے ہر

مذہب وفرقہ کوملزم ٹھرایا ہےاور صوفیہ ومشائخ کے تو دشمن معلوم ہوتے ہیں، حتیٰ کہ شیخ جیلانیؒ کی شان میں بھی سوءادب سے پیش آئے۔

اسی طرح امام اعظم وغیرہ سے تعصب برتا ہے جس کے علامہ سبط ابن الجوزی حنفی کو اپنی تاریخ ''مرأۃ الزمان'' میں لکھنا پڑا کہ ''خطیب پر چنداں تعجب نہیں کہ اس نے ایک جماعت علماء کو مطعون کیا ہے لیکن نانا جان (ابوالفرج ابن الجوزی) پر تعجب ہے کہ انہوں نے بھی خطیب کی پیروی کی اور ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کیا''۔ پھر لکھا کہ ''امام اعظم ابوحنیفہؒ سے تعصب رکھنے والوں سے ہی دارقطنی اور ابونعیم اصبہانی بھی ہیں، چنانچہ ابونعیم نے حلیہ میں امام صاحب کا ذکر تک نہیں کیا اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو آپ سے علم وزہد میں کمتر ہیں''۔

ابن جوزی نے المنتظم میں یحییٰ بن معین کی طرف نسبت کر کے نقل کردیا کہ ''ابوحنیفہ سے حدیث روایت نہ کی، ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں''۔

حالانکہ یہ نسبت قطعاً غلط اور بے سند ہے، ابن معین کو تو بعض علماء نے حنفیہ کے حق میں بہت زیادہ حمایت کرنے والا اور متعصب تک لکھ دیا ہے پھر وہ امام اعظم کے بارے میں ایسی غیر معقول بات کیوں کہتے، پھر اسناد قویہ سے جو اقوال ان کے منقول ہوئے ہیں، سب امام صاحب کی مدح وتعظیم وتوثیق کے ہیں، غالباً یہاں، بجائے امام شافعی کے امام صاحب کا نام لکھ دیا ہے، کیونکہ ابن معین امام شافعی پر ہی جرح کیا کرتے تھے نہ کہ امام اعظم پر۔

حافظ ذہبی نے میزان میں ترجمہ ابان بن یزید العطار کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے آپ کو ضعفاء میں لکھا ہے اور ان لوگوں کے اقوال ذکر نہیں کئے جنھوں نے آپ کی توثیق کی تھی اور یہ ابن جوزی کی کتاب کے عیوب میں سے ہے کہ جرح تو سب کی نقل کردیتے ہیں اور توثیق سے سکوت کر لیتے ہیں، صاحب کشف الظنون نے کہا کہ المنتظم اوہام کثیرہ اور اغلاط صریحہ کا مجموعہ ہے۔ عفاء اللہ عنا و عنہم جمعین و وفقنا لما یحب و یرضی۔

۱۴۳- شیخ ابوالحسن حسن بن خطیر نعمانی ابوعلی فارسی حنفیؒ، م ۵۹۸ھ

جلیل القدر محدث، فقیہ، مفسر، عالم حسین، ہیئت وہندسہ وطب وتاریخ اور فاضل علوم عربیت تھے، ابن تجار نے آپ کے کمالات گنائے ہیں، مدت تک قاہرہ میں مقیم رہ کر درس علوم دیا، امام اعظم کے مذہب کی نشر وحمایت میں بھی کافی حصہ لیا، تفسیر قرآن مجید لکھی اور حمیدی کی ''جمع بین الصحیحین'' کی شرح ''حجۃ انام'' لکھی، نیز ایک کتاب ''اختلاف صحابہ وتابعین وفقہاء امصار'' پر تصنیف فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۴۴- امام حسام الدین علی بن احمد بن مکی الرازی حنفیؒ، م ۵۹۸ھ

بڑے محدث وفقیہ، امام وقت تھے، ابن عساکر نے تاریخ میں لکھا کہ آپ نے دمشق میں اقامت کی، مدرسہ صادریہ میں درس علوم دیا، امام اعظم کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، مسائل خلاف کے بڑے کامیاب مناظر تھے، حلب گئے تو وہاں کے بڑے بڑے علماء بحث مسائل کے لئے جمع ہوئے، آپ نے ہر مسئلہ خلافی کے ادلۂ مذاہب غیر بیان کئے اور ان کے بہترین جوابات بھی دیئے جس سے وہ آپ کے علمی تفوق کے معترف ہو کر لوٹے، محدث عمر بن بدر موصلی آپ کے تلامذۂ حدیث میں ہیں، مشہور تصانیف یہ ہیں۔

اخلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل (جو مختصر قدوری کی نہایت نفیس شرح ہے) اس کتاب کو آپ کے تلمیذ علامہ قرشی صاحب جواہر مضیئہ نے حفظ یاد کیا اور اس کی احادیث کی تخریج وشرح ایک ضخیم مجلد میں کی، سلوۃ الہموم وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۱۴۵- امام ابوالفضل محمد بن یوسف بن محمد غزنوی ثم بغدادی حنفی، م ۵۹۹ھ

اکابر محدثین ورواۃ مسندین اور مشہور قراء ومدرسین سے تھے، حدیث کی روایت حافظ ابوسعد بغدادی اور ابوالفضل ابن ناصر وغیرہ سے کی اور آپ سے منذری وغیرہ اور شیخ رشید الدین عطار نے روایت کی اور اپنے معجم الشیوخ میں آپ کا ذکر کیا، جامع عبدالرزاق قاہرہ

میں درس حدیث دیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق حنفیہ)

۱۴۶- شیخ احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری (قوام الدین) حنفیؒ، م ۵۹۹ھ

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی جو امام فاضل شیخ کبیر، محدث، ثقہ اور متبحر فی العلوم تھے، صاحب ہدایہ نے آپ سے بہ سند متصل یہ حدیث روایت کی کہ ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور پوری نہ ہو"، فوائد بہیہ میں ہے کہ اگرچہ اس حدیث کی صحت میں بعض محدثین کو کلام ہے مگر جلد اور بخیر وخوبی کسی کام کے انجام پانے کی حکمت یہ ہے کہ دوسری احادیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ بدھ کے روز کا ظہر وعصر کا درمیان کا وقت اجابت دعا کا وقت ہے، لہٰذا اگر بدھ کے روز وقت مذکورہ میں کوئی کام شروع کیا جائے اور دعا جلد پورے ہونے اور حسن انجام کی کی جائے تو اس کے قبول کی امید غالب ہے، آپ نے امام محمد کی جامع صغیر کی شرح لکھی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۴۷- شیخ ابوشجاع عمر بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن نصر بسطامی، ثم بلخی حنفیؒ

حافظ حدیث، مفسر، فقیہ، ادیب وشاعر تھے، صاحب ہدایہ کے استاد تھے تمام علوم وفنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے، عبدالکریم محمد سمعانی شافعی نے اپنی کتاب "انساب" میں لکھا کہ میں نے آپ سے مرو، بلخ، ہرات، بخارا اور سمرقند میں حدیث سنی اور آپ کے علوم سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۴۸- شیخ محمد بن عبداللہ صائغی قاضی مرو، معروف بہ قاضی سدید حنفیؒ

محدث وفقیہ، کثیر العبادۃ، حسن المناظرہ، جمال ظاہر وباطن سے مزین تھے، حدیث میں سید محمد بن ابی شجاع علوی سمرقندی وغیرہ کے تلمیذ تھے، اپنے استاد کی جگہ درس وخطاب وقضا میں نیابت کی، سمعانی شافعی نے بھی آپ سے روایت کی اور اپنے مشائخ میں آپ کو بیان کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۴۹- حافظ ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور المقدسی الجماعیلی حنبلیؒ، م ۶۰۰ھ

ولادت ۵۴۱ھ، علامہ موفق جماعیلی سے چار ماہ بڑے تھے جو ان کے پھوپھی زاد بھائی تھے، ۵۶۰ھ میں دونوں تحصیل علم کے سلسلہ میں بغداد پہنچے، حافظ موصوف کو حدیث سے زیادہ شغف تھا اور موفق کو فقہ کے ساتھ دونوں اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدث وفقیہ ہوئے، حافظ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب "الکمال فی معرفۃ الرجال ہے"، جس میں رجال صحاح ستہ کو دس جلدوں میں مرتب کیا، اس کا خلاصہ حافظ مزی شافعی نے کیا اور تہذیب الکمال نام رکھا، جس کا خلاصہ حافظ ابن حجر نے کیا اور تہذیب التہذیب نام رکھا۔

آپ بہت سے مصائب وپریشانیوں سے بھی دوچار ہوئے، مثلاً اصبہان گئے وہاں حافظ ابی نعیم کی کتاب معرفۃ الصحابہ دیکھی تو ۱۹۰ غلطیاں پکڑیں، ابناء خجندی نے اس پر مشتعل ہو کر آپ کو قتل کرنا چاہا، آپ وہاں سے بچ نکلے۔

اصبہان سے موصل گئے تو وہاں عقیلی کی کتاب "الجرح والتعدیل" پڑھی اس میں امام اعظم کے حالات پڑھ کر برداشت نہ کر سکے اور کتاب میں سے وہ اوراق کاٹ دیئے، لوگوں نے تفتیش کی اور وہ اوراق نہ پائے تو آپ کو ملزم قرار دیا اور قتل کے درپے ہوئے، واعظ نے آپ کو ان سے چھڑایا، پھر دمشق اور مصر گئے تو وہاں بھی اسی قسم کے ابتلاء پیش آئے۔

بڑے زاہد وعابد تھے، دن رات میں تین سو رکعت پڑھتے تھے اکثر روزہ رکھتے تھے، بڑے سخی تھے، جب کوئی دولت ملتی، رات کے وقت اس کو لے کر نکلتے اور بیواؤں، یتیموں کے گھروں میں خاموشی سے پھینک آتے، خود پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، کثرت مطالعہ کی وجہ سے

بینائی ضعیف ہوگئی تھی، علم حدیث میں یکتائے زمانہ تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مرآۃ الزماں ص ۵۱۹ ج ۸)

۱۵۰-محدث ابن اثیر جزری مجد الدین مبارک بن محمد موصلی شافعیؒ، م ۶۰۶ھ

آپ نے "النہایہ فی غریب الحدیث" (۴ جلد) لکھی، علامہ سیوطی نے کہا کہ غریب الحدیث کے موضوع پر بہترین جامع کتاب ہے اگر چہ بہت سا حصہ پھر بھی باقی رہ گیا ہے، صفی ارموی نے اس کا ذیل لکھا ہے جس کو ہم نہ دیکھ سکے، میں نے اس کی تلخیص شروع کی ہے اور زیادات بھی کی ہیں، یہ کتاب سیوطی کی نہایہ کے ساتھ حاشیہ پر طبع ہوگئی ہے، اس کے علاوہ آپ کی مشہور کتاب "جامع الاصول من احادیث الرسول" ہے جس میں اصول ستہ (موطاء، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) کو محدث زرین کے طرز پر جمع کیا ہے اور اس پر زیادات بھی بہ کثرت ہیں، یہ دس اجزاء ہیں (مؤلف) یہ کتاب بھی ۵ جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ (الرسالہ ص ۱۲۸ و ۱۴۲)

۱۵۱-شیخ ابوالمحامد محمود بن احمد بن ابی الحسن حنفیؒ، م ۶۰۷ھ

جامع معقول ومنقول اور محدث شہیر، شمس الائمہ کردری کے استاد تھے، "خلاصہ الحقائق" آپ کی وہ تصنیف ہے جس کے بارے میں علامہ حافظ ابن قطلوبغا نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے وہ ایسی کتاب ہے کہ زمانہ کی آنکھوں نے اس کا مثل نہیں دیکھا اس کے علاوہ سلک الجواہر نشر الزواہر اور خلاصۃ المقامات تصنیف کیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۵۲-شیخ ابوہاشم عبدالمطلب بن فضل بلخی ثم حلبی حنفیؒ، م ۶۱۲ھ

فقیہ ومحدث، حلب میں رئیس علمائے احناف تھے، حدیث کی روایت عمر بسطامی اور ابوسعد سمعانی وغیرہ سے کی اور مدت تک درس علوم وافتاء میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۵۳-مسند الشام شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی، م ۶۱۳ھ

اپنے وقت کے بڑے محدث وفقیہ تھے بروایت ابن عدیم سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، ابن نجار نے لکھا کہ آپ ہمدان پہنچے اور وہاں چند سال میں فقہ حنفی میں کمال پیدا کیا، سعد رازی آپ کے اساتذہ میں ہیں، آپ کے حالات کتب تاریخ رجال میں مفصل ملتے ہیں، جامع علوم تھے، شاہان وقت، علماء اور عوام کی نظروں میں بہت باوقعت وعزت تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق الحنفیہ)

۱۵۴-شیخ ابوالغنائم سعید بن سلیمان کندی حنفیؒ، م ۶۱۶ھ

مشہور محدث کامل، فقیہ جید اور عالم باعمل تھے، حدیث میں ایک دو جزو مسمی بہ "شمس المعارف وانس المعارف" تصنیف کیا اور قاہرہ میں اس سے تحدیث کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ وحدائق حنفیہ)

۱۵۵-حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالملک حمیری کتانی معروف بہ ابن القطان م ۶۱۸، ۶۲۸ھ

مشہور حافظ حدیث وناقد رجال ہیں، آپ نے شیخ ابومحمد عبدالحق بن عبدالرحمٰن اشبیلی م ۵۸۱ کی کتاب "الحکام الشرعیۃ الکبریٰ" پر نقد کیا اور بیان الوہم والایہام الواقعین فی کتاب اللہ حکام کے نام سے کتاب لکھی جس کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا کہ "یہ کتاب آپ کے حفظ وقوت فہم پر دلیل ہے، لیکن بعض رجال کے احوال میں آپ سے بے انصافی وزیادتی ہوئی ہے مثلاً آپ نے ہشام بن عروہ وغیرہ کی تضعیف کی ہے۔

ابن قطان کے نقد مذکور پر شیخ عبدالحق کے تلمیذ رشید حافظ، ناقد و محقق ابوعبداللہ محمد بن الامام یحییٰ بن المواق نے بھی اپنی ایک کتاب میں تعقب کیا ہے۔ (الرسالہ ۱۴۵)

ابن قطان نے امام اعظم پر بھی جرح کی ہے اور امام ابو یوسف کو بھی مجہول کہہ دیا یہ سب ہی بقول ذہبی آپ کے وصف تعنت کے کرشمے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۵۶- شیخ زین الدین عمر بن زید بن بدر بن سعید موصلی حنفیؒ، متوفی ۶۱۹ھ

شیخ کامل، حافظ حدیث، فقیہ فاضل تھے علم حدیث میں ایک کتاب "المغنی" نہایت تحقیق و تدقیق سے حسب ترتیب ابواب بحذف اسانید تصنیف کی جس کو آپ کی زندگی میں علماء نے آپ سے پڑھا اور بہت مقبول ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۵۷/۱- حافظ ابوحفظ ضیاء الدین عمر بن بدر بن سعید موصلی حنفیؒ، م ۶۲۲، ۶۳۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ کی کتاب "المغنی عن الحفظ والکتاب فی قولہم لم یصح شی فی ہذا الباب" علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں کتاب مذکور کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس پر کچھ لوگوں کے انتقادات بھی ہوئے ہیں اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ ہیں: العقیدہ الصحیحۃ فی الموضوعات الصریحۃ، استنباط المعین من العلل والتاریخ لابن معین، معرفۃ الموقوف علی الموقوف (جس میں وہ روایات جمع کی ہیں جن کو اصحاب الموضوعات نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور وہ حضور اکرم ﷺ کے سوا صحابہ یا تابعین وغیرہم سے ثابت ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (رسالہ جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ)

۱۵۷/۲- محدث ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد قزوینی رافعی شافعیؒ، م ۶۲۳ھ

مولف تاریخ قزوین وتخریج مسند الرافعی۔

۱۵۸- ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن مالک عادل سیف الدین ابی بکر بن ایوب حنفیؒ، م ۶۲۴ھ

بڑے عالم فاضل، محدث، فقیہ، ادیب، لغوی، شاعر اور مرد مجاہد تھے، مرآۃ الزمان میں علامہ سبط ابن الجوزی نے آپ کے حالات مفصل ذکر کئے ہیں آپ نے فقہا سے امام اعظم کا مذہب صاحبین کے اقوال سے الگ کرایا جو دس جلد میں مرتب کیا ان سب کو آپ نے حفظ یاد کیا اور سفر وحضر میں ساتھ رکھتے تھے، جامع کبیر امام محمد کو بھی حفظ کیا اور اس کی شرح خود لکھی ہے، اسی طرح مسعودی کے بھی حافظ تھے، مسند احمد کو پڑھا اور یاد کیا اس کو علماء سے ابواب فقیہ پر مرتب کرنے کو کہا، آپ نے حدیث کی روایت بھی کی ہے، بڑے محب علم وعلماء تھے، ہمیشہ علماء ، فضلاء سے اپنی مجلس کو مزین رکھتے تھے، آپ کا خاندان شاہی اور آباء واجداد سب شافعی تھے، صرف آپ اور پھر آپ کی اولاد نے حنفی مذہب اختیار کیا تھا، والد ماجد ابوبکر بن ابواب شافعی کو آپ کے حنفی ہونے پر اعتراض بھی تھا مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

آپ نے خطیب کے رد میں "السہم المصیب" تیار کیا جو بہت معقول مدلل رد ہے، عرصہ ہوا اسکو کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کے مالک فاضل محترم مولانا سید احمد صاحب عم فیضہم نے طبع کرا کر شائع کر دیا ہے جس کا مطالعہ ہر حنفی عالم کو ضرور کرنا چاہئے، کچھ حالات ہم امام محمد کی تصنیف جامع کبیر کے بیان میں بھی لکھ آئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، حدائق ومرآۃ الزمان)

۱۵۹- حافظ ابن نقطہ معین الدین ابوبکر محمد بن عبدالغنی بن ابی بکر بن شجاع بغدادی حنبلی، م ۶۲۹ھ

آپ نے امیر ابونصر ابن ماکولا کی کتاب "الاکمال فی رفع الاء تیاب عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب" کا جو دو جلد میں نہایت معتمد و مفید تالیف ہے ذیل لکھا، جو بقدر دو ثلث اصل ہے، حافظ ذہبی نے لکھا کہ یہ کتاب حفظ و امامت پر دلیل ہے اس کے علاوہ دوسری مشہور تصنیف یہ ہے: "التقلید لمعرفۃ رجال السنن والمسانید" پھر ابن نقطہ کی کتاب پر علاء الدین مغلطائی حنفی وغیرہ نے لکھا۔ (الرسالہ ص ۹۷)

۱۶۰- الامام المسند ابو علی حسن بن مبارک زبیدی حنفیؒ، م ۶۲۹ھ

آپ نے حدیث ابوالوقت عبدالاول وغیرہ سے سنی بڑی عمر پائی، ایک زمانہ تک روایت حدیث کرتے رہے، ابن نجار نے لکھا کہ میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے، آپ فاضل عالم، امین، متدین، صالح، حسن الطریقہ، مرضی الخصال تھے، تفسیر، حدیث، تاریخ و ادب میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ، تقدمہ نصب الرایہ)

۱۶۱- شیخ عبیداللہ بن ابراہیم بن احمد الحبوبی العبادی معروف بہ "ابی حنیفہ ثانی"، م ۶۳۰ھ

حافظ ذہبی نے "المؤتلف والمختلف" میں لکھا کہ آپ عالم المشرق اور شیخ الحنفیہ تھے، آپ کا نسب حضرت عبادہ بن صامت صحابی سے متصل ہے اس لئے عبادی کہلائے، علم اپنے زمانہ کے اکابر محدثین زرنجری، قاضی خان اور جزری وغیرہ سے حاصل کیا ہے، معرفت مذہب و خلاف میں بے مثل تھے، شرح جامع صغیر اور کتاب الفروق آپ کی مشہور تصانیف سے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر و حدائق)

۱۶۲- محدث ابن اثیر جزری محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الموصلی الشافعیؒ، م ۶۳۰ھ

آپ نے کتاب الانساب سمعانی (جو ۸ جلد میں اور نادر الوجود ہے) کو مختصر کیا، زیادات بھی کیں، اور اغلاط پر تنبیہ کی، اس کا نام "اباب" رکھا (۳ جلد) پھر اس کا خلاصہ علامہ سیوطی نے کیا اور زیادات بھی کیں، اس کا نام "اباب الالباب فی تحریر الانساب" ہے (ایک جلد) آپ محدث مبارک بن محمد صاحب النہایہ و جامع الاصول کے بھائی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۰۳)

۱۶۳- الشیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمرویہ بکری سہروردی شافعیؒ، م ۶۳۲ھ

مشہور و معروف شیخ طریقت صاحب سلسلہ سہروردیہ ہیں، آپ نے مشیخہ تالیف کیا جس میں اپنے شیوخ حدیث کا تذکرہ کیا اور عوارف المعارف بھی آپ کی مشہور مقبول و نافع کتاب ہے وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۱۷)

۱۶۴- الشیخ الامام العلامہ محمود بن احمد الحصیری جمال الدین البخاری حنفی، م ۶۳۶ھ

فقہ و حدیث کے امام تھے، شام پہنچے اور نوریہ میں درس حدیث دیا، ان پر اس وقت مذہبی حنفی کی ریاست ختم ہوئی، بہت مفید علمی کتابیں تصنیف کیں، جامع کبیر و سیر کبیر کی شرح بھی لکھی، ملک معظم نے آپ سے جامع کبیر وغیرہ پڑھی اور علامہ سبط ابن جوزی نے جامع صغیر اور قدوری پڑھی، ان کتابوں پر ہی آپ نے سبط موصوف کو فنون و علوم اور خاص طور سے معرفۃ احادیث و مذاہب کی سند لکھ کر دی، بہ کثرت خیرات و صدقات کرتے، رقیق القلب، عاقل، متقی، عفیف تھے، ملک معظم عیسیٰ بن عادل (مصنف السہم المصیب) اور ان کا بیٹا ملک داؤد بن المعظم عیسیٰ ناصر آپ کا بے حد احترام و اکرام کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مرآۃ الزمان سبط ابن الجوزی ص ۷۰۰، ج ۲ و جواہر مضیئہ)

۱۶۵- شمس الائمہ محمد بن عبدالستار بن محمد کردری عمادی حنفی، م ۶۴۲ھ

امام محقق، فاضل مدقق، فقیہ محدث، عارف مذاہب، ماہر اصول فقہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے علوم حاصل کئے اور بڑے

بڑے محدثین وفقہانے آپ کی شاگردی کی، خصوصیت سے علم اصول فقہ کا آپ نے احیاء کیا جو قاضی ابوزید دبوسی کے بعد سے مضمحل و بے جان ہو گیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ وحدائق)

۱۶۶- حافظ ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن مقدسی حنبلی م ۶۴۳ھ

حافظ حدیث، ثقہ، زاہد وورع تھے، آپ نے کتاب "الاحادیث الجیاد المختارہ مما لیس فی الصحیحین او احدھما" لکھی جو ابواب پر نہیں بلکہ حروف تہجی سے مسانید پر ۸۶ جزو میں مرتب کی، تاہم غیر مکمل رہی، اس میں آپ نے صحت کا التزام کیا اور وہ احادیث ذکر کیں جن کی آپ سے پہلے کسی نے تصحیح نہیں کی تھی، آپ کی تصحیح بھی مسلم ہو چکی ہے، بجز معدودے چند احادیث کے جن پر تعقب کیا گیا۔

علامہ ابن تیمیہ اور زرکشی وغیرہ نے کہا کہ آپ کی تصحیح، حاکم کی تصحیح سے اعلیٰ ہے اور آپ کی تصحیح ترمذی وابن حبان کی تصحیح کے قریب ہے، بقول ابن عبدالہادی غلطی اس میں کم ہے اس لئے یہ صحیح حاکم کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت سی احادیث بظاہر موضوع کے درجہ کی بھی آ گئی ہیں، جس کی وجہ سے اس کا درجہ دوسری صحاح سے گر گیا، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (الرسالہ ص ۲۳)

۱۶۷- حافظ تقی الدین ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن بن عثمان بن موسیٰ شہرزوری ابن الصلاح شافعیؒ م ۶۴۳ھ، ۶۴۶ھ

مشہور محدث ہیں آپ کی کتاب مقدمہ ابن صلاح بہت متداول ومقبول ونافع ہے، "طرق حدیث الرحمۃ" حدیث میں ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۹۴)

۱۶۸- شیخ حسام الدین اخیس کتی حنفیؒ، م ۶۴۴ھ

مشہور محدث وفقیہ واصولی تھے، آپ کی کتاب "منتخب حسامی" اصول فقہ کی بہترین مقبول ومتداول داخل درس ہے، جس کی شرح اکابر علماء ومحققین نے کیں، امیر کاتب اتقانی کی تبیین زیادہ مشہور ہے۔

آپ نے امام غزالی کی "منخول" کی تردید میں جو امام اعظمؒ کی تشنیع پر مشتمل ہے ایک نفیس رسالہ ۶ فصول میں لکھا، اس میں آپ نے امام غزالیؒ کا ایک قول لے کر مدلل تردید کی اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ بھی ذکر کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۶۹- الشیخ الامام ابوالفضائل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی عمری صنعانی حنفیؒ، م ۶۵۰ھ

تمام علوم میں تبحر تھے مگر علم حدیث، فقہ ولغت میں امام زمانہ تھے، ولادت لاہور کی ہے طلب علم کے لئے بغداد گئے وہاں مدت تک رہے، تحصیل علم سے فارغ ہو کر درس وتصنیف میں مشغول رہے، پھر مکہ معظمہ حاضر ہو کر عراق آئے اور خلیفہ وقت کی طرف سے سفیر ہو کر ہندوستان آئے، کئی سال بعد بغداد واپس ہوئے اور دوبارہ سفیر ہو کر ہند آئے، آپ کی مشہور تصانیف میں سے یہ ہیں، مصباح الدجیٰ من احادیث المصطفیٰ، الشمس المنیرہ من الصحاح الماثورہ، مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ، تبیین الموضوعات، دفیات الصحابہ، شرح صحیح البخاری، التکملہ (لغت میں صحاح جوہری کی اغلاط کی تصحیح کی) نیز "مجمع البحرین" ۱۲ جلد لغت میں نہایت جامع کتاب تالیف کی وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۷۰- شیخ محمد بن احمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن داؤد خلاطی حنفیؒ، م ۶۵۲ھ

محدث شہیر وفقیہ جید تھے، تلخیص جامع کبیر، تعلیق صحیح مسلم، مختصر مسند امام ابی حنیفہ تالیف کیں، آپ سے قاضی القضاۃ احمد سروجی نے

تلخیص پڑھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۱-شیخ ابوالمظفر شمس الدین یوسف بن فرغلی بن عبداللہ بغدادی حنفی (سبط ابن الجوزی) م ۶۵۴ھ

مشہور محدث، مورخ اور فاضل اجل تھے، علامہ ابن جوزی حنبلی صاحب منتظم کے نواسے تھے، آپ بھی پہلے حنبلی تھے پھر جب شیخ جمال الدین محمود حصیری مشہور محدث وفقیہ کی خدمت میں رہ کر تفقہ کیا اور ملک معظم عیسیٰ حنفی (شاہ دمشق وصاحب السہم المصیب) کے مصاحب ہوئے تو حنفی مذہب اختیار کرلیا کیونکہ نیک موصوف مذہب حنفی کے بڑے شیفتہ وشیدائی تھے۔

علامہ سبط ابن جوزی بڑے محقق اور حق گو تھے، آپ نے اپنے نانا جان ابن جوزی کی روش پر بھی احتجاج کیا ہے جو تعصب کی وجہ سے انہوں نے امام اعظم کے خلاف اختیار کی تھی، حالانکہ ابن جوزی آپ کے اساتذہ میں بھی ہیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: اللوامع فی احادیث المختصر والجامع، منتہی السؤل فی سیرۃ الرسول، شرح جامع کبیر، الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح، (ترجیح مذہب حنفی میں محققانہ تصنیف ہے شائع ہوچکی ہے، ایثار الانصاف، تفسیر قرآن مجید (۲۹ جلد) مناقب امام اعظمؒ مرآۃ الزمان ۴۰ جلد) اس کی دو جلدیں حیدر آباد سے شائع ہوئی ہیں۔

آپ نے دمشق ومصر میں درس حدیث دیا، آپ کا وعظ بڑا پر تاثیر تھا، ملوک، امراء عوام وخواص سب آپ کی مجلس وعظ سے مستفید ہوتے تھے، منقول ہے کہ مشہور محدث شیخ موفق الدین بن قدامہ حنبلی بھی آپ کے وعظ میں شرکت فرماتے تھے، جس روز آپ کا وعظ ہوتا رات ہی سے لوگ جامع مسجد دمشق میں آکر سوتے تھے، آپ کی ہر مجلس وعظ میں بکثرت لوگ تائب ہوتے تھے اور بہت سے کافر قبول اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ، فوائد وحدائق)

۱۷۲-شیخ ابوالمؤید الخطیب محمد بن محمود بن محمد بن الحسن خوارزمی حنفیؒ، م ۶۵۵ھ، ۶۶۵ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین وفقہا سے علوم وفنون کی تصحیح کی، خوارزم کے قاضی رہے اور دمشق وبغداد میں حدیث شریف اور دوسرے علوم کا درس دیا، ''جامع المسانید'' آپ کی نہایت گرانقدر تصانیف میں سے ہے، جس میں آپ نے امام اعظمؒ کی پندرہ مسانید کو جمع کیا، محققانہ ابحاث لکھے اور آخر میں تمام رواۃ جامع المسانید پر کلام کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، فوائد، حدائق)

۱۷۳-حافظ زکی الدین ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ بن سعد منذریؒ م ۶۵۶ھ

مشہور محدث تھے، آپ کی کتاب ''الترغیب والترہیب (۲ جلد) معروف ومتداول ہے، جس کا خلاصہ ابن حجر نے کیا ہے، اور وہ بھی حال ہی میں مالیگاؤں کے ایک مفید علمی ادارہ سے شائع ہوگیا ہے مگر اس زمانہ شیوخ شر وفساد میں ''ترغیب وترہیب'' کا اختصار شائع کرنا مفید نہیں، دوسرے اغلاط طباعت کی کثرت نے بھی کتاب مذکور کی افادیت کو کم کردیا ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ منذری کی اصل کتاب ہی کو کامل صحت کے ساتھ شائع کیا جائے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ووفقنا اللہ لما یحب ویرضیٰ۔

۱۷۴-شیخ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تور بشتی حنفیؒ، متوفی ۶۶۱ھ

مشہور امام وقت، محقق مدقق، محدث وفقیہ تھے، آپ کی تصانیف بہ کثرت ہیں جن میں سے ''المیسر'' شرح مصابیح السنۃ بغوی زیادہ مشہور ہے، نیز مطلب الناسک فی علم المناسک ۴۰ باب میں لکھی جس میں تمام مناسک حج میں احادیث سے استدلال کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

---

[1] یہ کتاب ۲ جلد ضخیم میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہوگئی ہے جس کا مطالعہ ہر عالم کے لئے نہایت ضروری ہے۔

۱۷۵-شیخ محمد بن سلیمان بن حسن بن حسین بلخی (ابن النقیب) حنفیؒ،م ۶۶۸ھ

جامع علوم، محدث، مفسر وفقیہ تھے، مدت تک جامع ازہر قاہرہ میں اقامت کی اور مدرسہ عاشوریہ میں درس حدیث ودیگر علوم دیتے رہے۔ تفسیر میں ایک کتاب "التحریر والتحبیر لاقوال آئمۃ التفسیر فی معانی کلام السمیع البصیر" ۹۹ جلد میں تصنیف کی جس میں ۵۰ تفاسیر کا خلاصہ درج کیا، علامہ شعرانی نے کہا کہ میں نے اس سے بڑی کوئی تفسیر نہیں دیکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۶-شیخ ابوالولید محمد بن سعید بن ہشام شاطبی حنفیؒ، متوفی ۶۷۵ھ

مشہور محدث شیخ کمال الدین بدعدیم اوران کے صاحبزادے قاضی القضاۃ مجد الدین سے تحصیل کی اور شام کے مشہور مدرسہ اقبالیہ میں مدت تک درس علوم دیا پہلے مالکی تھے، پھر حنفی مذہب اختیار کرلیا۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۷-محدث الشام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف الدین نووی، شافعیؒ متوفی ۶۷۶ھ

مشہور محدث، شارح مسلم امام وقت تھے، آپ کی تمام تصانیف نہایت نافع علمی خزانے ہیں، مثلاً شرح مسلم کے علاوہ کتاب "تہذیب الاسماء واللغات" بھی بہت اہم ہے جس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کردیئے ہیں جو مختصر مزنی، مہذب، وسیط، تنبیہ، وجیز اور روضہ میں ہیں، ان چھ کتابوں میں وہ تمام لغات جمع ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے، اوراس میں آپ نے مزید نام مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہم کے بڑھادیئے ہیں۔

کتاب مذکور کے دو حصے ہیں، ایک حصے میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات ان کے علاوہ بعض دوسری تصانیف نافعہ ہیں، الروضہ، شرح المہذب، کتاب الاذکار، التقریب فی احوال الحدیث، ریاض الصالحین، شرح بخاری (ایک جلد طبع شدہ) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ)

۱۷۸-شیخ ابوالفضل محمد بن محمد برہان نسفی حنفیؒ،م ۶۸۶ھ

اپنے زمانہ کے امام، فاضل اجل، مفسر، محدث، فقیہ، اصولی ومتکلم تھے، علم خلاف میں ایک مقدمہ لکھا، علم کلام میں مشہور درسی کتاب "عقائد نسفی" تصنیف کی (جس کی تفتازانی وغیرہ نے شروح لکھیں، امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کوملخص کیا، کشف الظنون میں جوعقائد نسفی کو ابوحفظ عمر نسفی کی طرف منسوب کیا ہے وہ غلط ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۷۹-امام حافظ الدین ابوافضل محمد بن محمد بن نصر بخاری حنفیؒ،م ۶۹۳ھ

بڑے محدث وجامع العلوم تھے، شمس الآئمہ محمد بن عبدالستار کردری اور ابوالفضل عبداللہ بن ابراہیم محبوبی وغیرہ سے حدیث وفقہ اور دوسرے علوم کی تحصیل کی، آپ سے ابوالعلاء بخاری نے حدیث کا سماع کیا اورانہوں نے اپنے معجم الشیوخ میں آپ کا ذکر کیا ہے، آپ محدث، عالم، عابد، زاہد، شیخ وقت، محقق ومدقق تھے، مدت تک درس علوم دیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۸۰-حافظ محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد طبری مکی شافعیؒ،م ۶۹۴ھ

بڑے حافظ حدیث، فقیہ حرم، محدث حجاز تھے، آپ کی کتاب سیرۃ میں بہت مشہور ہے جس میں احادیث مع اسناد روایت کی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ)

۱۸۱-شیخ ابومحمد عبداللہ بن سعد بن ابی جمرہؒ، متوفی ۶۹۸ھ

اپنے وقت کے عارفین واکابراولیاء میں سے صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ کی بڑی کرامت یہ ہے جس کوخود ہی بیان فرمایا کہ خدا کاشکر ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کی، آپ کی کتاب "بہجۃ النفوس" مختصر شروح بخاری میں ممتاز ہے جس میں آپ نے بخاری شریف سے تقریباً ۱۳۰۰ احادیث کا انتخاب کر کے ان کی شرح کی ہے اور گہرے علوم ومعارف وحقائق حنفیہ درج کئے ہیں، ۲۰ جلد میں شائع ہوئی تھی اب نادر ہے۔

الحمدللہ اس کا ایک نسخہ راقم الحروف کوکافی تلاش وجستجو کے بعد گزشتہ سال مکہ معظمہ (زادہااللہ شرفاورفعۃ) گراں قیمت پر دستیاب ہوا، اس کے مضامین "انوارالباری میں پیش کئے جائیں گے، آپ کے ارشد تلامذہ ابوعبداللہ بن الحجاج ہیں جو مذہب مالکی کی مشہور کتاب "المدخل" کے مصنف ہیں، انہوں نے آپ کے حالات وکرامات کا مجموعہ بھی تالیف کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۸۲-الامام الحافظ الجمال ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ الظاہری حنفیؒ ولادت ۶۲۶ھ م ۶۹۶ھ

بڑے محدث وحافظ حدیث تھے، طلب حدیث کے لئے بہت سے بلادوممالک کے سفر کئے، اکابرمحدثین سے تحصیل کی اور بہ کثرت روایت کی، اپنے ہاتھ سے احادیث کی بہت کتابیں لکھیں، محدث فخر بخاری کے "مشیخہ" کی ۵ جلدوں میں تخریج بھی کی ہے، آپ کے بھائی شیخ ابراہیم محمد ظاہری بھی اپنے زمانہ کے بڑے محدث تھے، صاحب جواہر مضیۂ علامہ قرشی بھی ان کے تلمیذ حدیث ہیں، آپ نے ظاہر قاہرہ کے ایک زاویہ میں اقامت اختیار کی تھی اس لئے ظاہری مشہور ہوئے، ابن حزم وغیرہ کی طرح ظاہری نہیں تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ جواہر مضیۂ)

۱۸۳-المحدث الکبیر شیخ ابومحمد علی بن زکریا بن مسعودانصاری منجبی حنفیؒ، م ۶۹۸ھ

بڑے محدث، صاحب تصانیف تھے، آپ نے "اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب" اور "آثارالطحاوی" کی شروح لکھیں، آپ کے صاحبزادے محمد بن علی بن زکریا منجبی بھی محدث ہوئے ہیں، جامعہ معظمیہ قدس میں درس علوم دیا ہے اور مذہب حنفی کے اصحاب حدیث وفقہ میں ممتاز تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ وجواہر مضیۂ)

۱۸۴-شیخ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن فرح بن احمد بن محمد اشبیلی شافعیؒ، م ۶۹۹ھ

بڑے محدث گزرے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے "منظومۃ فی القاب الحدیث" مشہور ہے جس کوقصیدہ غرامیہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ "غرامی صحیح" سے شروع کیا ہے، اس کی متعدد شروح اہل علم نے لکھی ہیں، مثلاً حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی اور بدرالدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ وغیرہ نے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۷۶)

۱۸۵-امام شمس الدین فرضی محمود بن ابی بکرابوالعلاء بن علی کلابازی بخاری حنفی م ۷۰۰ھ

اپنے زمانہ کے مشہور وممتاز امام محدث، عارف رجال حدیث، علوم کے بحرزاخراور جامع معقول ومنقول تھے، طلب حدیث کے لئے دور دراز ممالک وبلاد کے سفر کئے، آپ کے مشائخ حدیث سات سو سے زیادہ ہیں، خود بھی حدیث کی روایت وکتابت بہ کثرت کی ہے، حافظ ذہبی نے کہا کہ "آپ علم فرائض میں راس العلماء اور حدیث ورجال کے بڑے عالم، جامع کمالات وفضائل، خوش خط، واسع الرحلہ تھے، علم مشتبہ النسبہ میں ایک بڑی کتاب تالیف کی جس سے میں نے بھی بہت کچھ نقل واستفادہ کیا ہے"۔

شیخ محدث ابوحیان اندلسی نے بیان فرمایا کہ ہمارے پاس قاہرہ میں طلب حدیث کے سلسلہ میں شیخ محدث ابوالعلاء محمود بن ابی بکر بخاری فرضی آئے تھے، آپ رجل صالح، حسن الاخلاق، لطیف المزاج تھے، ہم سب ساتھ ہی طلب حدیث میں پھرا کرتے تھے، آپ کا طریقہ تھا کہ جب کہیں کسی نورانی صورت حسین وجمیل آدمی کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ شرط بخاری پر صحیح ہے"۔

آپ نے مختصر سراجی کی شرح "ضوء السراج" لکھی جو نہایت نفیس اور ادلۂ مذاہب مختلفہ پر مشتمل ہے، پھر اس کو مختصر کر کے منہاج لکھی، ایک کتاب سنن ستہ کے بارے میں بھی تصنیف کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ)

۱۸۶- شیخ ابوالعباس احمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن قونوی حنفیؒ

آئمہ کبار داعیان فقہا محدثین سے تھے دمشق میں سکونت کی، جامع کبیر کی شرح "التقریر" چار جلدوں میں لکھی، نامکمل رہی، جس کو آپ کے صاحبزادے ابوالمحاسن محمود قونوی نے مکمل کیا، عقیدہ طحاویہ کی بھی شرح کی، آپ نے علوم کی تحصیل وتکمیل شیخ جلال الدین عمر جنازی (تلمیذ شیخ عبدالعزیز بخاری) سے کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق حنفیہ ص ۱۸۷)

۱۸۷- قاضی ابوعاصم محمد بن احمد عامری دمشقی حنفیؒ

مشہور محدث وفقیہ تھے، دمشق کے امام وقاضی رہے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے مبسوط تیس جلد میں اہم یادگار ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۸۸- الشیخ الشمس السروجی احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی حنفیؒ، م ۷۰۱ھ

اکابر محدثین وفقہا میں سے تھے، آپ کی تصانیف میں سے شرح ہدایہ زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ (تقدمہ نصب الرایہ للمحدث الکوثری)

۱/۱۸۹- شیخ الاسلام ابوالفتح تقی الدین محمد بن علی بن ذہب بن مطیع قشیری منفلوطیؒ، ولادت ۶۲۵ھ متوفی ۷۰۲ھ

ابن دقیق العید کے نام سے مشہور امام حدیث ہیں، مالکی وشافعی مذہب کے بڑے عالم تھے، آپ کی تصانیف کثیرہ نافعہ میں سے "الامام فی احادیث الاحکام" اور اس کا مختصر الامام الجہبذ باحادیث الاحکام" نیز چہل حدیث تساعی، شرح العمدہ، الاقتراح، اربعین فی روایۃ عن رب العالمین (احادیث قدسیہ میں) طبقات الحفاظ زیادہ مشہور ہیں، آپ نے مذہب مالکی کی تحصیل اپنے والد ماجد سے اور فقہ شافعی کی شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے کی تھی، بڑے زاہد عابد، متقی، صاحب خوارق وکرامات عالم ربانی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین وغیرہ)

۲/۱۸۹- شیخ الاسلام تقی الدین بن دقیق العید، م ۷۰۲ھ

مؤلف طبقات الحفاظ، الامام، شرح العمدہ، وغیرہ (مقدمہ ابن ماجہ اردو ص ۱۴۹)

۱۹۰- شیخ ابومحمد عبدالمومن خلف بن ابی الحسن ودمیاطی شافعیؒ، م ۷۰۵ھ

دمیاط ملک مصر کا ایک شہر ہے، اول دمیاط میں فقہ کی تحصیل پوری طرح کی، اس کے بعد علم حدیث کی تحصیل وتکمیل کی، حافظ زکی الدین منذری صاحب "الترغیب والترہیب" م ۶۵۶ھ وغیرہ آپ کے اساتذہ حدیث میں ہیں، ابوحیان اور تقی الدین سبکی وغیرہ آپ کے تلامذہ

میں ہیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، معجم دمیاطی (یہ معجم شیوخ ہے اس کی چار جلدیں ہیں جن میں تیرہ سو اشخاص کے حالات درج ہیں، کتاب الخیل، کتاب الصلوٰۃ الوسطیٰ، ان کے علاوہ سیرت میں ایک کتاب نہایت محققانہ لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۱۹۱-امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفیؒ ۷۱۰ھ

مشہور ومقبول ومتداول کتب تفسیر وفقہ مدارک التنزیل اور کنزالدقائق وغیرہ کے مصنف ہیں، ابن کمال پاشا نے آپ کو چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے، جو روایات ضعیفہ کو قویہ سے تمیز کر سکتے ہیں، علوم کی تحصیل شمس الائمہ کردری اور احمد بن محمد عتابی وغیرہ سے کی اور آپ سے علامہ سغناقی وغیرہ نے سماع کیا، دوسری بعض تصانیف یہ ہیں، وافی اور اس کی شرح، کافی (جو ہدایہ وشروح ہدایہ کے درجہ کی ہیں) المنار (اصول فقہ میں) اور اس کی شرح کشف الاسرار، المستصفیٰ فی شرح المنظومہ، المنارفی اصول الدین، العمدہ، بڑے زاہد وعابد متقی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۹۲-قاضی القضاۃ شیخ ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن ابی اسحٰق سروجی حنفیؒ، م ۷۱۰ھ، ۷۲۰ھ

بلند پایہ محدث وفقیہ ومفتی واصولی اور جامع معقول ومنقول تھے، مدت تک مصر کے قاضی القضاۃ ومفتی رہے اور درس علوم دیا، شیخ علاء الدین ماردینی صاحب جوہرنقی وغیرہ نے آپ کی شاگردی کی، آپ نے ہدایہ کی شرح ''غایۃ السروجی'' کتاب الایمان تک ۶ جلدوں میں بغایت تحقیق وتدقیق لکھی، دوسری تصانیف یہ ہیں، الحجۃ الواضحۃ فی ان البسملۃ لیست من الفاتحۃ، ادب القضا، فتاویٰ سروجیہ، کتاب المناسک، نفحات النسمات فی اصول الثواب الی الاموات وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۹۳-الشیخ الامام حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج بن علی سغناقی حنفیؒ، م ۷۱۱ھ، ۷۱۴ھ

بڑے درجہ کے محدث وفقیہ ونحوی تھے، اکابر وقت سے علوم حاصل کئے اور بغداد میں مدرسہ مشہد امام اعظم میں درس علوم دیا، علامہ کاکی (صاحب معراج الدرایہ شرح ہدایہ) اور سید جلال الدین کرمانی (صاحب کفایہ) آپ کے تلامذہ میں ہیں، نوجوانی ہی کی عمر سے افتاء کی خدمات انجام دیں، آپ نے ہدایہ کی شرح نہایہ مبسوط تصنیف کی، دوسری تصانیف یہ ہیں، التمہید فی قواعد التوحید (للمکحولی) کافی شرح اصول بزودی، شرح منتخب اخیسکتی، حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ نے لکھا کہ میں نے نہایہ مذکور کا مطالعہ کیا ہے، جو ابسط شروح الہدایہ ہے اور مسائل کثیرہ وفروع لطیفہ پر مشتمل ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ، فوائد وحدائق)

۱۹۴-شیخ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ الظاہری حنفیؒ، م ۷۱۳ھ

بلند پایہ محدث وفقیہ تھے، آپ سے صاحب جواہر مضیئہ نے بھی حدیث میں تلمذ کیا ہے، قاہرہ (مصر سے باہر نیل کے کنارے پر سکونت تھی اس لئے ظاہری کہلائے، کیونکہ ظاہر قاہرہ سے نواحی قاہرہ مراد ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ ص ۴۶ ج ۱)

۱۹۵-الشیخ الامام العارف العلامہ ابوالفتح نصر بن سلیمان منبجی حنفیؒ، م ۷۱۹ھ

اکابر وقت سے تحصیل علوم کی اور درس حدیث دیا، علامہ قرشی صاحب الجواہر نے لکھا کہ میں نے بھی آپ سے بخاری شریف آپ کے زاویہ خارج باب نصر میں پڑھی ہے، علامہ ابن تیمیہ کے اختلاف کے دور آپ نے بھی موصوف پر سخت تنقید کی تھی جس پر علامہ نے ۷۰۴ھ میں آپ کے نام ۲۳ صفحات کا ایک طویل خط لکھا جس کی ابتداء علامہ نے شیخ العارف، قدوۂ سالک وناسک افاض اللہ علینا برکات انفسہ ایسے

الفاظ کی اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و دنیا کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی معرفت کا نور بخشا ہے، مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی ہے پھر مسائل خلاف پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے نظریات کی تائید میں دلائل لکھے ہیں، اگر چہ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ نے باوجود اس طویل خط کے بھی علامہ کی طرف سے اپنی رائے نہیں بدلی بلکہ آپ کا رویہ پہلے سے کچھ زیادہ ہی سخت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ (جواہر مضیئہ وامام ابن تیمیہ طبع مدارس، ص ۳۲۵)

۱۹۶- حافظ ابوالعباس تقی الدین احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم بن مجدالدین بن تیمیہ حرانی حنبلیؒ ولادت ۶۶۱ھ، متوفی ۷۲۸ھ

مشہور و معروف جلیل القدر عالم متبحر، جامع معقول و منقول حافظ حدیث، امام وقت تھے، وسعت معلومات، کثرت مطالعہ اور حفظ و ذکاء مفرط میں بے مثل تھے، نہایت جری، حق گو اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے، آپ کے جد امجد مجدالدین ابن تیمیہ م ۶۵۶ھ کی حدیث میں تالیف المنتقی من احادیث الاحکام بہت زیادہ مشہور ہے، جس کی شرح علامہ شوکانی م ۱۲۵۰ھ نے نیل الاوطار لکھی جو آٹھ جلدوں میں ہے مصر سے چھپی ہے اور اس کا مختصر بھی ۲ جلد میں شائع ہو چکا ہے علامہ ابن تیمیہ کے شیوخ حدیث، اکابر آئمہ محدثین تھے، جن میں سے ۴۴ مشائخ کا ذکر کتاب امام ابن تیمیہ مطبوعہ مدارس میں کیا گیا ہے، آپ کے اساتذہ حدیث میں محدثین احناف بھی تھے، مثلاً (۱) شیخ ابوبکر بن عمر بن یونس مزی حنفی (م ۵۹۳) (۲) قاضی القضاۃ شمس الدین ابومحمد عبداللہ بن الشیخ شرف الدین اوزاعی حنفی (م ۵۹۵) (۳) شیخ برہان الدین ابواسحٰق ابراہیم بن الشیخ صفی الدین قرشی حنفی (م ۵۹۹ھ) (۴) اور شیخ زین الدین ابواسحٰق ابراہیم بن احمد معروف بابن السد ید انصاری حنفی (م ۵۷۷ھ) قابل ذکر ہیں۔

آپ کی تصانیف نہایت گرانقدر نافع و مفید ہیں، بعض مسائل میں آپ نے تفرد کے ساتھ تشدد کیا جس کی وجہ سے آپ کی سخت مخالفت ہوئی، مناظرے ہوئے، ہنگامے ہوئے اور آپ کو کئی بار قید و بند کے مصائب برداشت کرنے پڑے جن کی تفصیلات کتب تاریخ میں عموماً ہر بڑے مورخ نے اپنے نقطۂ نظر کی آمیزش کے ساتھ لکھی ہیں۔

آپ باوجود آئمہ اربعہ اور دوسرے اکابر متقدمین کے ساتھ پوری عقیدت رکھنے کے بھی عدم تقلید کے میلانات رکھتے تھے، جن سے غیر مقلدین زمانہ نے فائدہ اٹھایا، جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بھی ابتدائی دور کی بعض تحریرات سے ان لوگوں نے استناد کیا ہے علامہ ابن تیمیہ اور آپ کے متبعین کے بعض اہم تفردات حسب ذیل ہیں۔

۱: جہت باری کا مسئلہ:

سب سے پہلے اختلاف کا جو ہنگامہ ہوا وہ ۶۹۰ھ میں علامہ ابن تیمیہ کی جامع دمشق کی تقریر پر ہوا جس میں آپ نے صفات باری کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اور شاعرہ کے نظریات و عقائد پر سخت تنقید کی، اس سے علماء شافعیہ سخت برافروختہ ہو گئے، مصر و شام میں شوافع کی تعداد بہت زیادہ تھی، حکومت کے بھی بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے، چاروں مذاہب میں سے شافعی قاضی القضاۃ کا پہلا درجہ تھا وہ سب امام ابوالحسن اشعری کے پیرو تھے۔

اشعری و حنبلی ایک زمانہ سے باہم دست و گریبان رہتے تھے، امام غزالی کے بعد امام رازی نے اشاعرہ کے مذہب کو بہت مضبوط بنا دیا تھا اسی لئے حکومت نے بھی اشاعرہ کے ہی مذہب کو صحیح مان لیا تھا اور حنابلہ کو اپنے عقائد پیش کرنے کی اجازت نہ تھی، اشاعرہ و حنابلہ میں بڑا اختلاف جہت باری کے مسئلہ پر تھا، حنابلہ اس کے قائل تھے کہ خدا عرش پر ہے اور قرآن و حدیث سے اس کو ثابت کرتے تھے، اس کے بارے میں بھی نیز دوسری صفات کے معاملہ میں بھی تاویل کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اشاعرہ یہ کہتے تھے کہ اس طرح ماننے سے خدا کی تجسیم لازم آتی ہے اور

خدا کو جسم ماننے سے وہ حادث ہو جاتا ہے، وہ کہتے تھے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، اس کے لئے کوئی ایک جگہ متعین کرنا غلط ہے، اس کے لئے نہ فوق ہے نہ تحت نہ کوئی خاص جہت اور اسی جہت کے مسئلہ کی وجہ سے وہ اشاعرہ حنابلہ کو "حشویہ" کہتے تھے۔ (امام ابن تیمیہ مطبوعہ مدارس ص ۷۷)

غرض یہی...... جہت باری اور صفات کا مسئلہ سب سے پہلے اختلاف کا سبب بنا اور ان مسائل کو طے کرنے کے لئے متعدد مجالس مناظرہ منعقد ہوئیں جن میں حسب بیان افضل العلماء محمد یوسف صاحب کوکن عمری ایم اے مصنف کتاب مذکور، بعض تو بے نتیجہ ختم ہوئیں اور بعض میں علامہ ابن تیمیہ ہی کی جیت ہوئی، مگر ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ان بہت سی نجی مجالس کے مناظروں کے بعد حسب بیان محترم افضل العلماء صاحب کھلی عدالت میں علامہ کے خلاف مقدمہ قائم ہوا جس میں حکومت کی طرف سے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن عدلان شافعی (م ۷۴۹ھ) نے علامہ کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا عرش پر ہے اور انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے اور خدا آواز و حروف کے ساتھ بولتا ہے اور اس کے بعد کہا کہ کیا ایسا شخص سخت ترین سزا کا مستحق نہیں ہے؟ تو اس پر کرسی عدالت پر متمکن قاضی القضاۃ شیخ زین الدین علی بن مخلوف نویری مالکی (م ۷۱۸ھ) نے علامہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے فقیہ! اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

علامہ نے اس پر پہلے طویل خطبہ اپنی حسب عادت دینا شروع کیا جس پر عدالت نے کہا کہ آپ خطبہ دینے کے لئے نہیں بلائے گئے ہیں اس وقت آپ الزامات کا جواب دیں تو اس پر علامہ کو غصہ آگیا اور آپ نے صرف اتنی بات پر قاضی مالکی کو یہ الزام دے کر کہ وہ اس مقدمہ میں میرے حریف و مقابل بنے ہوئے اپنا بیان اور جواب عدالت میں دینے سے قطعی انکار کر دیا اور عدالت نے (مجبور ہو کر) آپ کو محبوس کرنے کا فیصلہ دیا، اس واقعہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ مختلف مجالس مناظرات اور ان کی بحثوں سے علامہ بھی تنگ ہو چکے تھے اور اپنے بہت سے دلائل کی قوت و ضعف سے بھی آگاہ ہو چکے تھے، ورنہ ہر جگہ جیتنے والے اور قوی دلائل والے کے لئے تو اس سے بہتر موقع نہیں تھا کہ وہ اپنے دلائل حکومت کے کاغذات میں ریکارڈ کرا دیتا، اگر کسی عدالت سے بھی ایک فیصلہ علامہ کی موافقت میں ہو جاتا تو اختلاف کی بڑی خلیج پٹ جاتی اور علامہ کی مخالفت بہت کم ہو جاتی۔

ان چیزوں سے نیز علامہ اور مقابل کے دلائل کی کتابوں میں پڑھنے کے بعد ہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ ان چند اختلافی مسائل میں علامہ اور ان کے پیروؤں کی طرف سے بے جا تشدد ہو گیا ہے اور ایسے ہی مسائل میں ہمارے اکابر حضرت شاہ صاحبؒ (علامہ کشمیریؒ) وغیرہ کی یہ رائے ہے کہ علامہ نے اپنی کہی اور دوسروں کی جس طرح ان کی علمی شان رفیع کے لئے مناسب تھا نہیں سنی ورنہ ضرور ان مسائل میں بھی اعتدال کی راہ نکل آتی اور اتنے ہنگاموں اور اختلافات تک نوبت نہ پہنچتی، دوسری صدی کے بعد کی اس قسم کی تمام شورشوں پر نظر کرتے ہوئے امام اعظمؒ کے اس فیصلہ کی کتنی قدر ہوتی ہے جس سے آپ نے اپنے تمام اصحاب و تلامذہ کو نہایت سختی سے کلامی مسائل میں دراندازی اور غلو سے روک دیا تھا، صرف یہی ایک طریقہ تھا، جس سے اس امت مرحومہ کے علماء و عوام کا اتحاد و اتفاق اور چین و امن کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے اور دوسرے اہم ترین مسائل زندگی میں سربراہی کر سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ ایسی بزرگ و برتر شخصیت پر جو امت مرحومہ کے لئے سرتاپا رحمت و شفقت مجسم تھی "یری السیف علی الامۃ" کا الزام لگایا گیا، یہاں یہ چند سطریں علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں بغیر سابق ارادہ کے لکھی گئیں، کیونکہ ان طولانی بحثوں کا اس مقدمہ میں کوئی موقع و محل نہیں ہے البتہ انوار الباری میں ان سب مسائل پر اپنے اپنے موقع پر سیر حاصل بحثیں ہوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ وھو المستعان۔

۲: شیخ اکبر اور دوسرے قائلین وحدۃ الوجود سے سخت انحراف و اختلاف۔

۳: مسئلہ طلقات ثلاث کو بمنزلہ طلاق واحد قرار دیتے ہیں اور حرمت نکاح تحلیل میں بھی بہت تشدد کیا۔

۴: بعد وفات کسی کی ذات سے توسل کر کے دعا مانگنا حتیٰ کے رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے بھی ان کے نزدیک توسل جائز نہیں۔

۵: اسی طرح کسی کے جاہ و مرتبہ کے واسطہ سے بھی خدا سے دعا کرنا جائز نہیں۔

۶: زیارت قبور کے لئے شدِ رحال (یعنی سفر شرعی کرنا) جائز نہیں حتیٰ کے سید الانبیاء رسول اکرم علیہ السلام کی زیارت کی نیت سے بھی اگر مدینہ طیبہ کا سفر ہو تو اس کو علامہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔

ان مسائل میں علماء وقت نے آپ کا خلاف کیا، مستقل کتابیں تردید میں لکھی گئیں لیکن علامہ ابن تیمیہ میں جہاں بیسیوں کمالات تھے، یہ کمی بھی تھی کہ وہ اپنی ہی کہتے تھے، دوسرے کی نہیں سنتے تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ علامہ کشمیری بھی جو علامہ کے فضل و تبحر علمی کے بے حد مداح تھے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے اقوال درس بخاری کے وقت نقل کیا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ علامہ میں یہ کمی تھی کہ اپنی ہی کہتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری امرتسر سے دیوبند آئے تو مجھ سے پوچھنے لگے کہ ابن تیمیہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ اپنی خوب دھنتے ہیں دوسرے کی نہیں سنتے، انہوں نے اس پر میری تائید کی اور ہاتھ گھما کر کہا "زور، زور" پھر فرمایا کہ جہاں بولتے ہیں حدیث اور معقول و فلسفہ کا دریا بہا دیتے ہیں مگر دوسرے کی بالکل نہیں سنتے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ روضہ اطہر رسول اللہ علیہ السلام کا عرش سے افضل ہے اور مدفن مبارک کے علاوہ باقی مدینہ مفضول ہے، بیت اللہ سے جیسا کہ اکثر علماء کی رائے ہے مگر صرف ابن تیمیہ اس میں متوقف ہیں، مجاہد سے مرسل صحیح مروی ہے کہ روز قیامت جب خدا کی تجلی عرش پر ہوگی تو آنحضرت علیہ السلام داہنی طرف ہوں گے عرش پر۔

ایک دفعہ فرمایا کہ ابن تیمیہ گو پہاڑ ہیں علم کے اور دریائے ناپیدا کنار ہیں مگر عربیت اونچی نہیں ہے، اسی لئے سیبویہ کی سترہ غلطیاں نکالی ہیں، میرا خیال ہے کہ خود ہی غلط سمجھے ہیں، فلسفہ بھی بہت زیادہ جانتے ہیں بلکہ معقولات کا اس قدر مطالعہ اور استحضار کم کسی کا ہوا ہوگا، مگر ناقل ہیں، حاذق نہیں ہیں، بعض اوقات کچی بات کو اختیار کر لیتے ہیں جو حاذق کی شان نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

علامہ ابن تیمیہ کی مشہور مطبوعہ تصانیف یہ ہیں: فتاویٰ ابن تیمیہ ۵ جلد، اقامۃ الدلیل علی بطلان التحلیل، الصارم المسلول علی شاتم الرسول الجواب الفصیح لمن بدل دین المسیح ۴ جلد، منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ ۴ جلد، در، تعارض العقل والنقل (منہاج السنہ کے حاشیہ پر چھپی ہے) مجموعہ الرسائل الکبریٰ ۲ جلد، مجموع الرسائل ۲ جلد، مجموعۃ الرسائل والمسائل ۵ جلد، الرد علی المنطقیین، اقتضاء الصراط المستقیم، کتاب النبوات، تلخیص کتاب الاستغاثہ المعروف بالرد علی البکری (مسئلہ استغاثہ میں شیخ نور الدین بکری کی تردید) مجموعۃ الرسائل المنیریہ ۳ جلد، قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ مجموعہ تفسیر علامہ ابن تیمیہ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے رسائل مطبوعہ اور کتب و رسائل قلمی بھی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ کلہم اجمعین، آپ کے مشہور تلامذہ علامہ ابن قیم وغیرہ کے حالات آگے آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۹۷- شیخ محمد بن عثمان بن ابی الحسن عبد الوہاب انصاری معروف بابن الحریری حنفیؒ م ۷۲۸ھ

جلیل القدر محدث تھے، اکابر محدثین سے تحصیل و تکمیل کی، صاحب جواہر مضیئہ نے لکھا کہ آپ نے متعدد مدارس میں درس علوم دیا اور تحدیث کی ہے، بڑے رعب و جلال والے تھے اور خواص و عوام میں بڑی مقبول شخصیت تھی، میں نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے اور استفادہ کیا ہے، مجھ پر بڑی شفقت و احسان کرتے، دمشق کے قاضی القضاۃ بھی رہے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ)

۱۹۸- شیخ عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان ماردینی حنفیؒ، م ۷۳۱ھ

بڑے محدث، مفسر، فقیہ، لغوی، ادیب، شیخ وقت اور مرجع علماء و عوام تھے، درس حدیث و افتاء و تالیف کتب آپ کے خاص مشاغل تھے، جامع کبیر کی بھی شرح لکھی ہے، علامہ قرشی مصنف "الجواہر المضیئہ" وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیئہ و حدائق الحنفیہ)

۱۹۹-الشیخ الامام علاء الدین علی بن بلبان فارسی حنفیؒ، م ۷۳۱ھ، ۷۳۹ھ

جلیل القدر محدث وفقیہ امام وقت تھے، درس علوم، جمع وتالیف کی کتب اور افتاء کی گراں قدر خدمات میں زندگی بسر کی تلخیص الخلاطی کی شرح لکھی، محدث ابن حبان کی تقاسیم وانواع کو مرتب کیا جس کا نام ''الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان'' رکھا، نیز طبرانی کو بہترین طریق پر ابواب فقیہ سے مرتب کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وتقدمہ)

۲۰۰-قاضی القضاۃ شیخ علی بن احمد بن عبدالواحد بن عبدالمنعم طرطوسی حنفیؒ، م ۷۳۲ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، مدت تک درس علوم وافتاء کی خدمت کی، بڑے زاہد وعابد اور بہ کثرت تلاوت کرتے تھے، نیز کم سے کم وقت میں ختم کر لیتے ہیں، نقل ہے کہ تین گھنٹہ اور چالیس منٹ میں تراویح میں پورا قرآن مجید ختم کر لیتے تھے، بڑے بڑے لوگ ان کا قرآن مجید سننے کو جمع ہوتے تھے، یہ آپ کی کرامت تھی اور اس طرح تیزی کے ساتھ اور جلد ختم کرنے کے واقعات اور بھی بعض بزرگوں سے نقل ہوئے ہیں، بعض حضرات چار ختم دن میں اور چار شب میں کرتے تھے جیسا کہ امام نووی اور صاحب اتقان وغیرہ نے لکھا ہے۔ (جواہر مضیۂ وحدائق حنفیہ)

۲۰۱-المحدث الکبیر ابن المهندس الشهیر محمد بن ابراہیم بن غنائم الشروطی الحنفیؒ، م ۷۳۳ھ

بڑے محدث تھے، کبار حفاظ حدیث اور ابو حامد محمودی اور ابوالحسن علی بن البخاری وغیرہ سے حدیث حاصل کی، بہت خوش خط بھی تھے، بہت سی کتابیں نقل کیں اور تہذیب الکمال مزی کو کئی بار لکھا، درس حدیث دیا ہے، علامہ قرشی نے لکھا ہے، کہ جب قاہرہ آئے تھے تو میں نے بھی آپ سے حدیث سنی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وجواہر)

۲۰۲-شیخ شمس الدین محمد بن عثمان اصفہانی معروف بابن العجمی حنفیؒ، م ۷۳۴ھ

اپنے زمانہ کے امام حدیث اور فقیہ فاضل تھے، مدت تک اقبالیہ میں درس علوم دیا اور مدرسۂ شریفہ نبویہ مدینہ طیبہ نیز دمشق میں درس حدیث دیا ہے، مذاہب میں ایک کتاب ''منسک'' بہت مفید لکھی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۰۳-حافظ قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور بن منیر بن عبدالکریم حلبی حنفی، م ۷۳۵ھ

امام عصر ومحدث کامل تھے، اکابر محدثین زمانہ سے حدیث سنی اور بہ کثرت روایت کی حتیٰ کے حفاظ ونقاذ حدیث میں شمار ہوئے، بڑے بڑے مدارس میں درس حدیث دیا ہے، اپنی کتابیں عاریۃً دینے میں بھی بڑے وسیع الحوصلہ تھے، کتاب الاہتمام تجلیس الالمام شرح بخاری شریف ۲۰ جلد، شرح سیرۃ عبدالغنی اور ''القدح المعلی فی الکلام علی بعض احادیث المحلی'' تصنیف فرمائیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ وحدائق)

۲۰۴-حافظ امین الدین محمد بن ابراہیم والی حنفیؒ، م ۷۳۵ھ

امام وشیخ وقت اور محدث کامل تھے، کثرت سے حدیث حاصل کی اور کثرت سے روایت بھی کی اور جمع وتالیف وعمر بسر کی، صاحب جواہر علامہ قرشی نے لکھا کہ میں نے بھی آپ کے قاہرہ کے قیام میں بہ کثرت احادیث سنی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وتقدمہ)

۲۰۵-امام ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی حنفیؒ، م ۷۳۹ھ

محدث کبیر، فقیہ کامل، نحوی اور اصول وفروع کے بڑے متبحر عالم تھے، حدیث ودمیاطی، محمد بن علی بن صاعد اور ابن عساکر وغیرہ سے حاصل کی،

آپ نے صحیح ابن حبان اور معجم طبرانی کو ابواب پر مرتب کیا، جامع کبیر کی شرح تصنیف کی، خلاطی کی تلخیص جامع کبیر کی بھی تحفۃ الحریص کے نام سے ایک بڑی شرح تصنیف کی، ایک کتاب سیرت میں سیرت لطیفہ اور ایک کتاب جامع مسائل مناسک تالیف کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر و حدائق)

۲۰۶- شیخ ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی شافعیؒ، م ۷۴۰ھ

اپنے وقت کے محدث علام اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے، آپ کی تصانیف میں سے سب سے زیادہ مشہور شرح ''مشکوٰۃ المصابیح'' حدیث کی نہایت مقبول و متداول کتاب ہے، ہندوستان میں تو ایک مدت تک صرف مشکوٰۃ شریف اور مشارق الانوار ہی درس حدیث کا معراج کمال رہی ہیں اور اب بھی جب کہ صحاح ستہ تکمیل فن حدیث کے لئے ضروری و لازمی قرار پا چکی ہیں، مشکوٰۃ شریف بھی دورۂ حدیث سے قبل ضرور پڑھائی جاتی ہے اس لئے صحاح ستہ کے بعد اس کی شرح کا اہتمام ہر دور کے علماء کبار نے کیا ہے، چنانچہ محدث کبیر ملا علی قاری حنفی نے ''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' لکھی جو طبع ہوئی تھی مگر اب عرصہ سے نایاب و نادر الوجود ہے۔

علامہ طیبی نے ''طیبی شرح مشکوٰۃ'' شیخ محدث دہلویؒ نے عربی میں لمعات شرح مشکوٰۃ اور فارسی میں اسلعۃ اللمعات لکھیں، مولانا نواب قطب الدین خان دہلویؒ نے ''مظاہر حق'' اور استاد محترم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی عم فیضہم شیخ الحدیث جامع اشرفیہ نیلا گنبد لاہور سابق استاد تفسیر و حدیث دار العلوم دیوبند (تلمیذ خاص علامہ کشمیری قدس سرہٗ) نے ''التعلیق الصبیح'' لکھی ہے، آپ نے رجال مشکوٰۃ کے حالات بھی ''اکمال فی اسماء الرجال'' میں لکھے ہیں جو مشکوٰۃ شریف کے ساتھ آخر میں طبع ہو گئی ہے، اس کے باب ثانی میں آپ نے آئمہ اصحاب اصول کے حالات بھی لکھے ہیں جن میں آپ کے تعصب کا رنگ جھلکتا ہے، ہم حصہ اول میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ ومن ذا الذی یرضی سجایاہ کلھا؟ رحمھم اللہ تعالیٰ و رضی عنھم و رضوا عنہ۔

۲۰۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن حلبی دمشقی مزی شافعیؒ، ۷۴۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ نے اطراف صحاح ستہ پر ایک کتاب تالیف کی نیز الکمال فی اسماء الرجال کے بعد (جو رجال صحاح ستہ پر سب سے پہلی اور حافظ عبدالغنی مقدسی م ۶۰۰ھ کی تالیف ہے) آپ کی کتاب ''تہذیب الکمال'' معرفۃ رجال صحاح میں بے نظیر ہے، جس کی حافظ ذہبی نے دو تلخیص کیں، ایک کا نام ''تذہیب التہذیب'' اور دوسری کا نام ''الکاشف رکھا'' پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص کی اور تہذیب التہذیب نام رکھا (جو ۱۲ جلد میں حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے اور تہذیب مذکور کو مختصر کر کے تقریب التہذیب بنائی (وہ بھی لکھنو مطبع نولکشور سے چھپ چکی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ، رسالہ مستطرفہ وغیرہ)

۲۰۸- شیخ ابو محمد عثمان بن علی بن محجن زیلعی حنفیؒ، م ۷۴۳ھ

بڑے محدث و فقیہ، نحوی، فرضی تھے، ۷۰۵ھ میں قاہرہ آئے، تدریس، افتاء اور تنقید و تحقیق علمی میں مشغول ہوئے اور علماء زمانہ میں خاص امتیاز پایا، بڑے بڑے علماء نے آپ سے استفادہ کیا، فقہ کی مشہور درسی کتاب ''کنز الدقائق'' کی نہایت محققانہ شرح لکھی جو ''تبیین الحقائق'' کے نام سے موسوم ہے، جامع کبیر کی بھی آپ نے شرح لکھی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر و حدائق)

۲۰۹- الحافظ الشمس السروجی محمد بن علی بن ایبک حنفیؒ، م ۷۴۴ھ

مشہور حافظ حدیث گزرے ہیں، ذیول تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ للمحدث الکوثری)

۲۱۰- شیخ احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ ماردینی حنفیؒ، م ۷۴۴ھ

بڑے محدث وفقیہ تھے، حدیث دمیاطی اور ابن صواف سے پڑھی اور روایت کی، مدت تک درس علوم وافتاء میں مشغول رہے، ابن ترکمانی کے نام سے بھی مشہور ہوئے، مگر اس نام کے ساتھ بہت زیادہ شہرت شیخ علاء الدین جوہرتقی کی ہے، حدیث، فقہ، اصول فقہ، فرائض، ہیئت منطق ونحو وغیرہ میں، بہت اعلیٰ تحقیق سے کتابیں تصنیف کیں، جامع کبیر اور ہدایہ کی بھی شرح لکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق وجواہر)

۲۱۱- شیخ برہان الدین بن علی بن احمد بن علی بن سبط بن عبدالحق واسطی حنفیؒ، م ۷۴۴ھ

اپنے وقت کے مشہور امام، محدث، فقیہ، عارف غوامض، مذہب اور ولایت مصر کے قاضی القضاۃ تھے، حدیث اپنے جدامجد اور ابن البخاری وغیرہ سے پڑھی، مدت تک درس حدیث دیا، اہل باطل سے مناظرے کئے، سنن کبیر بیہقی کی تلخیص کی اور ہدایہ کی شرح لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ (حدائق حنفیہ)

۲۱۲- شیخ اثیر الدین ابوحیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اندلسی شافعیؒ، م ۷۴۵ھ

مشہور محدث، مفسر، لغوی، نحوی، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، حدیث میں آپ کی تساعیات بھی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۸۴)

۲۱۳- صدر الشریعۃ امام عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ احمد بن جمال الدین حنفیؒ م ۷۴۷ھ

اپنے وقت کے امام متفق علیہ اور علامہ مختلف الیہ (علماء وعوام کے مادی وملجا) جامع معقول ومنقول، محدث جلیل وفقیہ بے مثل تھے، علم تفسیر وحدیث، علم خلاف وجدل، نحو، لغت، ادب، کلام ومنطق وغیرہ کے متبحر عالم تھے، آپ کے جدامجد صدر الشریعۃ اکبر سے مشہور ہوئے تھے تو آپ صدر الشریعۃ اصغر کہلائے اور اپنے دادا جان ہی کے نقش قدم پر تقیید نفائس عالیہ وجمع فوائد جلیلہ علیہ میں منہمک ومشغول رہتے تھے، آپ کا نسب حضرت عبادہ بن صامت صحابی رسول اکرم ﷺ سے ملتا ہے، علم اپنے دادا تاج الشریعۃ وغیرہ اکابر علماء وقت سے حاصل کیا تھا، آپ نے وقایہ (مشہور فقہی کتاب کی نہایت اعلیٰ شرح لکھی جو بہت مقبول ومتداول اور داخل درس ہے پھر وقایہ کو مختصر کر کے نقایہ ترتیب دی، اصول فقہ میں "تنقیح" لکھی، پھر اس کی شرح توضیح لکھی ان کے علاوہ دوسری اہم تصانیف یہ ہیں، المقدمات، الاربعہ، تعدیل العلوم فی اقسام العلوم العقلیہ، الوشاح (علم معانی میں کتاب الشروط، کتاب المحاضرہ، وغیرہ جن کی شروح بعد کے علماء نے لکھیں، مشکلات علوم ومسائل کے حل میں بڑے ماہر تھے، اس لئے ان کو تمام تصانیف سے نفع عظیم ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۲۱۴- حافظ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعیؒ (م ۷۴۸ھ)

نہایت مشہور ومعروف حافظ حدیث اور بلند پایہ مورخ تھے، آپ ہی نے تہذیب الکمال مزی کی تلخیص کر کے تذہیب التہذیب اور کاشف ترتیب دیں اور حفاظ حدیث کو تذکرۃ الحفاظ میں بہ ترتیب طبقات جمع کیا جو ۴ جلد میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے عرصہ ہوا شائع ہو چکی ہے۔

اسی طرح سیر اعلام النبلاء وغیرہ اہم کتابیں لکھیں، اگرچہ حفاظ حدیث کے تذکرے اور محدثین نے بھی لکھے ہیں مگر تذکرۃ الحفاظ نہایت نافع اہم کتاب ہے بعد کو اس کے ذیول اور ضمیمے بھی لکھے گئے جو ذیول تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری حنفیؒ کی نہایت گرانقدر علمی تحقیقات وتعلیقات کے ساتھ دمشق سے شائع ہوئے۔

جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کے یہاں بڑا عنصر حنفی شافعی کے تعصب کا تھا اسی طرح حافظ ذہبی کے یہاں اشعری، ماتریدی کی

تفریق ملتی ہے اور بہت سے حنفی حفاظ حدیث کا تذکرہ آپ نظر انداز کر دیا ہے تاہم آپ کے علمی احسانات سے ہم سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، آپ نے امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب کے مناقب میں بھی ایک کتاب لکھی جس کا ذکر آپ نے ''الکاشف فی اسماء الرجال'' میں بھی امام صاحب کے ترجمہ میں کیا ہے، یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۱۵- شیخ محمد بن محمد بن احمد معروف لقوام الدین کا کی حنفیؒ، م ۷۴۹ھ

مشہور محدث، فقیہ اور عالم متبحر تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل شیخ علاء الدین عبدالعزیز بخاری وغیرہ سے کی، شیخ حسام الدین سفناقی سے ہدایہ پڑھی ہے، جامع ماردین قاہرہ میں قیام کر کے درس علوم و افتاء میں مشغول رہے۔

ہدایہ کی شرح معراج الدرایہ لکھی اور ایک کتاب نہایت اہم ''عیون المذاہب'' تالیف کی جس میں آئمہ اربعہ کے اقوال جمع کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۱۶- حافظ علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم ماردینی حنفیؒ، م ۷۴۹ھ

جلیل القدر حافظ حدیث، مشہور مفسر، فقیہ و اصولی اور جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، فرائض، حساب، تاریخ، شعر و ادب و عربی میں بھی کامل تھے، مدت تک ولایت مصر کے قاضی رہے، ابن ترکمانی سے زیادہ مشہور ہوئے، نہایت گراں قدر تصانیف کیں، اہم یہ ہیں: ۱۱لجواہر النقی فی الرد علی البیہقی (یہ کتاب محدث بیہقی کے رد میں بے نظیر ہیں جس کا جواب آج تک کسی سے نہ ہوسکا، دائرۃ المعارف سے سنن بیہقی کے ساتھ بھی چھپی ہے اور علیحدہ بھی دو جلد میں شائع ہوئی ہے، ہر محدث عالم کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے، ۲المنتخب فی الحدیث، ۳المؤتلف و المختلف، ۴کتاب الضعفاء والمتر کین (کاش یہ نہایت قیمتی کتب بھی شائع ہوں) ۵بہجۃ الاعاریب بمافی القرآن من الغریب، ۶مختصر رسالہ قشیری، ۷مختصر علوم الحدیث ابن صلاح۔

ان کے علاوہ ہدایہ کو مختصر کر کے کفایہ لکھی تھی، پھر اس کی شرح کی مگر پوری نہ کر سکے جس کو آپ کے صاحبزادے قاضی القضاۃ عبداللہ بن علی ماردینیؒ نے پورا کیا، صاحب جواہر مضیۂ علامہ محدث قرشی بھی آپ کے تلامذۂ حدیث میں ہیں، آپ ہی سے حافظ جمال الدین زیلعی (صاحب نصب الرایہ) حافظ زین الدین عراقی اور محدث عبدالقادر قرشی نے فن حدیث کی تحصیل و تکمیل کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ذیول تذکرۃ الحفاظ جواہر مضیۂ و حدائق حنفیہ)

۲۱۷- حافظ ابن الوانی عبداللہ بن محمد بن ابراہیم حنفیؒ، م ۷۴۹ھ

حفاظ حنفیہ میں سے ہیں ''طبقات حسینی'' میں آپ کا تذکرہ ہے۔ (تقدمہ نصب الرایہ للمحدث الکوثریؒ ص ۴۶)

۲۱۸- حافظ ابن القیم ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن حزیز حنبلی

ولادت ۶۹۱ھ م ۷۵۱ھ

علامہ ابن تیمیہ، کے طبقہ اول کے تلامذہ میں سے ہیں، آپ دوسرے تلامذہ سے عمر میں کم تھے اور شاگردی کا زمانہ بھی کم پایا، یعنی تقریباً ۱۴ سال مگر علامہ کے کمالات سے بہت زیادہ مستفید ہوئے اس لئے دوسرے تلامذہ سے علم و فضل میں ممتاز ہوئے، آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ علامہ کے علمی و عملی کمالات کا مظہر تھے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دونوں ایک روح اور دو قالب تھے۔

آپ کو تصنیف وتالیف کا بہترین سلیقہ تھا، بقول محترم افضل العلماء صاحب کو کن مؤلف کتاب ''ابن تیمیہ'' علامہ کے مزاج میں حدت بہت زیادہ تھی، اور اپنے دل ودماغ کی تیزی اور قلم کی روانی میں کسی ایک موضوع پر ٹھہر کر گفتگو نہیں کرتے تھے اور ضمنی مباحث کو بیک وقت سمیٹنے کے عادی تھے'' (امام ابن تیمیہ ص ۶۵۷) حافظ ابن قیم کے اساتذہ میں ایک شیخ صفی الدین ہندی حنفی بھی تھے جو امام ابن تیمیہ کے حریف تھے اور ان سے مناظرے بھی کئے تھے، آپ نے فن اصول کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی جب ۷۱۵ھ میں شیخ صفی الدین کا انتقال ہوگیا تو امام ابن تیمیہؒ کی صحبت میں رہنے لگے تھے۔ (امام ابن تیمیہ ص ۶۵۷)

جب ۷۲۶ھ میں زیارت قبور، توسل، وسیلہ واستغاثہ کے مسائل کی وجہ سے ہنگامہ ہوا تو حافظ ابن قیم نے اپنے استاد (ابن تیمیہ) کے خیالات ہی کی پرزور حمایت کی جس کی وجہ سے حکومت نے آپ کو بھی قید کردیا تھا، استاد کی وفات کے بعد ۷۲۸ھ میں آپ کو قید سے رہائی ملی، حافظ صاحب مدرسہ صدریہ کے مدرس اور مسجد مدرسہ جوزیہ کے امام تھے درس وامامت سے جو وقت بچتا تھا اس کو تصنیف وتالیف پر صرف کرتے تھے۔

حافظ صاحب اپنی مذہبی شدت کے باوجود نہایت خلیق ومنکسر المزاج تھے، ان میں اپنے استاد کی سی حدت وشدت نہیں تھی، مخالفین کے ساتھ وہ اچھی طرح پیش آتے تھے، اس وصف میں وہ اپنے استاد سے بالکل ممتاز تھے۔ (کتاب مذکور ص ۶۵۹)

حافظ ابن قیم کی تقریر وتحریر دونوں مربوط اور حشو وزائد سے پاک ہوتی تھیں، ان کی اور امام ابن تیمیہ کی تصنیفات میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ حافظ صاحب کی تصنیفات میں تکرار نہیں ہوتی تھی، امام صاحب کی تصنیفات کا یہ حال نہیں ہے (ایضاً ص ۶۵۹)

حافظ ابن قیم کے مطالعہ میں آئمہ احناف کی کتابیں بھی رہی ہیں بلکہ ان سے نقل بھی کرتے ہیں، مثلاً مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیادہ سے حدیث قرب قیامت کی اعلام الموقعین ص ۴۳ ج ۱ (مطبوعہ اشرف المطابع دہلی) میں نقل کی ہے، اس کے علاوہ امام اعظم کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے امام اعظم کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے نیز ان کا اور حافظ ابن قیم کا طرز تحقیق نرا محدثانہ نہیں بلکہ آئمہ احناف کی طرف فقیہانہ ہے، چنانچہ حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن ابی داؤد میں حدیث قلتین کے متروک العمل ہونے پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے، اور بہت سے دلائل سے اس کا ناقابل قبول ہونا ثابت کیا ہے، فقہاء خصوصاً آئمہ احناف حدیث قلتین، حدیث جہر آمین، حدیث خیار مجلس اور حدیث مصراۃ وغیرہ روایات کو تعامل وتوارث سلف کی روشنی میں جانچتے تھے جب کہ ارباب روایت صرف صحت سند پر مدار رکھتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء ص ۸۵ ج ۲ میں لکھا کہ اتفاق سلف اور ان کا توارث فقہ کی اصل عظیم ہے، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ جب حضور اکرم ﷺ سے دو مختلف حدیثیں ماثور ہوں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ نے کس پر عمل کیا اور کس کو ترک کیا ہے، حق ان کے تعامل کے مطابق ہوگا محدث فقیہ امام ابوداؤد نے لکھا کہ جب دو حدیث متعارض ہوں تو دیکھنا چاہئے کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے۔

افسوس ہے کہ غیر فقیہ محدثین نے اس اصول کو نظر انداز کردیا اور صرف اسناد حدیث میں اونچ نیچ نکال کر اپنے علم کے موافق مسائل پیدا کئے اور اختلافات میں اضافہ کیا، حافظ ابن قیم کی مشہور تصانیف یہ ہیں: زاد المعاد (۴ جلد) تہذیب سنن ابی داؤد، مدارج السالکین، (۳ جلد) اعلام الموقعین (۴ جلد) بدائع الفوائد (۲ جلد)، روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین شفاء العلیل فی القضاء والقدر، الطب النبوی، کتاب الروح، مختصر الصواعق المرسلہ (۲ جلد) مفتاح دارۃ السعادۃ، ہدایۃ الحیاری، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۱۹- حافظ ابوالحسن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام معروف تقی الدین سبکی شافعیؒ ۷۵۶ھ

آپ مشہور محدث ابوحیان اندلسی کے تلمیذ ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے زبردست مخالفین میں سے رہے ہیں، متعدد رسائل اور نظمیں ان کے متعلق لکھیں ہیں، ان کے علاوہ آپ کی دوسری تالیفات المسلسل بالاولیۃ وغیرہ ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۹ میں آپ کو بقیۃ المجتہدین لکھا۔

۲۲۰-امیر کاتب عمید بن امیر عمرو بن امیر غازی اتقانی فارانی حنفیؒ ولادت ۶۸۵ھ

آپ کی کنیت ابوحنیفہ اور لقب قوام الدین تھا، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین واہل فضل سے تحصیل علوم کی، حدیث، فقہ لغت وعربیت کے امام تھے، آپ نے ۷۱۶ھ میں سفر حج کے وقت منتخب حسامی کی شرح تبیین لکھی، ہدایہ کی شرح غایۃ البیان ونادرۃ القرآن تصنیف کی، مدت تک مدرسہ مشہد امام اعظم میں درس علوم دیا اور قضاء وافتاء میں بھی مشغول رہے۔

۷۴۷ھ میں دمشق گئے اور حافظ ذہبی کی وفات پر ظاہریہ میں مدرسہ دارالحدیث کے مدرس ہوئے، علماء شوافع سے آپ کے مشاجرات معارضات اور مناظرے رہے ہیں، آپ مخالفین کے ردو جواب میں شدت وسختی سے کام لیتے تھے اس لئے آپ کو متعصب بھی کہا گیا ہے، بات یہ تھی کہ آپ غیروں کی بیجا زیادتی برداشت نہ کرتے تھے، اس لئے آپ نے جو کچھ ان کے متعلق لکھا وہ جوابی ودفاعی قدم تھا اس لئے ان غیروں کو زیادہ متعصب اور ''البادی اظلم'' کے قاعدہ سے بڑا ظالم بھی کہنا چاہئے۔

آپ نے غایت البیان کی بحث حروف المعانی میں لکھا کہ ''غزالی نے منخول میں امام ابوحنیفہ پر چند الزامات بے دلیل لگائے ہیں، اگر کتاب کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان کا ایسا رد لکھتے کہ اس سے ان کی روح ان چیزوں سے توبہ کر لیتی جوان کے ہاتھ وزبان نے کئے تھے، واللہ! ہم امام غزالیؒ کا انتہائی احترام اور بڑی عقیدت رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے احیاء العلوم میں مشائخ کے اقوال جمع کئے ہیں لیکن جب یہ دیکھا کہ وہ اکابر امت پر بے دلیل وبرہان طعن وتشنیع کرتے ہیں تو اس سے ہماری عقیدت مذکورہ مجروح ہوگئی۔

آخر تبیین میں اپنی علمی کاوشوں اور تحقیق وتدقیق جاں فشانیوں کی داد طلب کرتے ہوئے لکھا کہ ''اگر میرے اسلاف کرام زندہ ہوتے، تو مجھ کو منصف ٹھہراتے، امام اعظمؒ فرماتے کہ تم نے اچھی کوشش کی، امام ابو یوسف فرماتے تم نے بیان ودلیل کی روشنی دکھائی، امام محمد فرماتے تم نے بہتر کام کیا، امام زفر فرماتے تم نے پختہ کاری سے کام لیا، امام حسن بن زیاد فرماتے تم نے گہرائی کی باتیں لکھیں، ابوحفص فرماتے تم نے اپنے مطالعہ میں دقت نظر سے کام لیا، ابو منصور کہتے حق بات کو ثابت کیا، امام طحاوی فرماتے، صحیح وسچی بات کہی، امام کرخی فرماتے تمہاری باتوں میں خدا نے برکت دی، جصاص فرماتے خوب پختہ دلائل بیان کئے، ابو زید دبوسی کہتے تمہیں حق وثواب کی توفیق ملی، شمس الائمہ فرماتے تمہیں اپنا مقصود حاصل ہوا، فخر الاسلام فرماتے تم نے مہارت فن کا ثبوت دیا، نجم الدین نسفی کہتے تم غالب آئے، صاحب ہدایہ فرماتے تم نے سمندر کی غواصی کی اور صحیح سلامت نکل آئے، صاحب محیط فرماتے تم اپنے دعویٰ میں کامیاب ہوئے، متنبیؔ کہتے کہ تمہارا شمار فصحاء عرب میں ہوا''۔

ہر شخص جو غیر معمولی محنت وکاوش کسی کام میں کرتا ہے اپنے بڑوں سے اس کی داد طلب کرتا ہے زبان سے نہ کہے تو دل میں ضرور اس کی خواہش ہوتی ہے، اس لئے اس کو تفوق وتعلّی پر محمول کرنا درست نہیں، اس لئے ہم نے اس کو یہاں نقل بھی کر دیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر، حدائق، فوائد بہیہ)

۲۲۱-حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد بن ایوب بن موسیٰ زیلعی حنفیؒ، م ۷۶۲ھ

زیلع حبشہ کے ساحل پر ایک شہر ہے، اسی کی طرف آپ کے شیخ فخر الدین زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (۲ مجلدات کبیرہ) کی بھی نسبت ہے، جہاں اور بھی بہت سے حنفی علماء ہوئے ہیں جن کے تراجم قلائد النحر فی دفیات اعیان الدہر میں ہیں، شیخ تقی الدین بن فہد مکی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے کہ حافظ زیلعی نے فقہ میں تخصص کیا، معاصرین سے ممتاز ہوئے، نظر ومطالعہ برابر کرتے رہے اور طلب حدیث میں بھی اسی طرح منہمک ہوئے پوری طرف صرف ہمت کی تخریج میں متخصص ہوئے، تالیف وجمع حدیث کا اشتغال رہا، سماع حدیث ایک جماعت اصحاب نجیب حرانی اور ان کے بعد کے اکابر محدثین سے کیا پھر علامہ ابن فہد نے بہت سے محدثین کے نام بھی لکھے۔

شیخ تقی الدین ابوبکر تمیمی نے "طبقات سنیہ" میں لکھا کہ حافظ زیلعی نے اصحاب نجیب سے حدیث سنی اور فخر زیلعی وقاضی علاء الدین ترکمانی وغیرہ سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، مطالعہ کتب حدیث میں پورا انہماک کیا یہاں تک کے حدیث ہدایہ اور کشاف کی تخریج کی اوران کا استیعاب بتمام وکمال کیا۔

حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں لکھا کہ مجھ سے ہمارے شیخ عراقی ذکر کرتے تھے کہ وہ اور حافظ زیلعی کتب حدیث کے مطالعہ میں شریک تھے، عراقی نے احیاء کی احادیث اوران احادیث کی تخریج کا ارادہ کیا تھا جن کی طرف امام ترمذی نے ابواب میں اشارہ کیا ہے اور حافظ زیلعی نے احادیث ہدایہ[1] وکشاف کی تخریج کا بیڑہ اٹھایا تھا، ہرایک دوسرے کی اعانت کرتا تھااور زیلعی کی تخریج احادیث ہدایہ سے محدث زرکشی نے تخریج احادیث رافعی میں بہت زیادہ مدد لی ہے۔

استاذ محترم محقق عصر علامہ کوثریؒ نے تعلیقات ذیل ابن فہد میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خود حافظ ابن حجر بھی اپنی تخاریج میں حافظ زیلعی کی تخاریج سے اسی طرح بکثرت استفادہ کرتے ہیں حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے بھی فوائد بہیہ میں لکھا کہ بعد کو تمام شارحین ہدایہ نے آپ کی تخریج سے مدد لی ہے، بلکہ حافظ ابن حجر نے بھی تخریج احادیث "شرح الوجیز" وغیرہ میں مدد لی ہے۔

علامہ کوثری کو بہت سے حفاظ شافعیہ کی متعصبانہ روش سے شکوہ تھا، خصوصاً حافظ ابن حجر سے کہ حافظ زیلعی کے طرز وطریق کے برعکس حنفیہ کا حق کم کرتے ہیں اور بے ضرورت بھی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی تالیفات خصوصاً فتح الباری میں ان کا معمول ہے کہ وہ حنفیہ کے موافق حدیث کو اس کے باب میں جان بوجھ کر نہیں لاتے پھر اس کو غیر مظان میں ذکر کرتے ہیں تا کہ حنفیہ سے انتفاع نہ کرسکیں۔

حضرت الاستاذ علامہ کشمیریؒ نے ارشاد فرمایا کہ حافظ زیلعی جس طرح اکابر محدثین وحفاظ میں سے تھے اسی طرح وہ مشائخ صوفیہ واولیاء کاملین سے تھے جن کے نفوس مجاہدات وریاضات سے مزکی وپاکیزہ ہوجاتے ہیں اوران کے آثار تزکیہ نفس ہی سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے لئے قطعاً کوئی تعصب نہیں کرتے تھے اور مقابل ومخالف کے ساتھ بھی غایۃ انصاف سے پیش آتے تھے، اوران کی بے تعصبی اور سلامت صدر کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے اور یہ وصف وامتیاز حافظ تقی الدین بن دقیق العید شافعی میں بھی تھا کیونکہ وہ بھی اکابر صوفیہ میں سے اور صاحب کرامات تھے، وہ بھی اپنے مذہب کے لئے کوئی تعصب نہیں کرتے تھے، بلکہ بسا اوقات اپنی تحقیق سے حنفیہ کے افادہ اور تائید کا بھی قصد کرتے ہیں اور کسی کے حق کو کم کرنے کا تو ان کے یہاں سوال ہی نہیں، اس سے ان کی شخصیت بہت بلند ہے پھر فرمایا کہ اسی طریقہ کے ہمارے یہاں شیخ محقق بن ہمام صاحب فتح القدیر بھی ہیں، البتہ حافظ ابن حجر کی شان دوسری ہے، وہ ہمیشہ حنفیہ کی کمزوریوں اور گرفت کے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور کبھی اپنی بحث وتحقیق میں ایسی بات نہیں آنے دیں گے جس سے حنفیہ کو فائدہ پہنچ جائے، وقت گزاری کے لئے ایک بات کہہ جائیں گے، حالانکہ اس بات کو وہ خود بھی خلاف موقع جانتے ہیں، یہ طریقہ ان کی جلالت قدر کے شایان شان نہیں۔

یہاں اس بات کے ذکر سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ حافظ ابن حجر کی جلالت قدر اوران کے مرتبۂ عالی کو کم دکھایا جائے بلکہ چند حقائق وواقعات

---

[1] نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب "الاکسیر فی اصول التفسیر" میں اصل تخریج احادیث کشاف کو تو حافظ ابن حجر کی تالیف قرار دیا اور جو کچھ اوصاف و فضائل اس کے لکھے گئے ہیں وہ سب بھی تخریج ابن حجر کے ساتھ لگادیئے اور اس کی تلخیص کو زیلعی کی طرف منسوب کردیا حالانکہ یہ بات عقل ونقل کی رو سے غلط ہے۔

نقل تو اوپر نقل ہوئی، عقلاً اس لئے کہ حافظ ابن حجر حافظ زیلعی کی وفات سے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں، پھر کس طرح ممکن تھا کہ اصل کتاب کو ابن حجر بعد کو لکھتے اور اس کی تلخیص ان سے پہلے زیلعی کر گئے، اس غلطی پر حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے فوائد بہیہ میں متنبہ کیا ہے، جس طرف مولانا موصوف نے نواب صاحب مرحوم کی اور بھی بے شمار اغلاط مہمہ تراجم ووفیات کی گنائی ہیں، ہندوستان میں حافظ ابن حجر کی درایہ تلخیص نصب الرایہ بھی دوبار چھپی ہے اور ایک بار اس کو بھی زیلعی کی طرف منسوب کیا گیا۔

مقصد یہی ہوگا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور یہ تلخیص زیلعی کی ہے یا یہ بتلانا ہوگا کہ نصب الرایہ زیلعی کی مشہور کتاب یہی مختصر کم حیثیت کتاب ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کا اظہار محض اس لئے کیا ہے کہ ناواقف کو صحیح صورتحال پر بصیرت ونظر ہو اور وہ ہر شخص کے مرتبہ اور طرز وطریق کو پہچان سکے (افادہ السید المحترم مولانا البنوری عم فیضہم فی مقدمہ نصب الرایہ)

نصب الرایہ کے خصائص اور امتیازی فضائل بھی محترم مولانا بنوری نے مقدمہ میں حسب عادت بڑی خوبی ووضاحت سے بیان کئے ہیں، تذکرہ چونکہ نہایت طویل ہو گیا اس لئے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۲۲- حافظ علاء الدین مغلطائی (بکجری) بن قلیج بن عبداللہ ترکی مصری حنفیؒ

ولادت ۶۸۹ھ، م ۷۶۲ھ

اپنے زمانہ کے مشہور ومعروف امام حدیث اور اس کے فنون کے حافظ وعارف کامل تھے علم فقہ، انساب وغیرہ میں علامۂ زماں محقق ومدقق، صاحب تصانیف کثیرہ نافعہ تھے، نقل ہے کہ ایک سو سے زیادہ کتابیں آپ نے تصنیف کیں جن میں سے تلویح شرح بخاری، شرح ابن ماجہ، شرح ابی داؤد اور الزہر الباسم فی السیرۃ النبویہ بہت مشہور ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے درر کامنہ میں آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے ذیل تہذیب الکمال بھی لکھا تھا جو اصل تہذیب الکمال کے برابر تھا، پھر اس کو دو جلد میں مختصر کیا پھر ایک جلد میں مختصر کیا اور اس میں صرف حافظ مزی پر اعتراضات باقی رکھے لیکن اکثر اعتراضات مزی پر صحیح طور پر وارد نہیں ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وحدائق)

حافظ نے پھر یہ بھی لکھا کہ "آپ علم انساب کے نہ صرف عالم تھے بلکہ اس کی بہت اچھی معرفت رکھتے تھے، لیکن دوسرے متعلقات حدیث کا علم درمیانی درجہ کا تھا، آپ نے بخاری کی شرح لکھی اور ایک حصہ ابوداؤد اور ایک حصہ ابن ماجہ کی بھی شرح کی، مبہمات کو ابواب فقہ پر مرتب کیا جس کو میں نے خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا، اسی طرح بیان الوہم لابن القطان کو مرتب کیا اور زوائد ابن حبان علی الصحیحین تصنیف کی، ابن نقطہ اور بعد کے حضرات نے مشتبہ میں جو کچھ لکھا تھا اس پر ذیل لکھا، "ذیل المؤتلف والمختلف" اور ان کے علاوہ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں ۲۴ شعبان ۷۶۲ھ کو وفات ہوئی"۔

یہ تو حافظ نے لکھا اور چند امور اور بھی حسب عادت تنقیص کے لئے لکھ گئے، مگر حاشیہ درر کامنہ میں تحریر ہے کہ آپ سے بلقینی، عراقی دمیری اور مجد اسماعیل حنفی وغیرہ نے اخذ علم کیا اور آپ کے زمانہ میں فن حدیث کی ریاست وسیادت آپ پر کامل ہوئی، اسی طرح علامہ صفدی اور ابن رافع وغیرہ نے بھی آپ کے مناقب وفضائل ذکر کئے ہیں۔

غرض حافظ مغلطائی مشہور ومسلم محدث جلیل اور حافظ حدیث ہیں، آپ کے تلامذہ میں بہ کثرت کبار محدثین ہیں اور آپ کی تصانیف دنیا میں موجود ہیں جو آپ کے بلند پایہ محدث ہونے پر بڑی شہادت ہیں، مگر حافظ ان کے علم متعلقات حدیث کو صرف درجہ کا بتا رہے ہیں، اتنے بڑے علم کا اگر کوئی غیر حنفی ہوتا تو تعریفوں کے پل باندھ دیتے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

(الکتاب الضامن لاحناف القرن الثامن للمحدث العلام مولانا المفتی السیدی مہدی حسن عم فیضہٗ)

۲۲۳- شیخ ابوحفظ سراج الدین عمر بن اسحٰق بن احمد غزنوی ہندی حنفی

ولادت ۷۰۴ھ م ۷۷۳،۷۶۳ھ

اپنے وقت کے امام ومقتدا، محدث وفقیہ، علامہ بے نظیر، غیر معمولی ذکی وفہیم، مناظر ومتکلم مشہور تھے، اکابر محدثین وفقہاء زمانہ شیخ وجیہ

الدین دہلوی، شمس الدین خطیب دہلوی، ملک العلماء سراج الدین ثقفی دہلوی اور شیخ رکن الدین بدایونی سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور مصر جا کر وہاں کے قاضی القضاۃ ہوئے، کثیر التصانیف تھے جن میں سے بعض یہ ہیں: اللوامع فی شرح جمع الجوامع، شرح عقیدۃ الطحاوی، شرح زیادات، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، شرح تائیہ ابن الفارض، کتاب الخلاف، کتاب التصوف، شرح ہدایہ مسمی تو شیخ، الشامل (فقہ) زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام، شرح بدیع الاصول شرح المغنی، الغرۃ المنیفہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، لطائف الاسرار، عدۃ الناسک فی المناسک، لوائح الانوار فی الرد علی من انکر علی العارفین۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ، درر کامنہ، حدائق حنفیہ)

۲۲۴- شیخ ابن ربوہ محمد بن احمد بن عبدالعزیز قونوی دمشقی حنفی م ۷۶۴ھ

بڑے عالم، محدث، مفسر، فقیہ، لغوی، جامعہ فنون تھے متعدد مدارس مشہورہ میں درس علوم وافتاء کی خدمات انجام دیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، الدر المنیر فی حل اشکال الکبیر، قدس الاسرار فی اختصار المنار، المواہب الملکیہ فی شرح فرائض السراجیہ، شرح المنار، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر ص ۱۵ ج ۲ وحدائق ودرر کامنہ)

۲۲۵- حافظ ابوالمحاسن حسینی دمشقی (م ۷۶۵ھ)

مشہور حافظ حدیث ہیں جن کا ذیل تذکرۃ الحفاظ ذہبی ہے، اس میں آپ نے ان حفاظ حدیث کا تذکرہ لکھا ہے جو حافظ ذہبی سے رہ گئے تھے، یہ کتاب دمشق سے شائع ہو چکی ہے، اس ذیل کے علاوہ تذکرۃ الحفاظ کا ایک ذیل حافظ تقی الدین بن فہد (م ۸۷۱ھ) نے بھی لکھا تھا جس کا نام "لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ" ہے۔

اس کے علاوہ تذکرۃ الحفاظ کا ایک ذیل علامہ سیوطی نے بھی لکھا ہے جس میں حافظ ذہبی سے اپنے زمانہ تک کے حفاظ حدیث کو ذکر کر دیا ہے یہ تینوں ذیول یعنی حسینی، ابن فہد اور سیوطی کے مجموعہ تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری کی تصحیح وتعلیق کے ساتھ دمشق سے ایک ضخیم جلد میں شائع ہو گئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۵۰)

۲۲۶- ابوالبقاء قاضی محمد بن عبداللہ شبلی دمشقی حنفی ولادت ۷۱۰ھ م ۷۶۹ھ

محدث، فقیہ، عالم فاضل تھے، حافظ ذہبی اور مزی سے علم حاصل کیا اور روایت حدیث بھی کی، ایک نفیس کتاب "آکام المرجان فی احکام الجان" لکھی جس میں جنات کے حالات واخبار مع کیفیت پیدائش وغیرہ ایسی تفصیل وتحقیق سے تحریر کئے کہ آج تک ایسی کوئی اور کتاب تالیف نہیں ہوئی حافظ سیوطی نے اس کو تلخیص کیا اور کچھ اپنی طرف سے اضافات بھی کئے، اس کا نام آکام المرجان فی اخبار الجان رکھا، اس کے علاوہ محاسن الوسائل الی معرفۃ الاوائل اور قلادۃ النحر فی تفسیر سورۃ الکوثر اور ایک کتاب آداب حمام میں تصنیف کی، ۷۵۵ھ سے آخر تک طرابلس کے قاضی بھی رہے، حافظ ذہبی نے المعجم المختص میں آپ کا ذکر کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الدرر کامنہ وحدائق حنفیہ)

۲۲۷- شیخ محمد بن محمد بن امام فخر الدین رازی جمال الدین اقصرائی حنفیؒ م ۷۷۰ھ

بڑے محقق عالم حدیث وفقہ ودیگر فنون تھے، امام فخر الدین رازی آپ کے جدامجد تھے، لیکن وہ شافعی تھے اور آپ اور آپ کے والد حنفی تھے، آپ نے مدرسہ قرامان میں درس علوم وفنون دیا ہے، مدرسہ کے مالک نے شرط کی تھی کہ اس مدرسہ کا مدرس وہ ہوگا جس کو علاوہ دیگر علوم و فنون میں کمال کے صحاح جوہری حفظ یاد ہوگی، یہ شرط آپ کے اندر پائی گئی، اس لئے آپ ہی کا انتخاب مدرسہ مذکور کے لئے ہوا، آپ نے تفسیر کشاف کے حواشی لکھے، معانی وبیان میں شرح ایضاح لکھی اور علم طب کی مشہور ومعروف اعلیٰ درجہ کی کتاب "موجز" بھی آپ ہی کی

تصنیف ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۲۸- علامہ تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن تقی الدین علی بن عبدِ الکافی بن تمام انصاری سبکی شافعی م ۷۷۱ھ

مشہور محدث وفاضل مورخ تھے آپ کی تصانیف جلیلہ نافعہ میں سے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' نہایت مشہور ومقبول ومتداول ہے، جس میں آپ نے بہترین طرز تحقیق سے علماء شافعیہ کے حالات جمع کر دیئے ہیں اس تفصیل واہتمام کے ساتھ لکھی ہوئی کوئی دوسری کتاب طبقات میں نہیں ہے تاہم غلطی سے سواء انبیاء علیہم السلام کے کون معصوم ہے؟ آپ سے بھی غلطی ہوئی ہے، مثلاً آپ نے اپنی طبقات میں لکھا کہ ابوحاتم سے امام بخاری وابن ماجہ کا روایت کرنا ثابت نہیں، حالانکہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں تصریح کی کہ ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی اور سنن ابن ماجہ باب الایمان وباب فرائض الجد میں ان سے روایات موجود ہیں، اسی طرح بخاری میں بھی ان کی روایت موجود ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۰ میں اعتراف کیا ہے کہ ان سے اور امام ذہلی اور امام بخاری نے صرف وہی روایت لی ہیں جن کا سماع دوسرے اساتذہ سے فوت ہوگیا تھا یا جو روایات ان کے علاوہ دوسرے علماء سے نہ مل سکی تھیں۔

طبقات الشافعیہ عرصہ ہوا، مصر سے جناتی کاغذ پر چھپ کر شائع ہوئی تھی اور اب بہترین سفید کاغذ پر بھی چھپ گئی ہے، لیکن افسوس ہے کہ طبقات حنفیہ میں اب تک کوئی بڑی اہم کتاب نہ چھپ سکی، کاش! کفوی کی طبقات الحنفیہ ہی چھپ جائے، وماذٰلک علی اللہ بعزیز۔

۲۲۹- شیخ ابوالمحاسن (ابن السراج) محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن قونوی حنفی م ۷۷۱، ۷۷۷ھ

فاضل محدث وفقیہ واصولی تھے، اکابر عصر سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور خاتونیہ، ریحانیہ وغیرہ مشہور مدارس میں درس علوم دیا، دمشق کے قاضی بھی رہے، بہت سی مفید علمی کتابیں تصنیف کیں جن میں بعض یہ ہیں، مشرق الانوار، مشکل الآثار، مقدمۃ فی رفع الیدین، المعتمد مختصر مسند ابی حنیفہؒ، المعتقد شرح البغیۃ فی الفتاویٰ (۲ مجلد) خلاصۃ النہایہ مختصر شرح الہدایہ للصغانی، التقریر شرح تحریر القدوری (۴ مجلد) الزبدہ شرح العمدہ، تہذیب احکام القرآن المنہی فی شرح المغنی (اصول فقہ میں ۳ جلد) القلائد شرح العقائد، حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے فوائد بہیہ میں تحریر فرمایا کہ میں نے آپ کا مقدمہ رفع الیدین میں مطالعہ کیا، بہت نفیس رسالہ ہے جس میں آپ نے رفع یدین کی وجہ سے عدم فساد صلوٰۃ کی تحقیق اور مکحول کی روایت فساد کا شذوذ ثابت کیا ہے، فوائد میں ملا علی قاریؒ سے سن وفات ۷۸۱ھ نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (درر کامنہ، جواہر مضیئہ، فوائد بہیہ)

۲۳۰- حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی دمشقی شافعیؒ م ۷۷۴ھ

مشہور ومعروف محدث، مفسر ومورخ تھے، حدیث میں آپ کی تالیف ''جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم سنن ہے'' جس میں آپ نے ترتیب حروف معجم سے ہر صاحب روایت صحابی کا ترجمہ ذکر کیا ہے، پھر اس کی تمام روایات مرویہ اصول ستہ، مسند امام احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلی، معجم کبیر وغیرہ جمع کر دی ہیں جس میں بہت سے علمی حدیثی فوائد بڑھائے ہیں، حافظ ذہبی نے معجم مختص میں آپ کو امام، مفتی، محدث بارع، فقیہ متقن، محدث متقن، مفسر اور صاحب تصانیف مفیدہ لکھا ہے، تعجب ہے کہ ایسے محدثین، متقن، اور حافظ حدیث صاحب مسند کبیر بھی حافظ کے ریمارک سے نہ بچ سکے۔

حافظ ابن حجر نے درر کامنہ ص ۳۷۳ ج ۱ میں آپ کا ذکر کیا ہے اس میں اس مسند کبیر کا ذکر نہیں کیا اور باوجود فن حدیث میں آپکی

جلالت قدر کے ایک ریمارک بھی کر دیا ہے، لکھا ہے کہ آپ تحصیل عوالی اور تمییز عالی و منازل وغیرہ امور میں محدثین کے طریقہ پر نہیں تھے، بلکہ محدثین فقہا میں سے تھے اگر چہ کتاب ابن صلاح کا اختصار بھی کیا ہے۔

تفسیر میں ۴ جلد کی کتاب چھپ چکی ہے اور تاریخ میں البدایۃ والنہایۃ ۱۴ جلد میں طبع ہو چکی ہے، یہ سب کتابیں نہایت مفید علمی ذخائر ہیں، آپ نے اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب سے پڑھا، شیخ ابوالحجاج مزی شافعی سے تکمیل کی جو آپ کے خسر بھی تھے اور علامہ ابن تیمیہ کی بھی شاگردی کی اور باوجود شافعی ہونے کے علامہ موصوف سے بڑا تعلق تھا، حتیٰ کہ طلاق اور دیگر مسائل میں علامہ ہی کے خیالات کی تائید کی جس سے تکالیف بھی اٹھائیں۔

علامہ ابن تیمیہ کا جب انتقال ہوا تو اپنے خسر کے ساتھ قید خانہ جا کر ان کے چہرہ سے چادر اٹھا کر پیشانی کا بوسہ دیا اور اب آپ کی قبر بھی ان کے پہلو میں ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفۃ وغیرہ)

۲۳۱- حافظ ابومحمد محی الدین عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفا قرشی حنفی ولادت ۶۹۶ھ، م ۷۷۵ھ

مشہور و معروف محدث، فقیہ، مورخ اور جامع معقول و منقول تھے، حدیث کی تحصیل اپنے زمانہ کے مشاہیر اساتذہ حدیث سے کی، حافظ دمیاطی نے بھی آپ کو حدیث کی سند دی تھی، علامہ ابن فہد نے آپ کا تذکرہ لحظ الالحاظ ذیل تذکرۃ الحفاظ میں الامام العلامۃ الحافظ سے شروع کیا اور لکھا کہ آپ فقہ میں متخصص ہوئے، افتاء کیا اور علوم کا درس دیا ہے، تصنیف و تالیف میں بھی فائق ہوئے، بڑے بڑے حفاظ حدیث و فضلاء عصر نے آپ سے حدیث حاصل کی، علامہ کفوی نے طبقات میں آپ کو عالم، فاضل جامع العلوم لکھا۔

آپ کی مشہور و اہم تصانیف یہ ہیں، العنایہ فی تخریج احادیث الہدایہ، مختصر فی علوم الحدیث، الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل، الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، تہذیب الاسماء الواقعۃ فی الہدایہ والخلاصہ، الاعتماد فی شرح الاعتقاد، کتاب فی المؤلفۃ قلوبہم، الوفیات، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ، الدرر المنیفۃ فی الرد علی ابن ابی شیبۃ فیما اورد علی ابی حنیفۃ، اوہام الہدایہ، شرح الخلاصہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۴۳)

۲۳۲- شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی ثم البغدادی شافعیؒ ولادت ۷۱۷ھ م ۷۸۶ھ

حدیث، تفسیر، فقہ، معانی و عربیت کے امام تھے، بڑے زاہد و عابد اور تارک الدنیا تھے، فقراء سے بہت مانوس ہوتے تھے، اہل دنیا کی طرف کوئی توجہ نہ کرتے تھے، آپ کے گھر پر سلاطین و امراء حاضر ہوتے اور دعا و نصیحت کی درخواست کرتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، ۱ الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری جس سے حافظ ابن حجر اور حافظ عینی نے بھی اخذ و استفادہ کیا ہے، ۲ شرح المواقف، ۳ شرح الفوائد الغیاثیہ (معانی و بیان میں) ۴ حاشیہ تفسیر بیضاوی، ۵ ایک رسالہ مسئلہ کحل میں۔

بغداد کو وطن بنا لیا تھا، آخر عمر میں حج کو گئے تھے، واپسی میں بغداد کے راستہ میں مقام روض مہنا میں انتقال ہوا، وہاں سے نعش بغداد لائی گئی اور شیخ ابواسحٰق شیرازی کے پہلو میں دفن ہوئے، جہاں آپ نے زندگی ہی میں اپنے لئے جگہ متعین کر دی تھی۔

آپ کی شرح بخاری تین شروح سابقہ سے ماخوذ ہے، ایک شرح مغلطائی حنفی، دوسری شرح خطابی شافعی کی، تیسری شرح ابن بطال مالکی کی، علامہ کرمانی نے آخر شرح میں لکھا ہے کہ جب زمانہ قیام مکہ معظمہ میں اس شرح کو مکمل کر رہا تھا تو ملتزم مبارک کو چمٹ کر کعبہ معظمہ

کے واسطہ سے رب البیت جل مجدہٗ کی بارگاہ میں درخواست کرتا تھا کہ اس خدمت کو حسن قبول عطا فرما اور حضور اکرم ﷺ کی جناب میں اشرف وسائط واحسن وسائل ہو، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ معلوم نہیں وسیلہ واسطہ کے خلاف سخت تشدد کرنے والے محدث کرمانی کے بارے میں فرمائیں گے؟ یرحمنا اللہ وایاھم۔ (بستان المحدثین ومقدمہ لامع الدراری)

۲۳۳- شیخ محمد بن محمود اکمل الدین بابرتی حنفیؒ م ۷۸۶ھ

امام محقق، مدقق، حافظ حدیث، فقیہ، لغوی، نحوی، جامع علوم وفنون تھے، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین وعلماء فحول سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور سید شریف جرجانی، فناری اور بدرالدین محمود بن اسرائیل وغیرہ نے آپ سے علوم کی تحصیل کی، کئی بار عہدۂ قضا پیش ہوا مگر قبول نہ کیا ہمیشہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں مشغول رہے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، شرح مشارق الانوار، شرح ہدایہ مسمی بعنایہ، شرح مختصر ابن حاجب، شرح منار، شرح فرائض سراجیہ، شرح تلخیص جامع خلاطی، شرح تجرید طوسی، حواشی تفسیر کشاف، شرح کتاب الوصیۃ امام اعظم ابوحنیفہؒ، شرح اصول بزدویؒ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۳۴- علامہ میر سید علی ہمدانی حنفیؒ م ۷۸۶ھ

مظہر علوم ظاہری وباطنی، محدث وفقیہ کامل، صاحب کرامات وخوارق تھے، ایک سو ستر سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، ۷۸۰ھ میں سات سو رفقاء وسادات عظام کے ساتھ ہمدان سے کشمیر تشریف لائے، محلّہ علاء الدین پورہ میں قیام فرمایا، جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے، قطب الدین شاہ والیٔ کشمیر کمال عقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، کشمیر میں آپ کی وجہ سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، تین بار کشمیر تشریف لائے، اور تین ہی بار ساری دنیا کی سیاست کی آخر میں جب کشمیر سے رحلت کی تو تہتر سال کی عمر میں میدان کبیر پہنچ کر انتقال فرمایا اور نعش مبارک کو ختلان میں لے جا کر دفن کیا گیا۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، مجمع الاحادیث، شرح اسماء حسنیٰ، شرح نصوص الحکم، ذخیرۃ الملوک، مرأۃ التائبین، آداب المریدین، اوراد فقیہ، وقت وفات زبان مبارک پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری ہوا اور یہی آخری کلام آپ کا سنہ وفات ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۲۳۵- شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن الیاس قونوی حنفیؒ م ۷۸۸ھ

فاضل اجل، محدث وفقیہ، جامع فروع واصول تھے، علامہ قاسم بن قطلو بغا نے ابن حبیب سے نقل کیا کہ شمس الدین محمد اپنے وقت کے علم وعمل میں امام اور طریقہ میں خیر اہل زمانہ، علامۃ العلماء اور قدوۃ الزہاد تھے، کبار آئمہ سے علم حاصل کیا اور ایسی جید تصانیف کیں جو آپ کے تبحر علم ودقت فہم پر شاہد ہیں، مثلاً مجمع البحرین، شرح عمدۃ النفسی، درر البحار، شرح تلخیص المفتاح، آپ نے امام نووی کی کتاب منہاج شرح صحیح مسلم اور کتاب مفصل زمخشری کو مختصر کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۳۶- شیخ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی شافعیؒ م ۷۹۴ھ

مشہور محدث وفقیہ ومفسر تھے، حافظ علاؤ الدین مغلطائی حنفی کے شاگردوں میں ہیں، شیخ جمال الدین اسنویؒ سے فن حدیث میں استفادہ کیا ہے، حافظ ابن کثیر اور اوزاعی سے بھی سماع حدیث وتفقہ کیا ہے، بڑے صاحب تصانیف تھے، مشہور یہ ہیں: تخریج احادیث الرافعی (۵ جلد) انحادم الرافعی (۲۰ جلد) تنقیح الفاظ الجامع الصحیح، ایک دوسری شرح بخاری میں جو طویل ہے اور شرح ابن ملقن کا خلاصہ ہے اور بہت سے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے، شرح جمع الجوامع (۲ جلد) شرح منہاج (۱۰ جلد) شرح مختصر المنہاج (۲ جلد) تجرید (اصول فقہ) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۳۷-حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن حسین بن محمد بغدادی ثم دمشقی حنبلی م (۷۹۵ھ)

یہ مشہور حافظ حدیث ''ابن رجب حنبلی'' ہیں جنہوں نے کتاب العلل ترمذی کی شرح لکھی، نیز آپ کی شرح جامع ترمذی اور ایک حصہ بخاری کی شرح نیز طبقات الحنابلہ زیادہ مشہور ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۲۱)

۲۳۸-علامہ مجدالدین اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی بلبیسی حنفیؒ م ۸۰۲ھ

محدث عبدالرحمٰن بن حافظ مزی اور عبدالرحمٰن بن عبدالہادی اور بہت سے اکابر محدثین سے حدیث حاصل کی، اسی طرح فقہ اصول فرائض، حساب وادب وغیرہ میں بھی بڑا تبحر تھا، آپ کی تصانیف میں سے مختصر انساب الرشاطی مشہور ہیں، قاہرہ کے نائب گورنر اور قاضی القضاۃ بھی رہے۔

مقریزی نے کہا کہ آپ نے بکثرت اشعار کہے ہیں، بڑے ادیب تھے اور آپ کا فضل وکمال غیر معمولی تھا میں ان کی صحبت میں برسوں رہا ہوں اور استفادہ بھی کیا ہے، بڑے ہردل عزیز تھے، اگرچہ برسراقتدار ہوکر اس میں کمی آگئی تھی، بقول شاعر

تولا ھا لیس لہ عدو　　　وفارقھا و لیس لہ صدیق

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وشذرات الذہب)

۲۳۹-علامہ جمال الدین یوسف بن موسیٰ الملطی حنفیؒ م ۸۰۳ھ

بڑے عالم تھے، پہلے حلب میں علم حاصل کیا پھر مصر جا کر اکابر علماء عصر سے تکمیل کی، حدیث عز بن جماعہ اور مغلطائی وغیرہ سے پڑھی، پھر درس علوم وافتاء میں مشغول ہوئے، کشاف اور فقہ حنفی کے پورے حافظ وعارف تھے، آپ کی تصانیف میں سے المعتصر مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وشذرات الذہب)

۲۴۰-شیخ الاسلام حافظ سراج الدین ابوحفص عمر بن رسلان بن نصر بلقینی شافعیؒ م ۸۰۵ھ

مشہور جلیل القدر محدث تھے، آپ کی اہم تالیف کتاب ''الجمع بین رجال الصحیحین'' ہے، (رسالہ) سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، بارہ سال کی عمر تک نحو، فقہ واصول کی بہت سی کتابیں یاد کرلیں اور پھر مصر جا کر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی، حافظ مزی وذہبی سے اجازت درس و روایت حاصل کی، افتاء دارالعدل اور قضاء دمشق کی خدمات انجام دیں، ترمذی کی دو شرحیں لکھیں، حفظ واستحضار میں اعجوبہ روزگار تھے، برہان الدین محدث نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ فقہی جزئیات اور احادیث احکام کا حافظ نہیں دیکھا، ایک ایک حدیث پر صبح سے ظہر تک تقریر کرتے تھے اور پھر بھی بسا اوقات بات نامکمل رہتی تھی، حافظ ابن حجر نے آپ سے دلائل النبوۃ للبیہقی وغیرہ پڑھی ہے۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ، شذرات)

۲۴۱-حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی شافعیؒ م ۸۰۶ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ نے احادیث احیاء کی تخریج کی اور اس کو ایک جلد میں مختصر کیا، حافظ نورالدین ہیثمی صاحب مجمع الزوائد بھی آپ کے شاگرد ہیں، آپ ہی نے ان کو تصنیف وتخریج کے طریقے سکھائے اور ان میں ماہر بنایا، پھر ہیثمی کثرت ممارست کی وجہ سے استحضار متون میں بڑھ گئے تھے، جس سے بعض ناواقف لوگوں نے کہہ دیا کہ ہیثمی عراقی سے زیادہ احفظ ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ حفظ حقیقت میں معرفت وعلم کا نام ہے، رٹنے اور یاد کرنے کا نہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب)

۲۴۲-حافظ ابوالحسن نورالدین علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی شافعیؒ م ۸۰۷ھ

مشہور حافظ حدیث، حافظ زین الدین عراقی کے شاگرد ہیں، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (۱۰ جلد مطبوعہ) آپ کی بہت مقبول و نافع تالیف ہے، اس میں آپ نے زوائد معاجم ثلاثہ طبرانی، مسند احمد، مسند بزار اور مسند ابی یعلی کو جمع کر دیا ہے، اسانید حذف کر دی ہیں، نیز آپ نے ثقات ابن حبان اور ثقات عجلی کو جمع کیا اور ان کو حروف معجم پر مرتب کیا، حلیہ کو ابواب پر مرتب کیا۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ میں نے نصف کے قریب مجمع الزوائد آپ سے پڑھی ہے اور دوسری کتابیں بھی حدیث کی پڑھی ہیں وہ میرے علم حدیث کے تقدم کا اظہار فرمایا کرتے تھے، جزاہ اللہ عنی خیرا، میں نے مجمع الزوائد کے اوہام ایک کتاب میں جمع کرنے شروع کئے تھے، پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ بات آپ کو ناگوار ہے تو میں نے اس کو آپ کی رعایت سے ترک کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب)

۲۴۳-شیخ عزالدین محمد بن خلیل بن ہلال حاضری حلبی حنفیؒ متوفی ۸۲۴ھ

بڑے محدث تھے، دمشق وقاہرہ کے کئی سفر کئے اور وہاں کے کبار محدثین وفقہاء سے تحصیل وتکمیل کی، اپنے شہر کے قاضی ہوئے، درس وافتاء میں مشغول رہے، محمود السیرت، مشکور الطریقہ تھے، شیخ برہان الدین محدث نے کہا کہ تمام ملک شام میں ان جیسا نہیں تھا، اور نہ قاہرہ میں ان کا سا جامع العلوم، تواضع، تدین، ذکر و تلاوۃ کے ساتھ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب)

۲۴۴-حافظ ولی الدین ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی شافعیؒ م ۸۲۶ھ

صاحب شذرات نے آپ کو امام بن الامام، حافظ بن الحافظ اور شیخ الاسلام بن شیخ الاسلام کہا، فن حدیث میں کئی عمدہ کتابیں تصنیف کیں، جامع طولانی وغیرہ میں درس علوم بھی دیا ہے، المسلسل بالاولیہ بھی آپ کی تالیفات حدیثیہ سے ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ وشذرات)

۲۴۵-علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ الدیری المقدسی حنفیؒ م ۸۲۷ھ

ابن الدیری سے مشہور تھے، اکابر عصر سے تکمیل علوم وفنون کی، مفتی شرح اور مرجع عوام وخواص ہوئے، قاہرہ میں قاضی حنفی رہے اور بڑی شان و شوکت اور عزم وحوصلہ سے قضاء کا دور گزارا، جامعہ مویدیہ کی بنا مکمل ہوئی تو اس کی مشیخت آپ کو سپرد ہوئی اور آپ نے باقی عمر درس وافتاء میں بسر کی، آپ کی تالیفات میں سے المسائل الشریفۃ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفۃ بہت اہم کتاب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات وتقدمہ)

۲۴۶-شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر قرشی دمامینیؒ م ۸۲۸ھ

بڑے عالم محدث تھے، درس کے ساتھ تجارت بھی کرتے تھے، قاہرہ میں پارچہ بافی کارخانہ کھولا جس کے جل جانے سے بڑا نقصان ہوا، مقروض ہو گئے، پھر ہندوستان آئے، شہر احمد آباد میں آباد ہوئے، سلطان وقت نے ان کی بڑی عزت کی اور بہت اچھے حالات میں زندگی بسر کی، علم حدیث میں تعلیق المصابیح فی ابواب الجامع الصحیح لکھی اور علم وادب وغیرہ میں بھی اچھی کتابیں لکھیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۴۷-شیخ ابوحفظ سراج الدین عمر بن علی بن فارسی مصری حنفیؒ متوفی ۸۲۹ھ

بڑے محدث، امام عصر وفقیہ تھے، منہل میں کہا کہ آپ شیخ الاسلام اور اپنے زمانہ کے ممتاز ترین فرد تھے، درس وافتاء میں مشغول رہے، آپ کے زمانہ میں مذہب حنیفہ کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی، اکثر اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا اور دیار مصر میں آپ ہی پر فتویٰ کا مدار تھا، باوجود اس حسن قبول ووجاہت علم وفضل کے سادہ لباس پہنتے تھے اور بازار سے ضرورت کی چیزیں خود خرید کر لاتے تھے، مختلف مدارس قاہرہ میں درس دیا، تواضع کی وجہ

سے درس کے لئے گدھے پر سوار ہو کر جاتے تھے، گھوڑے کی سواری نہ کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب لابن عماد حنبلی م ۱۰۸۹ھ)

۲۴۸- علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ الدائم برماوی شافعیؒ م ۸۳۱ھ

مشہور محدث ہوئے اللامع الصبیح فی شرح الجامع الصحیح لکھی جو کرمانی وزرکشی کا منتخب ہے، چند فوائد مقدمہ شرح حافظ ابن حجر سے بھی لئے ہیں، اصول فقہ میں الفیہ لکھی جو بہت ممتاز و نافع ہے، اس کی شرح بھی لکھی جس میں تمام فن کا استیعاب کیا ہے، اور اکثر حصہ میں اصولیوں کے مذہب کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے، اس کتاب کا بیشتر حصہ زرکشی کی البحر المحیط سے ماخوذ ہے (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۴۹- شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر جزری شافعیؒ ۸۳۳ھ

ابن جزری کے نام سے مشہور محدث ہیں، آپ کی تصانیف میں سے حصن حصین زیادہ مشہور ہے، دوسری کتب یہ ہیں، الجمال فی اسماء الرجال، الہدایہ فی علوم الروایہ والہدایہ، توضیح المصابیح (۳ جلد) المسند فیما یتعلق بمسند احمد وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۵۰- شیخ نظام الدین یحییٰ بن یوسف بن عیسیٰ سیرامی مصری حنفیؒ م ۸۳۳ھ

مدرسۃ الظاہر برقوق کے شیخ الشیوخ تھے، جامع العلوم والفنون تھے، امام وقت، متدین، بہت باعزت، بارعب و وقار تھے، بڑے محقق و مناظر، جری، راسخ العقیدہ، کثیر العبادۃ تھے، افتاء و درس کے صدر نشین تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۰۷ ج ۷)

۲۵۱- شیخ یعقوب بن ادریس بن عبداللہ رومی حنفیؒ م ۸۳۳ھ

اپنے زمانہ کے جامع معقول و منقول علامہ محقق تھے، مصابیح کی شرح لکھی، ہدایہ کے حواشی لکھے، زیادہ قیام شہر بلارندہ میں کیا اور وہاں درس و افتاء و تصنیف میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۰۷ ج ۷)

۲۵۲- شیخ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد بن محمد بن رومی بن الفنری حنفیؒ م ۸۳۴ھ

علامہ سیوطی نے کہا کہ اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، برصہ کے قاضی رہے، شیخ ابن عربی کے انتساب اور فصوص پڑھانے کی وجہ سے بعض لوگوں نے انگشت نمائی کی، قاہرہ گئے تو فضلاء عصر نے جمع ہو کر آپ سے مذاکرات و مباحثات کئے اور آپ کے فضل و تفوق کے قائل ہوئے، ایک کتاب اصول میں لکھی جس میں تیس سال مصروف رہے، آپ سے ہمارے شیخ علامہ کافیجی نے بہت استفادہ کیا، اور وہ آپ کی بڑی تعریف کرتے تھے"۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۲۰۹ ج ۷)

۲۵۳- الشیخ المحدث ابوالفتح شہاب الدین احمد بن عثمان بن محمد عبداللہ کلوتاتی کرمانی حنفیؒ م ۸۳۵ھ

"المنہل الصافی" میں آپ کو المسند المعمر المحدث لکھا، نیز لکھا کہ آپ نے علم حدیث کی طرف بہت توجہ کی، مشائخ وقت سے بکثرت حدیث سنی اور پڑھی، حدیث سے شغف کا یہ عالم تھا کہ صحیح بخاری تقریباً پچاس بار مشائخ سے پڑھی، پھر برسہا برس تک بکثرت دوسروں کو بھی حدیث پڑھائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ و شذرات الذہب ص ۲۱۲ ج ۷)

۲۵۴- شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ابی بکر محمد بن اسماعیل بن سلیم بوصیری شافعیؒ م ۸۴۰ھ

حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر کے خاص تلامذہ میں سے تھے، بہت خاموش طبیعت، بڑے عابد تھے، مگر مزاج میں تختی تھی، مشہور تصانیف

یہ ہیں: زوائد مسانید عشرہ (مسند ابی داؤد طیالسی، مسند ابی بکر حمیدی، مسند مسدد بن مسرہد، مسند محمد بن یحییٰ العدنی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند ابی بکر بن ابی شیبۃ، مسند احمد بن منیع، مسند عبد بن حمید، مسند الحارث بن ابی اسامہ، مسند ابی یعلی موصلی) زوائد السنن الکبیر بیہقی، زوائد ترغیب و ترہیب، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۳۹ وشذرات الذہب ۲۳۳ ج ۷)

۲۵۵-شیخ علاؤ الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بخاری حنفیؒ م ۸۴۱ھ

امام عصر وعلامۂ وقت تھے، مختلف بلاد وممالک کے سفر طلب علم کے لئے کئے اور کبار علماء سے استفادہ کیا، حتیٰ کے جامع معقول ومنقول ہوئے، ہندوستان آئے اور یہاں کے ملوک وامراء نے بھی آپ کے غیر معمولی علم وفضل کی وجہ سے انتہائی عزت کی، پھر مکہ معظمہ پہنچے، عرصہ تک قیام کیا، پھر مصر گئے اور وہیں سکونت کی اور مسند درس کے صدر نشین ہوئے، چنانچہ ہر مذہب کے اکثر علماء نے آپ سے علم وجاہ ومال کا استفادہ کیا، قاہرہ میں آپ کی بڑی عزت وعظمت تھی، ملوک وامراء کے پاس قطعاً نہ جاتے تھے، بلکہ وہی آپ کے پاس آتے تھے، آپ اپنے درس وغیرہ مشاغل اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۴۱ ج ۷)

۲۵۶-شیخ شمس الدین محمد بن زین الدین عبدالرحمٰن علی تفہنی حنفیؒ م ۸۴۹ھ

اپنے والد ماجد قاضی زین الدین ہی کے زمانہ میں افتاء دار العدل اور شیخونیہ میں درس حدیث کی خدمات سنبھال لی تھیں، پھر دوسرے مشہور مدارس میں بھی درس حدیث وفقہ دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۲۶۵ ج ۷)

۲۵۷-الشیخ المحدث قاضی عز الدین عبدالرحیم بن قاضی ناصر الدین علی بن حسین حنفیؒ م ۸۵۱ھ

امام عصر، مسند وقت، محدث ومؤرخ شہیر، معروف بن فرات تھے، اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے بھی بڑے بڑوں نے تحصیل کی جن کے اسماء احوال مشیخۃ تخریج امام محدث سراج الدین عمر بن فہد میں مذکور ہیں، علامہ ابن تغری بردی نے ذکر کیا کہ آپ نے مجھ کو اپنی تمام مسموعات ومرویات کی اجازت دی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وشذرات ص ۲۶۹ ج ۷)

۲۵۸-حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد شافعیؒ

ولادت ۷۷۳ھ م ۸۵۲ھ

مشہور حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی، والد ماجد کا صغر سن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، بڑے ہو کر قرآن مجید حفظ کیا اور پہلے شعر وشاعری سے دلچسپی رہی، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، مصر اور باہر کے علماء عصر سے پورا استفادہ کیا، سراج بلقینی، حافظ ابن الملقن، حافظ عراقی، حافظ نور الدین ہیثمی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ فطری شاعر، کسبی محدث اور بے تکلف فقیہ تھے، معرفت رجال، معرفت عالی ونال اور علم علل احادیث میں درجۂ کمال پر تھے، آپ سے اکثر علماء مصر ونواحی مصر نے استفادہ کیا، خانقاہ بیبرس میں تقریباً بیس سال درس دیا ہے، پھر جب منصب قضاء سے معزول ہوئے تو دار الحدیث کاملیہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے، پھر مکرر قضاء شافعیہ پر فائز ہوئے حتیٰ کے آخر عمر میں خود اس سے مستعفی ہوئے اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: تعلیق التعلیق (جس میں تعلیقات بخاری کو موصول کیا، یہ آپ کی پہلی تصنیف ہے) فتح الباری شرح بخاری الاحتفال فی بیان احوال الرجال (اس میں تہذیب الکمال پر اضافہ ہے) تجرید التفسیر من صحیح بخاری، تقریب الغریب، اتحاف المہرہ،

باطراف العشرہ، تہذیب تہذیب الکمال، (۱۲ جلد مطبوعہ حیدر آباد) تقریب التہذیب، تعجیل المنفعۃ، برجال الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاہب، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، لسان المیزان، طبقات الحفاظ (۲ جلد) دررکامنہ، قضاۃ مصر، الکاف الشاف فی تحریر احادیث الکشاف درایہ تلخیص نصب الرایہ، توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس، بلوغ المرام بادلۃ الاحکام، مختصر البدایہ والنہایہ لابن کثیر الجامع المؤسس، التلخیص الحبیر، تخریج احادیث الاذکار (فوائد البہیہ ص۱۶) وغیرہ وغیرہ۔

تصنیف و تالیف کے اس قدر وسیع کام کے ساتھ کثیر الصوم، کثیر العبادۃ تھے اور طلبہ کو درس بھی برابر دیتے رہے، آپ کا ایک دیوان مجموعۂ اشعار بھی ہے جس سے دو شعر ذکر کئے جاتے ہیں۔

احببت و قاد اکنجم طالع	انزلتہ برضا الغرام فؤادی
وانا الشہاب فلا تعاند عاذلی	ان ملت نحوا الکوکب الوقاد

(شذرات الذہب ص ۲۷۰ ج

آپ کے علم و فضل سے دنیائے علم کو گرانقدر فوائد و منافع حاصل ہوئے اور اگر آپ کے اندر حنفی شافعی کا تعصب نہ ہوتا تو آپ سے بھی زیادہ فیض ہوتا، آپ کے اس تعصب سے حسب تصریح حضرت الاستاذ شاہ صاحبؒ، رجال حنفیہ محدثین و فقہاء کو بہت زیادہ نقصان پہنچا خصوصاً اس لئے کہ آئمہ احناف جو آپ کے درجہ کے یا آپ سے بھی علم حدیث و رجال میں فائق تھے، ان کی تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکیں اور جرح و تعدیل کے معاملہ میں جو اعتدال محدثین احناف کی تحقیقات عالیہ کی روشنی میں حاصل ہو سکتا تھا، وہ ان کی کتابوں میں موجود نہ ہونے سے مفقود ہوا، مثلاً طحاوی نے جیسا کہ ان کے تذکرہ میں بھی ہم لکھ آئے ہیں کہ کئی اہم کتابیں لکھی تھیں، نقض کتاب المدلسین کرابیسی (۵ جزو) اور الرد علی ابی عبید فیما اخطأ فیہ فی کتاب النسبۃ اور تاریخ کبیر (جس سے کتب رجال میں اقوال نقل ہوئے ہیں اور ابن خلکان نے انتہائی تلاش و جستجو اس کو حاصل کرنے کی کی تھی، ان سب کتابوں کا ذکر ابن ندیم، ملا علی قاری، ابن کثیر، سیوطی، یافعی وغیرہ نے کیا ہے مگر وہ اب تک گویا کتم عدم میں ہیں، شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی جو اگرچہ حافظ ابن حجر کے تلامذہ میں ہیں مگر ان کے وسعت علم حدیث و کثرت مطالعہ کا یہ حال ہے کہ درایہ تلخیص نصب الرایہ میں حافظ ابن حجر نے جن احادیث کو لکھ دیا ہے کہ مجھ کو نہیں ملیں، حافظ قاسم موصوف نے منیۃ الالمعی کے آخر میں ان سب کی بھی تخریج کر دی ہے، آپ کی کتاب "ثقات الرجال" (۴ جلد) اور رجال شرح معانی الآثار، اسی طرح علامہ کفوی کی طبقات حنفیہ وغیرہ اب تک شائع نہ ہو سکیں اور مطبوعہ میں زیادہ حصہ حافظ ابن حجر کی کتابوں کا ہے، جن کے بارے میں ابھی حضرت شاہ صاحبؒ کی رائے ذکر ہوئی۔

شاید کوئی کہے کہ اس قسم کا حکم حافظ پر لگانا (کہ وہ حنفی و شافعی کا تعصب رکھتے تھے یا اس کا مظاہرہ اپنی کتابوں میں کرتے تھے، تمہارا تعصب ہے، اس لئے یہاں چند اقوال دوسروں کے بھی نقل کرتا ہوں۔

حافظ سخاوی شافعی نے (جو حافظ ابن حجر کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں، تعلیقات دررکامنہ میں لکھا کہ حافظ ابن حجر کسی حنفی عالم کا ذکر بغیر اس کی حق تلفی کئے اور بغیر اس کی شان گرائے کر ہی نہیں سکتے، شیخ حسام الدین سغناقی حنفی (م ۷۱۱ھ) کا ترجمہ حافظ سخاوی نے حاشیہ دررکامنہ میں اپنی طرف سے بڑھایا اور لکھا کہ ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے حنفیہ کے بارے میں اپنی عادت کے مطابق عمل کرتے ہوئے آپ کا ذکر حذف کر دیا، حالانکہ یہ اپنے علم و فضل کی وجہ سے مستحق ذکر تھے، اور ابن رافع نے بھی المختار من تاریخ بغداد میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

علامہ محب بن شحنہ نے حافظ ابن حجر کے بارے میں کہا کہ کسی حنفی متقدم یا متاخر کے حق میں بھی ان کے کلام پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کا تعصب ان کے حق میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور اسی شدید تعصب کے تحت امام طحاوی کا ذکر ان ثقات اثبات مشاہیر رجال کے تراجم میں نہیں کیا جن سے امام طحاوی نے علم حاصل کیا یا جنہوں نے امام طحاوی سے حاصل کیا تھا، بجز ان کے جن کے تلمیذ یا استاذ امام طحاوی ہونے کی زیادہ شہرت دوسری

کتب رجال کے ذریعہ ہو چکی تھی، البتہ ایسے کم درجہ کے عام رواۃ کے ضمن میں امام طحاوی کی استاذی شاگردی کا ذکر ضرور کرتے ہیں، جن میں کوئی کلام کیا گیا ہے، بلکہ ایسا بھی کیا ہے کہ کسی ضعیف راوی سے امام طحاوی نے اگر صرف معدودے چند مواقع میں روایت لے لی ہے تو اس کو حافظ ابن حجر نے لکھ دیا ہے کہ اکثر عنہ الطحاوی جدا" یعنی امام طحاوی نے اسے بڑی کثرت سے روایت کی ہے اور اعلیٰ درجہ کے ثقہ، ثبت، حجت رواۃ سے امام طحاوی نے بکثرت روایت بھی کی ہوگی تو ان کے تراجم وحالات میں اس امر کا ذکر بھی نہیں کریں گے کہ ان سے امام طحاوی نے بھی روایت کی ہے۔

یہ تو ان مواقع کا معاملہ ہے جہاں تعصب سے کام لینے کی ضرورت تھی، لیکن جہاں رواۃ پر جرح وتعدیل حافظ ابن حجر کی موافقت و تائید میں تھی وہاں امام طحاوی کے اقوال تہذیب اور لسان دونوں میں ذکر کیے ہیں، مثلاً یوسف بن خالد سمتی کو گرانا ہے تو امام طحاوی کا قول بھی تضعیف میں نقل کر دیا ہے، اس سلسلے میں مقدمۂ امانی الاحبار ص ۴۸ میں مفصل کلام کیا ہے ہم نے مختصر نقل کیا ہے۔ واللہ المستعان۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک روز درس بخاری میں فرمایا کہ "حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے قیام میلاد کو فوموا السید کم کی وجہ سے مستحب لکھا ہے، گویا موہوم کو متیقن پر قیاس کر لیا، یہ حال ہے تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے اجلۂ محدثین کا حافظ ابن حجر پہاڑ حدیث ہیں، مگر فقہ میں درک نہیں ہے"۔

۲۵۹- الامیر سیف الدین ابو محمد تغری برمش بن عبد اللہ جلالی مؤیدی حنفیؒ م ۸۵۲ھ

فاضل محدث تھے، خصوصیت سے اسماء الرجال میں بہت ممتاز تھے، فقہ، تاریخ، ادب اور فنون شہسواری میں بھی مشہور تھے، عربی و ترکی دونوں زبان کے فصیح و ماہر تھے، بڑے بہادر، جری، اہل علم اور اصحاب خیر سے محبت کرتے تھے، متواضع تھے، آواز بہت بلند تھی، احادیث کی بڑی کتابیں اکابر محدثین زمانہ سے پڑھی تھیں، مثلاً صحیح بخاری قاضی محب الدین حنبلی سے، صحیح مسلم زرکشی سے، سنن نسائی شہاب کلوتانی حنفی سے، سنن ابن ماجہ شمس الدین مصری سے، سنن ابی داؤد حافظ ابن حجر سے، غرض حدیث وغیرہ علوم کی غیر محصور کتابیں لاتعداد علماء داعیان سے پڑھی تھیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب لابن عماد حنبلی ص ۲۷۳ ج ۲)

۲۶۰- الامام العلامۃ الکبیر شیخ الحفاظ شیخ الاسلام بدر الدین عینی محمود بن احمد قاہری حنفیؒ

ولادت ۷۶۲ھ م ۸۵۵ھ

اپنے زمانہ کے امام معقول و منقول، عارف کامل فروع و اصول، مصنف تصنیفات جلیلہ، محدث محقق، فقیہ مدقق، مورخ جلیل وادیب نبیل تھے، طلب علم کے لئے دور دراز بلاد کے سفر کئے اور اکابر داعیان وقت سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، آپ نے معجم الشیوخ میں اپنے اساتذہ کے حالات جمع کیے ہیں، مثلاً حافظ زین الدین عراقی سے بخاری اور الامام ابن دقیق العید پڑھی، حافظ سراج الدین بلقینی سے محاسن الاصطلاح وتضمین مقدمۂ ابن صلاح پڑھیں، مسند الدیار المصریہ تقی الدین، محمد بن محمد دموی سے صحاح ستہ، دارمی، مسند عبد بن حمید، مع ثلث اول مسند احمد پڑھیں، حافظ نور الدین ہیثمی سے بھی تمام کتب حدیث پڑھیں، حافظ قطب الدین حلبی سے معاجم ثلاثہ طبرانی، حافظ شرف الدین محمد بن محمد اشرف الکویک سے شفاء قاضی عیاض اور مسند امام اعظم حافظ زین الدین تغری بن یوسف ترکمانی سے شرح معانی الآثار اور مصابیح السنہ پڑھیں، اسی طرح نجم بن کشم او مسند الدنیا حجار و مسند کبیر ابن زبیدی وغیرہ سے تحصیل حدیث کی، حافظ سخاوی شافعی نے لکھا کہ عجائب ولطائف میں یہ ہے کہ عینی ابن کشک سے حجار اور ابن زبیدی سے روایت حدیث کرتے ہیں اور یہ چاروں محدث حنفی ہیں۔

دیگر اساتذہ:

حدیث کے علاوہ دوسرے علوم کی تکمیل بھی بڑے بڑوں سے کی، مثلاً ملک العلماء فی المعقول والمنقول علامۃ الشرق علاؤ الدین علی

بن احمد سیرامی سے بدایہ، کشاف، تلویح وشرح تلخیص وغیرہ، شیخ جمال الدین بن یوسف ملطی سے اصول بزدوی منتخب، الاصول وغیرہ، علامہ حسام الدین رہاوی سے ان کی تصنیف ''الجار الزاخرۃ فی المذہب الاربعہ'' وغیرہ شیخ میکائیل سے قدوری، مجمع البحرین وغیرہ پڑھیں، اسی طرح شیخ سراج عمر، شیخ ذوالنون اور شیخ رکن الدین احمد بن محمد بن عبدالمومن قاضی قدم سے استفادہ علوم کیا، شیخ رکن الدین نے بخاری کی شرح اسلوب بدیع پر کی تھی جس کے بارے میں حافظ ابن حجر کو اعتراف تھا کہ میں ان کے طرز پر تھوڑا سا بھی لکھنے سے عاجز ہوں۔

درس حدیث:

آپ نے ''جامعہ مؤیدیہ'' قاہرہ میں تقریباً چالیس سال درس حدث دیا ہے، دوسرے مختلف مدارس میں جودرس دیا وہ اس کے علاوہ ہے، ملک مؤید خود عالم تھا اور علماء سے علمی ابحاث میں دلچسپی لیتا تھا، اسی نے یہ اہتمام کیا تھا کہ اپنے جامعہ مؤیدیہ میں امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کے لئے بھی ایک کرسی یا مسند مخصوص کی تھی جس طرح باقی صحاح ستہ کے لئے کرسیاں مخصوص تھیں اور اس کرسی کے لئے حافظ عینی کو متعین کیا تھا کہ آپ اس پر بیٹھ کر شرح معانی الآثار کا درس بھی بخاری وغیرہ کی طرح دیا کریں چنانچہ آپ نے ایک مدت مدیدہ تک اس کا درس پوری شان تحقیق سے دیا ہے، غالباً چالیس سال کی مدت جونقل ہوئی ہے وہ بھی اسی کے درس کی ہوگی، واللہ اعلم۔

حافظ ابن حجر:

حافظ ابن حجر آپ سے بارہ سال چھوٹے تھے، آپ دونوں میں اگر چہ معاصرانہ منافست تھی، مگر پھر بھی حافظ ابن حجر نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ وہ حدیث صحیح مسلم کی اور حدیث مسلم کی اور ایک حدیث مسند احمد کی آپ سے سنی ہیں اور ان کی تخریج بھی بلدانیات میں کی ہے، نیز المجمع المؤسس للمعجم المفہرس کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں بھی شمار کیا ہے۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں جن میں سے چند نمایاں شخصیات ہیں ہیں: المحقق کمال الدین ابن الہمام حنفی، حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی حافظ سخاوی شافعی، حافظ ابن زریق محدث الدیار الشامیہ، قاضی القضاۃ عزالدین احمد بن ابراہیم کنانی حنبلی، شیخ کمال الدین شمنی مالکی، البدر البغدادی حنبلی، جمال الدین یوسف بن تغری بردی ظاہری مورخ شہیر وغیرہ، حافظ سیوطی شافعی بھی بطور اجازۃ عامہ جس طرح حافظ ابن حجر کے تلمیذ ہیں، آپ کے بھی ہیں، لیکن آپ سے روایت مولفات بواسطہ ابن قطلو بغا ہی کرتے ہیں۔

آپ کا بلند علمی مقام:

حدیث، فقہ، اصول، تاریخ وعربیت کے مسلم امام تھے، استحضار احادیث احکام اور معرفت علل احادیث واسانید ومتون میں یگانہ روزگار، موازنہ اولۂ مسائل خلافیہ فقہاء میں بڑے مبصر، مذاہب سلف کے بڑے ماہر واقف، ائمہ کبار امت کی مشاہیر وشواذ آراء کا تفحص کرنے والے پھر ان تمام مالہا وماعلیہا کو پیش نظر رکھ کر بحث ونظر کا حق ادا کرنے والے تھے کہ اس سے آگے بحث وتنقیح کی گنجائش باقی نہ رہتی تھی۔

اپنی تمام مؤلفات میں بسط وایضاح مطالب اس حد تک کر دیتے تھے کہ دوسرے مظان میں ان کی تلاش سے بے نیاز کر دیتے تھے، حل مشکلات وکشف معضلات کے لئے آپ مرجع عوام وخاص تھے، اور آپ کا فتوئ شریعت کا آخری فیصلہ سمجھا جاتا تھا، آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے آپ کے اس تمام فضل وتفوق کی تصدیق کریں گے۔

مذہب حنفی میں آپ بڑے پختہ اور متصلب تھے اور خود بڑے درجہ کے فقیہ بھی تھے، جیسے بڑے درجہ کے محدث تھے، بخلاف حافظ ابن

حجر کے وہ بہت بڑے محدث ضرور تھے، مگر اس درجہ کے فقیہ نہیں تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ کی بھی یہی تحقیق ہے۔اور چونکہ حافظ عینی غیر معمولی وسعت علم ونظر کی وجہ سے نہایت قوی دلائل سے دلائل خصوم کا معارضہ کرتے تھے جس میں جوابی طور پر کہیں کچھ شدت بھی رونما ہو جاتی تھی، اس لئے مخالفین نے آپ کو تعصب کا الزام لگایا اور اس کو ہمارے بعض اکابر مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نے بھی ذکر کر دیا ہے حالانکہ یہ دوسروں کے خلاف تعصب نہیں تھا بلکہ اپنے مذہب پر تصلب تھا، جو کسی طرح مذموم نہیں، البتہ اگر مدافعت و جوابی اقدام کو بطور مشاکلت ومماثلت اور جزاء سیئة سیئة مثلہا کے قاعدہ سے تعصب کا نام دیا جائے تو مضائقہ نہیں، والبادی اظلم۔

ثناء اماثل:

شیخ ابوالمعالی الحسینی نے غایۃ الامانی میں لکھا کہ ''آپ امام، عالم، علامہ، متقن، شیخ العصر، استاذ الدہر، محدث زمانہ، منفرد بالروایۃ، والدرایۃ، حجۃ اللہ علی المعاندین، آیت کبریٰ علی المبتدعین تھے، صحیح بخاری کی ایسی شرح لکھی جس کی سابق میں نظیر نہیں، ایسی ہی دوسری تصنیفات مفیدہ لکھیں، آپ، علم، زہد عبادت وورع کے اعتبار سے مشاہیر عصر میں سے تھے اور حدیث وفقہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا''۔

ابوالمحاسن نے المنہل الصافی میں لکھا کہ آپ معقول ومنقول میں بڑی دست گاہ رکھتے تھے، آپ کی تنقیص کوئی صاف ستھری پوزیشن والا نہیں کر سکتا، کم کوئی علم ایسا ہوگا جس میں آپ کو پوری معرفت نہ ہو، آپ کی تصنیفات بڑے فوائد علمیہ کی حامل ہیں، آپ کے کلام میں رونق ونورانیت ہے، بڑے خوش خط تھے اور تیز نویس تھے، ابتدائی زمانہ میں پوری کتاب قدوری ایک رات میں لکھی اور آپ کے مسودات، مبیضات کی طرح صاف وخوش خط ہوتے تھے، حافظ سخاوی شافعی نے ''التبر المسبوک'' میں لکھا کہ آپ امام، عالم، علامہ، حافظ تاریخ ولغت، جامع فنون تھے، مطالعہ وکتابت سے کسی وقت نہیں تھکتے تھے، کثیر التصانیف تھے، میرے علم میں ہمارے شیخ کے بعد آپ سے زیادہ تصنیف والا کوئی نہیں ہے، آپ کے قلم کی جولانیاں تقریر سے بڑھی ہوئی ہیں۔

آپ کے دور کے مشہور ادیب وشاعر محمد بن حسن نواجی شافعی نے آپ کی مدح میں یہ دو شعر لکھے

لقد حزت یا قاضی القضاۃ مناقبا   واثنی علیک الناس شرقا و مغربا

یقصر عنہا منطقی و بیانی   فلا زلت محمود[1] ابکل لسان

غرض جن علماء مصنفین نے بھی آپ کے حالات لکھے ہیں سب ہی نے آپ کی امامت، وسعت علم وتفوق کا اعتراف کیا ہے۔ملک اشرف برسبائے کے زمانہ میں آپ کو عہدۂ قضاء کے ساتھ عہدۂ احتساب اور جیلوں کی نگرانی بھی سپرد ہوئی اور بقول سخاوی یہ تینوں عہدے ایک شخص میں پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، وجہ یہ تھی کہ ملک موصوف آپ سے نہایت مانوس تھا اور آپ کے علم وفضل وتدوین کی نہایت قدر کرتا تھا، حتیٰ کے بعض اوقات آپ کو راتوں میں بھی علمی استفادہ کے لئے اپنے پاس روک لیتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ اگر علامہ عینی کی صحبت ہمیں نصیب نہ ہوتی تو ہمارے اسلام میں نقص رہتا۔

بناء مدرسہ ووقف کتب:

آپ نے ۸۴۲ھ میں منصب قضا سے سبکدوشی حاصل کی، جیلوں کی نگرانی کے منصب سے بھی ۸۵۳ھ میں دستکش ہو گئے اور ایک مدرسہ اپنی جائے سکونت سے قریب جامع ازہر شریف سے متصل تعمیر کرایا جس کے طلبہ کے واسطہ اپنی مملوکہ کتابیں بھی وقف فرمائیں اس کے بعد باقی کتابیں دارالکتب المصریہ میں داخل ہوئیں۔

---

[1] محمود آپ کا نام بھی ہے

تالیفات: آپ کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں کچھ زیادہ مشہور یہ ہیں: (۱) عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری (۳۰ جلد) (۲) مخب الافکار شرح معانی الآثار طحاوی (۸ جلد بخط مؤلف، احادیث احکام پر نہایت اعلیٰ قیمتی مباحث کا ذخیرہ ہے جس سے کوئی فریق علماء وفقہا کا مستغنی نہیں ہوسکتا، رجال کے حالات بھی صلب کتاب میں عمدۃ القاری کی طرح ساتھ ساتھ دیئے ہیں (۳) مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار (۶ جلد بخط مؤلف اس میں رجال پر کلام نہیں ہے) (۴) مغانی الاخبار فی رجال معانی الآثار (۲ جلد الگ ہیں جن میں رجال پر کلام کیا ہے، علم رجال میں نہایت نافع اور ترتیب کے لحاظ سے سب سے بہتر کیونکہ آپ نے صحابہ، تابعین وتبع تابعین کو ایک جگہ نہیں کیا بلکہ سب کے طبقات الگ الگ بنا کر حالات لکھے ہیں۔

یہ دونوں شرحیں دار الکتب المصریہ میں قلمی موجود ہیں، حافظ عینی کی یہ حدیثی خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے، الحمد للہ علی احسانہ کے مخب الافکار مذکور کا اکثر حصہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب شیخ المبلغین نظام الدین دہلی کو میسر ہوا اور آپ اس کی روشن میں "امانی الاحبار شرح معانی الآثار" لکھ رہے جس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے اور اب گویا شرح معانی الآثار کی بہترین تحقیق شرح وجود میں آگئی، راقم الحروف نے مقدمہ انوار الباری میں بھی اس سے استفادہ کیا ہے اور آئندہ انوار الباری میں بھی اس کی تحقیقات عالیہ پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۵) شرح سنن ابی داؤد (۲ جلد بہترین شروح میں سے ہے جس میں احادیث احکام اور تراجم رجال پر سیر حال بحثیں ہیں مگر افسوس ہے کہ نامکمل ہے (۶) تکمیل الاطراف (ایک جلد، اس سے آپ کے تبحر علمی ومہارت فنی کا پتہ لگتا ہے (۷) کشف اللثام عن سیرۃ ابن ہشام (یہ بھی مکمل نہ ہوسکی (۸) بنایہ شرح ہدایہ (۱۰ جلد، تخریج احادیث احکام میں کمال درجہ کا توسع کیا ہے اور علماء امصار کے مذاہب کے بھی تمام کمال بیان ہوئے ہیں کہ فتح القدیر ابن ہمام میں بھی وہ بات نہیں (۹) الدرر الزاہرہ فی شرح البحار الزاخرہ فی المذہب الاربعۃ للرہادی (۱۰) غرر الافکار شرح درر البحار فی المذاہب الاربعۃ للقفری (۱۱) مستجمع شرح المجمع (۱۲) رمز الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳) الوسیط فی مختصر المحیط (۲ جلد) (۱۴) منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک (۱۵) العلم الصیب شرح الکلم الطیب لابن تیمیہ (۱۶) تحفۃ الملوک فی المواعظ والرقائق (۱۷) زین المجالس (۸ جلد) (۱۸) (۱۹) حواشی تفسیر کشاف (۱۹) حواشی تفسیر ابی اللیث (۲۰) حواشی تفسیر بغوی (۲۱) شرح المنار (۲۲) طبقات الحنفیہ (۲۳) معجم الشیوخ (۲۴) عقد الجمان فی تاریخ الزمان (۲۵) مجلدات کبیرہ موجود مکتبہ شیخ الاسلام (۲۵) مختصر التاریخ الکبیر المذکور (۸ مجلد) (۲۶) مختصر المختصر فی التاریخ (۳ مجلد) (۲۷) تاریخ الاکاسرہ (۲۸) طبقات الشعراء (۲۹) سیر الانبیاء (۳۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (۳۱) شرح شواہد الصغیر والکبیر (۳۲) کتاب العروض وغیرہ۔

حافظ عینی اور شعر:

حافظ ابن حجر کی طرح حافظ عینی کا کوئی مشہور ومقبول دیوان شعر نہیں ہے آپ نے اشعار لکھے ضرور ہیں جن میں بعض اونچے درجہ کے بھی ہیں، مثلاً دونوں شعر جو بستان المحدثین میں حافظ ابن حجر کے تذکرہ میں نقل ہوئے ہیں (اگر چہ ان کی نسبت دوسروں کی طرف بھی کردی گئی ہے، مثلاً معتبر مورخین نے ان ہی کے تسلیم کئے ہیں، تاہم باوجود اعلیٰ درجہ کے ادیب لغوی وماہر فن وعروض ہونے کے بھی فطری مناسبت آپ کو شعر سے نہیں تھی اور ممکن ہے کہ اس سے کچھ انقباض طبع بھی ہو، جیسا کہ بہت سے اکابر کو ہوا ہے، ہمارے شیخ بلیسی حنفی قاضی مصر (م ۸۰۲ھ) جن کا ذکر گزر چکا ہے بڑے اونچے درجے کے شاعر تھے مگر ساتھ ہی شعر کے بارے میں اپنے دل کی بات اس طرح کہہ گئے۔

لا تحسبن الشعر فضلا بارعا ما الشعر الا محنة وخبال

فالهجو قذف والرثاء نياحة والعتب ضغن والمديح سوال

یعنی شعر و شاعری کے کمال کو ہرگز اونچے درجہ کی فضیلت کی چیز مت سمجھو! شعر تو دل و دماغ کو محنت و کاوش میں ڈالنا اور (بیشتر) مجموعۂ شر و فساد ہے، دیکھو! شعر میں اگر کسی کی ہجو کی تو قذف و اتہام کا ارتکاب ہوا (جو حرام ہے) مرثیہ لکھا تو نوحہ کی شکل اختیار کی (جو عمل جاہلیت ہے) کسی محبوب کو عتاب کیا، تو اس سے خواہ مخواہ دلوں میں کینہ کی پیدائش ہوتی ہے (وہ بھی خدا اور بندوں کو مبغوض) کسی کے لئے مدحیہ قصیدہ لکھا، تو وہ بھی سوال ہی کی ایک مہذب شکل ہے (جو قابل نفرت ہے)

موازنۂ عمدۃ القاری و فتح الباری:

علامہ محدث کوثریؒ نے مقدمہ عمدۃ القاری میں ''مزایا شرح البدر العینی'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ وہ تمام شروح بخاری سے نقل و تحقیق اور فوائد علمیہ کی بحث و تمحیص میں زیادہ جامع و اوسع ہے جہاں امام بخاری حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کرتے ہیں، حافظ عینی اس کو پورا ذکر کرتے ہیں اور بخاری میں جس جس جگہ اس کے اجزاء آئے ہیں ان سب کی تعیین اور نشاندہی کرتے ہیں اختلاف رواۃ بھی ذکر کرتے ہیں، رجال پر بھی کلام کا حق ادا کرتے ہیں، ضبط اسماء و انساب بھی کرتے ہیں، حدیث کے لغات و اعراب و مکمل بحث کرتے ہیں اسلوب بدیع پر وجوہ معانی و بیان بھی لاتے ہیں، پھر حدیث سے استنباط احکام اور گراں قدر فوائد اخذ کرنے میں خوب توسع اور ہمہ گیری کی شان سے چلتے ہیں، لطائف اسناد و علو و نزول مدنی و شامی وغیرہ بھی ذکر کرتے ہیں، مسائل خلافیہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے مذاہب فقہاء سے متعلقہ تمام احادیث کی تخریج کرتے ہیں جو ان ہی کے وسعت علم حدیث کے شایان شان ہے پھر ادلہ مذاہب میں مقارنہ و محاکمہ بھی اپنی صوابدید سے کرتے ہیں، اسئلے واجوبہ کے عنوان میں فقہ حدیث سے مواضع اخذ و رد کی تعیین کرتے ہیں، ساتھ ہی قدیم شروح بخاری سے اہم علمی حدیثی فوائد کا بہترین انتقاء کامل استقصاء کے ساتھ کیا ہے۔

غرض تمام اطراف و جوانب ملحوظ رکھ کر احادیث بخاری کی شرح کی ہے اور ہر طریقہ سے ان کی بسط و ایضاح کا حق ادا کیا ہے جو شخص معمولی طریقہ سے استفادہ چاہے وہ بھی فائز المرام ہوگا اور جو منقول سے چاہے تو وہ بھی کامیاب، پھر یہ کہ سہولت و استفادہ کے لئے ہر قسم کی بحث و تحقیق کے عنوانات الگ الگ قائم کر دیئے ہیں۔

پھر ان سب خوبیوں پر ایک خاص خوبی یہ بھی حاصل ہوئی کہ حافظ عینی نے تالیف عمدۃ القاری کے وقت برہان بن خضر (تلمیذ حافظ ابن حجر) کے ذریعہ فتح الباری کا ایک ایک جز و حاصل کر کے مطالعہ کیا اور ضرورت کے مواقع میں اس پر انتقادات بھی کئے اور جن مواضع میں دونوں شرحوں کے نقول میں توافق ہے وہ درحقیقت دونوں کے مراجع کے توافق سے ہے کہ دونوں کے سامنے وہ قدیم کتب موجود تھیں جس کے بارے میں غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ حافظ عینی نے وہ عبارتیں فتح الباری سے نقل کر لی ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے اور کتاب سابقہ کی مراجعت سے اصل حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ عینی نے عمدۃ القاری کو ۸۲۱ھ میں شروع کر کے ۸۴۷ھ میں پورا کیا یعنی فتح الباری کی تکمیل سے پانچ سال بعد، اور حافظ ابن حجر اور ان کے اصحاب کے سامنے جب عمدۃ القاری آئی تو وہ اس کے بے نظیر کمالات و مزایا کو دیکھ کر سخت حیرت و استعجاب میں پڑ گئے اور اصحاب حافظ الدنیا نے کچھ تو اعذار و حافظ کے شائع کئے جن کی وجہ سے فتح الباری کا پایہ فضیلت نیچا نہ ہو اور کچھ حافظ عینی پر نکتہ چینی کر کے اس کے مرتبہ کو گھٹانے کی سعی کی، نیز حافظ عینی کے انتقادات و اعتراضات کے جواب و رد کا ارادہ کیا اور ایک کتاب لکھنی شروع کی جس کا نام انتقاض الاعتراض'' رکھا، اس میں اوپر اعتراضات نقل کرتے تھے اور نیچے جوابات کی جگہ بیاض چھوڑتے تھے، کچھ جوابات لکھ پائے تھے اور اکثر باقی تھے کہ وفات ہوگئی، اسی طرح بعض مواضع شرح میں بھی کچھ اصلاحات کیں۔

اوپر ذکر ہوا ہے کہ حافظ عینی نے ۸۴۷ھ میں عمدۃ القاری کو پورا کر لیا تھا اور حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی، لہذا پانچ سال گزرنے پر بھی حافظ انتقاض مذکور کا اکثر حصہ نامکمل چھوڑ گئے والکمال للہ وحدہٗ۔

بہرحال یہ تو امر واقع کا اظہار یا مقطع کی سخن گسترانہ بات تھی، اس میں شک نہیں کہ دونوں ہی شرحیں اپنی اپنے درجہ میں ہمارے لئے منت عظمیہ اور علوم و معارف سنت کا گنجینہ ہیں اور ہمارے قلوب میں دونوں کے لئے انتہائی قدر و منزلت ہے۔ **جزاهما الله عنا و عن سائر الامة خير الجزاء و رضي عنهما احسن الرضاء۔**

یہ تمام تفصیل جو اوپر نقل ہوئی محقق و محدث علامہ کوثری قدس سرہٗ کے طفیل میں پیش کر رہا ہوں، یہ خلاصہ ہے تلخیص تذہیب التاج الجلبینی فی ترجمہ بدر العینی کا جو بطور مقدمہ عمدۃ القاری مصر سے چھپا ہے، اصل کتاب التاج الجلبینی کے مطالعہ و زیارت کا ابھی تک ہمیں بھی اشتیاق ہی ہیں، گویا یہ ہم نے خلاصۃ الخلاصہ پیش کیا ہے، جس کی نقل راقم الحروف کے محب و محسن قدیم مولانا حکیم محمد یوسف اسمی بنارسی دام افضالہم نے خود تکلیف فرما کر اور اپنے نسخہ سے لکھ کر ارسال فرمائی، کیونکہ کتاب خانہ دار العلوم میں عمدۃ القاری کا یہ نسخہ مطبوعہ جدید موجود نہیں ہے میں محترم حکیم صاحب کا نہایت شکر گزار رہوں۔

۲۶۱- شیخ عز الدین عبد السلام بن احمد بن عبد المنعم بن محمد بن احمد قیلوی بغدادی حنفی م ۸۵۹ھ

امام و علامہ عصر تھے، علامہ برہان بقاعی نے "عنوان الزمان میں کہا کہ آپ ۷۸۰ھ میں پیدا ہوئے، پہلے فقہ، اصول، نحو و معانی وغیرہ کی بہت زیادہ کتابیں حفظ کیں، پھر بخاری وغیرہ کتب احادیث اکابر محدثین سے پڑھیں، اول اکابر فقہاء حنابلہ سے فقہ حنبلی میں تخصص حاصل کیا، پھر فقہ شافعی میں ریسرچ و تحقیق کی، پھر فقہ حنفی کے گرویدہ ہوئے، مجمع البحرین حفظ یاد کی اور دوسرے فقہاء حنفیہ سے استفادہ کے بعد شیخ ضیاء الدین ہروی حنفی سے فقہ حنفی بتمام و کمال حاصل کیا اور بہت سے علوم غیر محصور علماء کی خدمت میں رہ کر حاصل کئے، اوزنجان کا سفر کیا اور تصوف میں شیخ یار علی سیواسی سے مستفید ہوئے، حلب و بیت المقدس رہ کر مقتدائے وقت شیخ شہاب الدین بن ہائم کی خدمت میں رہے، پھر قاہرہ جا کر حدیث شیخ ولی عراقی، جمال حنبلی اور شمس شامی وغیرہ سے بھی حاصل کی اور وہاں کئی جگہ پر درس بھی دیا، لوگوں نے آپ سے بہت زیادہ دینی و علمی نفع حاصل کیا، حافظ قاسم بن قطلو بغا جیسے اکابر آپ کے تلامذہ میں ہیں، بڑے زاہد، عابد، عفیف، قناعت پسند بزرگ تھے، آپ کے اشعار میں سے دو شعر اکثر نقل ہوئے ہیں۔

شرابک المختوم فی انیه　　و خمرا عدائک فی انیه

فلیت ایامک لی انیه　　قبل انقضاء العمر فی انیه

(شذرات ص ۲۹۴ ج ۷)

۲۶۲- شیخ کمال الدین بن الہمام محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید حنفیؒ م ۸۶۱ھ

امام عصر، علامہ دوراں، محدث علام، فقیہ الکلام، جامع اصول و فروع، اصولی مفسر، کلامی، نحوی، منطقی جدلی تھے، ابن نجیم نے بحر الرائق میں آپ کو اہل ترجیح لکھا اور بعض دوسرے علماء نے اہل اجتہاد سے شمار کیا ہے اور یہی رائے قوی ہے جس کی شاہد آپ کی تصانیف و تالیفات ہیں۔ (فوائد بہیہ) آپ نے حدیث ابو زرعہ عراقی، شمس شامی وغیرہ سے سنی، معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، آپ کے اقران میں سے شیخ برہان ابناسی نے کہا کہ میں نے دین کے حجج و دلائل طلب کئے تو معلوم ہوا کہ ابن ہمام سے بڑھ کر ان کا عالم ہمارے شہر میں کوئی نہ تھا۔

آپ ارباب احوال و اصحاب کشف و کرامات میں سے تھے، نماز ہلکی پڑھتے تھے، جیسی ابدال پڑھتے ہیں، ایک مدت تک افتاء بھی کیا،

آپ کی تصانیف میں سے فتح القدیر، شرح ہدایہ نہایت محققانہ بے نظیر کتاب ہے، دوسری تالیفات اصول فقہ میں التحریر بھی بہت عمدہ لاجواب ہے، عقاید میں مسایرہ اور فقہ میں زاد الفقیر لکھی (زاد الفقیر مع تعلیقات حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب دام ظلہم مہاجر مدنی، مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہوئی تھی، ایک رسالہ اعراب سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم میں لکھا، وغیرہ۔

آپ کی تمام تصانیف ایسے علمی ابحاث وفوائد پر مشتمل ہیں جو دوسری کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں تحریر کی شرح آپ کے تلمیذ خاص ابن امیر الحاج حلبی نے کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد، شذرات وحدائق)

۲۶۳- شیخ یعقوب بن ادریس بن عبداللہ نکدی حنفیؒ م ۸۶۳ھ

محدث شہیر، ماہر اصول وفروع اور جامع معقول ومنقول تھے، علوم کی تحصیل محمد بن حمزہ قاری وغیرہ سے کی، بلاد شام ومصر گئے تو سب جگہ علماء و فضلاء نامدار نے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا، آپ نے شرح مصابیح السنۃ اور حواشی ہدایہ لکھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۶۴- شیخ ابو السعادت سعد الدین بن الشمس الدیری نابلی حنفیؒ م ۸۶۸ھ

بڑے محدث، فقیہ ومفتی تھے، حدیث برہان ابراہیم بن زین عبدالرحیم بن جماعہ سے روایت کی، استحضار مسائل، فہم معانی تنزیل اور حفظ متون احادیث میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، مدت تک درس وافتاء میں مشغول رہے، ۸۴۲ھ میں مصر کے دار القضاء حنفیہ کے متولی ہوئے، حافظ شمس الدین سخاوی نے آپ کے ترجمہ میں لکھا کہ میں نے آپ سے بہت کچھ پڑھا ہے، تصانیف یہ ہیں، تکملہ شرح ہدایہ سروجی (۷ جلد) منظومہ نعمانیہ (اس میں عجیب وغریب فوائد ہیں) شرح عقائد نسفی وغیرہ، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وحدائق)

۲۶۵- شیخ شرف الدین یحییٰ بن محمد بن محمد بن مخلوف المناوی شافعیؒ م ۸۷۱ھ

بڑے محدث تھے، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا کہ وہ ہمارے شیخ تھے، شیخ ولی الدین عراقی سے فقہ، اصول اور حدیث کی تحصیل کی، پھر درس وافتاء میں مشغول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے شرح مختصر المزنی اور حاشیہ نور الروض ومختصر الروض من الانف للسہیلی مشہور ومعروف ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المنظرفہ وشذرات الذہب)

۲۶۶- حافظ تقی الدین بن فہدؒ متوفی ۸۷۱ھ

بڑے محدث تھے، آپ نے حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا ذیل لکھا جو لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ کے نام سے دمشق میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے، آپ کے صاحبزادے نجم الدین عمر بن فہد (م ۸۸۵ھ) نے تذکرۃ الحفاظ اور لحظ الحاظ دونوں کے اشخاص کو بجائے طبقات کے حروف تہجی پر مرتب کر کے ایک نئی کتاب بنادی ہے اور نام تذکرۃ الحفاظ ہی رکھا۔

آپ کے علاوہ حسینی دمشقی (م ۷۱۵ھ) نے بھی ذیل تذکرۃ الحفاظ لکھا اور علامہ سیوطی نے بھی طبقات الحفاظ کے نام سے ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ کی تلخیص کی، حسینی، ابن فہد اور سیوطی تینوں کے مذکورہ بالا ذیول مجموعہ "تذکرۃ الحفاظ" کے نام سے محدث کوثریؒ کی تصحیح وتعلیق کے ساتھ دمشق سے ایک ضخیم جلد میں شائع ہو گئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ابن ماجہ وعلم حدیث مولانا نعمانی عم فیضہم)

۲۶۷- شیخ احمد بن محمد بن محمد بن حسنؒ بن علیؒ بن یحییٰ شمنی حنفیؒ م ۸۷۲ھ

بڑے متبحر محدث وفقیہ ومفسر تھے، پہلے اپنے والد ماجد اور دادا کی طرح مالکی تھے، پھر حنفی ہو گئے تھے، حدیث ولی الدین عراقی سے

حاصل کی، تمام علوم وفنون میں اپنے معاصرین سے فائق ہوئے، حافظ سخاوی نے مدت تک آپ سے پڑھا ہے، علامہ سیوطی بھی آپ کے تلمیذ حدیث ہیں اور ایک جزء حدیث مسلسل بالحاۃ کی آپ سے روایت کرکے اس کی تخریج بھی کی ہے اور بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ میں آپ کی انتہائی مدح وثناء کی ہے، مثلاً لکھا کہ آپ علم تفسیر کے دریائے محیط اور کشاف وقائق تھے، حدیث کی روایت و درایت اور حل مشکلات و فتح مغلقات میں تنہا آپ ہی مرجع ومعتمد تھے، فقہ میں وہ درجہ تھا کہ امام اعظم آپ کو دیکھتے تو انعام واکرام کرتے، کلام میں ایسے بلند پایہ کہ اشعری آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور خوش ہوتے، اسی طرح دوسرے علوم میں تشوق لکھ کر چند اشعار مدحیہ بہت ہی شاندار لکھے ہیں جو صاحب شذرات نے نقل کئے ہیں، آپ کی تصانیف یہ ہیں: کمال الدرایہ شرح الوقایہ (جس سے آپ کے احادیث احکام سے متعلق غیر معمولی وسعت علم وتبحر کا اندازہ ہوتا ہے) شرح المغنی لابن ہشام، حاشیہ شفاء، شرح نظم النخبہ فی الحدیث، ارفق المسالک لتادیۃ المناسک، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ، شذرات، حدائق)

۲۶۸-المولی علاؤالدین علے بن محمود بن محمد بسطامی ہروی رازی حنفیؒ م ۸۷۵ھ

امام فخر الدین رازی شافعیؒ کی اولاد میں سے بڑے پایہ کے حنفی عالم ہوئے ہیں، ابتداء عمر سے ہی تصنیف کا شوق تھا، اسی لئے مصنفک (چھوٹے مصنف) مشہور ہوئے، اکابر علماء سے تمام علوم وفنون میں کامل دستگاہ پائی، ہر روز ایک جزء تصنیف کر لیتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح المصابیح للبغوی، شرح الکشاف، حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ شرح عقائد، شرح الارشاد، شرح اللباب، شرح المطول وغیرہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۱۹ ج ۷)

۲۶۹-حافظ حدیث علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلو بغا مصری حنفیؒ م ۸۷۹ھ

امام عصر، محدث اعظم، فقیہ کامل، جامع علوم وفنون، استحضار مذاہب میں بے نظیر تھے، مناظرہ اور اسکات خصم میں ید طولیٰ رکھتے تھے، حفظ قرآن مجید ودیگر کتب علوم وفنون سے فارغ ہوکر اکابر علماء ومحدثین عصر سے تکمیل، آپ کے خاص اساتذہ یہ ہیں: حافظ بدرالدین عینی حنفی، حافظ ابن الہمام حنفی، حافظ ابن حجر شافعی، سراج قاری الہدایہ حنفی، عز بن عبدالسلام بغدادی حنفی، عبداللطیف کرمانی وغیرہ، مگر سب سے زیادہ آپ حافظ ابن ہمام کی خدمت میں رہے اور زیادہ سے زیادہ علوم کا استفادہ ان سے کیا، آپ کے تلامذہ میں سخاوی وغیرہ مشہور ہیں، آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں، ورنہ یوں ستر سے زیادہ تو فقہ وحدیث ہی میں آپ کی تالیف قیمہ ہیں۔

(۱) شرح مصابیح السنۃ (۲) تخریج احادیث الاختیار (۳) رجال شرح معانی الآثار (۴) تخریج احادیث اصول البزدوی (۵) تخریج احادیث الفرائض (۶) تخریج احادیث شرح القدوری للاقطع (۷) ثقات الرجال (۴ مجلد) (۸) تحفۃ الحیاء بمافات من تخاریج الاحیاء (۹) منیۃ الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی (اسی کے آخر میں ان احادیث کی بھی تخریج چھپ گئی ہے جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے درایہ تلخیص نصب الرایہ میں "لم اجدہ" کا ریمارک کیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علم ومطالعہ حدیث حافظ الدنیا ابن حجر سے بھی بڑھا ہوا تھا (۱۰) تخریج احادیث تفسیر ابی اللیث (۱۱) شرح مختصر المنار (۱۲) شرح مجمع البحرین (۱۳) شرح درر البحار (۱۴) معجم (۱۵) شرح منظومۃ ابن الجزری فی علم الحدیث (۱۶) تعلیق تفسیر البیضاوی (۱۷) ترجیح الجوہر النقی (۱۸) حاشیہ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۱۹) حاشیہ مشارق الانوار (۲۰) تعلیقات نخبۃ الفکر (۲۱) امالی مسانید ابی حنیفہ (۲ جلد) (۲۲) حاشیہ تلویح (۲۳) مجموعۃ الفتاویٰ (۲۴) تاریخ ابی یعلی خلیلی (م ۴۴۶) کو جس میں محدثین وعلماء کے حالات ابو یعلی نے ترتیب بلاد سے اپنے زمانہ تک کے ذکر کئے تھے، ان کو علامہ قاسم بن قطلو بغا نے ترتیب حروف سے مرتب کیا، آپ کی اس خدمت کی نشاندہی علامہ کتانی (م ۱۳۴۵ھ) نے الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۰۸ (مطبوعہ کراچی میں کی ہے، جزاہ اللہ خیرا۔

علامہ برہان بقاعی نے عنوان الزمان میں کتب مذکورہ بالا میں اکثر کا ذکر کیا ہے پھر لکھا کہ ان کے علاوہ بہت سی گرانقدر تالیفات ہیں جن میں سے اکثر اب تک ابتدائی مسودات اور یادداشتوں کی صورت میں غیر مرتب موجود ہیں، یہ بھی لکھا کہ آپ نے ایسی عالی ہمتی سے علوم کی تحصیل میں جدوجہد کی کہ بہت ہی جلد آپ کا شہرہ ہوگیا اور جگہ جگہ آپ کے علم وفضل کا چرچا پھیل گیا، حتیٰ کہ آپ کے اساتذہ ومشائخ نے بھی آپ کی بہت زیادہ تعریف کی۔

اس کو نقل کرنے کے بعد صاحب شذرات نے اضافہ کیا کہ آپ سے اس قدر کثیر تعداد میں علماء نے استفادۂ علوم کیا کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا اور خلاصہ یہ ہے کہ آپ حسنات دہر میں سے تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

افسوس ہے کہ ایسے ایسے جلیل القدر محدثین احناف کا تذکرہ ہماری موجودہ مطبوعہ کتب احناف میں بہت ہی مختصر ہے، بستان المحدثین میں تو اس محدث عظیم المرتبت کا ذکر ہی نہیں، جیسا حافظ زیلعی حنفی، حافظ عینی حنفی وغیرہ کبار محدثین کا نہیں ہے، فوائد بہیہ میں بطور تعلیق بہت ہی مختصر ذکر ہے اور ۴-۵ تصانیف ذکر کیں، مؤلف حدائق حنفیہ نے حسب عادت کچھ بہتر مواد جمع کر دیا ہے پھر بھی اس سے زیادہ شذرات الذہب میں ایک حنبلی عالم نے لکھا ہے۔

اس سلسلہ میں مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ اگر تمام مطبوعہ ذخیرہ سے ہی محدثین احناف کے حالات جمع کر لئے جائیں تو "طبقات حنفیہ" میں بہت اچھی کتاب تیار ہوسکتی ہے، جو طبقات شافعیہ، مالکیہ وحنابلہ سے کسی طرح کم نہ ہوگی، اس میں شک نہیں کہ بہت ہی بڑی اہم علمی خدمت ہے "تذکرہ محدثین" چونکہ احناف کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اس لئے اس میں سب ہی حضرات کا مختصر تعارف کرا دینا مناسب ہوا، تاہم یہ رعایت بھی اس میں ملحوظ رہی ہے کہ محدثین احناف کے تذکرے چونکہ عربی واردو میں اب تک کم سے کم آئے ہیں، ان کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے تا کہ اس کمی کی کسی قدر تلافی ہوجائے اور یہ بھی واضح ہوجائے کہ لکھنے والوں کی دل تنگی نے ہی اس کمی کا احساس بیجا کرایا تھا، ورنہ واقع وحقیقت کے اعتبار سے وہ دوسروں سے کم نہیں ہیں۔

علامہ کتانی کی مذکورہ بالا کتاب محدثین کی علمی خدمات کے سرسری جائزہ کے لئے نہایت گرانقدر تالیف ہے، جس میں تقریباً پانچ سو محدثین کا ذکر آ گیا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس میں محدثین احناف کی بڑی کثرت نظر انداز ہوگئی ہے اور ان کی خدمات بھی، اس کتاب کو محترم مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جیسے باہمت مصنف اگر پھر سے مرتب کریں اور اس کمی کی تلافی کر دیں تو اس کتاب کی افادیت کو چار چاند لگ سکتے ہیں، وما توفیقنا الا باللہ الغنی الکریم، راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ خدمت درحقیقت صرف حنفیت کی خدمت نہیں بلکہ مجموعی اعتبار سے پورے فن حدیث ہی کی خدمت ہوگی کہ قصر حدیث کے جو گوشے محدثین احناف کے تذکروں سے خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں وہ اپنی جگہوں پر آباد ہو کر پورے قصر کی زیب وزینت بڑھا دیں گے اور پھر تمام محدثین کرام کی ایک کامل ومکمل تاریخ سامنے ہوجائے گی۔ لانرید الا الاصلاح ما استطعنا وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

۲۷۰ ص شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی حنفیؒ م ۸۷۹ھ

علماء حنفیہ میں سے حلب کے جلیل القدر عالم حدیث، تفسیر وفقہ اور امام وقت علامہ ومصنف تھے، آپ کی تصانیف فاخرہ بہت مشہور ہیں، مثلاً شرح التحریر لابن الہمام (اصول فقہ میں ۳ مجلد) جو تخریج احادیث، بیان طرق احادیث ومخرجین سے بھری ہوئی ہیں اور اس سے آپ کے وسعت علم حدیث پر پوری روشنی پڑتی ہے، آپ سے بڑے بڑوں نے علم حاصل کیا اور آپ کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ والرسالۃ ص ۱۶۰ وشذرات ص ۳۲۸)

۲۷۱- شیخ امین الدین یحییٰ بن محمد اقصرائی حنفیؒ م ۸۷۹ھ

بڑے جلیل القدر عالم تھے، علامہ سیوطی کی حسن المحاضرہ میں ہے کہ آپ قاہرہ میں اپنے زمانہ کے الحنفیہ تھے، ولادت ۷۹۰ھ کے کچھ بعد ہوئی اور ریاست مذہب حنفی آپ کے زمانہ میں آپ ہی پر منتہی ہوئی، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔(شذرات ص ۳۲۸ ج ۷)

۲۷۲- شیخ محی الدین ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود رومی برعمی حنفیؒ م ۸۷۹ھ

بڑے محدث، مفسر، نحوی، لغوی و ادیب اور نہایت واسع العلم تھے، کافیہ سے بڑا شغف تھا، اس لئے کافیجی مشہور ہوگئے تھے، علامہ سیوطی نے آپ کو بغیۃ الوعاۃ میں شیخنا العلامہ، استاذ الاساتذہ لکھا، کبار علماء ومشائخ سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کئے، علوم حدیث پر بھی بڑی نظر تھی، مشتغلین حدیث سے بڑا تعلق و محبت رکھتے تھے، اہل بدعت سے سخت متنفر تھے، بڑے عابد زاہد تھے، فن حدیث میں، المختصر فی علوم الحدیث اور تفسیر میں المختصر فی علوم التفسیر لکھی، مسائل نحو میں بڑا کمال تھا، شرح قواعد الاعراب اور شرح کلمتی الشہادۃ مختصر مگر بہت نافع وگرانقدر تالیفات کیں، ایک روز اپنے بڑے تلامذہ سے زید قائم کا اعراب پوچھ بیٹھے اور پھر ۱۱۳ بحثیں اس بارے میں لکھوائی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔(شذرات الذہب ص ۳۲۷ ج ۷)

۲۷۳- شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر قطلو بغا بکتمری قاہری حنفیؒ م ۸۸۱ھ

بڑے محدث، مفسر وفقیہ تھے، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ وطبقات النحاۃ میں آپ کو شیخنا الامام العلامۃ سیف الدین حنفی نے لکھا، آپ کے شیخ واستاذ ابن ہمام نے آپ کو محقق الدیار المصریہ لکھا اور سالک طریق سلف، عابد، صاحب خیر اور اہل دنیا سے متنفر کہا، ہمیشہ درس علوم کا مشغلہ رکھتے تھے، فتویٰ سے احتراز کرتے، جامعہ منصوریہ وغیرہ میں تفسیر وفقہ کا درس دیا ہے، مدرسۃ العینی میں درس حدیث کے لئے آپ سے بہت اصرار کیا گیا، مگر معذرت کی، توضیح ابن ہشام پر آپ کا بڑا طویل حاشیہ ہے جو بہت زیادہ فوائد علمیہ پر مشتمل ہے، شیخ ابن ہمام حج کو گئے تو اپنی جگہ مشیخۃ الشیخونیہ میں متعین کیا تھا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔(شذرات الذہب ص ۳۳۲ ج ۷)

۲۷۴- شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن عمر العقیلی حلبی معروف ابن العدیم حنفی، ولادت ۸۱۱ھ متوفی ۸۸۲ھ

ولادت قاہرہ میں ہوئی، آپ کا سب خاندان علم وفضل کا گہوارہ ہے اور سلسلۂ نسب ابوجرادہ خادم خاص حضرت علیؓ سے ملتا ہے، آپ کے اجداد میں سے شیخ ہبۃ اللہ بن احمد نے اس خاندان میں سب سے پہلے قضاء کا منصب سنبھالا، بڑے عالم ومحدث تھے جنہوں نے "الخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ" جیسی اہم گرانقدر کتاب لکھی، پھر کمال الدین ابن العدیم (م ۶۶۰ھ) اپنے وقت کے امام ورئیس الحنفیہ علامہ محدث ومورخ اعظم ہوئے، جنہوں نے بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب تیس جلدوں میں لکھی، نیز حدیث وفقہ وادب میں بھی گرانقدر تالیفات کیں، لکھا ہے کہ اپنے فضائل وکمالات کے اعتبار سے عدیم النظیر تھے، پھر مجد الدین عبدالرحمٰن (م ۶۷۷ھ) بھی بڑے عالم و محدث عارف مذہب ہوئے، آپ نے جامع حاکم میں خطبہ دیا اور ظاہریہ میں درس علوم دیا۔

ان کے بعد احمد بن ابراہیم بھی بڑے محدث ہوئے، جن سے ۸۳۵ھ میں حافظ ابن حجر نے حدیث پڑھی ہے، درمیان میں اور بھی جتنے آپ کے سلسلے کے آباؤ اجداد گزرے وہ سب علماء ذوی القدر اور قاضی القضاۃ حلب ہوئے، آپ بھی امام وقت وعلامۂ روزگار محدث متبحر و فقیہ جید ہوئے، حافظ عراقی، برماوی اور ابن جزری ایسے اکابر محدثین نے آپ کو حدیث پڑھائی اور حدیث وفقہ شائع کرنے کی اجازت وسند

دی، آپ کو اپنے پردادا کے مثل ہونے کی وجہ سے ''ابن عدیم'' کہا جاتا تھا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ ص ۱۴۷ شذرات وحدائق)

۲۷۵-المولیٰ محمد بن قطب الدین ازنیقی حنفیؒ م ۸۸۵ھ

امام عصر، عالم باعمل، جامع علوم نقلیہ، وعقلیہ، مولی فناری کے تلمیذ خاص تھے، ہر علم وفن میں ماہر و کامل ہوئے، اپنے سب اقران پر فوقیت لے گئے، مسلک تصوف میں بھی باکمال ہوئے، شریعت وطریقت وحقیقت کو جمع کیا اور مفتاح الغیب صدرالدین قونوی کی اعلیٰ درجہ کی شرح لکھی نیز خصوص صدر قونوی کی بھی شرح کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۴۳ ج ۷)

۲۷۶-مولی خسرو محمد بن قراموز رومی حنفی م ۸۸۵ھ

امام وقت، علامۂ زماں، صاحب تصانیف، محدث وفقیہ واصولی تھے، آپ کے والد ماجد امراء و دولت سے تھے اور نومسلم تھے، آپ نے اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، مطول پر حواشی لکھے اور مدرسہ شاہ ملک مدنیہ اورنہ میں مدرس ہوئے پھر مدرسہ حلبیہ میں مدرس ہوئے اور سلطان محمد خان دوبارہ تخت سلطنت پر بیٹھے تو آپ کی تنخواہ روزانہ ایک سو درہم کردی تھی، پھر قسطنطنیہ فتح ہوا تو آپ کو وہاں کا قاضی بھی بنادیا گیا اور جامع ایا صوفیا میں بھی درس علوم دینے لگے۔

معمولی سادہ لباس پہنتے تھے، چھوٹا عمامہ باندھتے تھے، بہت ہی متواضع منکسر المزاج تھے، لاتعداد خدام وغلام تھے، مگر اپنا کام خود کرتے تھے اور نہایت خوش اخلاق، ملنسار تھے، سلطان محمد آپ کی بڑی عزت کرتا تھا اور آپ پر فخر کرتا اور اپنے وزراء سے کہا کرتا تھا کہ یہ اس زمانہ کے ابوحنیفہ ہیں۔

باوجود قضاء افتاء تدریس کے مشاغل مہمہ کے روزانہ دو ورق کتب سلف سے نہایت خوش خط نقل کیا کرتے تھے، آپ کی تصانیف یہ ہیں، حواشی معطول، حواشی تلویح، حواشی تفسیر بیضاوی، مرقاۃ الوصول فی علم الاصول، شرح مرقاۃ مذکور، الدرر والغرر وغیرہ، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۴۲ ج ۷)

۲۷۷-شیخ عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین حنفیؒ م ۸۸۵ھ

ابن فرشتہ اور ابن ملک کے نام سے بڑے عالم وفاضل محدث گزرے ہیں، دقائق ومشکلات کو حل کرنے میں ماہر کامل تھے، بہت مفید علمی تصانیف کیں، مثلاً حدیث میں مبارق الازہار، شرح مشارق الانوار، اصول فقہ میں شرح منار، فقہ میں شرح مجمع البحرین وشرح وقایہ اور ایک رسالہ علم تصوف میں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات وحدائق حنفیہ)

۲۷۸-الموالی شمس الدین احمد بن موسیٰ الشہیر ''بالخیالی'' حنفیؒ م ۸۸۶ھ

بڑے محقق مدقق عالم، جامع معقول ومنقول تھے، درس وتالیف آپ کے بہترین مشاغل تھے، شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور ومقبول ومتداول ہوئے، اس میں بعض مضامین ایسے دقیق ودشوار ہیں کہ بڑے بڑے فضلاء ان کو حل کرنے سے عاجز ہوتے ہیں لیکن حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ سیالکوٹی نے ان کا بھی بہترین حل کردیا ہے۔

اوائل شرح تجرید پر بھی حواشی لکھے، صرف ۳۳ سال عمر ہوئی، بڑے بڑے علماء نے آپ کی شاگردی کی، بڑے عابد وزاہد تھے، صوفیہ کے طریقہ پر ذکر واذکار میں بھی مشغول ہوتے تھے، دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے، علامہ ابن عماد حنبلی نے آپ کو امام علامہ لکھا، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۴۴ وحدائق حنفیہ)

۲۷۹-شیخ شمس الدین احمد بن اسماعیل بن محمد کورانی حنفیؒ م ۸۹۳ھ

مولی فاضل کے نام محدث کبیر مشہور تھے، اپنے زمانہ کے اکابر علماء کے علوم کی تحصیل و تکمیل کر کے یگانہ روزگار ہوئے، شہر بروسا میں مدرسہ مرادخان غازی میں درس علوم دیا، پھر منصب قضاء وافتاء پر بھی فائز ہوئے، ۸۶۷ھ میں آپ نے ایک تفسیر "غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی"، لکھی جس میں زمخشری اور بیضاوی پر اکثر جگہ مواخذات کئے، پھر ۸۷۴ھ میں شہر اورنہ میں صحیح بخاری کی شرح الکوثر الجاری علی ریاض البخاری"، لکھی اس میں اکثر مواضع میں کرمانی اور حافظ ابن حجر پر اعتراضات کئے، بڑے عابد، زاہد، شب زندہ دار تھے، نقل ہے کہ رات کو بالکل نہ سوتے تھے اور روزانہ ایک ختم قرآن مجید ہر شب میں کرتے تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۸۰-شیخ شہاب الدین العباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ زروق فارسی م ۸۹۳ھ

اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور متاخرین صوفیہ کرام کے ان کے محققین میں سے ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے، شیخ شہاب الدین قسطلانی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، آپ کی تصانیف سے حاشیہ بخاری، شرح قرطبیہ، شرح اسماء حسنیٰ، قواعد التصوف (قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ کشف الظنون، حوادث الوقت وغیرہ ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحدثین)

۲۸۱-حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی بکر السخاوی شافعیؒ م ۹۰۲ھ ولادت ۸۳۱ھ

مشہور و معروف محدث علام تھے، ابتداء عمر میں حفظ قرآن مجید کے بعد بہت سے علوم وفنون کی کتابیں یاد کیں، دوسرے علوم کے ساتھ حدیث، فقہ، قرأت تاریخ وعربیت میں ممتاز مقام حاصل کیا، چار سو سے زیادہ کبار سے اخذ علوم کیا، حافظ ابن حجر کے مخصوص تلامذہ و اصحاب میں سے تھے، صحیح بخاری کو ۱۲۰ علماء سے روایت کرتے تھے، تحصیل علم کے لئے دور دراز بلاد وامصار کے سفر کئے، آپ کے اور رسول اکرم علیہ السلام کے درمیان روایت حدیث کے صرف دس واسطے ہیں۔

کئی بار حج کے لئے حاضر ہوئے، اور حج ۸۷۰ھ کے بعد ایک عرصہ کے لئے مجاورت مکہ معظمہ اختیار فرمائی اور وہاں بھی درس میں مشغول ہوئے پھر ۸۵ھ میں حج کیا اور دو سال مکہ معظمہ میں اور تین ماہ مدینہ طیبہ میں اقامت کی، پھر ۸۹۲ھ میں حج کیا اور دو سال رہے پھر ۹۶ھ میں حج کے لئے حاضر ہوئے اور درمیان ۹۸ھ تک قیام فرما کر مدینہ طیبہ پہنچے وہاں چند ماہ اور رمضان گزار کر مکہ معظمہ واپس ہوئے اور ایک مدت رہ کر پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے پھر وقت وفات تک وہیں رہے (یہ تفصیل میں نے اس لئے دے دی ہے کہ اس زمانہ کے اکابر علماء کا حرمین سے تعلق اور وہاں کے قیام کا طور وطریق معلوم ہو)

آپ سے غیر محصور علماء نے تحصیل علوم کی، آپ کی تصانیف اعلیٰ درجہ کی تحقیقاتی اور نہایت مفید ہیں، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے اندر مذہبی تعصب نہیں تھا، طبیعت نہایت ہی انصاف پسند تھی، اسی لئے اپنے شیخ اعظم حافظ ابن حجر تک کے تعصب کو بھی برداشت نہ کر سکے اور صراحت سے فرما گئے کہ ہمارے شیخ نے حنفیہ کے ساتھ تعصب و تنگ نظری کا معاملہ کیا ہے، جس کا ذکر حافظ ابن حجر کے حالات میں پہلے ہو چکا ہے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث (جو بہترین جامع تحقیقی تصنیف ہے) الضوء اللامع لاہل القرن التاسع (۶ جلد) اس میں آپ نے خود اپنا تذکرہ بھی حسب عادت محدثین کیا ہے، المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الجاریۃ علی الالسنہ (جو علامہ سیوطی کی الجواہر المنتثرہ سے زیادہ جامع واتقن ہے) ۱۰ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع، الاعلان بالتوبیخ علی من ذم علم التوریخ (نہایت نفیس اعلیٰ تالیف ہے) التاریخ المحیط (حروف معجم سے مرتب ہے) تلخیص تاریخ الیمن، تحریر المیزان، عمدۃ القاری، والسامع فی ختم الصحیح الجامع وغیرہ۔

علم جرح وتعدیل میں بھی بڑے عالم وفاضل تھے، حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حافظ ذہبی کے بعد ان کے طرز وطریق پر چلنے والے صرف آپ ہی ہوئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۱۵ ج ۸)

۲۸۲-الشیخ العالم المحدث راجح بن داؤد بن محمد حنفیؒ م ۹۰۴ھ

صوبہ گجرات کے بڑے عالم ومحدث تھے، اکابر علماء سے تحصیل کی اور حرمین جا کر وہاں کے محدثین سے بھی استفادہ کیا، حافظ سخاوی نے الضوء اللامع میں آپ کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ مجھ سے بھی شرح الفیۃ الحدیث پڑھی ہے اور میں نے ان کو اجازت روایت حدیث لکھ کر دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۱)

۲۸۳-حافظ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن محمد بن الشیخ ہمام الدین سیوطی شافعیؒ

م ۹۱۱ھ ولادت ۸۴۹ھ

مشہور مسند محقق، محدث علام مدقق، صاحب مولفات فائقہ نافعہ تھے، پانچ سال کچھ ماہ کے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے، حسب وصیت والد ماجد چند بزرگوں کی سرپرستی میں آئے جن میں سے شیخ کمال بن الہمام حنفی بھی تھے، انہوں نے آپ کا وظیفہ شیخونیہ سے کرا دیا اور آپ کی طرف پوری توجہ کی، ۸ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید سے فارغ ہو کر فنون کی کتابیں حفظ کیں، شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس مرزبانی حنفی سے بہت سی درسی وغیر درسی کتابیں پڑھیں، علامہ بلقینی، علامہ شرف المناوری اور محقق الدیار المصریہ سیف الدین محمد بن محمد حنفی نیز علامہ شمنی وعلامہ کافیجی کے حلقہ ہائے درس سے بھی مدتوں استفادہ کیا۔

غرض پوری طرح تحصیل وتکمیل کے بعد درس تالیف میں مشغول ہوئے اور بہترین مفید تالیفات کیں جن شمار پانچ سو سے اوپر کیا گیا ہے، نہایت سریع التالیف تھے اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، خود فرمایا کہ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر اس سے زیادہ مجھے ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا، شاید اس وقت اس سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں ہیں"۔

چالیس سال کی عمر ہو کر ترک وتجرید اختیار کی، ایک طرف گوشہ نشین ہو کر درس وافتاء بھی چھوڑ کر صرف عبادت وتالیف کا شغل رکھا، تمام دنیوی تعلقات ختم کر دیئے تھے، امراء واغنیاء آپ کی زیارت کے لئے آتے اور ہدایا واموال پیش کرتے، مگر آپ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرتے تھے، سلطان غوری نے ایک خصی غلام اور ایک ہزار اشرفی بھیجی تو اشرفیاں واپس کر دی اور غلام کو آزاد کر کے حجرہ نبویہ (علی صاحبہا الف الف سلام وتحیہ) کا خادم بنا دیا، سلطان کے قاصد سے کہا کہ آئندہ کوئی ہدیہ ہمارے پاس نہ آئے خدا نے ہمیں ان ہدایا وتحائف دنیا سے مستغنی کر دیا ہے، بادشاہ نے کئی بار ملاقات کے لئے بلایا، مگر آپ نہ گئے، کئی بار حضور اکرم ﷺ کو آپ نے دوسروں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو یا شیخ السنہ، یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا۔

شیخ عبدالقادر شاذلی نے آپ سے یقظہ میں بھی زیارت کا واقعہ اور اسی طرح خطاب فرمانا نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل جنت سے ہوں؟ ارشاد فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا، کیا بغیر کسی عتاب کے؟ ارشاد فرمایا تمہارے لئے یہ بھی سہی؟ شاذلی نے دریافت کیا کہ کتنی بار آپ کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ بیداری میں ہوئی ہے؟ فرمایا ستر سے زیادہ مرتبہ۔

آپ کے خادم خاص محمد بن علی حباک سے یہ واقعہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک روز قیلولہ کے وقت فرمایا کہ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کو افشا نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ میں پڑھوا دوں؟ عرض کیا ضرور! فرمایا آنکھیں بند کر لو! اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲۸ قدم چل کر فرمایا اب

آنکھیں کھول دو تو ہم باب معلاۃ پر تھے، حرم پہنچ کر طواف کیا، زمزم پیا، فرمایا کہ اس سے کچھ تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طی ارض ہوا بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے متعارف یہاں موجود ہیں، مگر ہمیں نہ پہچان سکے، پھر فرمایا، اگر تم چاہو تو ساتھ چلو یا حاجیوں کے ساتھ آجانا، عرض کیا ساتھ چلوں گا، باب معلاۃ تک گئے، پھر فرمایا آنکھیں بند کرلو اور مجھے صرف سات قدم دوڑایا، آنکھیں کھولیں تو مصر میں تھے، آپ کے مناقب، کرامات اور صحیح پیش گوئیاں بکثرت ہیں، مگر سب سے بڑی کرامت آپ کی تالیفات ہیں جو اکثر مشہور و معروف ہیں، بستان المحدثین میں آپ کی مسلسلات صغریٰ کا الرسالۃ المستطرفہ میں جیاد المسلسلات اور مسلسلات کبریٰ کا ذکر ہے جس میں ۸۵ حدیث ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وجعلنا معہ ومن معہ فی جنات النعیم (شذرات الذہب ص ۵۱ ج ۸)

۲۸۴- السید الشریف نور الدین ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد سمہودی شافعیؒ م ۹۱۱ھ

بڑے محدث، عالم و مورخ تھے، آپ کی "الوفا بما یجب لحضرۃ المصطفی اور وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی" وغیرہ نہایت قابل قدر علمی، تاریخی تالیفات ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (الرسالہ ص ۱۶۴)

۲۸۵- شیخ عبدالبر بن محمد بن محبّ الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمود ابوالبرکات مصری حنفیؒ م ۹۲۱ھ

خاندانی لقب ابن شحنہ، اصل وطن حلب تھا، پھر قاہرہ مصر کی سکونت اختیار کی، اکابر محدثین سے حدیث حاصل کی، علامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی کی بھی شاگردی کی اور محدث کامل، فقیہ فاضل، جامع معقول و منقول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے شرح منظومۂ ابن وہبان اور الزخائر الاشرفیہ فی الالغاز الحنفیہ زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (حدائق حنفیہ)

۲۸۶- شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی مصری شافعیؒ م ۹۲۳ھ

محدث کبیر اور واعظ بے نظیر تھے، آپ کی تصنیف میں سے ارشاد الساری الی شرح البخاری کی بڑی شہرت ہوئی جو حقیقت میں عمدۃ القاری اور فتح الباری کا خلاصہ ہے اور وہ قسطلانی کے نام سے بھی معروف ہے، حافظ سخاوی اور شیخ الاسلام زکریا انصاری وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں، دوسری تصانیف یہ ہیں: الاساعد فی مختصر الارشاد (شرح مذکور کا خلاصہ) شرح الشاطبیہ، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ (جس کی مشہور شرح علامہ زرقانی نے ۸ مجلّہ کبیر میں کی ہے، لطائف الاشارات فی عشرات القراءات، الروض الزاہر وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (بستان المحدثین)

۲۸۷- شیخ صفی الدین خزرجیؒ متوفی بعد ۹۲۳ھ

مشہور محدثین میں سے ہیں، آپ نے حافظ ذہبی کی تذہیب تہذیب الکمال کا خلاصہ کیا، جو درحقیقت نہ صرف اس کے بلکہ تہذیب الکمال مزی شافعی اور الکمال فی اسماء الرجال مقدسی حنبلی کے بھی مطالب کا بہترین خلاصہ ہے، اس لئے آپ کا خلاصہ نہایت مقبول و مرجع علماء ہوا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۸۸- محدث میر جمال الدین عطاء اللہ حسینی حنفیؒ م ۹۳۰ھ

جامع علوم نقلیہ وعقلیہ، خصوصاً علم حدیث وسیر میں بے مثال تھے، صاحب روضۃ الصفاء نے آپ کے مناقب لکھے ہیں، ایک زمانہ تک مدرسہ سلطانیہ میں درس علوم دیا اور ہفتہ میں ایک بار جامع مسجد دار السلطنت ہرات میں وعظ فرماتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی وآلال والاصحاب نہایت عمدہ معتبر اور مشہور لاثانی کتاب ہے جس کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث

دہلوی نے ''عجالہ نافعہ'' میں تحریر فرمایا کہ اگر کوئی صحیح نسخہ روضۃ الاحباب میر جمال الدین محدث حسینی کا دستیاب ہوجائے تو تمام تصانیف سے بہتر ہے جو سیر میں تصنیف ہوئی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (حدائق حنفیہ)

۲۸۹-شیخ یعقوب بن سید علی حنفیؒ م ۹۳۱ھ

اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور فائق اقران تھے، مدت تک بروسا، اورنہ اور قسطنطنیہ میں درس علوم دیا، کتاب شرعۃ الاسلام کی نہایت محققانہ عمدہ شرح ''مفاتیح الجنان''، لکھی جس میں فوائد نادرہ لطائف عجیبہ اور مسائل فقہیہ مع دلائل حدیثیہ جمع کئے، گلستان کی شرح بھی عربی میں لکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (حدائق)

۲۹۰-شیخ پاشا جلبی بکاتی حنفیؒ م ۹۳۹ھ

مولی مؤیدزادہ کے موالی میں سے تھے، علم کی طرف توجہ کی اور یہاں تک ترقی کی کہ دارالحدیث مدینہ منورہ میں درس دیا، بڑے فاضل اور حلیم وکریم تھے، ترکی میں اشعار لکھتے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص۲۳۲ ج ۸)

۲۹۱-المولی الشہیر بامیر حسن احمد حنفیؒ م ۹۳۹ھ

فاضل محدث تھے، آپ بھی موالی روم میں سے تھے، علم کی طرف متوجہ ہوئے، خاص امتیاز حاصل کیا، تدریسی لائن میں ترقی کر کے دارالحدیث اورنہ میں مدرس ہوئے اور ہمیشہ علم سے شغل رکھا، متعدد تصانیف بھی کیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص۲۳۲ ج ۸)

۲۹۲-مولی محمد شاہ بن المولی الحاج حسن الرومی حنفیؒ م ۹۳۹ھ

فاضل محدث، نظم ونثر عربی کے ماہر تھے، قسطنطنیہ کے متعدد بڑے مدارس میں درس علوم دیا، ثلاثیات بخاری وقدوری کی شرح لکھیں، تمام اوقات علم میں مشغول رہ کر گزارے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات ص۲۳۴ ج ۸)

۲۹۳-شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (ابن کمال پاشا) حنفیؒ م ۹۴۰ھ

محدث کبیر، علامہ زماں، محقق شہیر صاحب تفسیر وتصانیف کثیرہ، موالی روم سے تھے، آپکے دادا امراء دولت عثمانیہ میں سے تھے، لیکن آپ نے علمی مشاغل سے دلچسپی لی جس کی وجہ خود بیان کی کہ ''ایک دفعہ سلطان بایزید خان کے دربار میں تھے، وزیر دربار ابراہیم پاشا موجود تھے اور ایک امیر کبیر احمد بک دربار میں آئے ہوئے تھے، جن سے بڑا اس وقت کوئی امیر باحیثیت نہ تھا، اسی اثناء میں ایک عالم معمولی وضع لباس میں آئے اور امیر مذکور سے بھی اوپر کی مسند پر بیٹھے، مجھے حیرت ہوئی کہ ایسے معمولی آدمی کو اتنی عزت کیسے ملی، اپنے ایک رفیق سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا کہ ایک عالم مدرس ہیں مولی لطفی، میں نے کہ کہ ان کا روزینہ کیا ہے، کہا ۳۰ درم (جس طرح آج کل ماہوار تنخواہ ہوتی ہے، اس زمانہ میں روزانہ وظیفہ یا روزینہ ملتا تھا) میں نے کہا کہ اس قدر معمولی مرتبہ کا آدمی ایسے بڑے امرکبیر نواب ورئیس سے اونچے مقام میں کیسے پہنچا؟ کہا کہ علماء دین کی عزت اسی طرح ہے اور اگر یہ خود کہیں دوسری کم درجہ کی مسند پر بیٹھ جاتے تو یہ نواب صاحب اور وزیر دربار بھی اس بات کو ناپسند کرتے، ابن کمال پاشا کا ہی بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد میں نے سوچا کہ ان نواب صاحب کے عالی مرتبہ پر تو میں کسی طرح بھی نہیں پہنچ سکتا، اس لئے علم ہی کی طرف توجہ کرنی چاہئے، میں ان ہی مولی لطفی کی خدمت میں گیا اور تحصیل علم میں لگ گیا''۔

تکمیل کے بعد متعدد مدارس میں درس علوم دیا، حتیٰ کے سب سے بڑے جامعۂ سلطان بایزید خان اورنہ میں بھی مدرس ہوئے، پھر

وہاں کے قاضی ہوگئے، پھر ادرنہ کے دارالحدیث کے شیخ بنے اور بطور پنشن ایک سو درم عثمانی روزانہ ملنے لگے، پھر قسطنطنیہ کے آخر وقت تک مفتی رہے، شقائق میں ہے کہ بڑے جید عالم تھے، سارے اوقات علمی مشغلہ میں صرف کرتے، دن رات مطالعہ کرتے اور حاصل مطالعہ کو قلمبند کرتے تھے، ان کا قلم کسی بھی وقت لکھنے سے نہیں تھکتا تھا، بہترین تصانیف مباحث مہمہ اور علوم غامضہ پر چھوڑ گئے ہیں، تین سو کے قریب کتابیں لکھیں، ایک تفسیر نہایت اعلیٰ لکھی جس سے صاحب تفسیر مشہور ہوئے، صحیح بخاری پر تعلیقات لکھیں، تفسیر کشاف و بیضاوی پر حواشی تحریر فرمائے، سورۂ ملک کی تفسیر فارسی میں بھی لکھی، خواجہ زادہ کی تہافت الفلاسفہ پر بھی حواشی لکھے، اسی طرح معانی، بیان، فرائض، علم کلام، تاریخ وغیرہ میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں، بلکہ طبقات تمیمی میں ہے کہ ہر فن میں ضرور کچھ لکھا ہے، تمام علماء و اکابر نے آپ کے علم وفضل وتفوق تسلیم کیا ہے اور علامہ کفوی نے آپ کو اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے، آپ فصاحت و بلاغت میں بھی بے نظیر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۳۸ ج ۸ وحدائق حنفیہ)

۲۹۴-شیخ اسماعیل شروانی حنفیؒ م ۹۴۲ھ

امام عصر، علامہ محقق مدقق، صالح زاہد، عارف باللہ تھے، علوم کی تحصیل وتکمیل اکابر علماء عصر شیخ جلال الدین دوانی وغیرہ سے کی شقائق میں ہے کہ بڑے باوقار، بارعب، عزلت نشین بزرگ تھے، علوم ظاہرہ میں بھی آپ کو فضل عظیم حاصل تھا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا اور مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کرلی تھی وہیں آپ تفسیر بیضاوی اور بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۴۷ ج ۸)

۲۹۵-شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الشامی دمشقی صالحی شافعیؒ م ۹۴۲ھ

بڑے محدث جلیل تھے، آپ کی اسیرۃ نبویہ بہت مشہور ہے، جس کو ہزار کتابوں کی مدد سے لکھا ہے، ہمیشہ تجرد میں بسر کی، مہمانوں کے لئے خود کھانا پکاتے تھے، علامہ شعرانی نے ذیل طبقات میں آپ کا مفصل تذکرہ لکھا، آپ کی دوسری تصانیف قیمہ یہ ہیں: (۲) عقود الجمان فی مناقب النعمان یہ امام اعظم کے مناقب میں نہایت جامع ومفصل کتاب ہے، علامہ شبلی کی سیرۃ النعمان کا عام مأخذ بھی یہی ہے، اس میں آپ نے حدیث **لو کان العلم بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس** کا مصداق خاص امام ابوحنیفہ کو قرار دیا ہے جس طرح علامہ سیوطی نے بھی کیا ہے (۳) رد ابن ابی شیبہ میں مستقل تالیف شروع کی تھی جو سیرۃ شامیہ مذکورہ کے غیر معمولی انہماک کی وجہ سے نامکمل رہ گئی، اس میں آپ نے محدث ابن ابی شیبہ کے ان اعتراضات کے جواب لکھے تھے جو انہوں نے امام صاحب پر وارد کئے تھے (۴) الفوائد المجموعہ فی بیان لاحادیث الموضوعہ (۵) الجامع الوجیز لغات القرآن العزیز (۶) مرشد السالک الی الفیۃ ابن مالک (۷) کشف اللبس فی رد الشمس (۸) عین الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (الرسالۃ المستطرفہ وشذرات الذہب ص ۲۵۰ ج ۸)

۲۹۶-شیخ محی الدین محمد بن بہاؤ الدین بن لطف اللہ الصوفی حنفی م ۹۵۲ھ

امام، علامہ، محقق، محدث صوفی تھے، مولیٰ مصلح الدین قسطلانی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، بڑے عالم علوم شرعیہ، ماہر علوم عقلیہ، عارف تفسیر وحدیث، زاہد، ورع اور جامع شریعت وحقیقت تھے، تصانیف یہ ہیں: شرح اسماء حسنیٰ تفسیر قرآن مجید، شرح فقہ اکبر (جس میں آپ نے مسائل کلام وتصوف کو جمع کیا) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (شذرات الذہب ص ۲۹۳ ج ۸)

۲۹۷-شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد انطاکی حلبی حنفیؒ م ۹۵۳ھ

امام، علامہ، محدث، حلب جامع الفردی میں درس حدیث ودیگر علوم عربی ترکی زبان میں دیتے تھے، منسک لطیف تالیف کی، شیخ شہاب

الدین قسطلانی وغیرہ کے تلامذہ حدیث میں ہیں، زہد وصلاح میں بے نظیر تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (شذرات الذہب)

۲۹۸-مسند الشام حافظ شمس الدین محمد بن علی معروف بہ ابن طولون دمشقی صالحی حنفیؒ م ۹۵۳ھ

بڑے محدث، فقیہ، نحوی ومورخ تھے، شذرات میں امام، علامہ، مسند مورخ لکھا، مدرسہ شیخ الاسلام ابی عمر میں درس علوم دیتے رہے، خاص طور سے حدیث ونحو کی تحصیل کے لئے دور دور سے طلبہ آپ کے پاس آتے تھے، آپ کے تمام اوقات درس وافادہ اور تالیف کتب میں مشغول تھے، بڑے بڑوں نے آپ سے استفادہ کیا، جیسے الشہاب الطیبی شیخ الوعاظ والمحدثین علاء بن عماد الدین، نجم بہنسی خطیب دمشق، شیخ اسماعیل نابلسی مفتی الشافعیہ، زین بن سلطان مفتی الحنفیہ، شہاب عیثاوی مفتی شافعیہ، شہاب بن ابی الوفاء مفتی حنابلہ، قاضی اکمل بن مفلح وغیرہم۔

تقریباً پانچ سو کتب ورسائل تالیف کئے چند مشہور یہ ہیں: اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین (طبع ہو چکی ہے) الفہرست الاوسط اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ وغیرہ، افسوس ہے کہ ایسے اکابر محدثین احناف کا ذکر بھی بستان المحدثین یا فوائد بہیہ اور حدائق حنفیہ وغیرہ میں نہیں ہے، آپ کے اشعار میں بھی تصوف کی چاشنی موجود ہے مثلاً

ارحم محبک یا رشا، ترحم من اللہ العلی فحدیث دمعی من جفاک مسلسل بالاول اور

میلوا عن الدنیا واللذاتہا فانہا لیست بمحمودہ

واتبعوا الحق کما ینبغی فانہا الانفاس معدودہ

فاطیب الماء کول من نحلۃ وافخر الملبوس من دودہ

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ، شذرات الذہب ص ۲۹۸ ج ۸)

۲۹۹-شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفیؒ م ۹۵۶ھ

امام، علامہ، محدث، مفسر تھے، فقہ واصول اور علم قرأت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، اپنے زمانے کے اکابر علماء محدثین سے تحصیل کی، شرح منیۃ المصلی وملتقی الابحر تالیف کی، ساری عمر درس علم، تصنیف وعبادت میں مشغول رہے، مشکلات فتاویٰ میں مرجع العلماء تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۰۸ ج ۸)

۳۰۰-شیخ یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم خجندی مدنی حنفیؒ م ۹۶۳ھ

بڑے عالم فاضل، محدث عالی الاسناد تھے، مدینہ طیبہ میں قاضی الحنفیہ رہے، قاہرہ گئے تو وہاں کے تمام اہل علم نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، ابن حنبلی نے کہا کہ میں نے حج سے لوٹ کر آپ کی زیارت مدینہ طیبہ میں کی اور آپ سے برکت حاصل کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۴۰ ج ۸)

۳۰۱-شہاب الدین ابو العباس احمد بن علے المز جاجی حنفیؒ م ۹۶۴ھ

امام عصر، علامہ محدث وفقیہ جید تھے، ایک جماعت محدثین کبار سے تحصیل حدیث کی اور آپ سے بھی اکابر علماء ومحدثین مثل علامہ مجتہد حافظ ابو الحسن شمس الدین علی، شریف خاتم بن احمد ابدل وغیرہ اور غیر محصور لوگوں نے استفادہ کیا، تمام علمائے وقت آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے، علوم باطنی سے بھی مزین تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۴۱ ج ۸)

۳۰۲- شیخ عبدالاول بن علاء الحسینی جونپوری حنفیؒ م ۹۶۸ھ

مشہور محدث، فقیہ، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، علم باطن میں حضرت سید محمد گیسو دراز کے سلسلہ میں تھے، اکثر علوم میں تصانیف کیں، حدیث میں فیض الباری شرح صحیح البخاری نہایت تحقیق وتدقیق سے لکھی، رسالہ فرائض سراجی کو نظم کر کے اس کی شرح بھی کی، فارسی زبان میں ایک نہایت اہم رسالہ نفس ومتعلقات نفس کی تحقیق میں لکھا، سیر میں ایک کتاب فیروز آبادی کی سفر السعادت سے منتخب کر کے تحریر کی، بہت سی کتب پر حواشی وشروح لکھیں، مثلاً فتوحات مکیہ، مطول وغیرہ پر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر، حدائق حنفیہ)

۳۰۳- شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد المعروف بابن نجیم حنفیؒ م ۹۷۰ھ

امام علامہ، بحر فہامہ، وحید دہر، فرید عصر، عمدۃ العلماء، قدوۃ الفضلا، ختام المحققین والمدققین تھے، آپ نے حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی وغیرہ سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، بہت سی کتب ورسائل لکھے، مشہور یہ ہیں: الاشباہ والنظائر، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، شرح المنار، لب الاصول مختصر تحریر الاصول لابن ہمام، الفوائد الزینیہ فی فقہ الحنفیہ، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ جامع الفصولین وغیرہ، آپ کی سب کتابیں بہترین نوادر علمی تحقیقات وتدقیقات کی حامل ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۵۸ ج ۸)

۳۰۴- شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی شافعیؒ م ۹۷۳ھ

شیخ عبدالرؤف مناوی نے طبقات میں آپ کے بارے میں لکھا کہ وہ ہمارے شیخ، امام، عامل، عابد، زاہد، فقیہ، محدث، اصولی، صوفی، محمد بن حنفیہ کی ذریت سے تھے، ابتداء عمر ہی میں حفظ قرآن مجید کے بعد بہت سی کتب فنون مختلفہ حفظ کر لی تھیں اور مصر میں رہ کر تکمیل کی، حدیث کی بہت سی کتابیں مشائخ وقت سے پڑھیں، فن حدیث سے بہت ہی شغف تھا، لیکن باوجود اس کے آپ کے اندر محدثین کا جمود نہیں تھا، بلکہ فقیہ النظر تھے، اقوال سلف اور مذاہب خلف پر پوری نظر تھی، فلاسفہ کی تنقیص وتحقیر کو روکتے تھے اور ان کی مذمت کرنے والوں سے نفرت کرتے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عقلاء ہیں، تصوف کی طرف متوجہ ہوئے، تو اس سے بھی حظ وافر حاصل کیا، بڑی ریاضتیں کیں، برسوں تک شب وروز جاگے ہیں، کئی کئی روز تک فاقہ کرتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے، عشاء کے بعد سے مجلس ذکر شروع کر کے فجر تک مسلسل رکھتے تھے، سیدی علی الخواص، مرصفی، شناوی وغیرہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، آپ کی تصانیف جلیلہ میں سے چند یہ ہیں۔

میزان، مختصر الفتوحات وسنن بیہقی، مختصر تذکرۃ القرطبی، البحر المورود فی المیثاق والعہود، البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر النذیر (تقریباً ۳۳ سو احادیث حروف معجم کی ترتیب پر جمع کیں) کشف الغمہ عن جمیع الامہ، مشارق الانوار القدسیہ فی العہود المحمدیہ، الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر، لواقح الانوار، الکبریت الاحمر فی علوم الکشف الاکبر وغیرہ۔

آپ نے علم تصوف وحقائق میں سیدی علی الخواص اپنے شیخ ومرشد سے پورا استفادہ کیا ہے جو امی تھے، مگر علم حقائق وغیرہ کے متبحر عارف تھے ان کے حالات، کشوف وکرامات عجیب وغریب تھے، لوگوں پر کوئی بلا آتی تھی تو اس کے زائل ہونے تک نہ بات کرتے تھے، نہ کھاتے پیتے نہ سوتے تھے، آپ کا قول تھا کہ جو فقیر زمین کے حصوں کی سعادت وشقاوت کو نہیں جانتا وہ بہائم کے درجہ میں ہے، نیز فرمایا کرتے تھے کہ کسی فقیر پر بھی نکیر کرنے والے کی بات پر دھیان نہ دینا ورنہ تم خدا کی نظر کرم سے محروم ہو جاؤ گے اور اس کی ناخوشی کے مستحق ہو جاؤ گے، علامہ شعرانی اور سیدی علی الخواصؒ دونوں نے امام اعظمؒ کی بڑی مدح کی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۷۲ و ۳۷۳ ج ۸)

۳۰۵-شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی شافعیؒ م ۹۷۳ھ

امام، علامہ بحرزاخر، ولادت ۹۰۹ھ میں ہوئی، اکابر علماء مصر سے تحصیل علوم کی، ۲۰ سال سے کم عمر میں تمام علوم وفنون کے جامع و متبحر ہوئے ۹۳۳ میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے، حج کے بعد مقیم رہے، پھر لوٹ کر اپنے اہل و عیال کے ساتھ آخر ۹۳۷ھ میں مکہ معظمہ آ گئے اور حج کر کے وہیں کی سکونت اختیار فرمالی، درس افتاء اور تالیف میں مشغول ہوئے۔

آپ سے غیر محصور علماء نے استفادۂ علوم کیا اور سب آپ کے انتساب تلمذ پر فخر کرتے تھے، ہمارے شیخ المشائخ برہان ابن الاحدب نے بھی آپ کی شاگردی کی ہے، خلاصہ یہ کہ آپ شیخ الاسلام، خاتمۃ العلماء الاعلام، بحر بیکراں، امام الحرمین، واحد العصر، ثانی القطر، ثالث الشمس والبدر تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

شرح المشکوٰۃ، شرح المنہاج، الصواعق المحرقہ، کف الرعاع محرمات اللہو والسماع، الزواجر عن اقتراف الکبائر، نصیحۃ الملوک المنہج القویم فی مسائل التعلیم، الاحکام فی قواطع الاسلام، شرح مختصر الروض، الخیرات الحسان فی مناقب النعمان وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۷۰ ج ۸)

۳۰۶-شیخ مکہ علی بن حسام الدین بن عبدالمالک بن قاضی خان متقی برہانپوری حنفیؒ م ۹۷۵ھ

شیخ وقت، امام علی مقام، محدث کبیر تھے، سندھ و حرمین کے اکابر سے تحصیل حدیث و دیگر علوم کی، پھر علم باطنی سے بھی حظ عظیم حاصل کیا، حتیٰ کے شیخ ابن حجر مکی مفتی حرم محترم نے (جو علوم ظاہری میں آپ کے استاد بھی تھے) آپ کی خدمت میں رسم ارادت بجالا کر آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

علامہ شعرانی نے طبقات کبریٰ میں لکھا کہ میں نے مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام ۹۴۷ھ میں آپ سے ملاقاتیں کی ہیں، بڑے عالم، متورع، زاہد تھے اور اس قدر نحیف البدن کے فاقوں کی کثرت سے صرف چند چھٹانک گوشت آپ کے بدن پر باقی رہ گیا تھا، اکثر خاموش رہتے، حرم میں صرف نماز کے لئے آتے اور فوراً واپس ہوجاتے میں ان کی جائے قیام پر گیا تو وہاں صوفیہ و فقراء صادقین کا ایک گروہ ان کے پاس جمع دیکھا، ہر فقیر الگ خلوت خانہ میں متوجہ الی اللہ تھا، کوئی مراقب، کوئی ذاکر اور کوئی علمی مطالعہ میں مشغول، میں نے مکہ معظمہ میں اس جیسی عجیب چیز اور کوئی نہ دیکھی۔

مکہ معظمہ ہی کی سکونت و مجاورت مستقل طور سے اختیار فرمالی تھی، جب تک ہندوستان رہے، یہاں بہت معظم و محترم رہے، حتیٰ کے سلطان محمود فرط عقیدت سے وضو کے وقت آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر پانی ڈالتا تھا، پھر مکہ معظمہ کے قیام میں وہاں کے عوام و خاص، امراء و سلاطین بھی ایسی ہی عزت کرتے تھے۔

آپ نے کم و بیش ایک سو کتابیں تصنیف کیں جن میں سب سے بڑی شہرت "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" کو حاصل ہوئی، علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر، اس کے ذیل زیادۃ الجامع اور جامع کبیر (جمع الجوامع) تینوں جوامع میں اپنے نزدیک تمام احادیث قولی و فعلی کو جمع کیا تھا، جو ترتیب حروف و مسانید پر تھیں، شیخ علی متقی نے ان سب کو ابواب فقیہ پر جمع کیا اور اس طرح علامہ سیوطی کی محنت کو زیادہ سے زیادہ کارآمد اور مفید اہل علم بنادیا، اسی لئے شیخ ابوالحسن بکری نے لکھا کہ علامہ سیوطی نے ساری دنیا پر احسان کیا تھا اور سیوطی پر علی متقی کا احسان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ شیخ علی متقی کا احسان سیوطی سے بھی زیادہ ساری دنیائے علم پر ہے، کنز العمال بڑی تقطیع پر عرصہ ہوا، حیدرآباد سے چھپی تھی اور اب تقطیع صغیر پر زیر طبع ہے۔

آپ نے سید محمد بن یوسف جونپوری کے دعوئ مہدویت کے ابطال میں بھی کتاب لکھی، شیخ محدث دہلوی نے زاد المتقین میں آپ کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے "شیخ مکہ" آپ کی تاریخ ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۰۷-شیخ محمد سعید بن مولانا خواجہ خراسانی حنفیؒ م ۹۸۱ھ

محدث کبیر، میر کلاں کے نام سے مشہور تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل کبار علماء و محدثین سے کی، مکہ معظمہ میں ایک مدت تک قیام کیا اور ملا

علی قاری حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے بھی استفادہ کیا، عالم کبیر اور محدث محقق تھے، تمام عمر درس و افادۂ حدیث و دیگر علوم میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۳۱ ج ۴)

۳۰۸-شیخ محی الدین محمد آفندی بن پیر علی برکلی رومی حنفیؒ م ۹۸۱ھ

عالم، فاضل محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے، کبار علماء زمانہ سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور آپ سے بھی کثیر تعداد علما وفضلاء نے استفادہ کیا، آپ کی تصانیف میں سے ''الطریقۃ المحمدیہ'' نہایت مشہور ومقبول ہے اس کے علاوہ مختصر کافیہ، شرح بیضاوی، حواشی شرح وقایہ اور کتاب الفرائض آپ کی علمی بلند پایہ یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۰۹-خطیب المفسرین شیخ محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی اسکلیبی معروف بہ ابی السعود حنفیؒ

ولادت ۸۹۶ھ متوفی ۹۸۲ھ ملک روم کے قصبہ اسکلیب کے رہنے والے بہت بڑے امام، علامہ، مفسر، فقیہ ومحدث تھے، آپ کی تحقیقات عالیہ اور جوابات شافیہ تمام علوم میں نہایت مشہور ومعروف ہوئے، آپ نے رشحال قلم نے علوم وحقائق کے دریا بہائے آپ کے فضائل ومناقب شرق وغرب میں شائع وذائع ہوئے اور آپ کے درس علوم کی چاردانگ عالم میں شہرت ہوئی، درس وافتاء وقضاء کی غیر معمولی مصروفیت کے باعث آپ تصنیف کی طرف بہت کم توجہ کر سکے، تاہم آپ نے ایک تفسیر ''ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب القدیم'' لکھی جو ہزار تصانیف پر بھاری ہے اس میں بہترین گراں قدر لطائف، نکات، فوائد واشارات جمع کئے ہیں، فصاحت وبلاغت اور اونچے معیار کی عربیت کے اعتبار سے تفسیر کشاف و بیضاوی سے فائق ہے، مفسرین احناف میں سے علامہ آلوسی بغدادی حنفی کی مشہور تفسیر روح المعانی کے بعد آپ کی تفسیر بیان و وضاحت مقاصد نظم وعبارت کلام مجید وشرح لطائف ومزایا معانی فرقان حمید میں لاثانی ہے، جس طرح امام رازی جصاص حنفی کی تفسیر احکام القرآن دلائل واحکام کی پختگی واستحکام وکثرت فوائد حدیثیہ میں بے نظیر ہے۔

ان کے مقابلہ کی کثرت فوائد حدیثیہ کے لحاظ سے مفسرین شافعیہ میں سے علامہ ابن کثیر شافعی کی تفسیر اور دلائل عقلیہ وشرعیہ سے حل مشکلات قرآن کے اعتبار سے امام فخر الدین رازی شافعی کی تفسیر کبیر ہے، علامہ ابن کثیر آیات احکام کے تحت بکثرت تو لاتے ہیں، مگر علامہ رازی جصاص کی طرح حدیثی وفقہی ابحاث سے تعرض نہیں کرتے جن کی شدید ضرورت تھی۔

ایک حنفی عالم کے لئے ان پانچوں تفاسیر کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تاکہ مطالب ومعانی تنزیل پر حاوی ہو سکے، اسی کے ساتھ دور حاضر کی تفاسیر میں سے تفسیر الجواہر طنطاوی اور تفسیر المنار علامہ رشید رضا مرحوم کا مطالعہ بھی ضروری ہے، مگر اکثر جگہ نقد حدیث میں علامہ طنطاوی کا قلم بہک گیا ہے جس طرح علامہ رشید رضا مرحوم اپنے خصوصی نظریات کے تحت تفسیری مباحث میں جمہور سلف کے نقاط اعتدال سے ہٹ گئے ہیں، غرض اس بات کو ہرگز نظر انداز نہ کیجئے کہ جہاں بڑے بڑوں کے علوم سے ہزار علمی فوائد آپ کو حاصل ہوں گے وہاں ان کے تفردات یا خصوصی نظریات سے بھی آگاہ رہئے تاکہ آپ سلف کے جادۂ اعتدال اور کتاب وسنت کی راہ مستقیم سے دور نہ ہوں۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اردو کا دامن بہترین معتمد علمی فوائد وحواشی تفسیر یہ سے مالامال ہو چکا ہے، خصوصاً حضرت شیخ المشائخ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے تفسیری فوائد تمام معتمد تفاسیر کا بہترین انتخاب ہیں گویا بحور تفاسیر کو ایک کوزہ میں کفہ دست کر دیا ہے، حضرت علامہ عثمانیؒ نے ان فوائد کے تحریر کے وقت مشکلات میں حضرت امام العصر علامہ کشمیریؒ سے بھی پورا استفادہ کیا ہے، حضرت علامہ مرحوم ایک مفصل تفسیر بھی لکھنا چاہتے تھے مگر افسوس ہے کہ دوسری علمی وسیاسی مصروفیات کی وجہ سے نہ لکھ سکے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اس استطرادی فائدہ کے بعد پھر علامہ ابوالسعود کی خدمت میں آجایئے! آپ سلطنت عثمانیہ کے قاضی القضاۃ بھی رہے ۹۴۴ھ میں

روم ایلی میں عساکر منصور کی قضا بھی آپ کو تفویض ہوئی اور سلطان وقت کو امر و نہی کے خطاب کرنے کا بھی حق آپ کو حاصل ہوا، پھر ۹۵۱ھ سے قسطنطنیہ میں افتاء کا منصب حاصل ہوا، جس پر تیس سال تک قائم رہے، علامہ ابن حماد حنبلی نے شذرات الذہب میں آپ کے علم و فضل کی بہت زیادہ مدح کی ہے۔

آپ بلند پایہ شاعر بھی تھے، کسی شیعی شاعر نے اہل سنت پر طعن کیا تھا۔

نحن اناس قد غداد أبنا، حب علی بن ابی طالب　　　یعیبنا الناس علی حبه، فلعنة الله علی القائب

تو اس کے جواب میں آپ نے یہ دو شعر کہے۔

ماعیبکم هذا ولکنه، بغض الذی لقب بالصاحب　　　وقولکم فیه وفی بنته، فلعنة الله علی الکاذب

شیعی نے کہا تھا کہ ہم کو اہل سنت حب علیؓ کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں، لہذا عیب لگانے والوں پر لعنت۔

آپ نے فرمایا کہ تمہیں حب علیؓ کا عیب کس نے لگایا، حب علیؓ میں تو ہم بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں، البتہ تمہارا عیب تو صاحب رسول ﷺ سے بغض ہے اور ان کے نیز ان کی صاحبزادی کے بارے میں جھوٹی باتوں کا افتراء ہے، لہذا جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب، حدائق حنفیہ)

۳۱۰ - مولانا کلاں اولاد خواجہ کوہی حنفیؒ م ۹۸۳ھ

محدث اجل، فقیہ فاضل، بحر زخار علوم و فنون تھے، حدیث اور علم درسیہ کی تحصیل زبدۃ المحققین میرک شاہ (تلمیذ محدث سید جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب) سے کی، حج کو گئے حرمین شریفین کے مشائخ سے بھی استفادۂ علوم ظاہری و باطنی کیا، ہندوستان واپس ہو کر سلطان جہانگیر کے استاد ہوئے اور بکثرت علماء نے آپ سے حدیث پڑھی، محدث شہیر ملا علی قاری حنفی نے بھی آپ سے مشکوٰۃ شریف پڑھی ہے، کما صرح بہ فی المرقاۃ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۱۱ - شیخ عبداللہ بن سعد اللہ المتقی سندی مہاجر مدنی حنفیؒ م ۹۸۴ھ

اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم حدیث و تفسیر تھے، سندھ، گجرات اور حرمین شریفین کے علماء کبار سے استفادہ کیا، پھر ان سب مقامات میں درس علوم و افادہ کیا، جمع المناسک، نفع الناسک اور حاشیہ عوارف المعارف آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۰۵)

۳۱۲ - ملک المحدثین الشیخ الجلیل محمد بن طاہر بن علی گجراتی پٹنی حنفیؒ متوفی ۹۸۶ھ، ۹۸۷ھ، ولادت ۹۱۳ھ

بڑے محدث، لغوی اور جامع العلوم، بحر الفنون تھے، علامہ حضرمی نے النور السافر میں لکھا کہ صلاح و تقویٰ کے پیکر، علوم و فنون کے ماہر و حاذق علماء گجرات میں سب سے بڑے عالم حدیث تھے، ورثہ میں بڑی دولت ملی تھی جو سب طلبہ و علماء پر صرف کی، اغنیاء کو طلب علم کی رغبت دلاتے اور فقراء کی مع ان کے اہل و عیال کے مالی سرپرستی کرتے تھے تاکہ بے فکری سے طلب علم کر سکیں، اپنے زمانہ کے فتنۂ مہدویت کے خلاف اپنے شیخ علی متقی کی طرح بڑے عزم و حوصلہ سے کام کیا، عہد کیا تھا کہ جب تک اس بدعت کا استیصال صوبہ گجرات وغیرہ سے نہ ہوگا، سر پر عمامہ نہیں رکھیں گے۔

۹۸۰ھ میں شہنشاہ اکبر تیموری نے گجرات کو فتح کیا تو آپ سے قصبہ پٹن جا کر ملاقات کی اور اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر پگڑی باندھ کر کہا کہ آپ کے ترک دستار کا سبب میں نے سن لیا ہے اور آپ کے ارادہ کے موافق نصرت دین مجھ پر فرض ہے، گجرات کی حکومت خان اعظم مرزا عزیز الدین کو سپرد کی جس کی اعانت سے شیخ موصوف نے مہدویت اور اکثر رسوم بدعت کو ختم کیا مگر کچھ عرصہ کے بعد جب

صوبہ گجرات خان خانان عبدالرحیم شیعی کے تحت آ گیا تو پھراس کی حمایت سے فرقہ مہدویہ نے زور پکڑا۔
شیخ نے اس صورتحال سے متاثر ہو کر پھر دستار اتاردی اور ۹۸۶ھ میں آگرہ کا عزم کیا کہ سلطان اکبر سے مل کر سب حال کہیں، شیخ وجیہ الدین علوی وغیرہ نے آپ کو سفر سے روکا کہ سفر دور دراز پرخطر ہے، مگر آپ نہ مانے، آپ کے پیچھے فرقۂ مہدویہ کے لوگ بھی چھپ کر نکلے اور اجین کے قریب پہنچ کر آپ پر یورش کر کے شہید کر دیا، وہاں سے آپ کی نعش کو پٹن لا کر دفن کیا گیا، اخبار الاخبار میں بھی آپ کے حالات بہ تفصیل لکھے ہیں، آپ کی تصانیف جلیلہ نافعہ میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں:
مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار (۲ مجلد کبیر) اس میں آپ نے غریب الحدیث اور اس کے متعلق تالیف شدہ مواد کو جمع کر دیا ہے جس سے وہ گویا صحاح ستہ کی اس اعتبار سے بہترین شرح ہوگئی ہے، تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات فی ذکر الضعفاء والوضاعین المغنی فی اسماء الرجال وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۹۹ ج ۴، تقدمہ نصب الرایہ وحدائق)

۳۱۳- الشیخ المحدث عبدالمعطی بن الحسن بن عبداللہ باکثیر مکی ہندی م ۹۸۹ھ

۹۰۵ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں علوم کی تحصیل کی، بڑے محدث ہوئے، پھر ہندوستان میں آ کر احمد آباد میں سکونت کی، شیخ عبدالقادر حضرمی ہندی (م ۱۰۳۸ھ) نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے اور اپنی کتاب النور السافر میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے ایک کتاب اسماء رجال بخاری پر لکھی، عربی میں آپ کے اشعار بھی بڑے اونچے درجہ کے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۱۴ ج ۴)

۳۱۴- شیخ محمود بن سلیمان کفوی حنفی م ۹۹۰ھ

فاضل متبحر، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین واہل علم سے تحصیل کی، مدت تک تالیف وتصنیف اور درس و تدریس علوم میں مشغول رہے اور ایک کتاب نہایت عمدہ مشاہیر حنفیہ کے تذکرہ میں "کتائب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار" لکھی جو طبقات کفوی کے نام سے بھی مشہور ہے، اس میں امام اعظمؒ سے اپنے زمانہ تک کے علماء احناف کے حالات ولادت، وفات، تلمذ، تالیفات آثار وحکایات جمع کئے، کتاب مذکور کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں ہے، کاش! کوئی صاحب خیر اس کی اشاعت کا فخر اور اجر و ثواب حاصل کرے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوائد بہیہ وحدائق حنفیہ)

۳۱۵- شیخ عبدالنبی بن احمد بن عبدالقدوس گنگوہی حنفی م ۹۹۱ھ

بڑے محدث علامہ تھے، مسئلہ سماع ووحدۃ الوجود اور بہت سی رسوم مشائخ میں اپنے خاندان کے خلاف کیا اور تکالیف اٹھائیں، شہنشاہ اکبر آپ کی بہت تعظیم کرتا تھا اور آپ کے مکان پر حدیث سننے کے لئے حاضر ہوتا تھا اور آپ کے اشاروں پر چلتا تھا، لیکن بعد میں کچھ حاشیہ نشینوں نے اکبر کو آپ سے اور دوسرے اہل صلاح ومشائخ سے بدظن کر دیا تھا، آپ کی تصانیف یہ ہیں: وظائف النبی، فی الادعیۃ الماثورہ، سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفی، ایک رسالہ اپنے والد کے رد میں بابۃ حرمۃ سماع اور قفال مروزی نے امام اعظمؒ پر طعن کیا تھا، اس کے رد میں بھی ایک رسالہ لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۱۹ ج ۴)

۳۱۶- شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم العمری سندھی مہاجر مدنی حنفی م ۹۹۴ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، پہلے سندھ کے علماء سے علوم کی تحصیل کی پھر گجرات اور حرمین شریفین کے محدثین علماء سے استفادہ کیا، گجرات میں بھی برسوں اقامت کی اور درس علوم دیا، آپ سے غیر محصور علماء نے علم حاصل کیا، مناسک حج میں متعدد گرانقدر کتابیں تصنیف کیں، مثلاً کتاب

المناسک (جس کی شرح ملا علی قاری نے المسلک المقتسط فی المنسک المتوسط لکھی) منسک صغیر (اس کی شرح ملا علی قاری نے ہدایۃ السالک فی نہایۃ السالک لکھی) تلخیص تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ (جو بہترین خلاصہ ہے) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۴)

۳۱۷- قاضی عبداللہ بن ابراہیم العمری السندھی حنفیؒ م ۹۹۶ھ

بڑے محدث، شیخ وقت اور فقیہ تھے، اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی، مدت تک درس علوم دیا، گجرات جا کر شیخ علی بن حسام الدین متقی برہانپوری کی خدمت میں رہے، شیخ متقی کا وہاں بڑا شہرہ اور قبول تھا، سلطان وقت بہادر شاہ گجراتی ان کا نہایت معتقد تھا اور دل و جان سے ان کی زیارت کا مشتاق تھا، مگر شیخ متقی اس کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے، قاضی صاحب موصوف نے شیخ کی خدمت میں سفارش کی تو فرمایا کہ یہ کیونکر ہوگا کہ میں اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کروں، بہادر شاہ نے کہا کہ حاضری کی اجازت دیں اور جو چاہیں حکم فرمائیں، اس پر شیخ نے اجازت دی، بادشاہ حاضر ہوا اور دست بوسی کی، پھر ایک لاکھ تنکے (سکہ رائج الوقت) شیخ کی خدمت میں بھیجے جو شیخ نے قاضی صاحب موصوف کو عطاء کر دیئے، ان سے قاضی صاحب نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور آخر عمر تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہے۔

آپ علم کی خدمت حسبۃً للہ کرتے تھے، درس کے علاوہ تصحیح کتب کا بڑا اہتمام کرتے تھے، ایک نسخہ مشکوٰۃ شریف کا اپنے ہاتھ سے نہایت عمدہ صحت کے ساتھ لکھا تھا اور اس پر نہایت مفید حواشی بھی لکھے تھے، بہت سے علماء نے آپ سے اس کو پڑھا، حواشی میں آپ نے مذہب حنفی کا اثبات قوی دلائل سے کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مشکوٰۃ کو حنفی بنا دیا ہے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ساری عمر میں جس کام سے امید نجات اخروی ہے وہ مشکوٰۃ کی تصحیح ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۱۸- شیخ جمال الدین محمد بن صدیق زبیدی یمنی حنفیؒ م ۹۹۶ھ

النور السافر میں ہے کہ امام وقت، عالم کبیر، علم کے شوق میں دور دراز کا سفر کرنے والے، محقق، مدقق، زبید کے کبار علماء و اصحاب درس و اجلہ مفتیین میں سے تھے، امام اعظمؒ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، اپنے وقت کے بے مثال عالم تھے اور ان اطراف میں اپنے بعد بھی اپنا مثل نہیں چھوڑا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۴۳۸ ج ۸)

۳۱۹- شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی حنفیؒ م ۹۹۷، ۹۹۸ھ، ولادت ۹۱۱ھ

محدث و فقیہ یکتائے زمانہ تھے، درس و تصنیف میں اقران پر فائق ہوئے، علوم باطنی شیخ وقت سید محمد غوث صاحب گوالیاری صاحب جواہر خمسہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کئے اور ان کی خدمت میں پہنچنے کا بھی عجیب واقعہ ہے کہ علماء نے ان کے رسالہ معراج نامہ کے مضامین پر معترض ہو کر ان کی تکفیر کی اور قتل کے محضر نامہ پر سب نے حتیٰ کے شیخ علی متقی نے بھی دستخط کر کے بادشاہ وقت کے پاس بھیج دیا، بادشاہ نے کہا کہ جب تک شیخ وجیہ الدین کی مہر یا دستخط اس محضر نامہ پر نہ ہونگے، قتل کا حکم نہ کیا جائے گا اور اس کو آپ کے پاس بھیج دیا، آپ تحقیق حال کے لئے سید صاحب موصوف کی خدمت میں گئے تو دیکھتے ہی ان کے گرویدہ حال و قال ہو گئے اور محضر نامہ پھاڑ کر پھینک دیا، علماء سے کہا کہ تم نے سید صاحب کا مطلب سمجھنے میں غلطی کی، چونکہ سید صاحب کو عالم واقع میں معراج ہو چکی تھی، اس لئے مغلوب حال ہو کر یہ باتیں لکھ دی تھیں، اس سے مقصود ظاہر شریعت کی مخالفت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

تمام عمر درس علوم اور افادۂ ظاہری و باطنی و تصنیف میں بسر کی، امراء و اغنیاء سے یکسو رہتے تھے، بہت قناعت پسند تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح نخبہ (اصول حدیث میں) حاشیہ بیضاوی، حاشیہ اصول بزودی، حاشیۂ ہدایہ، حاشیۂ شرح وقایہ، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح

عقائد، حاشیہ شرح مقاصد، حاشیہ شرح مواقف وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۸۵ ج ۴ و حدائق حنفیہ)

۳۲۰- شیخ عبداللہ نیازی سرہندیؒ م ۱۰۰۰ھ

شیخ کبیر عالم محدث تھے، اپنے وطن میں علوم کی تحصیل کی، پھر حرمین شریفین جا کر وہاں کے آئمہ عصر سے بھی حدیث حاصل کی، ایک عرصہ تک گجرات و دکن میں اصحاب شیخ محمد بن یوسف جونپوری مدعی مہدویت کے ساتھ رہے اور ان کے طریق ترک و تجرید اور امر بالمعروف ونہی منکر کو پسند کیا، مگر پھر سرہند آ کر گوشۂ عزلت اختیار کیا اور محمد جونپوری کی مہدویت کے عقیدہ سے بھی رجوع کر لیا تھا اور تائب ہو گئے تھے، دور حاضر کے ایک عالم کے قلم سے مہدی جونپوری کی تائید میں کافی لکھا گیا اور اس کی صداقت کے ثبوت میں شیخ نیازی جیسے اکابر علماء کا اتباع بھی پیش کیا گیا، حالانکہ یہ حضرات آخر میں اس عقیدہ سے تائب بھی ہو گئے تھے۔

دوسرے یہ کہ اگر کچھ علماء نے اس کا اتباع کر لیا تھا تو بہت سے آئمہ عصر و اکابر محدثین زمانہ شیخ علی متقی وغیرہ نے اس کے بطلان کا بھی تو برملا اظہار کیا تھا ان کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے، مہدی جونپوری کے اصول و عقائد مذہب ابو رجا محمد شاہجہان پوری نے ہدیہ مہدویہ میں فرقہ مہدویہ کی کتابوں سے نقل کئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) مہدی جونپوری مہدی موعود ہیں۔

(۲) وہ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے بھی افضل ہیں۔

(۳) وہ مرتبہ میں سید الانبیاء علیہ السلام کے برابر ہیں، اگرچہ دین میں ان کے تابع ہیں۔

(۴) قرآن و حدیث میں جو بات مہدی جونپوری کے قول و فعل کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں۔

(۵) اس کے قول کی تاویل حرام ہے خواہ وہ کیسی ہی مخالف عقل ہو۔

(۶) صرف محمد جونپوری اور سیدنا محمد علیہ السلام کامل مسلمان ہیں، باقی سب انبیاء بھی ناقص الاسلام ہیں، وغیرہ۔

شیخ نیازی کی متعدد تصانیف ہیں، القربۃ الی اللہ والی النبی علیہ السلام، مرآۃ الصفاء اور الصراط المستقیم وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۴ و مہر جہاں تاب)

۳۲۱- شیخ اسماعیل حنفی آفندی

بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور عارف کامل تھے، سراج العلماء اور زبدۃ الفضلاء کہلائے، آپ نے شیخ عثمان نزیل قسطنطنیہ کی خواہش پر تفسیر روح البیان ۶ جلد میں تصنیف کی جس میں امام اعظمؒ کے مذہب کی تائید میں دلائل جمع کئے اور آیات قرآنی کی تفسیر سے بھی مذہب حنفی کی تائید کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۲۲- شیخ عبدالوہاب متقی بن شیخ ولی اللہ مندوی برہانپوری مہاجر مکی حنفیؒ م ۱۰۰۱ھ ولادت ۹۴۳ھ

بڑے محدث علامہ فقیہ فہامہ تھے، صغر سنی ہی سے علم و تصوف کا شوق ہوا، اس لئے تحصیل علم و سلوک کے لئے گجرات و دکن، سیلون، سراندیپ وغیرہ کے سفر کئے اور وہاں کے علماء و فضلاء و مشائخ سے خوب فیض یاب ہو کر بیس سال کی عمر میں مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور بغداد حج شیخ علی متقیؒ کی خدمت میں ۱۲ سال رہے اور حدیث و فقہ و دیگر علوم میں فاضل اجل، علوم تصوف میں عارف کامل و ولی اکمل ہوئے، پھر بعد وفات حضرت شیخ علی متقی کے ان کے خلیفہ و جانشین ہو کر ۲۶ سال تک مکہ معظمہ میں نشر علوم ظاہری و باطنی میں مصروف رہے، ان چالیس سالہ قیام مکہ معظمہ میں کوئی حج آپ سے فوت نہیں ہوا۔

تفسیر وحدیث کے درس سے زیادہ شغف تھا اور ہر شخص کو اس کی زبان میں سمجھاتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی مکہ معظمہ حاضر ہو کر آپ سے حدیث پڑھی ہے، ان کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا، آپ کے حالات پوری تفصیل سے اپنی کتاب زادالمتقین اور اخبار الاخبار میں لکھے ہیں۔

زادالمتقین میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں کسی نے عرض کیا کہ امام شافعی کا مذہب، ظاہر حدیث کے زیادہ مطابق معلوم ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حقیقت میں اس طرح نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ حنفی مذہب کی کتابیں جو ماوراء النہر اور ہندوستان میں رائج ہیں، ان میں اکثر احکام کے ساتھ قیاس اور دلائل عقلیہ کو نقل کیا گیا ہے، لیکن یہاں ایسی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، جن میں ہر قول حنفی کے ساتھ حدیث صحیح نقل کی گئی ہے بلکہ بعض علماء حنفیہ نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر ایک مطلب پر آیت اور حدیث استدلال میں پیش کی ہے، حتیٰ کہ اس بات کے کہنے کا موقعہ مل جاتا ہے کہ امام شافعیؒ ہی اصحاب رائے میں سے ہیں حنفی نہیں، چنانچہ اس دعویٰ کی تصدیق شیخ ابن ہمام کی شرح ہدایہ، شمنی کی شرح مختصر الوقایہ نیز مواہب الرحمٰن اور اس کی شرح سے (جو بعض علماء مصر نے تصنیف کی ہیں) بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو ایسا خیال مشکوٰۃ کے مطالعہ سے ہوا ہوگا کیونکہ اس کی اکثر احادیث شافعی مذہب کے موافق ہیں، اس کے شافعی مصنف نے اپنی جستجو تلاش کے موافق احادیث جمع کی ہیں، لیکن حنفی مذہب کے ثبوت میں اور دوسری احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جو زیادہ راجح ہیں۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ اعتقاد صدق وحقانیت مذہب حنفی کا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کو ایسے اصحاب وتلامذہ مہیا ہوئے تھے جو کمال علم وفضل، حدیث وفقہ، زہد ودیانت، تقدم وقرب زمانہ سلف کے لحاظ سے نہایت اونچے درجہ پر فائز تھے، اس کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے جو امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب کے مناقب میں تالیف ہوئی ہیں، تاکہ حقیقت حال منکشف ہو، چونکہ امام ابوحنیفہؒ نہایت بلند مرتبہ پر تھے، اس لئے آپ کے حاسد بھی بہت تھے جو آپ پر طعن کرتے تھے "ہر کہ فاضل تر محسود تر" مشہور مقولہ ہے۔

شیخ عبدالوہاب سے غیر محصور علماء ومشائخ نے فیوض ظاہری وباطنی حاصل کئے اور مشائخ حرمین آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آپ شیخ ابوالعباس موسیٰؒ کے نقش قدم پر ہیں۔

شیخ محدث دہلویؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھ سے ایک بڑے عربی شیخ نے بیان کیا کہ میں نے یمن کا بھی سفر کیا، تمام مشائخ وصوفیہ کا متفقہ فیصلہ تھا کہ آپ اپنے وقت کے قطب مکہ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۶۶ ج ۵ وحدائق الحنفیہ)

۳۲۳- شیخ ابراہیم بن داؤد ابوالمکارم القادری اکبرآبادیؒ م ۱۰۰۱ھ

بڑے محدث وفقیہ وعالم عربیت تھے، پہلے اپنے وطن سابق مانکپورہ میں اساتذہ عصر سے علوم کی تحصیل کی، پھر بغداد جاکر حدیث وتفسیر میں تخصص کیا، پھر حرمین شریفین گئے اور شیخ علی بن حسام الدین متقی حنفی اور دوسرے شیوخ سے استفادہ کیا، مصر جاکر شیخ محمد بن ابی الحسن بکری وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور ۲۴ سال تک وہاں درس علوم دیا، اس عرصہ میں بھی ہر سال حج کے لئے جاتے رہے، پھر ہندوستان واپس ہوئے اور اکبرآباد (آگرہ) میں سکونت کی، یکسو ہو کر درس، افادہ وتذکیر میں مشغول ہوئے۔

بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا کہ آپ بڑے زاہد، عابد ومتقی تھے، ساری عمر علوم دینیہ خصوصاً حدیث کے درس میں گزار دی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بڑی جرأت سے کرتے تھے، دنیاداروں سے دور رہتے تھے، ایک دفعہ شہنشاہ اکبر نے آپ کو عبادت خانہ میں بلایا تو شاہ کے سامنے جاکر شاہی رسوم آداب وتحیات کچھ ادا نہیں کئے اور اس کے سامنے وعظ کہا جس میں اس کو بے جھجک ترغیب وترہیب کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴ ج ۵)

۳۲۴-شیخ یعقوب بن الحسن الصرفی کشمیری حنفیؒ متوفی ۱۰۰۳ھ ولادت ۹۰۸ھ

بڑے محدث، فقیہ اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے، اپنے وطن کشمیر کے علماء سے تحصیل و تکمیل علوم کی، پھر حرمین شریفین گئے اور شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی شافعی سے حدیث حاصل کی، پھر بغداد جا کر وہاں کے مشائخ سے بھی استفادہ کیا، تصفیہ باطنی کے لئے سمرقند گئے، شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں رہ کر ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، کشمیر واپس ہو کر درس و ارشاد میں مشغول ہوئے، پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ سمرقند گئے اور حسب ہدایت پیر و مرشد موصوف حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں سے بغداد گئے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا جبۂ مبارک حاصل کر کے کشمیر واپس ہوئے اور درس و تصنیف میں مصروف ہو گئے۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح صحیح بخاری، مغازی النبوۃ، مناسک حج، تفسیر قرآن مجید، حاشیہ توضیح و تلویح، روائح، مقامات مرشد، مسلک الاخیار، جواہر خمسہ، بطرز خمسۂ مولانا جامیؒ) شرح رباعیات وغیرہ۔

آپ سے بکثرت اکابر علماء و صلحا نے اکتساب علوم ظاہری و باطنی کیا، حضرت اقدس مجدد صاحب سرہندی قدس سرہ نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے، آپ کے مشہور دو شعر جو حقیقت و شریعت کا نچوڑ ہیں ذکر کئے جاتے ہیں۔

در ہر چہ بینم آں رخ نیکواست جلوہ گر — در صد ہزار آئینہ یک رواست جلوہ گر
خلقے بہر طرف شدہ سرگشتہ بہر دوست — دیں طرفہ تر کہ دوست بہر سواست جلوہ گر

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۳۸ ج ۵ و حدائق الحنفیہ)

۳۲۵-شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین سندھیؒ م ۱۰۰۴ھ

بڑے محدث علامۂ کبیر تھے، ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علماء و محدثین سے استفادہ کیا اور آپ سے بھی بکثرت علماء نے استفادہ کیا۔ آپ نے بہت سے علوم میں تصانیف کیں جن میں سے مشہور یہ ہیں:

تلخیص شرح اسماء رجال البخاری لکرمانی، مجمع البحرین (تفسیر حسب مذاق اہل تصوف) مختصر قوت القلوب للمکی، منتخب المواہب اللدنیہ للقسطلانی، مختصر تفسیر المدارک، ان کے علاوہ ایک کتاب نہایت مفید لکھی ریاض الصالحین جس کے ایک روضہ میں احادیث صحیحہ، دوسرے میں مقالات اکابر صوفیہ اور تیسرے میں ملفوظات اکابر اہل توحید و مشائخ جمع کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۸۵ ج ۵)

۳۲۶-شیخ محمد بن عبداللہ بن احمد خطیب تموتاشی غزی حنفیؒ م ۱۰۰۴ھ

اپنے زمانہ کے محدث کبیر و فقیہ بے نظیر تھے، پہلے اپنے شہر غزہ کے علماء کبار سے علوم کی تحصیل کی، پھر قاہرہ جا کر شیخ زین بن نجیم مصری حنفی صاحب البحر الرائق شرح کنز الدقائق وغیرہ سے استفادہ کیا اور امام کبیر اور مرجع العلماء ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے تنویر الابصار فقہ میں نہایت مشہور ہے، جس میں آپ نے نہایت درجہ میں تحقیق و تدقین کی داد دی ہے اور اس کی شرح خود بھی لکھی ہے، منح الغفار جس پر شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے حواشی لکھے۔

اسی طرح دوسری محققانہ تصانیف کیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں، رسالہ کراہت فاتحہ خلف الامام، رسالہ شرح مشکلات مسائل میں رسالہ شرح تصوف میں، شرح زاد الفقیر ابن ہمام، معین المفتی، تحفۃ الاقران (منظومہ فقہیہ) اور اس کی شرح مواہب الرحمٰن، رسالہ عصمت انبیاء، رسالہ عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ ص ۳۹۵)

۳۲۷-الشیخ الامام خواجہ محمد عبدالباقی بن عبدالسلام البخشی الکابلی ثم الدہلوی حنفیؒ م۱۰۱۲ھ،۱۰۱۴ھ

مشہور و معروف سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ اعظم، قطب الاقطاب اور علوم ظاہری و باطنی میں آیۃ من آیات اللہ تھے، خواجہ باقی باللہ کے نام نامی سے زیادہ مشہور ہوئے، کابل میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد صادق حلوائی سے علوم فقہ و حدیث وتفسیر وغیرہ کی تکمیل کی اور ان کے ساتھ ہی ماوراء النہر گئے، ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے، آخر میں کشمیر پہنچے اور شیخ وقت بابا ولی کبرویؒ کی خدمت میں رہے اور نفحات ربانیہ سے بہرہ اندوز ہوئے، ان کی وفات کے بعد پھر کچھ مدت تلاش مشائخ میں سیاحت بلاد کی اور اسی اثناء میں شیخ المشائخ خواجہ عبیداللہ الاحرار کی روح مبارک نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر طریقۂ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس کی تکمیل بھی روحانی طریق پر کرادی، اس کے بعد آپ پھر ماوراءالنہر کی طرف لوٹے تو حضرت شیخ محمد املنگی قدس سرہ کی خدمت میں باریاب ہوئے، جنہوں نے صرف تین روز میں آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر ہندوستان کی طرف رخصت فرمادیا۔

ایک سال آپ نے لاہور میں گزارا، وہاں آپ سے بکثرت علماء و صوفیہ نے استفادۂ ظاہری و باطنی کیا، وہاں سے دہلی تشریف لائے، مسجد قلعۂ فیروز شاہ میں قیام فرمایا اور تاوفات وہیں رہے۔

نہایت متواضع، منکسر المزاج تھے، اپنے تمام اصحاب کو قیام تعظیمی سے روک دیا تھا اور سب کے ساتھ مساویانہ برتاؤ فرماتے تھے، تواضع و مسکنت کی وجہ سے زمین پر بے تکلف بیٹھتے تھے، اپنے احوال و کمالات کا حد درجہ اخفا فرماتے تھے، مریدین و زائرین سے انتہائی شفقت و ملاطفت سے پیش آتے، نہایت کم گو، کم خوراک و کم خواب تھے، صرف حل مسائل مشکلہ و بیان حقائق و معارف کے وقت منشرح ہوتے تھے، آپ کے تصرفات عجیب و غریب تھے، آپ کی پہلی ہی نظر سے سالک کے احوال یکدم بدل جاتے تھے اور اس پر ذوق وشوق کا غلبہ ہو جاتا تھا، آپ کی پہلی ہی تلقین ذکر سے لطائف جاری ہو جاتے تھے، آپ کی شفقت و رافت ہر جاندار کے ساتھ عام تھی۔

ایک مرتبہ سردی کے ایام میں شب کے کسی حصہ میں کسی ضرورت سے اٹھے، واپس ہو کر دیکھا کہ آپ کے لحاف میں ایک بلی سو رہی ہے تو آپ نے اس کو اٹھانا گوارا نہ کیا اور صبح تک الگ بیٹھ کر وہ سردی کی رات گزار دی، کسی انسان کی تکلیف تو دیکھ ہی نہ سکتے تھے، زمانۂ قیام لاہور میں قحط کی وجہ سے ایک مدت تک لوگ فاقہ و بھوک کا شکار ہوئے، تو آپ نے بھی اس تمام مدت میں کچھ نہ کھایا اور جو کھانا آپ کے پاس آتا ان کو بھوکوں پر تقسیم کر دیتے تھے، لاہور سے دہلی کا سفر کیا تو راستہ میں ایک معذور کو دیکھا، خود سوار سے اتر کر اس کو سوار کیا اور دہلی تک خود پیدل چلے، چہرہ پر نقاب ڈال لی تھی، تا کہ کوئی پہچان نہ سکے، جب قیام گاہ سے قریب تر ہوئے تو اس کو اتارا اور خود سوار ہوئے تا کہ اس صورت حال سے بھی کوئی واقف نہ ہو۔

امام اعظمؒ کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک فاسق فاجر پڑوسی تھا اور آپ نے اس کو جیل سے چھڑایا تھا، اسی طرح آپ کے پڑوس میں ایک نوجوان بدکردار اور بداطوار تھا، آپ بھی امام صاحب کی طرح اس کی بداخلاقیوں کو برداشت فرماتے تھے، ایک دفعہ آپ کے ایک مرید خاص خواجہ حسام الدین صاحب دہلوی نے اس کو تنبیہ کرانے کے خیال سے حکام وقت سے اس کی شکایت کردی، انہوں نے اس کو پکڑ کر جیل بھیج دیا، آپ کو خبر ہوئی تو بے چین ہو گئے اور خواجہ حسام الدین صاحب پر عتاب فرمایا، انہوں نے معذرت پیش کی کہ ایسا فاسق ہے، کبائر کا مرتکب ہے وغیرہ، آپ نے فرمایا "ہاں بھائی! تم چونکہ اہل صلاح وتقویٰ ہو، تم نے اس کے فسق و فجور کو دیکھ لیا، ورنہ ہمیں تو کوئی فرق اس کے اور اپنے درمیان نظر نہیں آتا، اس لئے ہم سے تو نہیں ہو سکتا کہ اپنے کو بھول کر حکام سے اس کی شکایت کریں" پھر اس کو جیل سے چھڑانے کی سعی کی، اب وہ جیل سے نکل کر آیا تو اپنے گناہوں سے بھی تائب ہو چکا تھا اور اولیاء وصلحاء میں سے ہوا۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ جب کبھی آپ کے اصحاب میں سے کسی سے کوئی لغزش و معصیت صادر ہو جاتی تو فرماتے "یہ درحقیقت

ہماری ہی لغزش ہے جو دوسروں سے بطریق انعکاس ظاہر ہوئی ہے“۔

عبادات ومعاملات میں نہایت محتاط تھے، حتیٰ کے ابتداء احوال میں امام کے پیچھے قرأۃ فاتحہ بھی کرتے تھے، ایک روز حضرت امام اعظمؒ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ یا شیخ! میری فقہ پر عمل کرنے والے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء امت مرحومہ میں ہیں اور سب نے بالاتفاق امام کے پیچھے قرأۃ فاتحہ کو موقوف رکھا ہے، لہذا آپ کے لئے بھی وہی طریق مناسب ہے، اس کے بعد آپ نے اس امر میں احتیاط کو ترک فرمادیا۔

آپ کے کمالات ظاہری و باطنی، مدارج ومحاسن کا احصاء دشوار ہے ایک سب سے بڑی کرامت آپ کی یہ ہے کہ آپ سے پہلے ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کو عام شہرت ومقبولیت نہ تھی، آپ کی وجہ سے صرف تین چار سال کے اندر اس کو کمال شہرت حاصل ہوئی، بڑے بڑے اصحاب کمال نے آپ سے استفادہ کیا اور سلسلۂ مذکورہ دوسرے سلسلوں سے بڑھ گیا۔

اگرچہ آپ سے حضرت شیخ محدث دہلوی، شیخ تاج الدین عثمانی سنبھلی، شیخ حسام الدین بن نظام الدین بدخشی اور شیخ الہداد دہلوی وغیرہ نے بھی کمالات ظاہری و باطنی حاصل کئے، مگر آپ کے سب سے بڑے خلیفہ امام طریقۂ مجددیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ہوئے جن کے انوار وبرکات کی روشنی شرق وغرب، بروبحر میں پھیلی۔

آپ کی عمر مبارک چالیس سال چار ماہ ہوئی جس میں تقریباً چار سال دہلی میں قیام فرمایا اور وہاں شب وروز درس علوم نبوت وتلقین حقائق سلوک ومعرفت فرماتے رہے۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ بعد عشاء سے نماز تہجد تک دو بار قرآن مجید کا ختم فرماتے، بعد نماز تہجد فجر تک ۲۱ مرتبہ سورہ یٰسین شریف پڑھتے تھے اور صبح کو فرماتے کہ بارالٰہا! رات کو کیا ہوا کہ اتنی جلدی گزر گئی۔

آپ کی تصانیف میں سے رسائل بدیعہ، مکاتیب علیہ واشعار رائقہ ہیں جن میں سے ”سلسلۃ الاحرار“ بھی ہے، اس میں آپ نے رباعیات مشتملۂ حقائق ومعارف الٰہیہ کی بہترین شرح فارسی میں کی ہے، آپ کا مزار مبارک دہلی میں صدر بازار کے عقب میں قدم شریف کے قریب ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۹۶ ج ۵، حدائق حنفیہ ص ۳۹۸ تذکرۂ علماء ہند)

۳۲۸- الشیخ الامام علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری حنفیؒ م ۱۰۱۴ھ

مشہور ومعروف وحید عصر، فرید دہر، محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے، سنہ ہزار کے سرے پر پہنچ کر درجۂ مجددیت پر فائز ہوئے، ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر علامۂ محقق مدقق، متبحر فی علوم الحدیث والفقہ احمد بن حجر ہیثمی مکی، علامہ ابوالحسن بکری، شیخ عبداللہ سندی، شیخ قطب الدین مکی وغیرہ اعلام سے علوم کی تحصیل وتکمیل کی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، شرح نقایہ (مختصر الوقایہ) شرح موطأ امام محمد، شرح مسند الامام الاعظم، اربعین فی النکاح، اربعین فی فضائل القرآن، رسالہ فی ترکیب لا الہ الا اللہ، رسالہ فی قرأۃ البسملۃ اول سورۃ البرأۃ، فرائد القلائد فی تخریج احادیث، شرح العقائد، المصنوع فی معرفۃ الموضوع، نور القاری شرح صحیح البخاری، شرح صحیح مسلم، جمع الوسائل شرح الشمائل للترمذی، شرح جامع الصغیر للسیوطی، شرح حصن حصین، شرح اربعین نووی، شرح ثلاثیات البخاری، الاحادیث القدسیہ، تذکرۃ الموضوعات، تفسیر قرآن مجید وجمالین حاشیہ تفسیر جلالین، شرح شفاء قاضی عیاض، شرح النخبہ، شرح الشاطبیہ، شرح الجزریہ، اعراب القاری، شرح عین العلم، شرح فقہ اکبر، شرح مناسک الحج، تزیین العبارہ لتحسین الاشارہ، الدھین للمتزیین، الاہتداء فی الاقتداء، حاشیہ مواہب الدنیہ، حاشیہ بدء الامالی، رسالہ فی صلوٰۃ الجنازۃ فی المسجد، مشرب الوردی فی مذہب المہدی، بہجۃ الانسان فی مہجۃ الحیوان، رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیرہما من الصحابہ، الاثمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ، نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، الناموس فی

تلخیص القاموس وغیرہ، آپ نے امام مالکؒ کے مسئلہ ارسال کے خلاف اور امام شافعیؒ واصحاب امام شافعی کے بھی بہت سے مسائل کے خلاف حدیثی فقہی دلائل وبراہین جمع فرما کرنہایت انصاف ودیانت سے کلام کیا ہے۔

آپ کی تمام کتابیں اپنے اپنے موضوع میں مجموعۂ نفائس وفرائد ہیں، خصوصاً شرح مشکوٰۃ شرح نقایہ (مختصر الوقایہ) احادیث احکام کا نہایت گرانقدر مجموعہ ہیں، مرقاۃ بہت مدت ہوئی ۵ بڑی جلدوں میں چھپی تھی، اب نادرونایاب ہے ۶۷۵ روپیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ نہیں ملتا گذشتہ سال راقم الحروف سے مکہ معظمہ کے بعض احباب وتاجران کتب نے بڑی خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندوستان سے چند نسخے اس کے فراہم کر کے وہاں بھیجے جائیں، مگر باوجود سعی بسیار یہاں سے کوئی نسخہ دستیاب نہ ہوسکا۔

شرح نقایہ کتب فقہ میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے، حضرت علامہ محقق کشمیری قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے چند سال قبل اپنے تلمیذ رشید جناب مولانا سید احمد صاحب مالک کتب خانۂ اعزازیہ دیوبند کو خاص طور سے متوجہ کیا تھا کہ اس کو شائع کریں اوران کو بڑی تمنا تھی کہ کتاب مذکور طبع ہو داخل درس نصاب مدارس عربیہ ہوجائے، فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث صحیحہ سے مبرہن نہیں ہیں، ملا علی قاری نے تمام مسائل پر محدثانہ کلام کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب اگر میری زندگی میں شائع ہوگئی تو تمام مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل کرانے کی سعی کروں گا۔

حضرت الاستاذ العلام مولانا اعزاز علی صاحبؒ اس کا ایک مکمل نسخہ (جو غالباً روس کا مطبوعہ تھا) حجاز سے لائے اور تحشیہ فرمایا، مولانا سید احمد صاحب موصوف نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد بلکہ حکم پر حیدرآباد دکن کے ایک سرکاری اسکول کی ملازمت ترک فرما کر اس کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اسی سے ان کی موجودہ کتب خانہ اور تجارتی لائن کی بنیاد پڑی جس کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ ہی نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی تھی کہ تم اس کام میں ملازمت سے زیادہ اچھے رہو گے، حالانکہ وہ اسکول کالج ہونے والا تھا اور اب موصوف کی تنخواہ ۶۰۵ سوروپیہ ماہوار ہوجاتی مگر خود موصوف ہی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی پیش گوئی صادق ہوئی اور مجھے اس کام میں ملازمت سے بدرجہا زائد منافع حاصل ہوئے۔

کتاب مذکور کی جلد اول وفات سے صرف چندایام قبل تیار ہوسکی تھی، مولوی صاحب موصوف نے پیش کی تو حضرتؒ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور چند مشہور مدارس کو خطوط بھی لکھوائے کے داخل درس کی جائے، جامعہ ڈابھیل، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور پنجاب کے بعد مدارس میں داخل نصاب ہوئی، بعد کو دوسری جلد بھی چھپی جواب نایاب ہے، افسوس ہے کہ تیسری وچوتھی جلد نہ چھپ سکی، دارالعلوم دیوبند میں بھی کچھ عرصہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے پڑھائی، پڑھنے والے ایک وقت میں چار سو تک ہوئے ہیں مگر افسوس کہ مستقل طور سے داخل درس نہ ہوسکی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ "مذہب حنفی ہی میں وہ نہایت عمدہ طریقہ ہے جو بہ نسبت دوسرے تمام طریقوں کے حدیث وسنت کے اس تمام ذخیرہ سے جو امام بخاری اوران کے اصحاب کے زمانہ میں جمع ہوکر منقح ہوا، زیادہ مطابق ہے"۔

نیز حضرت علامہ کشمیریؒ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ "آئمۂ احناف کے اکثر مسائل احادیث صحیحہ معمولۂ سلف کے موافق ہیں اور دوسرے مذاہب میں تخصیصات ومستثنیات زیادہ ہیں"، ضرورت ہے کہ ہم اپنے درس ومطالعہ کے زاد یہائے نظر کو بدلیں، تمام مسائل کی تحقیق وتنقیح محدثانہ نقطۂ نظر سے کرنے کے عادی ہوں اور بغیر کسی ادنیٰ مرعوبیت کے اپنوں وغیروں کی کتابوں سے مستفید ہوں۔

جیسا کہ امام بخاریؒ کے حالات میں ذکر ہوا، صحیح بخاری کی تالیف سے قبل اکابر محدثین کی تقریباً ایک سو کتابیں احادیث وآثار کی مدون ہوچکی تھیں جن میں مسانید امام اعظم، موطأ امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق وغیرہ ہیں اور وہ سب بعد کو آنے والی کتب صحاح کے لئے بمنزلہ اصول وامہات کے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں صحیح مجرد کا التزام کیا اور اپنے اجتہاد کے موافق احادیث کی تخریج کا اہتمام زیادہ فرمایا، دوسرے اصحاب صحاح

نے دوسرے مجتہدین وائمہ کے موافق بھی احادیث وآثار جمع کیے، امام طحاوی حنفیؒ نے اس دور میں خصوصیت سے شرح معانی الآثار ومشکل الآثار وغیرہ لکھ کر محدثانہ، محققانہ، فقیہانہ طرز کو ترقی دی، پھر علامہ ابوبکر جصاص حنفیؒ، علامہ خطابی، شافعی، علامہ ابن عبدالبر مالکی، علامہ تقی الدین بن دقیق العید، علامہ ماردینی حنفیؒ، علامہ زیلعی حنفی، علامہ عینی حنفی، علامہ ابن حجر شافعی، علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی، علامہ ابن قیم، علامہ سیوطی شافعی، ملا علی قاری حنفیؒ وغیرہ وغیرہ محدثین کبار نے اپنے اپنے مخصوص محدثانہ طرز سے علم حدیث کے دامن کو مالا مال کیا۔

ہمارا یقین ہے کہ اگر پورے ذخیرۂ حدیث سے صحیح طور سے استفادہ کیا جائے تو حضرت شاہ صاحب دہلویؒ اور حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ارشادات کی صداقت وحقانیت میں ادنیٰ شک وشبہ باقی نہ رہے گا، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۳۲۹-الشیخ العلامۃ ابوالفضائل المفتی عبدالکریم نہروانی گجراتی حنفی مہاجر مکیؒ م ۱۰۱۴ھ

محدث وفقیہ جلیل، فضل وکمال میں یکتائے روزگار تھے، احمد آباد میں پیدا ہوئے، شہر نہروانہ (گجرات) کے مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس میں علاء الدین نہروانی اور مفتی قطب الدین محمد نہروانی پیدا ہوئے ہیں (یہ قرن عاشر کے اکابر علماء میں سے تھے) اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی، اپنے چچا مفتی قطب الدین سے فقہ وغیرہ کی تحصیل کی اور شیخ عبداللہ سندی وعلامہ فہامہ زبدۃ المحققین شیخ احمد بن حجر ہیثمی مکی وغیرہ سے فن حدیث میں تخصص حاصل کیا، مکہ معظمہ کے مفتی وخطیب اور مدرسہ سلطانیہ مرادیہ کے سرپرست ہوئے، بہت سی گرانقدر تالیفات کیں مثلاً: النہر الجاری علی البخاری، اعلام العلماء الاعلام ببناء المسجد الحرام وغیرہ مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان معلاۃ میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۴۴ ج ۵)

۳۳۰-العلامۃ قلیج محمد حنفی اندجانیؒ م ۱۰۲۳ھ

جامع معقول ومنقول محدث وفقیہ تھے، اور بڑے امیر کبیر صاحب جاہ ومنال دنیوی بھی تھے، مدت تک لاہور میں درس تفسیر وحدیث وفقہ دیا ہے، آپ سے بکثرت علماء وفضلاء روزگار نے استفادہ علوم وفنون کیا ہے ماثر الامراء اور گلزار ابرار میں آپ کے مفصل حالات مذکور ہیں، آپ کی یہ فارسی رباعی بہت مشہور ہے۔

عاشق ہوس وصال درسردارد صوفی زرقی و خرقہ دربردارد
من بندۂ آں کسم کہ فارغ زہمہ دائم دل گرم و دیدۂ تر دارد

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۱۲ ج ۵)

۳۳۱-الشیخ العلام خواجہ جوہر نات کشمیری حنفیؒ م ۱۰۲۶ھ

محدث شہیر عالم کبیر تھے، آپ کی ولایت وعلمی جلالت قدر مسلم ومشہور ہے، علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل مدرسہ سلطان قطب الدین میں کی، جو متصل مسجد صراف کدال تھا، پھر حج وزیارات کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو وہاں کے کبار مشائخ وقت علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی شافعی (شارح مشکوٰۃ وصاحب الخیرات الحسان فی مناقب النعمان) اور علامہ علی قاری حنفی مکی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، کشمیر واپس ہو کر ایک گوشۂ عبادت وریاضت اختیار کیا، وہیں افادۂ علوم ظاہری وباطنی فرماتے رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق)

۳۳۲-الشیخ العلامہ احمد بن العلامۃ الشمس محمد بن شیخ الاسلام احمد الشلبی حنفیؒ م ۱۰۲۷ھ

علامہ محمد محبی نے لکھا کہ آپ امام مجتہد، اپنے زمانہ کے رأس المحدثین ورئیس الفقہاء تھے، آپ کو درس واشاعت حدیث سے بڑا

شغف تھا، اس کی روایت میں محتاط، اس کے طرق وتقییدات کے بڑے عالم وعارف تھے، علم فقہ وفرائض میں بھی حظ وافر رکھتے تھے، زود فہم، وسیع معلومات والے تھے، مصر میں پیدا ہوئے، وہیں نشوونما پائی۔

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور شیخ جمال یوسف بن قاضی زکریا وغیرہ سے کی اور آپ سے شیخ شہاب الدین احمد سیوری، شیخ حسن شرنبلالی، شیخ عمر الدفری، شیخ شمس محمد بابلی، شیخ زین الدین بن شیخ الاسلام قاضی زکریا وغیرہم نے تلمذ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (خلاصۃ الاثر للمولی محمد محبی ص ۲۸۱ ج ۱)

۳۳۳-الشیخ العلامہ محمد عاشق بن عمر ہندی حنفیؒ م ۱۰۳۲ھ

مشہور صاحب فضل وکمال محدث وفقیہ تھے، حدیث میں شیخ عبداللہ بن شمس الدین انصاری سلطان پوری معروف بہ مخدوم الملک بن شمس الدین کے تلمیذ خاص تھے، آپ نے شمائل ترمذی کی نہایت عمدہ شرح تصنیف کی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق الحنفیہ)

۳۳۴-الشیخ الاجل الامام العارف بحرالحقائق والاسرار والمعارف الامام الربانی مجدد الالف الثانی قدس سرہ م ۱۰۳۴ھ ولادت ۹۷۱ھ

آپ کا نام نامی ونسب شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین فاروقی ہے، سرہند شریف میں پیدا ہوئے، محدث کامل، فقیہ فاضل، جامع کمالات ظاہری وباطنی، قطب الاقطاب، مظہر تجلیات ربانی، محی السنت، ماحی بدعت وضلالت تھے، پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر اپنے والد ماجد سے علوم وفنون کی تحصیل کی، پھر سیالکوٹ جاکر فاضل محقق شیخ کمال الدین کشمیری سے کتب معقول نہایت تحقیق سے پڑھیں اور علوم وحدیث کی تحصیل حضرت شیخ یعقوب محدث کشمیری سے کی جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، نیز کتب حدیث کی اجازت روایت قاضی بہلول بدخشی سے بھی حاصل کی۔

۱۷ سال کی عمر میں تحصیل جملہ علوم وفنون سے فارغ ہو کر درس وتصنیف میں مشغول ہوئے اور اسی زمانہ میں اثبات نبوت اور مذہب شیعہ امامیہ وغیرہ میں رسائل لکھے، طریقت وسلوک میں پہلے اپنے والد ماجد سے چاروں سلسلوں کی اجازت وخرقہ خلافت حاصل کیا ۱۰۰۷ھ میں والد ماجد کی وفات کے بعد حج وزیارت حرمین شریفین کے ارادہ سے دہلی پہنچے تو وہاں حضرت شیخ اعظم واجل خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی زیارت وبیعت سے مشرف ہوئے، ان کی خدمت میں رہ کر طریقۂ نقشبندیہ میں چند ہی روز کے اشتغال سے آپ نے قطبیت وفردیت کے مدارج عالیہ تک عروج فرمایا اور خود حضرت شیخ موصوفؒ نے آپ کو قرب ونہایۂ وصول الی اللہ کے مدارج کی تحصیل وتکمیل کی بشارت سنائی اور خرقۂ خلافت پہنا کر ارشاد طالبین کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت شیخ آپ کی نہایت تعظیم وتکریم فرماتے، غیر معمولی مدح وثناء کرتے اور آپ کی ذات بابرکات پر فخر کرتے تھے ایک روز اپنے اصحاب کی مجلس میں فرمایا کہ "شیخ احمد نامی ایک مرد سرہند سے کثیر العلم اور قوی العمل آیا ہے، چند روز اس نے فقیر کے ساتھ نشست وبرخاست کی ہے، اس عرصہ میں بہت سے عجائب وغرائب حالات اس کے دیکھے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک آفتاب ہوگا جس سے سارا جہان روشن ہوگا"۔

ایک دفعہ فرمایا کہ "شیخ احمد ایک ایسا سورج ہے جس کے سایہ میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں"۔

یہ مکاشفات عالیہ اس ذات عالی مقام کے تھے جس کے حالات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ کس طرح شیخ المشائخ عبیداللہ الاحرار کی روح پرفتوح سے اپنی اعلیٰ ترین روحانی قوت مقناطیسی کے ذریعہ سارے کمالات ومراتب عالیہ جذب کر لئے تھے اور حضرت شیخ محمد املکنگیؒ سے تین ہی روز کے قلیل عرصہ میں خرقۂ خلافت حاصل فرمالیا تھا، ان کی روحانی بصیرت نے جو کچھ دیکھا تھا، اسی طرح دنیا والوں نے بھی تھوڑے دن بعد دیکھ لیا کہ آپ کی شہرت دور ونزدیک پھیلی، آپ کا آستانہ فیض بڑے بڑے اصحاب کمال کا ملجا وماویٰ ہوا، اکابر علماء ومشائخ

زمانہ،امراء ورؤساء عالم ترک وتاجیک تک سے آپ کے حضور میں باریاب ہوکر بہرہ یاب ہوئے۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ عبدالحق[1] محدث دہلویؒ اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ابتداء میں آپ سے کچھ بدظن ہوئے تھے، پھر آپ کے کمالات علمی وعملی کے منعقد ہوگئے تھے، مولانا سیالکوٹیؒ نے ہی آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا خطاب دیا اور حضرت شیخ عبدالحقؒ نے اخبار الاخبار میں لکھا کہ:

جو نزاع ہزار سال سے علماء اعلام وصوفیاء کرام میں چلا آتا تھا وہ آپ نے اٹھادیا اور مورد حدیث صلہ کے ہوئے جس میں بشارت ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو صلہ کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل ہونگے (رواہ السیوطی فی جمع الجوامع) اس حدیث میں حضرت مجدد صاحب کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے اور خود مجدد صاحب نے اپنے حق میں لکھا ہے۔ **الحمد للہ الذی جعلنی صلة بین البحرین۔**

سرہند شریف میں قیام فرما کر آپ نے مسند ارشاد کو زینت دی اور کتب حدیث، تفسیر، فقہ وتصوف وغیرہ کا درس دیتے رہے، جلیل القدر کتابیں تالیف فرمائیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں: مکتوبات ۳ جلد ضخیم (جن میں ۵۲۶ مکاتیب عالیہ ہیں) یہ سب مکاتیب حقائق و معارف الہیہ وعلوم نبوت کے بحور ناپیدا کنار ہیں، معارف لدنیہ، مکاشفات غیبیہ، آداب المریدین، رسالہ ردشیعہ، المبداء والمعاد، رسالہ تہلیلیہ، رسالہ اثبات نبوت، تعلیقات عوارف المعارف سہروردی۔

کچھ لوگ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے بعض ارشادات عالیہ کے معانی ومطالب کو غلط سمجھنے کی وجہ سے آپ کے خلاف ہوگئے تھے اور انہوں نے شہنشاہ جہانگیر تک بھی شکایات پہنچائیں، جس پر سلطان نے آپ کو بلا کر گفتگو کی، آپ نے اس کو مطمئن کردیا تو ان لوگوں نے سلطان کو آپ کے خلاف بھڑکانے کے لئے کہا کہ آپ نے حضور ظل سبحانی کو تعظیمی سجدہ نہیں کیا، بلکہ معمولی تواضع کا بھی اظہار نہیں کیا، سلطان نے اس بات سے متاثر ہوکر آپ کو قلعہ گوالیار میں محبوس کردیا۔

شاہجہان کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اس پر آپ کی قید وبند شاق گزری اور رہائی کیلئے سعی کی، آپ کے پاس افضل خان اور مفتی عبدالرحمٰن کو چند کتب فقہ کے ساتھ بھیجا اور کہلایا کے بروئے فقہ اسلامی سلطان وقت کے لئے سجدۂ تعظیمی کی گنجائش ہے، آپ اس کو گوارا کریں تو میں ذمہ دار ہوں کہ پھر آپ کو حکومت کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، آپ نے جواب میں فرمادیا کہ جواز کی گنجائش بطور رخصت ہے اور عزیمت یہی ہے کہ غیر اللہ کو کسی حال میں سجدہ نہ کیا جائے، اس لئے میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔

چنانچہ آپ تین سال تک قید رہے، پھر جہانگیر نے آپ کو جیل سے آزاد کیا، مگر یہ شرط کی کہ آپ لشکر سلطانی کے ساتھ رہنے کے پابند ہوں گے، آٹھ سال آپ نے اس تقید کے بھی شان تسلیم ورضا سے گزارے، اس تمام عرصہ میں آپ سے سلطان اور دوسرے امراء وخواص برابر مستفید ہوتے رہے۔

سلطان جہانگیر کی وفات کے بعد شاہجہان تخت سلطنت پر آئے تو انہوں نے آپ کو تمام قیود سے آزاد کرکے سرہند تشریف لے جانے کی

---

[1] حضرت شیخ محدث کو جو کچھ اختلاف تھا وہ حضرت امام ربانی کے بعض مکاتیب کی عبارات سے متعلق تھا جو تمام تر سلوک وحقائق سے تعلق رکھتی ہیں، تقلید یا مذہبی تعصب سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، لیکن نواب صدیق حسن صاحب کو وہاں بھی یہی رنگ نظر آیا، یا کھینچ تان کر ادھر لے جانے کی سعی نامشکور فرمائی، یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ ایسے اکابر امت کے بارے میں بھی اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے، حضرت شیخ محدث کا وہ رسالہ جس میں حضرت مجدد صاحبؒ کے متعلق اپنے اشتباہات واعتراضات بے تکلف پوری وضاحت سے لکھ دیئے تھے، شائع شدہ ہے اور حضرت مجددؒ نے جو جوابات دیئے، وہ بھی مکتوبات امام ربانی کی زینت ہیں، ان کو پڑھ کر ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہے کہ نواب صاحب نے ایک بے بنیاد بات اپنی ذہنی پیچ سے لکھی دی ہے، نواب صاحب کی علمی خدمات کی ہمارے دل میں بڑی قدر ہے، یہاں بضرورت ان کی لغزش کا ذکر ہوگیا، اس سے ان کی کسرشان ہرگز مقصود نہیں۔

اجازت دی، جہاں آپ نے اپنی عمر شریف کا باقی حصہ بھی درس علوم ظاہری وافائدہ فیوض باطنی میں بسر فرمایا، آپ کے مکاتیب شریفہ کا عرصہ ہوا عربی ترجمہ ہوکر کئی ضخیم جلدوں میں طبع ہوکر شائع ہوا تھا جواب نایاب ہے، راقم الحروف نے اس کو ایک مجددی بزرگ مقیم دتاجر مکہ معظمہ کے پاس ۱۳۷۹ھ میں دیکھا تھا اور اس وقت خریدنے کے خیال سے حرمین شریفین کے تجارتی مکاتیب میں تلاش بھی کیا، مگر میسر نہ ہوا، کاش! اس کی اشاعت پھر مقدر ہو۔

مکاتیب فارسیہ کی اشاعت بہترین صحت وطباعت کے ساتھ اعلیٰ کاغذ پر امرتسر سے ہوئی تھی، وہ بھی اب عرصہ سے نایاب ہے، کوئی باہمت تاجر کتب اگر اس کو فوٹو آفسٹ کے ذریعہ طبع کرادے تو نہایت گرانقدر علمی و دینی خدمت ہے، مکمل اردو ترجمہ کی اشاعت بھی نہایت ضروری ہے، واللہ المیسر لکل عسیر۔

حضرت امام ربانی مجدالف ثانی قدس سرہٗ العزیز کے مفصل حالات زندگی وسوانح حیات مستقل کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں، ابن ندیم نے لکھا تھا کہ امام اعظمؒ کے علوم وکمالات ظاہری سے شرق وغرب، بروبحر میں دورونزدیک سب جگہ روشنی پھیلی، راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی کے علوم وکمالات باطنی سے شرق وغرب، بروبحر میں دورونزدیک کے تمام خطے جگمگا اٹھے۔

درحقیقت آپ آسمان رسالت کے نیر اعظم سرور دوعالم (ارواحنا فداہ) ﷺ کے صدقہ وطفیل میں اس امت محمدیہ کے لئے کیسے کیسے علم وہدایت کے سورج، چاند ستارے ہر دور میں آئے اور آئندہ بھی آتے رہیں گے۔ اس احسان عظیم وعمیم کا شکر کسی زبان وقلم سے ادا نہیں ہوسکتا۔

شکر نعمتہائے تو چند انکہ نعمتہائے تو عذر تقصیرات ماچند آنکہ تقصرات ما

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۳۳۵- الشیخ محی الدین عبدالقادرؒ احمد آبادی حنفی بن الشیخ عبداللہ العیدروس شافعیؒ م ۱۰۳۸ھ

جامع معقول ومنقول عالم وفاضل تھے، کثرت سے تصانیف کیں، آپ کی کتاب ''النور السافر فی اخبار القرن العاشر'' بہت مشہور ہے، دوسری تصانیف یہ ہیں: منح الباری بختم البخاری، المنتخب المصطفی فی اخبار مولد المصطفی، الدر الثمین فی بیان المہم من الدین، الحدائق الخضرہ فی سیرۃ النبی واصحابہ العشرہ اتحاف الحضرۃ العزیزہ بعیون السیرۃ الوجیزہ، الحواشی الرشیقۃ علی العروۃ الوثیقہ، الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف، اسباب النجاۃ والنجاح فی اذکار المساء والصباح وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ، نزہۃ الخواطر تذکرۂ علماء ہند)

۳۳۶- الشیخ الامام المحدث ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین البخاری الدہلوی حنفیؒ م ۱۰۵۲ھ

مشہور محدث علام، جامع علوم ظاہری وباطنی تھے، آپ نے سب سے پہلے ہندوستان میں علم حدیث کی ہر خطہ میں اشاعت کی، علوم حدیث کے بڑے متبحر عالم اور ماہر ناقد تھے، پہلے تمام علوم کی تکمیل ہندوستان میں کی، پھر عنفوان شباب ہی میں حرمین شریفین حاضر ہوکر وہاں مدت تک قیام فرمایا، وہاں کے اکابر اولیاء وعلماء سے کمالات ظاہری وباطنی کا استفادہ کیا، خصوصیت سے فن حدیث میں تخصص کا درجہ شیخ ملا علی قاری حنفی اور شیخ عبدالوہاب متقی تلمیذ حضرت شیخ علی متقی سے حاصل کیا، ہندوستان واپس ہوکر درس وارشاد اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے، آپ کی حدیثی تالیفات سے فارسی شرح مشکوٰۃ شریف ''اشعۃ اللمعات'' اور عربی شرح ''لمعات التنقیح'' نہایت اہم ہیں، اشعۃ اللمعات چار جلدوں میں مطبع نولکشور سے چھپی تھی، جس کے اڑھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے شرح مشکوٰۃ کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے ابتداء میں ایک مقدمہ بھی ہے جو علم حدیث، اقسام حدیث اور حالات آئمۂ حدیث وغیرہ پر نہایت محققانہ تالیف ہے۔

اشعۃ اللمعات کے قلمی نسخے بھی ہندوستان میں کئی جگہ ہیں، ان میں سے ''حبیب گنج'' کا نسخہ سب سے قدیم ہے، اس کے خاتمہ پر

حضرت شیخ محدث کے اپنے ہاتھ کی تحریر بھی ہے، اس نسخہ کو بارہ سو روپیہ میں خریدا گیا تھا جس کی کتابوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دوسری شرح عربی دو جلدوں میں ہے اور اس میں شیخ محدث نے صرف وہ ابحاث مہمہ دقیقہ درج کی ہیں جو عام افہام سے بالاتر تھیں، نیز اس میں فقہ حنفی کے مسائل کی تطبیق احادیث صحیحہ سے کی گئی ہے اور نہایت گرانقدر محدثانہ محققانہ کلام کیا ہے، خود فرمایا کہ اس شرح کا مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت امام اعظمؒ اپنے مسائل میں احادیث و آثار کا تتبع اس قدر کرتے ہیں کہ اصحاب الظواہر میں شمار کرنے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور ان کے مقابلہ میں امام شافعی کو اصحاب الرائے میں شمار کرنا پڑے گا'' اس کے شروع میں بھی نہایت جامع و نافع مقدمہ ہے، جو علیحدہ شائع بھی ہوگیا ہے، مگر افسوس ہے کہ لمعات ابھی تک شائع نہ ہوسکی، اس کے قلمی نسخے بانکی پور، رام پور، علی گڑھ، دہلی اور حیدرآباد دکن وغیرہ میں ہیں کاش وہ شرح طبع ہوکر مشکوٰۃ شریف کے ساتھ داخل نصاب مدارس عربیہ ہوکر پڑھائی جائے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے ''الحطہ بذکر الصحاح الستہ'' میں حضرت شیخ محدثؒ اور آپ کے صاحبزادہ شیخ نورالحقؒ وغیرہ کے لئے کلمات مدح لکھ کر یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ ان اصحاب صلاح کا طرز تحدیث فقہا کے طریق پر تھا، محدثین کے نہیں، اگرچہ فوائد کثیرہ دینی و علمی سے خالی نہیں''۔ غالباً نواب صاحب نے ''مطالعہ لمعات'' کی تکلیف گوارا نہیں کی، ورنہ ایسا نہ لکھتے یا احناف کی حدیثی خدمات کو گرانے کے لئے ضروری سمجھا ہوگا کہ کوئی تو اعتراض کا پہلو ضرور نکال لیا جائے۔

حضرت شیخ محدث نے فن رجال میں بھی کئی اہم کتابیں لکھیں، مثلاً الاکمال فی اسماء الرجال' اور اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی المشکوٰۃ، شرح اسماء رجال البخاری یہ کتابیں بھی شائع نہیں ہوئیں، اسماء الرجال کا قلمی نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ میں ہے۔

آپ کی دوسری گرانقدر تالیفات یہ ہیں: التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی، زبدۃ الآثار، رسالہ اقسام حدیث، ماثبت بالسنہ فی ایام السنہ، شرح سفر السعادت، شرح فتح الغیب، مدارج النبوۃ، جذب القلوب الی دیار المحبوب، مرج البحرین، فتح المنان فی مناقب النعمان، اخبار الاخیار، عقائد میں تکمیل الایمان و تقویۃ الایمان نہایت اہم تالیف ہیں، فقہ میں فتح المنان فی تائید مذہب النعمان لکھی جس میں آپ نے احادیث کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کیا ہے، پھر چاروں آئمہ کے مآخذ پر بحث کی ہے اور امام اعظمؒ کے مآخذ کو دوسرے مآخذ پر ترجیح دی ہے، اس کا قلمی نسخہ کتاب خانہ آصفیہ میں موجود ہے، اسی طرح ''الفوائد'' اور ہدایۃ المناسک الی طریق المناسک نہایت محققانہ لکھیں۔

آپ کے مجموعۂ مکاتیب و رسائل میں بھی بڑا علمی ذخیرہ ہے، شعر و سخن کا ذوق آپ کا خاندانی ورثہ تھا، حق تخلص کرتے تھے، آپ کے اشعار کا مجموعی شمار پانچ لاکھ تک کیا گیا ہے، ۹۴ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، مزار مبارک دہلی قطب صاحب میں حوض شمسی کے کنارہ واقع ہے، بعض اصحاب باطن نے وہاں عجیب و غریب کشش و دلبستگی اور فیوض برکات کے حصول کا ذکر کیا ہے۔

آپ کے مفصل حالات نہایت تحقیق سے محترم مولانا خلیق احمد صاحب نظامی استاذ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے لکھے ہیں جو حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے نام سے اعلیٰ کاغذ پر بہترین کتاب و طباعت سے مزین ہوکر ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوگئے ہیں۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر، حدائق و حیات شیخ محدث)

۲۳۷-الشیخ ابوحامد سیدی العربی بن ابی المحاسن سیدی یوسف بن محمد الفاسیؒ م ۱۰۵۲ھ

مشہور محدث آپ نے حافظ ابن حجر کے مشہور رسالہ اصول حدیث نخبۃ کو منظوم کیا جس کا نام ''عقد الدرر فی نظم نخبۃ الفکر'' رکھا اور اس کی شرح بھی لکھی، واضح ہو کہ نخبۃ الفکر کو بہت سے محدثین کبار نے نظم کیا ہے، اور اس کی شروح لکھی ہیں، مثلاً شیخ کمال الدین بن الحسن شمنی مالکیؒ م ۸۲۱ھ نے نظم کیا ہے اور اس کی شرح ان کے صاحبزادے شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن محمد شمنی مصری مالکی ثم حنفی ۸۷۲ھ نے کی جو شارح

معنی لابن ہشام اور محشی شفا بھی ہیں۔

شروح وتعلیقات نخبہ میں سے حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی تعلیقات، علامہ محدث ملا علی قاری حنفیؒ کی شرح النخبہ اور شیخ ابوالحسن محمد صادق بن عبدالہادی السندی المدنی حنفیؒ م ۱۱۳۸ھ کی شرح خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کیونکہ محدثین احناف کی حدیثی خدمات کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے بلکہ ان کی حدیث دانی کو بھی مشکوک بنانے کی سعی برابر کی جاتی رہی ہے، والی اللہ المشتکی وہوالمستعان۔ رحمہم اللہ کلھم رحمۃ واسعۃ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۷۵،۱۷۶)

۳۳۸- الشیخ العلامۃ المحدث حیدر پتلو بن خواجہ فیروز کشمیری حنفیؒ م ۱۰۵۷ھ

بڑے محدث، فقیہ، صاحب ورع وتقویٰ، متبع سنت عالم تھے، سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید وابتدائی کتب سے فارغ ہوتے ہی اتباع سنت کا شوق وجذبہ رفیق زندگی بن گیا تھا بابا نصیب سے پھر مولانا المحدث جوہرنات سے علوم کی تحصیل کرتے رہے پھر دہلی جا کر حضرت شیخ محدث دہلویؒ سے علوم حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ کی تکمیل کی اور صاحب فتویٰ وعالم بے نظیر ہوکر کشمیر واپس ہوئے وہاں درس وارشاد کی مسند کو زینت دی، بڑے مستغنی مزاج ومتوکل بزرگ تھے والی کشمیر نے تین مرتبہ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوکر کشمیر کی قضا پیش کی مگر آپ نے اس کو رد کردیا، جب اس کے لئے طرح طرح سے آپ پر دباؤ ڈالے گئے تو کشمیر سے کہیں جا کر روپوش ہوگئے، دوسرا شخص منصب قضا پر مقرر ہوگیا تو آپ کشمیر واپس آئے اور آخر عمر تک درس وافادہ میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق ونزہۃ الخواطر)

۳۳۹- شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی مصری حنفیؒ م ۱۰۶۹ھ

بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور جامع معقول ومنقول تھے، علوم عربیہ میں اپنے ماموں شیخ ابوبکر شنوانی سے، حدیث وفقہ میں شیخ الاسلام محمد رملی، شیخ نورالدین علی زیادی اور خاتمۃ الحفاظ ابراہیم علقمی وعلی بن قائم مقدسی وغیرہ سے تلمذ کیا، اپنے والد ماجد کے ساتھ حرمین شریفین جا کر وہاں کے بھی اکابر وعلماء ومحدثین شیخ علی بن جار اللہ وغیرہ سے مستفید ہوئے پھر قسطنطنیہ جا کر درس علوم میں مشغول رہے، مشہور تصانیف یہ ہیں: حواشی تفسیر بیضاوی (۸ جلد میں) شرح شفاء (۴ جلد میں) شرح درۃ الغواص حریری، حواشی رضی، شفاء العلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل، دیوان الادب، طراز المجالس، رسائل اربعین وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۰- شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم مصری حنفیؒ م ۱۰۷۰ھ

علامہ محقق، محدث کبیر وفقیہ بے نظیر تھے علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے زمانے کے اکابر علماء شیخ شرف الدین بلقینی، شیخ شہاب الدین شعبی، شیخ امین الدین بن عبدالعال، شیخ ابوالفیض سلمی وغیرہ سے کی اور ان حضرات سے درس علوم وافتاء کی اجازت سے مستند ہوکر جلد ہی بڑی شہرت حاصل کرلی تھی، آپ کی تصانیف میں سے الاشباہ والنظائر بے نظیر کتاب ہے اور بحرالرائق شرح کنز الدقائق جزئیات فقیہ کا ضمندر ہے، اسی لئے یہ دونوں کتابیں علماء حنفیہ کا ماخذ ومرجع اور مایہ ناز علمی خزینے ہیں۔

آپ کی فتح الغفار شرح المنار، مختصر تحریر الاصول مسمی بہ لب الاصول، تعلیقات ہدایہ اور حاشیہ جامع الفصولین، مجموعہ فتاویٰ چالیس رسائل متفرق مسائل میں سب ہی نہایت محققانہ ومدققانہ تالیفات ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ وغیرہ)

۳۴۱- الشیخ المحدث العارف العلام محمد بن الامام الربانی مجدد الالف ثانی حنفیؒ م ۱۰۷۰ھ

۱۰۰۵ھ میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے، بڑے محدث وفقیہ، عارف کامل، صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، علوم نقلیہ رسمیہ کی

تحصیل وتکمیل اپنے والد ماجد حضرت امام ربانی قدس سرہ سے کی، علم حدیث کی سند بھی آپ سے اور شیخ عبدالرحمٰن رمزی سے حاصل کی، حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت وصحبت میں کافی وقت گزار کران سے طریقت میں بھی کمال حاصل کیا، حضرت امام قدس سرہٗ نے آپ کی طرف توجہ خاص فرمائی، یہاں تک کہ آخر عمر میں آپ کی وجہ سے درس بھی ترک فرمادیا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بچہ علماء راسخین میں سے ہے، اور آپ کو خرقۂ خلافت پہنایا، خانون الرحمۃ کے لقب سے مشرف فرمایا۔

باوجود ان کمالات ظاہری و باطنی کے آپ نے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی وفات پر مسند خلافت اپنے بھائی شیخ محمد معصوم صاحبؒ کے لئے چھوڑ دی تھی اور خود حرمین شریفین چلے گئے، حج وزیارت کے بعد ۱۰۶۹ھ میں واپس ہوکر باقی عمر درس وتلقین میں گزاری۔

آپ کی تصانیف حاشیہ مشکوٰۃ شریف، رسالہ تحقیق اشارہ فی التشہد ین، حاشیہ، حاشیہ خیالی شرح عقائد وغیرہ ہیں۔ (حدائق) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۳۴۲-الشیخ ایوب بن احمد بن ایوب الاستاذ الکبیر الخلوتی دمشقی حنفیؒ م ۱۰۷۱ھ

بڑے محدث، جامع علوم وفنون، جامع شریعت وطریقت تھے، علوم حدیث آپ نے محدث شہیر معمر ابراہیم بن الاحدب سے حاصل کئے اور عارف باللہ احمد العالی سے طریق خلوتیہ حاصل کر کے شیخ وقت ہوئے، بڑے صاحب کشوف وکرامات تھے، آپ کو شیخ اکبر ابن عربی کی لسان کہا جاتا تھا، ایک دفعہ خواب میں شیخ اکبر کو دیکھا کہ ان کے دروازہ پر چالیس دربار ہیں، لیکن آپ داخل ہوئے تو کسی نے نہ روکا، شیخ کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا کہ "اے ایوب! تم میرے نقش قدم پر ہو، تمہارے سوا کوئی اس طرح میرے پاس نہیں آیا، حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوئے، اس وقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی حاضر تھے، حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "ایوب سے کہہ دو کہ وہ زمانہ بہت مبارک ہے جس میں آپ ہیں"۔

ہمیشہ اور ہر وقت کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ" کا ورد رکھتے تھے جو آپ کے رگ وپے میں سرایت کر گیا تھا، حتیٰ کے سوتے میں بھی آپ کے سانس کے ساتھ کلمہ مبارک سنا جاتا تھا، فرماتے تھے کہ اگر مجھے شروع سے معلوم ہو جاتا کہ "لا الہ الا اللہ" میں اتنے اسرار ہیں تو میں کوئی علم طلب نہ کرتا، حالانکہ آپ اسی ۸۰ علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے، آپ نے رسالہ اسمائیہ میں لکھا کہ سب سے زیادہ سریع الاثر اور نتیجہ خیز ورد لا الہ الا اللہ اور قرأۃ سورۂ اخلاص ہے۔

آپ نے بہت سے رسائل لکھے جو سب نہایت تحقیقی اور علوم وحقائق کے خزانے ہیں، مثلاً ذخیرۃ الفتح، عقلیۃ التفرید، خمیلۃ التوحید، ذخیرۃ الانوار، بمیرۃ الافکار، رسالۃ الیقین وغیرہ ایک جزو میں اپنے مشائخ حدیث جمع کئے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ وخلاصۃ الاثر ص ۴۲۸ ج ۱)

۳۴۳-شیخ محمد آفندی بن تاج الدین بن احمد محاسنی دمشقی حنفیؒ م ۱۰۷۲ھ

مشہور محدث، فقیہ وادیب تھے، جامع سلطان سلیم کے خطیب رہے، پھر جامع بنی امیہ کے امام وخطیب ہوئے اور جامع مذکور کے قبۂ مغربیہ میں حدیث کا درس دیتے رہے، صحیح مسلم پر تعلیقات لکھیں، آپ سے بہت سے علماء دمشق مثل علامہ محقق شیخ علاؤ الدین حصکفی مفتی شام وغیرہ نے استفادہ علوم کیا، آپ کا کلام نظم ونثر نہایت فصیح وبلیغ ہوتا تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۴-شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفیؒ م ۱۰۷۳ھ

مشہور محدث فقیہ، فاضل متبحر، جامع کمالات صوری ومعنوی تھے، علوم ظاہری وکمالات باطنی کی تحصیل وتکمیل اپنے والد ماجد سے کی، پھر درس وافتاء میں مشغول ہوئے، گرانقدر تصانیف کیں، مثلاً تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری (۶ ضخیم جلد میں) شرح صحیح مسلم، شرح شمائل

الترمذی، رسالہ اثبات اشارہ تشہد، زبدۃ فی التاریخ، تعلیقات شرح ہدایۃ الحکمۃ، تعلیقات شرح المطالع، تعلیقات علی العضد یہ وغیرہ۔

تیسیر القاری ۱۲۹۸ھ میں نواب محمود علی خان صاحب والی ریاست ٹونک کی توجہ و مالی امداد سے چھپی تھی، اس کے حاشیہ پر شیخ الاسلام (سبط شیخ محدث دہلویؒ) کی شرح اور علامہ حافظ دراز پشاوری کی شرح بھی طبع ہوئی تھی، یہ تینوں تالیفات نہایت محققانہ طرز کی ہیں، اب یہ کتاب نایاب ہے۔

شاہجہان ایام شاہزادگی سے ہی آپ کے علم و فضل سے خوب واقف تھا، اس لئے اپنے دور شہنشاہی میں آپ کو اکبر آباد (آگرہ) کا قاضی و مفتی مقرر کر دیا تھا، آپ کا دور قضاء امانت و دیانت اور فصل خصومات کے اعتبار سے نہایت معقول و شاندار رہا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ لامع ص ۱۴۴ و حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۴۵-الشیخ محمد معصوم بن الامام الربانی مجدد الالف الثانی قدس سرہٗ م ۱۰۸۰ھ، ۱۰۷۹ھ، ۱۰۷۷ھ

مشہور و معروف محدث و فقیہ اور شیخ طریقت تھے، قرآن مجید صرف تین ماہ میں حفظ کر لیا تھا، پھر اکثر علوم کی تحصیل حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے کی اور ان کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہ کر کمالات طریقہ نقشبندیہ کی تکمیل کی، آپ حضرت مجدد صاحب کے اخلاق و عادات و کمالات کے مثل کامل تھے، آپ کو حضرت مجدد صاحبؒ نے مقامات عالیہ قیومیت وغیرہ سے سرفراز ہونے کی بشارت دی اور جن مراتب عالیہ پر آپ پہنچے، حضرت مجدد صاحب کے اصحاب و خلفاء میں سے کوئی ان تک نہیں پہنچا، حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی وفات پر آپ ہی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے اور تمام اوقات درس علوم و افادۂ فیوض باطنیہ میں بسر کئے، بیضاوی شریف، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ عضدی و تلویح کا درس اکثر دیا کرتے تھے، ہزاروں ہزار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ کے خلفاء کی تعداد بھی سات ہزار تک نقل ہوئی ہے، نیز بعض حضرات نے آپ کی توجہ سے درجۂ ولاویت پر پہنچنے والی کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔

امراء و سلاطین کی مجالس سے بے حد نفور تھے، حتیٰ کے شاہجہان باوجود اشتیاق بسیار کے آپ کی صحبت سے محروم رہا البتہ اورنگزیب عالمگیرؒ آپ کی بیعت اور کچھ صحبت سے بھی مشرف ہوئے۔

آپ کے مکاتیب عالیہ بھی تین جلدوں میں مدون ہوئے جو حضرت امام ربانی کے مکتوبات مبارکہ کی طرح حقائق علوم نبوت، غوامض اسرار شریعت اور لطائف و دقائق طریقت کا گراں قدر مجموعہ ہیں، اکثر مکاتیب میں مکتوبات حضرت امام ربانی کے مغلقات و مشکلات کا بھی حل کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۴۶-الشیخ معین الدین بن خواجہ محمود نقشبندی کشمیری حنفیؒ م ۱۰۸۵ھ

مشائخ و علماء کشمیر میں سے اتباع شریعت، ترویج سنت و ازالۂ بدعات و رسوم غیر شرعیہ میں اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے، حدیث و فقہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شاگردی کی اور مدت تک ان کی خدمت میں رہے تھے، کشمیر میں مرجع علماء و فضلاء ہوئے اور درس علوم و افادہ فیوض باطنی میں زندگی بسر کی، مجموعۂ فتاویٰ نقشبندیہ کنز السعادۃ (فقہ میں) الرضوانی (سیر و سلوک و بیان خوارق و کرامات والد ماجد میں) آپ کی یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۴۷-شیخ محمد بن علی بن محمد بن علی حصکفی حنفیؒ م ۱۰۸۸ھ

مشہور محدث و فقیہ جامع معقول و منقول، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، احادیث و مرویات کے بڑے حافظ تھے، آپ کے فضل و کمال کی شہادت آپ کے مشائخ و اساتذہ اور ہمعصروں نے بھی دی ہے، خصوصیت سے آپ کے شیخ خیر الدین رملی نے آپ کے کمال درایت و

روایت کی بڑی تعریف کی ہے، آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں: تعلیقات بخاری (۳۰ جزو) حواشی تفسیر بیضاوی، الدرالمختار (فقہ کی مشہور و متداول کتاب) شرح ملتقی الابحر، شرح المنار، شرح قطر، مختصر فتاوی صوفیہ، حواشی درروغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۸- شیخ ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن احمد بن بیری مفتی مکہ مکرمہ حنفیؒ م ۱۰۹۲ھ

آپ "بیری زادہ" کے نام سے مشہور ہوئے، محدث کامل، فقیہ فاضل، تبحر فی العلوم اور علم فتویٰ میں یگانۂ زمانہ تھے، تمام اوقات مطالعہ کتب اور درس وتصنیف وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، ستر ۷۰ سے زیادہ تصانیف عالیہ یادگار چھوڑیں ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں۔

شرح موطا امام محمد (۲ جلد) عمدة ذوی البصائر حاشیہ الاشباہ والنظائر، شرح تصحیح قدوری شیخ قاسمؒ، شرح المنسک الصغیر ملا علی قاریؒ، رسالہ دربیان جواز عمرہ دراشہر حج، شرح منظومہ ابن شحنہ، رسالہ دربارۂ اشارہ سبابہ، رسالہ درعدم جواز تلفیق (اس رسالہ میں آپ نے اپنے ہم عصر علماء مکی بن فروخ وغیرہ کا مدلل رد کیا ہے) ولادت مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی، وفات مکہ معظمہ میں ہوئی اور معلاة میں قریب مرقد مبارک حضرت ام المومنین خدیجہؓ دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۹- شیخ داؤد مشکوتی کشمیری حنفیؒ م ۱۰۹۷ھ

کشمیر کے اکابر محدثین وفقہاء میں سے تھے، آپ نے شیخ حیدر بن فیروز کشمیر سے علوم حدیث وفقہ وغیرہ کی تحصیل وتکمیل کی، طریقت کے کمالات شیخ نصیب الدین سے حاصل کئے، حضرت خواجہ محمود بخاری سے بھی فیوض کثیرہ لئے اور ان سب حضرات کی خدمت میں ایک مدت گزار کر علم ومعرفت میں کامل ہوئے، "مشکوتی" مشہور ہوئے، کیونکہ پوری مشکوۃ شریف آپ کو متناً وسنداً حفظ تھی۔

آپ نے اسرار الابرار (سادات کشمیر کے حالات میں) لکھی، اسرار الاشجار اور کتاب منطق الطیر شیخ عطارؒ کو منظوم کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۵۰- شیخ یحییٰ بن الامام الربانی مجدد الالف الثانی قدس سرہٗ حنفی م ۱۰۹۸ھ

حضرت مجدد صاحبؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، محدث، فقیہ، علماء ربانیین سے ہیں، ۱۰۲۷ھ میں ولادت ہوئی، علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے منجھلے بھائی، شیخ محمد معصوم صاحبؒ اور بڑے بھائی شیخ محمد سعید صاحبؒ سے کی، پھر درس وافادہ میں مشغول ہوئے اور بہت سی تصانیف بھی کیں۔ آپ کا نکاح حضرت خواجہ عبیداللہ بن حضرت شیخ المشائخ خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس اسرارہما کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ "الیانع الجنی" میں ہے کہ آپ نے مسئلہ اشارۂ تشہد میں اپنے والد ماجد اور بھائیوں کی مخالفت کی، یعنی ازروئے حدیث صحیح اس کے ثبوت کو نفی وانکار کے مقابلہ میں ترجیح دی اور یقیناً حضرت مجدد صاحبؒ اور دوسرے حضرات بھی اگر حدیث مثبت صحیح سے مطلع ہوجاتے، تو اپنی رائے بدل دیتے۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ۴۳۵ ج ۵)

۳۵۱- الشیخ ابو یوسف یعقوب البنانی لاہوری حنفیؒ م ۱۰۹۸ھ

مشہور محدث، فقیہ وجامع معقول ومنقول تھے، شاہجہاں اور عالمگیر کے دور میں آپ ناظر محاکم عدلیہ رہے، باوجود اس کے درس و تصنیف میں بھی مشغول رہتے تھے، آپ کے درس سے بکثرت علماء وطلبہ نے استفادہ کیا، علوم حدیث میں بڑی دست گاہ تھی، اثناء درس میں فاضل سیالکوٹی پر تعریضات کرتے تھے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

حاشیہ بیضاوی شریف، الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، المعلم فی شرح صحیح الامام مسلم، المصفیٰ فی شرح الموطأ، شرح تہذیب الکلام،

شرح الحسامی، شرح شرعۃ الاسلام، اساس العلوم (حدیث میں) حاشیۂ رضی، حاشیہ عضدی، ان کے علاوہ دوسری کتب درسیہ پر بھی تعلیقات ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۳۹ ج ۵)

۳۵۲-الشیخ محمد شیخ الاسلام فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ دہلوی حنفیؒ

محدث جلیل القدر، فضلائے عصر میں ممتاز، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے نواسہ ہیں، آپ نے بخاری شریف کی شرح لکھی تھی جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہے، اس میں نہایت محققانہ محدثانہ ابحاث ہیں، آپ سلطان محمد شاہ کے زمانہ سے نادر شاہ کے ابتدائی دور تک دہلی میں صدر الصدور امور مذہبی کے عہدہ پر فائز رہے، پھر رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمۂ لامع ص ۱۴۷)

۳۵۳-شیخ محدث ملا شنگرف گنائی کشمیری حنفیؒ

حضرت بابا عثمان گنائی کی اولاد میں سے محدث کبیر، فقیہ فاضل اور جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، علامہ مفتی فیروز کے چچا تھے، اپنے شہر کے علماء و محدثین سے تحصیل علوم کے بعد حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں زبدۃ المحققین، محدث شہیر علامہ ابن حجر مکیؒ سے حدیث کی اجازت حاصل کی اور کشمیر واپس ہو کر درس وارشاد میں مشغول ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و تذکرۂ علماء ہند)

۳۵۴-شیخ زین الدین علی تبور، رائے نواری کشمیری حنفیؒ

علماء کشمیر میں سے محدث کامل و فقیہ فاضل تھے، حضرت شیخ یعقوب صرفی اور ملا شمس الدین پالی سے علوم کی تحصیل وتکمیل کے بعد حضرت مخدوم شیخ حمزہ سے بیعت کی اور معارف وحقائق تصوف سے بھی حظ وافر حاصل کیا اواسط عمر میں بتمام وکمال فقر وزہد کی زندگی اختیار کی، پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں شیخ ابن حجر مکیؒ سے اجازت حدیث لے کر کشمیر واپس آئے اور تمام زندگی نشر وافادۂ علوم ظاہری و باطنی میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و تذکرہ)

۳۵۵-شیخ علی بن جار اللہ قرشی خالد مکی حنفیؒ

حضرت خالد بن ولیدؓ کی اولاد میں سے محدث کامل، فقیہ فاضل، مفتی وخطیب مکہ معظمہ تھے، حرم شریف میں بیٹھ کر تمام دن درس حدیث وتفسیر وفقہ اور افتاء کی خدمات انجام دیتے تھے، خصوصیت سے بخاری شریف کا درس نہایت محققانہ شان سے ہوتا تھا، بڑے فصیح وبلیغ مقرر وخطیب تھے، اپنے خاندان میں سے صرف آپ کے والد اور آپ ہی حنفی تھے، باقی سب شافعی مذہب کے پیرو تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے صحیح بخاری شریف وغیرہ کتاب صحاح آپ سے پڑھی تھیں، شیخ علی متقی اور شیخ عبدالوہاب متقی سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۵۶-الشیخ المحدث حسن بن علی العجیمی المکی، حنفیؒ م ۱۱۱۳ھ

مشہور محدث وفقیہ تھے، آپ کی اسانید مرویات "کفایۃ المستطلع" کی دو جلدوں میں ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۵۷-الشیخ محمد اعظم بن سیف الدین بن الشیخ محمد معصوم العمری سرہندی حنفیؒ م ۱۱۱۴ھ

بڑے محدث وفقیہ تھے، علوم کی تحصیل اپنے چچا جان شیخ فرخ شاہ بن الشیخ محمد سعید سرہندی اور والد ماجد سے کی اور طریقت میں بھی اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کیا، آپ کی نہایت محققانہ مفید شرح صحیح بخاری پر ہے جس کا نام فیض الباری ہے، ۴۸ سال کی عمر میں وفات

ہوئی اور اپنے والد ماجد کے قریب سرہند شریف میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ہدایہ احمد یہ، نزہۃ الخواطر)

۳۵۸-الشیخ مبارک بن فخر الدین الحسینی الواسطی بالگرامی حنفیؒ م ۱۱۱۵ھ

محدث کبیر و جامع علوم وفنون تھے، پہلے بلگرام میں تحصیل کی، پھر دہلی گئے اور علامہ خواجہ عبداللہ بن شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس سرہٗ اور شیخ نور الحق بن شیخ محدث دہلوی وغیرہ سے علوم کی تکمیل اور حدیث کی سند حاصل کی، ۱۰۶۴ھ میں اپنے وطن واپس ہو کر درس وافادہ میں مشغول ہوئے۔

نہایت وقور، بارعب اور امر معروف ونہی منکر میں جری تھے، ان کی موجودگی میں کسی شخص کو ارتکاب منہیات شرع کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۵۹-الشیخ المحدث فرخ شاہ بن الشیخ محمد سعید بن الامام الربانی قدس سرہ، حنفیؒ م ۱۱۲۲ھ

اپنے والد ماجد کی تیسری اولاد ہیں لیکن علم وفضل میں سب سے بڑھ کر اور درس وافادۂ علوم وظاہر و باطن میں سب سے بڑے تھے، اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل اور خصوصیت سے حدیث وفقہ اور تصوف میں مراتب عالیہ کی تکمیل کی، حافظہ نہایت قوی تھا، بڑے ذہین و ذکی تھے، مباحثہ سے بھی رغبت تھی، علوم حدیث سے عشق تھا، حرمین شریفین حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر ہندوستان واپس ہوئے اور درس وافادہ میں منہمک ہو گئے۔

"الیانع الجنی" میں ہے کہ آپ کو ستر ہزار احادیث متن وسند کے ساتھ یاد تھیں جن کے رجال پر پوری بصیرت سے جرح وتعدیل کر سکتے تھے، احکام فقہیہ پر بڑی نظر تھی اور ایک درجہ کا اجتہاد حاصل تھا، باوجود اس کے نہایت حیرت ہے کہ آپ نے ایک رسالہ منع اشارۂ تشہد میں لکھا ہے"۔

فقہ وحدیث میں آپ کے بہت سے رسائل ہیں اور اپنے جد امجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے مدافعت میں بھی رسائل لکھے ہیں، مثلاً القول الفاصل بین الحق والباطل او کشف الغطاء عن وجوہ الخطا، نیز رسالہ حرمت غناء، رسالہ عقائد رسالہ فی الحقیقۃ المحمدیہ، حاشیہ حاشیۂ عبدالحکیم علی الخیالی وغیرہ لکھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۶۰-شیخ عنایت اللہ شال کشمیری حنفیؒ م ۱۱۲۵ھ

بڑے محدث، فقیہ، متقی، متورع اور جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل اپنے وقت کے اکابر شیوخ سے کی ہمیشہ علوم حدیث، تفسیر وفقہ وغیرہ کا درس دیتے تھے، خصوصیت سے درس بخاری شریف کی محدثانہ تحقیق کے لحاظ سے بے نظیر شہرت ہوئی۔
نقل ہے کہ ۳۶ دفعہ مکمل بخاری شریف کو پوری تحقیق سے پڑھایا حدیث اور اس کے طرق اسانید کی واقفیت آپ کو بدرجۂ کمال حاصل تھی، مثنوی مولانا روم کو بھی پڑھنے پڑھانے کے نہایت دلدادہ تھے، علوم باطن میں مشائخ وقت سے خرقہائے خلافت حاصل کئے، تمام عمر درس ووعظ میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۶۱-الشیخ العلامۃ احمد بن ابی سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق صدیقی حنفیؒ م ۱۱۳۰ھ

مشہور محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول "ملا جیون" کے نام سے زیادہ معروف، شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے استاذ محترم تھے، نسباً حضرت ابوبکر صدیقؓ سے متصل اور قصبہ امیٹھی کے ساکن تھے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر تحصیل علوم وفنون میں مشغول ہوئے، قوت حافظہ بے نظیر تھی جو کتابیں دیکھتے تھے، یاد ہو جاتی تھیں، اکثر درسی کتابیں شیخ محمد صادق ترکی سے اور کچھ مولانا لطف اللہ صاحب

جہاں آبادی سے پڑھیں، فراغت کے بعد مسند صدارت تدریس کو زینت بخشی اور اپنے وطن میں پڑھاتے رہے، چالیس سال کی عمر میں اجمیر شریف ہو کر دہلی پہنچے، وہاں بھی کافی مدت اقامت کی، درس وافادہ کرتے رہے، ۵۵ سال کی عمر میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، وہاں بھی ایک مدت اقامت کی، وہاں کی برکات ظاہری و باطنی سے دل بھر کر سیرابی کی، ۴، ۵ سال بعد واپس ہو کر بلاد دکن میں سلطان عالمگیر کے ساتھ ۶ سال گزارے، ۱۱۱۲ھ میں پھر حرمین شریفین حاضری دی، ایک سال اپنے والد ماجد کی طرف سے، دوسرے سال والدہ ماجدہ کی جانب سے بھی مناسک حج ادا کئے اور صحیحین کا درس نہایت تحقیق واتقان کے ساتھ بغیر مراجعت کتب وشروح دیا، پھر ۱۱۱۶ھ میں ہندوستان واپس ہو کر اپنے وطن میں دو سال قیام کیا، اس زمانہ میں طریق سلوک وتصوف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی اور حضرت شیخ یٰسین بن عبدالرزاق قادریؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، پھر اپنے اصحاب ومریدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے، قیام فرما کر درس وافادہ میں مشغول ہوئے۔

شاہ عالم بن عالمگیر بلاد دکن سے لوٹے تو آپ نے اجمیر جا کر ان کا استقبال کیا، ان کے ساتھ لاہور گئے، وہاں بھی ایک مدت گزاری، شاہ عالم کی وفات پر دہلی واپس ہوئے اور وفات تک دہلی میں مقیم رہے، شاہ فرخ سیر نے بھی آپ کی بڑی قدر ومنزلت کی۔

علاوہ افادۂ علوم ظاہری وکمالات باطنی ہر وقت لوگوں کی دنیوی ضرورتوں میں بھی امداد فرماتے تھے اور امراء وسلاطین کے یہاں ان کے لئے سفارش کرتے تھے، باوجود کبرسنی کے بھی عوام سے رابطہ اور درس وافادہ کا مشغلہ آخر وقت تک قائم رکھا۔

آپ کی تصانیف نہایت مشہور ومقبول ہوئیں، جن میں چند یہ ہیں: تفسیر احمدی، جو آپ کے ابتدائی دور کی تصنیف ہے (اس کو آپ نے ۱۰۶۴ تا ۱۰۶۹ھ پورا کیا، نور الانوار فی شرح المنار (یہ کتاب مدینہ منورہ کے قیام میں صرف دو ماہ کے اندر لکھی، السوانح (یہ لوائح جامی کے طرز پر ہے جس کو آپ نے دوسرے سفر حجاز میں تصنیف کیا، مناقب الاولیاء (آخری زمانہ قیام امیٹھی میں تصنیف کی، اس کا تتمہ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالقادر نے لکھا، آداب احمدی (سیر وسلوک میں ابتداء عمر میں لکھی) آپ کی وفات دہلی میں ہوئی وہیں دفن ہوئے تھے، مگر پچاس روز کے بعد آپ کو امیٹھی لے کر آپ کے مدرسہ میں دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۶۲- الشیخ الامام العلامۃ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالہادی سندی حنفیؒ م ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۹ھ

جلیل القدر محدث وفقیہ، شیخ ابوالحسن سندی کبیر کے نام سے مشہور ہوئے، پہلے اپنے بلاد سندھ کے علماء ومشائخ سے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی پھر مدینہ طیبہ کو ہجرت کی اور وہاں کے اجلہ شیوخ سے استفادہ کیا، حرم شریف نبوی میں درس حدیث دیتے تھے، علم وفضل وذکاء وصلاح میں بڑی شہرت پائی، نہایت نافع تالیفات کیں، مثلاً حواشی صحاح ستہ، حاشیہ مسند امام احمد، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ جمع الجوامع شرح اذکار الامام النووی وغیرہ۔

سلک الدرر اور تاریخ جبرتی میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے جنازہ کو امراء وحکام نے اٹھا کر مسجد نبوی میں پہنچایا اور تمام ساکنان مدینہ پاک نے اظہار غم والم کیا، بازار بند ہوئے، بے شمار لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ونزہۃ الخواطر ص ۵، ۶)

۳۶۳- شیخ کلیم اللہ بن نور اللہ بن محمد صالح المہندس صدیقی جہاں آبادی حنفی، م ۱۱۴۰ھ

کبار مشائخ چشت میں سے بڑے محدث وعلامۂ وقت تھے، اول علماء دہلی سے تحصیل علوم وفنون کی، پھر حجاز تشریف لے گئے اور ایک مدت طویلہ وہاں رہ کر استفادہ تکمیل وعلوم ظاہری کے ساتھ طریقہ چشتیہ شیخ یحییٰ بن محمود گجراتی مدنی سے طریقہ نقشبندیہ میر محترم سے (جن کا سلسلہ خواجہ عبیداللہ احرار سے متصل تھا) اور طریقہ قادریہ شیخ محمد غیاث کے سلسلہ سے حاصل کیا، پھر ہندوستان واپس ہو کر دہلی میں قیام کر کے

درس وافادہ میں مشغول ہوئے۔

آپ کی تصانیف قیمہ یہ ہیں: تفسیر قرآن مجید، کشکول، المرقع فی الرقی، التکسیر، سواء السبیل، العشرۃ الکاملہ، کتاب الرد علی الشیعہ، مجموعۃ المکاتیب، شرح قانون الشیخ الرئیس وغیرہ، بڑے متوکل وزاہد تھے، سلاطین وامراء کے ہدایا وتحائف سے سخت اجتناب کرتے تھے، اپنا ذاتی مکان جو بڑی حیثیت کا تھا کرایہ پر دے دیا تھا اس کی آمدنی سے گزر اوقات کرتے تھے، معمولی کرایہ کا مکان لے کر رہائش کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۶۴-شیخ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر السندی المدنی حنفیؒ م ۱۱۴۰ھ

بڑے محدث جلیل القدر تھے، پہلے اپنے بلاد سندھ کے علماء ومشائخ سے علوم کی تحصیل کی، پھر حجاز جا کر حج وزیارت سے مشرف ہوئے، مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاء) میں سکونت اختیار کی، شیخ حسن بن علی عجمی سے صحاح ستہ پڑھیں، شیخ محمد سعید کوکنی قرشی نقشبندی اور شیخ احمد البناء سے بھی اجازت حاصل کی۔

تمام عمر درس علوم وافادۂ کمالات میں مشغول رہے، صدق وصلاح، تقویٰ وطہارت کا پیکر مجسم تھے، حنفی المسلک، نقشبندی الطریقہ تھے، جامع ترمذی کی عربی میں بہترین شرح لکھی جس کی ابتداء اس طرح کی: **الحمد لله الذی شید ارکان الدین الحنیفی بکتابه المبین الخ** درمختار پر بھی بہت گرانقدر حاشیہ لکھا۔

آپ سے مدینہ طیبہ کے بکثرت علماء وکبار محدثین نے حدیث پڑھی، مثلاً شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالکریم انصاری مدنی، شیخ عبداللہ بن ابراہیم البری مدنی، شیخ محمد بن علی الشروانی مدنی، شیخ یوسف بن عبدالکریم مدنی وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تکملۂ تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۹ ونزہۃ الخواطر ص ۱۴۳ ج ۶)

۳۶۵-شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفیؒ م ۱۱۴۳ھ

محدث وفقیہ فاضل تھے، علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے بلاد کے اکابر وعلماء، ومشائخ سے کی اور آپ کے فیض علم سے بکثرت علماء ومشائخ مستفید ہوئے، کتاب ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث، کتاب نہایۃ المراد شرح ہدیۃ ابن العماد، خلاصۃ التحقیق فی مسائل التقلید والتدقیق، اللؤلؤ المکنون فی الاخبار عما سیکون، غایۃ الوجازہ فی تکرار الصلوٰۃ علی الجنازہ وغیرہ تصنیف کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث اردو ص ۲۳۴ وحدائق الحنفیہ)

۳۶۶-شیخ محمد افضل بن الشیخ محمد معصوم بن الامام الربانی قدس سرہ حنفیؒ م ۱۱۴۶ھ

محدث ثقہ، فاضل متبحر فی العلوم، اولیائے کبار سے تھے، حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ محمد سعید سرہندی خلیفہ شیخ احمد سعید سے علم ظاہر و باطن حاصل کیا، پھر حرمین شریفین حاضر ہو کر شیخ سالم بن عبداللہ البصری مکی کی صحبت میں رہے، اور استفادہ کیا، شیخ حجۃ اللہ نقشبندی سے بھی دس سال تک اکتساب فیوض وبرکات کیا تھا۔

حجاز سے واپس ہو کر دہلی میں سکونت اختیار کی، مدرسہ غازی الدین خان میں درس علوم دیا، آپ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حضرت مرزا صاحب جان جاناںؒ، شیخ گدا علی اور دوسرے بہت سے علماء نے حدیث حاصل کی، حضرت شیخ المشائخ مولانا غلام علی صاحبؒ نقشبندی قدس سرہ نے ''مقامات مظہریہ'' میں تحریر فرمایا کہ:

آپ "حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہ کی خدمت میں بارہ سال رہے، پھر حرمین شریفین میں شیخ سالم سے استفادہ کیا، واپس ہو کر دہلی صدارت علم کی اور نہایت قناعت وعفاف کے ساتھ زندگی بسر کی، آپ کی خدمت میں جتنے روپے پیش کئے جاتے تھے، ان سے علمی کتابیں خرید کر طلبہ کے لئے وقف فرمادیتے تھے، ایک دفعہ پندرہ ہزار کی رقم خطیر آئی تو اس کو بھی اسی طرح صرف کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق نفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۶۷-شیخ تاج الدین قلعی بن قاضی عبدالحسن حنفیؒ م ۱۱۴۸ھ

جلیل القدر محدث اور فقیہ فاضل مفتی مکہ معظمہ تھے، بہت سے مشائخ حدیث کی خدمت میں رہے اور سب نے آپ کو اجازت دی، لیکن زیادہ استفادہ آپ نے شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے کیا، آپ نے کتب حدیث کو بحث وتنقیح کے ساتھ ان سے پڑھا اور صحیحین کو بھی محدث عجیمی سے اسی طرح پڑھا، ان کے علاوہ شیخ صالح زنجانی، شیخ احمد نخلی اور شیخ احمد قطان وغیرہ سے فقہ وحدیث میں استفادہ کیا، شیخ ابراہیم کردی سے احادیث خصوصاً حدیث مسلسل بالاولیہ کی اجازت حاصل کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے "انسان العین" میں لکھا ہے کہ جب آپ صحیح بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے تو میں بھی کئی دن تک درس میں حاضر ہوا اور آپ سے کتب صحاح ستہ موطأ امام مالک، مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد کو کہیں کہیں سے سنا اور آپ سے سب کتابوں کی اجازت حاصل کی اور جب ۱۱۴۳ھ میں "زیارت نبوی" سے واپس ہوا تو سب سے پہلے آپ ہی سے حدیث مسلسل بالاولیہ کو بروایت شیخ ابراہیم سنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۶۸-شیخ محمد بن احمد عقیلہ مکی حنفیؒ م ۱۱۵۰ھ

مشہور محدث ہیں، محدث عجیمی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ کی گرانقدر تصانیف آپ کی جلالت قدر پر شاہد ہیں، مثلاً المسلسلات عدۃ اثبات، الدرر المنظوم (۵ مجلدات میں تفسیر القرآن بالماثور، الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن (جس میں "اتقان" کی تہذیب کی ہے اور بہت سے علوم قرآن کا اضافہ کیا ہے، آپ کی اکثر مؤلفات استنبول کے مکتبہ علی باشا الحکیم میں موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ)

۳۶۹-الشیخ الامام العلامہ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی حنفیؒ م ۱۱۵۵ھ

بڑے محدث اور ہندوستان کے ارباب فضل وکمال واساتذہ مشہورین میں سے جامع معقول ومنقول بحر ذخار علوم تھے، بچپن ہی سے علم کا شوق بے نہایت تھا، گلستان سعدی اپنی والدہ ماجدہ سے سات روز میں پڑھی، کتب درسیہ مولانا احمد بن سلیمان گجراتی اور فریدالدین صاحب احمد آبادی سے پڑھی، حدیث شیخ محمد بن جعفر حسینی بخاری سے پڑھی اور انہی سے طریقہ سلوک میں بھی استفادہ کیا، تمام کمالات و فضائل اور کثرت درس افادہ میں بے نظیر شخصیت کے مالک ہوئے۔

آپ کے خاص عقیدت مند اکرم الدین گجراتی نے آپ کے درس وافادہ کے لئے ایک مدرسہ احمد آباد میں تعمیر کرایا جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ صرف کیا اور طلبہ کے مصارف کے لئے کئی دیہات بھی وقف کئے۔

شیخ موصوف نہایت متوکل، متورع، زاہد وعابد تھے، شب میں دوبار اٹھ کر نوافل پڑھتے تھے، اور ہر بار سونے سے قبل ایک ہزار بار تہلیل کرتے اور ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے، امراء وسلاطین کے ہدایا، تحائف اور روزینوں سے سخت اجتناب کرتے تھے، آپ کی تصانیف قیمہ یہ ہیں: تفسیر کلام اللہ، حاشیہ تفسیر بیضاوی، نورالقاری، شرح صحیح البخاری، شرح الوقایہ، حاشیہ شرح مواقف، حل المعاقد، حاشیۂ شرح المقاصد، شرح فصوص الحکم، حاشیہ شرح المطالع، حاشیۂ تلویح، حاشیہ عضدی، المعول حاشیہ المطلول، شرح تہذیب، المنطق (جو آپ کی

تمام تصانیف میں سے زیادہ ادق ہے) وغیرہ، آپ کی سب چھوٹی بڑی تصانیف تقریباً ڈیڑھ سو ہیں، ۹۱ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۷۰-الشیخ الامام المحدث صفۃ اللہ بن مدینۃ اللہ بن زین العابدین حنفیؒ م ۱۱۶۱ھ

خیرآباد کے علماء ومحدثین میں سے جلیل القدر عالم ربانی، کتب درسیہ شیخ قطب الدین سے پڑھیں، پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے اور کئی سال وہاں قیام فرما کر شیخ ابو طاہر مربن ابراہیم کردی مدنی سے حدیث حاصل کی اور وطن واپس آکر منطق وفلسفہ کا درس قطعاً نہیں دیا، بلکہ صرف حدیث وتفسیر کا درس اختیار کیا، بہت سے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۷۱-الشیخ العلام محمد معین بن محمد امین بن طالب اللہ سندیؒ م ۱۱۶۱ھ

حدیث، کلام وعربیۃ کے بڑے فاضل جلیل تھے، شیخ عنایۃ اللہ سندی سے تحصیل علم کی، پھر دہلی جاکر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ سے تکمیل کی، اپنے وطن واپس ہوکر طریقت میں شیخ ابوالقاسم نقشبندی سے استفادہ کیا اور حضرت علامہ سید عبداللطیف کی خدمت میں رہ کر فیوض کثیرہ علم ومعرفت کے حاصل کئے، نہایت ذکی وفہیم، حدیث وکلام کے ماہر تھے، بہت اچھے شاعر تھے، وجد وسماع اور نغموں سے دل کو خاص لگاؤ تھا، حتیٰ کے حالت وجد وسماع ہی میں وفات بھی ہوئی، آپ کا میلان شیعیت اور عدم تقلید کی طرف بھی تھا۔

حضرت علامہ شیخ محمد ہاشم سندی سے علمی میدان میں مقابلے مباحثے رہے ہیں، آپ کی نہایت مشہور تصنیف "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" ہے جو پہلے لاہور سے چھپی تھی اور اب "لجنۃ احیاء الادب السندی" کراچی سے نہایت عمدہ ٹائپ سے حضرت العلامہ عبدالرشید نعمانی دام فیضہم کی نہایت مفید تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے اس میں بارہ دراسات ہیں جن میں نہایت قیمتی حدیثی فقہی ابحاث ہیں، ایک دراسہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر بھی رد کیا ہے ایک میں تقلید کی اس صورت کو حرام کہا ہے کہ حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی امام کا قول مخالف اختیار کیا جائے اور یہ بیشک صحیح ہے، نہ اس قسم کی تقلید مقلدین آئمہ اربعہ کرتے ہیں ایک دراسہ میں بتلایا ہے کہ اگر اجماع کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو کیا کیا جائے، ایک میں بتلایا کہ اگر اقوال آئمہ اربعہ کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو کیا کیا جائے، ایک دراسہ میں ظاہریہ اور اسباب ظواہر کا فرق دکھلایا ہے، دسویں دراسہ میں بتلایا کہ متفق علیہ احادیث مفید ظن ہیں یا مفید قطعیت، گیارہویں دراسہ میں اس قول کا رد کیا کہ احادیث صحیحین کے برابر غیر صحیحین کی احادیث نہیں ہوسکتیں، بارہوین دراسہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے مذہب کے بارے میں نہایت ادب کا معاملہ کرنے پر زور دیا ہے (اور جو کچھ ان پر جرح کی گئی ہے اس کا بڑی شدت سے رد کیا ہے، امام اعظم کے قول کو دوسرے تابعین کے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے بہت بڑے مخالف تھے ان پر سختی سے رد کرتے ہیں اور علامہ ابن قیم کے مداح ہیں۔

دراسات اللبیب کے جن مقامات میں آپ سے اغلاط ومسامحات ہوئے ہیں ان کی تصحیح ونقد کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے مولانا نعمانی نے تعلیقات میں انجام دیا ہے، اور ان کا مستقل رد علامہ مخدوم عبداللطیف سندیؒ نے "ذب ذبابات الدراسات" کے نام سے لکھا تھا، جس کی جلد اول ضخیم لجنہ مذکور سے شائع ہوگئی ہے، اور دوسری زیر طبع ہے، اہل علم کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری ومفید ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وکلمۃ عن الدراسات للشیخ عبدالرشید نعمانی وغیرہ)

۳۷۲-الشیخ الامام المحدث محمد حیات بن ابراہیم سندی مدنی حنفیؒ متوفی ۱۱۶۳ھ

بڑے محدث شہیر، عالم کبیر تھے، ابتداء میں علوم کی تحصیل شیخ محمد معین سندی سے کی، پھر حرمین شریفین حاضر ہوکر مدینہ طیبہ میں سکونت

کی اور شیخ کبیر الحسن سندھی مدنی حنفی کی خدمت وصحبت میں رہ پڑے، ان سے علوم حدیث وغیرہ کی تکمیل کی اوران کی وفات پر ۲۴ سال تک ان کی جانشینی کی، آپ کو شیخ عبداللہ بن سالم بصری مکی، شیخ، ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی اور شیخ حسن بن علی عجیمی وغیرہم نے بھی اجازت حدیث دی اور آپ سے بکثرت مشاہیر علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، تصانیف یہ ہیں۔

تحفۃ الامام فی العمل بحدیث النبی علیہ السلام، رسالۃ فی النھی عن عشق صور المردد و النسوان، الایقاف علی اسباب، الاختلاف رسالۃ فی ابطال الضرائح وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۰۱ ج ۶)

۳۷۳-الشیخ الامام العلامہ عبداللہ بن محمد الاماسی حنفیؒ م ۱۱۶۷ھ

مشہور محدث تھے، آپ نے بخاری شریف کی شرح ''نجاح القاری فی شرح البخاری'' ۳۰ جلدوں میں، مسلم شریف کی شرح ''غایۃ المنعم بشرح صحیح مسلم'' ۷ جلدوں میں لکھی تھی، شرح مسلم نصف تک پہنچی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۷۴-شیخ عبدالولی ترکستانی کشمیری حنفیؒ م ۱۱۷۱ھ

بڑے علامہ محدث اور ولی کامل تھے، اپنے وطن طرحان (ترکستان) سے مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور ادا مناسک حج کے بعد مدینہ منور حاضر ہوئے وہاں مدرسہ دارالشفاء میں حضرت شیخ ابوالحسن سندی حنفی شارح صحاح ستہ کے حلقۂ درس حدیث سے استفادہ کیا، اوران سے اجازت لے کر کشمیر تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کی، درس وارشاد میں مشغول رہے، شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کشمیری اور دوسرے بہت سے علماء صلحاء نے آپ سے علوم کی تحصیل کی۔

آپ کو شہزادۂ بلخ کی تہمت میں شہید کیا گیا، نقل ہے کہ آپ کا سرتن سے جدا ہو گیا تھا، مگر تمام رات اس سے ذکر اللہ کی آواز آتی رہی، صبح کے وقت خاموش ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۷۵-الشیخ العلامۃ المحدث محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن سندی حنفیؒ م ۱۱۷۴ھ

مشہور محدث وفقیہ عالم عربیت تھے، اول علوم کی تحصیل اپنے وطن میں شیخ ضیاء الدین سندی سے کی، پھر حجاز پہنچے حج وزیارت سے فارغ ہو کر شیخ عبدالقادر مکی مفتی احناف مکہ معظمہ سے حدیث وفقہ کی تکمیل کی اور صاحب کمالات باہرہ ہوئے، مسند درس وافتاء سنبھالی اور تصانیف قیمہ کیں، شیخ محمد معین صاحب دراسات سے آپ کے مباحثات ومناظرات رہے ہیں۔ تصانیف یہ ہیں:

ترتیب صحیح البخاری علی ترتیب الصحابہ، کشف الرین فی مسئل رفع الدین (اس میں آپ نے ثابت کیا کہ احادیث منع مقبول صحیح ہیں) کتاب فی فرائض الاسلام، حیاۃ القلوب فی زیادہ المحبوب، بذل القوۃ فی سنی النبوۃ، جنۃ النعیم فی فضائل القرآن الکریم، فاکہۃ البستان، فی تنقیح الحلال والحرام وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۶۳ ج ۶)

۳۷۶-الشیخ العلامۃ محمد بن الحسن المعروف بہ ''ابن ہمات'' حنفیؒ م ۱۱۷۵ھ

جلیل القدر محدث وفقیہ تھے، تخریج احادیث کی طرف زیادہ توجہ فرمائی چنانچہ آپ نے احادیث بیضاوی شریف کی تخریج کی جس کا نام ''تحفۃ الراوی فی تخریج احادیث البیضاوی'' رکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۷۷-الشیخ الامام حجۃ الاسلام الشاہ ولی اللہ احمد بن الشاہ عبدالرحیم الدہلوی حنفیؒ م ۱۱۷۶ھ

ہندوستان کے مایہ ناز مشہور ومعروف محدث جلیل وفقیہ نبیل، جامع معقول ومنقول تھے، آپ نے علوم کی تحصیل وتکمیل اپنے والد ماجد

سے کی دس سال کی عمر کافیہ کی شرح لکھنی شروع کی، ۱۴ سال کی عمر میں نکاح کیا، اسی عمر میں حضرت والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور علوم وفنون کی تکمیل میں لگے، حتیٰ کے ۲۵ سال کی عمر میں مکمل فراغت حاصل کی، اثناء تحصیل میں اپنے زمانہ کے امام حدیث، شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں آتے جاتے رہے اور علوم وحدیث میں ان سے استفادہ کیا پھر تقریباً بارہ سال تک درس کا مشغلہ رکھا، ۱۱۴۳ھ میں شیخ عبیداللہ بارہوی اور شیخ محمد عاشق وغیرہ کی معیت میں حرمین شریفین حاضر ہوئے۔

وہاں دو سال قیام فرمایا اور وہاں کے علماء کبار ومشائخ سے استفادہ کیا، خصوصیت سے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی شافعی کی خدمت میں رہ کر حدیث پڑھی اور ان کے خاص خیالات ونظریات سے بھی متاثر ہوئے۔

علامہ محقق کوثری حنفی کا خیال ہے کہ آپ کے ابتدائی نظریات وتحقیقات میں شیخ موصوف ہی کے صحبت کے اثرات ہیں، جو رفتہ رفتہ اعتدال کی طرف آئے اور فیوض الحرمین آپ نے پوری صراحت کے ساتھ اعلان فرمادیا کہ ''اوفق الطرق بالسنۃ الصحیحہ ، طریقہ انیقہ مذہب حنفی ہی ہے''۔ جس سے معاندین مذہب حنفی کی وہ تمام مساعی مشؤمیہ خاک میں مل گئیں جو الانصاف، عقد الجید اور حجۃ اللہ وغیرہ کی بعض عبارتوں کی بنیاد پر کی گئی تھیں۔

علامہ کوثریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کا اصول مذاہب ائمہ مجتہدین کے بارے میں یہ فرمانا کہ وہ متاخرین کے ساختہ پرداختہ ہیں متقدمین سے منقول نہیں واقعہ کے خلاف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کے مطالعہ میں وہ کتب متقدمین نہیں ہیں جن میں اصول مذاہب کی نقل آئمہ متقدمین سے موجود ہے، مثلاً شیخ عیسیٰ بن ابان کی ''الحج الکبیر'' اور ''الحج الصغیر''، ابوبکر رازی کی ''الفصول فی الاصول'' علامہ اتقانی کی ''الشامل'' اسی طرح شروح کتب ظاہرہ الروایۃ وغیرہ کہ ان سب میں وہ اصول مذہب مذکور ہیں جو خود ہمارے ائمہ سے منقول ہیں، علامہ کوثری نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس طریق فکر پر بھی نقد کیا ہے کہ در بارۂ احکام وفروع صرف متون احادیث کو پیش نظر رکھا جائے اور ان کی اسانید پر نظر نہ کی جائے کوثری صاحب فرماتے ہیں کہ اہل علم کسی وقت بھی اسانید حدیث سے قطع نظر نہیں کرسکے اور نہ کرسکتے ہیں، حتیٰ کے صحیحین کی اسانید پر بھی نظر ضروری ہے چہ جائیکہ دوسری کتاب صحاح اور کتب سنن وغیرہ اور جب در بارۂ احتجاج فی الفروع اسانید میں نظر ضروری ہے تو باب اعتقاد میں بدرجۂ اولیٰ اس کی ضرورت واہمیت ہے۔

اسی طرح علامہ کوثری نے حضرت شاہ صاحبؒ کی اور بھی کئی باتوں پر تنقید کی ہے جو ''حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی'' کے آخر میں ص ۹۵ تا ص ۹۹ شائع ہوئی ہے، ہم جانتے ہیں کہ علامہ کوثریؒ حضرت شاہ صاحب کے بہت بڑے مداح بھی ہیں اور آپ کے علم و فضل، کمالات اور گرانقدر علمی، اصلاحی خدمات کے بھی ہماری طرح معترف ہیں، اس لئے ان کے نقد کو کسی غلط جذبہ پر محمول نہیں کرسکتے، اکابر اہل علم خود فیصلہ کریں گے کہ کس کی تحقیق کہاں تک درست ہے۔

ہم نے محدث ابوبکر بن ابی شیبہ کے حالات میں لکھا تھا کہ امام اعظمؒ کے بارے میں ان کے نقد کا ہم پوری فراخدلی سے استقبال کرتے ہیں کیونکہ ہم امام صاحب کو انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں مانتے، لیکن تنقید کے لئے ہماری شرط اول یہ ضرور ہے کہ پوری بصیرت سے حسن نیت کے ساتھ اور بے شائبہ تعصب ہو، انبیاء علیہم السلام کی طرح دوسروں کو معیار حق نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے ہر قول وفعل کو حق سمجھنا ضروری ہو البتہ مجموعی حیثیت سے حق پر بہت سوں کو کہا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب خود مقلد اور حنفی تھے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے، یہ تحریر خدا بخش لائبریری میں صحیح بخاری کے ایک نسخہ پر ہے جو حضرت شاہ صاحب کے درس میں رہی ہے، اس میں آپ کے ایک تلمیذ محمد بن پیر محمد بن الشیخ ابی الفتح نے پڑھا ہے، تلمیذ مذکور نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے، جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنی سند امام بخاری تک لکھ کر تلمیذ مذکور کے لئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات لکھے۔

العمری نسباً، الدہلوی وطناً، الاشعری عقیدۃ، الصوفی طریقۃً، الحنفی عملاً، والحنفی والشافعی تدریساً، خادم التفسیر والحدیث والفقہ والعربیۃ والکلام.........۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ نے یہ عبارت لکھی کہ ''بیشک یہ تحریر بالا میرے والد محترم کے قلم سے لکھی ہوئی ہے'' اسی نسخہ مذکورہ پر ایک اور تحریر بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان شاہ عالم نے ایک عالم محمد ناصح کو مامور کیا تھا کہ نسخہ مذکورہ کو اول سے آخر تک حرکات لگا کر مشکل کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دوسرے صحیح نسخہ سے اس کا مقابلہ کر کے تصحیح بھی کی، تحریر مذکور کو راقم الحروف نے ''الخیر الکثیر'' کے مقدمہ عربیہ میں بھی نقل کر دیا تھا، جو مجلس علمی ڈابھیل سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی تھی۔

تقلید کی ضرورت پر بحث فرماتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ بالغہ ص ۱۵۴ ج ۱ میں تصریح فرمائی ہے کہ مذاہب اربعہ کی تقلید کے جواز پر کل امت مرحومہ یا اس کے معتمد حضرات کا اجتماع ہو چکا ہے، اور تقلید ائمہ اربعہ میں کھلی مصالح شرعیہ موجود ہیں، خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہمتیں کوتاہ ہیں، ہوائے نفسانی کا غلبہ ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح دیتا ہے۔

پھر تحریر فرمایا کہ ابن حزم نے جو تقلید کو حرام کہا ہے وہ صرف ان لوگوں کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں اور احادیث رسول اکرم ﷺ کا علم پورا پورا رکھتے ہوں، ناسخ و منسوخ سے واقف ہوں وغیرہ، یا ان جاہل لوگوں کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو کسی کی تقلید اس عقیدہ سے کرتے ہوں کہ اس شخص سے کوئی غلطی وخطا ممکن ہی نہیں اور وہ اس کی تقلید کسی مسئلہ میں بھی چھوڑنے پر تیار نہ ہوں، خواہ اس کے خلاف بڑی سے بڑی دلیل بھی ثابت ہو جائے، یا ان لوگوں کے حق میں صحیح ہے جو مثلاً حنفی ہونے کی وجہ سے کسی شافعی سے تحقیق مسائل جائز نہ سمجھتا ہو یا برعکس یا حنفی شافعی امام کے پیچھے اقداء کو جائز نہ سمجھتا ہو یا برعکس، لیکن تقلید کو اس شخص کے حق میں نادرست نہیں کہہ سکتے جو دینی امور کا ماخذ نبی اکرم ﷺ کے اقوال کو سمجھتا ہو اور حلال و حرام صرف ان ہی چیزوں کو سمجھتا ہو جن کو خدا اور رسول خدا ﷺ نے حلال و حرام کیا ہے، پھر اگر ایسا شخص بے علمی کی وجہ سے کسی عالم دین وتبع سنت سمجھ کر اتباع کرے اور غلطی کے وقت صحیح بات کو تسلیم کرنے کے لئے بھی ہر وقت تیار ہو تو ایسے شخص کی تقلید پر نکیر کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ افتاء و استفتاء کا طریقہ عہد نبوت سے اب تک برابر چلا آرہا ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ ہم کسی فقیہ کو موحیٰ الیہ یا معصوم نہ سمجھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تخریج علی کلام الفقہاء اور تتبع الفاظ حدیث کے اصول پر بحث کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قاعدہ مستخرجۂ امام کی وجہ سے کسی حدیث کا رد کر دینا مناسب نہیں جس طرح حدیث مصراۃ کو رد کر دیا گیا کیونکہ حدیث کی رعایت کسی قاعدۂ مستخرجۂ کے مقابلہ میں زیادہ ضروری ہے۔

یہاں رد حدیث مصراۃ سے حضرت شاہ صاحبؒ کا روئے سخن چونکہ حنفیہ کی طرف ہے، اس لئے اس کے جواب کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ (علامہ کشمیریؒ) نے درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا تھا کہ مسئلہ مصراۃ میں حدیث ابی ہریرۃؓ کے ترک کر دینے کا طعنہ ہمیشہ حنفیہ کو دیا گیا ہے اور ان کے خلاف یہ بہت بڑا الزام ہے، پھر فرمایا کہ امام طحاوی وغیرہ احناف نے جو جوابات دیئے ہیں وہ مجھے اپنے مذاق پر پسند نہیں ہیں، میرے نزدیک جواب یہ ہے کہ حدیث مذکور ہمارے مسلک کے خلاف نہیں ہے نہ ہم نے اس کو ترک کیا، کیونکہ فتح القدیر کے باب الاقالہ میں یہ تفصیل ہے کہ خرید وفروخت میں دھوکہ وفریب کبھی قولی ہوتا ہے اور کبھی فعلی، پس اگر قولی ہو تو اقالہ ذریعہ قضاء قاضی واجب ہوگا اور اگر فعلی ہو تو دیانۃً اقالہ واجب ہوگا، کیونکہ ایسے دھوکے پوشیدہ ہوتے ہیں، اور قضاء قاضی ظاہری امور پر چلتی ہے، لہذا تصریہ کی صورت میں بھی قضاءً تو اقالہ نہ ہوگا، مگر دیانۃً ضروری ہے اور صاع تمر کا دینا ضمان نہیں ہے، بلکہ بطور مروت وحسن معاشرت ہے، کیونکہ مشتری نے دودھ کا فائدہ حاصل کیا ہے''۔ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے قضاء ودیانت کے فرق کی کچھ اور مثالیں بھی اس موقع

پر ذکر فرمائیں جن کی تفصیل ان شاء اللہ انوار الباری میں اپنے موقع پر ذکر کی جائے گی۔

یہاں مختصراً یہ دکھلانا تھا کہ احناف پر ایسے بڑوں کے بڑے الزامات واعتراضات بھی زیادہ وزن دار پانا قابل جواب نہیں ہیں لیکن ان کے لئے حضرت علامہ کشمیری ایسے کملاء وحذاق محدثین احناف کی ضرورت ہے۔ **کثر الله امثالهم و نفعنا بعلومهم آمین۔**

آپ کی تصانیف جلیلہ قیمہ بہت ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں: **فتح الرحمن فی ترجمة القرآن، الزهراوين** ،(تفسیر سورہ بقرہ وآل عمران) **الفوز الكبير في اصول التفسير، تاويل الاحاديث المصطفى في شرح الموطأ، المسوى شرح الموطا، شرح تراجم ابواب البخاری**، انسان العین فی مشائخ الحرمین حجۃ اللہ البالغہ (اصول دین واسرار شریعت پر بے نظیر جامع کتاب ہے) اس سے پہلے امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں شیخ عزالدین عبدالسلام مقدسی نے ''القواعد الکبریٰ'' میں شیخ اکبر نے ''فتوحات مکیہ'' میں شیخ ابن العربی نے ''الکبریت الاحمر'' شیخ صدرالدین قونوی نے اپنی تالیفات میں شیخ عبدالوہاب شعرانی نے ''المیزان'' میں بھی علم اسرار شریعت اور علم حقائق ومعارف کا بہترین مواد جمع کیا تھا، **ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء** (جو اپنے باب میں بے نظیر ہے) **قرة العينين في تفصيل الشيخين، الانصاف في بيان اسباب الاختلاف، عقد الجيد في احكام الجتهاد و التقليد، البدور البازغه، الطاف القدسي، القول الجميل، الانتباه في سلاسل اولياء الله، الهمعات**، اللمعات، السطعات، الہوامع، **شفاء القلوب**، الخیر الکثیر، التفہیمات الٰہیہ، فیوض الحرمین وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق)

۳۷۸- شیخ محمد بن محمد الحسینی الطرابلسی السندروسی حنفیؒ م ۱۱۷۷ھ

بڑے محدث وفقیہ تھے، آپ نے ایک کتاب ''الکشف الالٰہی عن شدید الضعف والموضوع الواہی'' تالیف کی جس میں شدید الضعف، موضوع اور واہی احادیث جمع کیں، حروف معجم کی ترتیب سے اس میں احادیث کو مرتب کیا اور ہر حرف کے ماتحت تین فصول قائم کیں، ہر قسم کو الگ فصل میں لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۲۶)

۳۷۹- الشیخ المحدث المفتی اخوند ملا ابوالوفا کشمیری حنفیؒ م ۱۱۷۹ھ

اکابر فقہا ومحدثین کشمیر میں سے تھے، مولانا محمد اشرف چرخی اور شیخ امان اللہ بن خیرالدین کشمیری سے علوم کی تحصیل کی اور استخراج مسائل فقیہ میں زیادہ شہرت پائی، مفتی کشمیر کے عہدہ پر فائز رہے اور بڑی تحقیق سے مسائل فقہی کو چار جلدوں میں جمع کیا، ایک رسالہ خصائص نبویہ میں ''انوار النبوۃ'' کے نام سے لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۸۰- شیخ ابوالیمن نورالدین عبداللہ اسکداری صوفی حنفیؒ م ۱۱۸۲ھ

اپنے زمانہ کے مشہور محدث وفقیہ اور فاضل محقق تھے، نزیل مدینہ منورہ اور شیخ طائفہ نقشبندیہ تھے، آپ کی تالیفات میں سے مختصر صحیح مسلم وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۸۱- الشیخ الامام المحدث ابوالحسن بن محمد صادق السندی حنفیؒ م ۱۱۸۷ھ

آپ ابوالحسن سندی صغیر کے نام سے مشہور تھے، وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں ساکن ہوئے اور مدت تک شیخ محمد حیات سندی کی خدمت میں رہ کر علوم وکمالات حاصل کئے، پھر اسی بقعۂ مبارکہ میں صدر نشین مسند درس وارشاد ہوئے۔

آپ کی تصانیف سے ''شرح جامع الاصول'' اور ''مختار الاطوار فی اطوار المختار'' زیادہ مشہور ہیں، بڑی کثرت سے علماء ومشائخ نے

استفادہ کیا۔رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔(نزہۃ الخواطر)

۳۸۲-الشیخ المحدث محمد امین ولی اللہی کشمیری دہلوی حنفیؒ م ۱۱۸۷ھ

اجلۂ اصحاب شاہ ولی اللہ سے تھے اور آپ ہی کی نسبت سے مشہور ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے اساتذہ میں ہیں جیسا کہ خود شاہ صاحبؒ نے "عجالۂ نافعہ" میں لکھا ہے، آپ کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بعض رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔(نزہۃ الخواطر)

۳۸۳-شیخ محمد بن احمد بن سالم بن سلیمان النابلسی السفارینی الحنبلیؒ م ۱۱۸۸ھ

مشہور محدث ہیں، آپ نے ثلاثیات مسند امام احمد کی شرح ایک ضخیم جلد میں لکھی جس کا نام نفثات الصدر المکمد بشرح ثلاثیات المسند رکھا ان ثلاثیات کی تعداد ۳۶۳ ہے، صاحب الرسالہ المستطرفہ نے وحدانیت سے عشاریات تک کی تفصیل لکھی ہے جس میں ہر قسم کی روایات مرویہ کتب حدیث کی تعداد لکھی ہے۔

واحدانیات وہ احادیث ہیں جن کی روایت میں راوی اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو اور واحدانیات میں صرف الواحدانیات لابی حنفیہ الامام کا ذکر کیا ہے، جن کو شیخ محدث ابو منشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے ایک جزء میں جمع کیا تھا، پھر ثنائیات میں صرف الثنائیات المالک فی الموطأ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ مسانید امام اعظم وغیرہ میں بھی بکثرت ثنائیات موجود ہیں، پھر ثلاثیات کے ذیل میں صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث کی ثلاثیات کی تعداد لکھی ہے، اس میں بھی امام اعظمؒ کے مسانید وغیرہ کی ثلاثیات کی تعداد کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔(الرسالۃ المستطرفہ ص۸۲)

۳۸۴-الشیخ الامام الحدیث شمس الدین حبیب اللہ مرزا جان جاناں دہلوی حنفیؒ م ۱۱۹۵ھ

جلیل القدر محدث اور عالی مراتب شیخ طریقت تھے، پہلے شیخ نور محمد بدایونی خلیفہ حضرت شیخ سیف الدین (خلیفہ حضرت شیخ محمد معصومؒ) کی خدمت میں ۴ سال رہ کر طریقۂ نقشبندیہ کی تحصیل کی اور شیخ نے آپ کو ولادیت کبریٰ کی بشارت اور ارشاد و تلقین کی اجازت دی، لیکن آپ نے شیخ کی زندگی میں ان سے جدا ہونا پسند نہ کیا بلکہ بعد وفات بھی ان کی قبر مبارک کے قریب ۶ سال گزارے، پھر شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں رہ کر مطولات اور حدیث پڑھی اور ان سے بکثرت استفادہ کیا، پھر مسند درس کو زینت دی اور ایک مدت اس مشغلہ میں گزار کر غلبۂ حال میں ترک درس کر دیا، شیخ سعد اللہ دہلوی کی خدمت میں ۱۲ سال رہے، پھر شیخ محمد عابد سندیؒ کی خدمت میں ۱۱ سال گزارے، ان کی وفات پر پھر مسند درس وارشاد پر بیٹھے، گویا تقریباً ۳۰ سال مشائخ کی صحبت میں رہے اور ۳۵ سال درس وافادہ میں مشغول رہے۔

آپ کی ذکاوت، فطانات، کرامات، مکاشفات، ورع و زہد اور اتباع سنت کے واقعات عجیب وغریب ہیں، عام دعوتوں اور متعارف مجالس صوفیہ سے اجتناب فرماتے تھے، اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا، کرایہ کے مکان میں بسر کی، پکا ہوا کھانا خرید کر تناول فرماتے، کپڑوں کا صرف ایک جوڑا رکھتے تھے، ہدایا و تحائف قبول نہیں کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ رد ہدیہ ضرور ممنوع ہے لیکن قبول ہدیہ بھی واجب نہیں، اکثر لوگ مشتبہ مال سے ہدیہ دیتے ہیں، پھر قبول نہ کرنے پر معترض ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ مولانا غلام علی شاہ صاحب قدس سرہ نے "مقامات مظہریہ" میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان محمد شاہ نے اپنے وزیر قمرالدین خان کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلایا کہ خدا نے مجھ کو بڑا ملک عطا کیا ہے، آپ کو جو ضرورت ہو مجھ سے طلب فرمالیجئے! آپ نے جواب میں فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے متاع الدنیا قلیل پس جب ساری دنیا کے ساز و سامان اور دولت بھی متاع قلیل ہے، تو تمہارے ہاتھ

میں تو صرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا دنیا کا ہے، لہٰذا ہم فقراء اس اقل قلیل کی وجہ سے بادشاہوں کے سامنے نہیں جھک سکتے۔

نظام الملک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تیس ہزار روپے پیش کئے، قبول نہ فرمائے، اس نے کہا آپ کو ضرورت نہیں تو مساکین کو تقسیم کرا دیجئے گا، فرمایا میں تمہارا امین نہیں ہوں، تم چاہو تو یہاں سے باہر جا کر خود تقسیم کر دینا۔

آپ حنفی المسلک تھے، لیکن چند مسائل میں ترک مذہب بھی کیا اور فرماتے تھے کہ کسی حدیث کی قوت کی وجہ سے اگر مذہب پر عمل نہ کیا جائے تو اس سے خروج عن المذہب نہیں ہوتا، تشہد میں اشارۂ مسبحہ بھی کرتے تھے، اور اس بارے میں اپنے شیخ المشائخ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تحقیق کے خلاف کرنے سے بھی باک نہیں کیا، آپ کی تصانیف میں مجموعۂ مکاتیب، دیوان شعر فارسی، خریطۂ جواہر وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۸۵- شیخ غلام علی آزاد بن سید نوع واسطی بلگرامی حنفیؒ م ۱۲۰۰ھ

بڑے محقق عالم، محدث و مورخ تھے، کتب درسیہ علامہ میر طفیل محمد بلگرامی سے پڑھیں اور حدیث، لغت، سیرۃ نبوی و فنون ادب کی تکمیل علامہ محدث میر عبدالجلیل بلگرامی سے کی، نیز اجازت صحاح ستہ وغیرہ شیخ محمد حیات مدنی حنفیؒ سے بھی حاصل ہوئی، آپ کی تصانیف یہ ہیں: ضوء الدراری، شرح صحیح البخاری (کتاب الزکوۃ تک عربی میں) مآثر الکرام تاریخ بلگرام، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، روضۃ الاولیاء، تسلیۃ الفواد فی قصائد آزاد، ید بیضاء تذکرۂ شعراء وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۸۶- العلامۃ المحدث السید ابراہیم بن محمد کمال الدین بن محمد بن حسین دمشقی حنفیؒ

اپنے زمانہ کے علامہ محقق، محدث جلیل تھے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دوسرے اکابر اہل علم و فضل سے کی اور تمام عمر درس و ارشاد میں گزار دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۸۷- الشیخ العلامۃ المحدث فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ بن نور الحق بن الشیخ المحدث الدہلوی حنفیؒ

بڑے محدث و فقیہ تھے، اپنے آباؤ اجداد کی طرح حدیث و فقہ کے درس و تصنیف سے شغل رکھا اور مسلم شریف و حصن حصین کی شرح فارسی میں لکھی، عین العلم بھی آپ کی تصنیف ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۸۸- الشیخ محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالرزاق (الشہیر بہ) مرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی ثم المصری حنفیؒ متوفی ۱۲۰۵ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ، امام لغت، جامع معقول و منقول تھے، ۱۱۴۵ھ بلگرام میں پیدا ہوئے پہلے اپنے شہر کے علماء سے تحصیل کی، پھر سندیلہ خیر آباد پہنچے وہاں سے دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے بھی استفادہ فرمایا، اس کے بعد ۱۱۶۴ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارت سے فارغ ہو کر تکمیل علوم کی ٹھانی، علم حدیث کی طرف خاص توجہ فرمائی، حجاز و مصر وغیرہ کے تقریباً ایک سو علماء و مشائخ سے کمالات کی تحصیل فرمائی اور مذاہب اربعہ کے مشائخ نے آپ کو اجازت درس و تحدیث عطا فرمائی، پھر آپ نے ایک مدت تک زبید میں قیام فرمایا جس سے زبیدی مشہور ہوئے، اس کے بعد مصر تشریف لے گئے، وہاں مسند درس و تصنیف کو زینت دی، بے شمار لوگوں کو علوم و حدیث و تفسیر سے فیضیاب کیا، حتیٰ کے سلطان ترکی عبدالحمید خان اور ان کے وزراء کو بھی ان کی استدعا پر حدیث نبوی پڑھا کر مروجہ اجازت دی، اسی طرح دوسرے ملوک حجاز، ہند، یمن، شام، عراق و ملوک غرب و سوڈان وغیرہ نے بھی آپ سے بذریعہ مکاتبت آپ سے اجازت حدیث طلب کی اور آپ نے اجازت دی۔

جامع ازہر کے علماء وفضلاء نے آپ سے حدیث پڑھنے کی درخواست کی اور آپ نے اس کو منظور فرما کر ہر ہفتہ میں جمعرات اور پیر کا دن درس حدیث کے لئے مقرر فرمایا، اکثر آپ اوائل کتب پڑھا کر اجازت دیتے تھے۔

غرض تیرہویں صدی کے محدثین میں سے آپ کا مقام بہت بلند تھا اور شہرت ومقبولیت بے نظیر حاصل ہوئی، آپ کی تصانیف عالیہ بہت زیادہ ہیں، خصوصاً حدیث وفقہ اور لغت کی نادر روزگار تالیفات ہیں، چنانچہ لغت میں تاج العروس شرح قاموس (۱۰ مجلدات کبیر میں) نہایت مشہور، مقبول ومعتمد بے نظیر کتاب ہے، اس کے علاوہ حدیث، فقہ وغیرہ کی تالیفات یہ ہیں:

عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذاہب الامام ابی حنیفہ (اس میں آپ نے امام اعظم کے مذہب کی موافقت احادیث صحاح ستہ کے ساتھ دکھلائی ہے، اس باب میں لاثانی تالیف ہے، ۲ جلد میں اسکندریہ مصر سے ۱۲۹۲ھ میں چھپی تھی، اب نایاب ہے، الحمد للہ راقم الحروف کو تلاش بسیار پر ۱۳۷۹ھ میں ایک نسخہ مکہ معظمہ سے حاصل ہوا، الازہار المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ، القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح، التحبیر فی حدیث المسلسل بالتکبیر، الامالی الحنفیہ، بلغۃ الاریب فی مصطلح اثار الحبیب، اعلام الاعلام بمناسک حج بیت اللہ الحرام، در الضرع فی تاویل حدیث ام زرع، تخریج حدیث شیبتنی ہود، المواہب الجلیہ فیما یتعلق بحدیث الاولیہ، تخریج حدیث نعم الادام الخل، عقد الجمان فی بیان شعب الایمان، منح الفیوضات، الوفیہ فیمافی سورۃ الرحمٰن من اسرار الصفۃ الالٰہیہ طبقات الحفاظ، اتحاف السادۃ المتقین، بشرح اسرار احیاء علوم الدین (۲۰ جلد) حسن المحاضرہ فی آداب البحث والمناضرہ، کشف الغطاعن الصلوٰۃ الوسطیٰ وغیرہ، حدائق حنفیہ میں ۶۶ کتابوں کے نام گنا کر وغیرہ ذالک لکھا، الرسالۃ المستطر فہ ص ۷۱ میں آپ کی تصنیف، التعلیقۃ الجلیلہ عن مسلسلات ابن عقیلہ'' کا بھی ذکر کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے بھی الحاف النبلاء ص ۷۰۴ میں آپ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، بہت مدح کی، لکھا کہ ''فقیر کے علم میں علماء ہند میں سے اس عظیم الشان مرتبہ ومقبولیت کے علماء کم ہیں جن کی سلاطین وامراء نے بھی اتنی عزت کی ہو اور اس کثرت سے شیوخ عالی تبار وتلامذۂ نامدار اور اتنی کثرت سے تصانیف ان کی ہوں، نیز لکھا کہ آپ کے آباؤ اجداد بھی سب علماء ومشائخ، حفاظ اور معظم ومکرم زماں ہوئے ہیں اور لکھا کہ ایک سو سے زیادہ آپ کی تصانیف ہیں اور اکثر تصانیف آپ کی حدیث، فقہ، اصول لغت وتصوف اور سیر وغیرہ کی ہیں جو سب کی سب نافع ہیں۔ میرے پاس بھی ۱۷ کتابیں آپ کی موجود ہیں، پھر ان کے نام گنائے ہیں، لیکن نواب صاحب نے آپ کی خاص تصنیف ''عقود الجواہر'' کا ذکر نہیں کیا جس کو ہم نے اس کی خاص حدیثی اہمیت کے پیش نظر سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔

آخر عمر میں آپ نے عوام وخواص کے غیر معمولی رجوع سے تنگ آکر گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی، درس بھی ترک کردیا اور گھر کے دروازے بند کرادیئے تھے، اسی حالت میں مرض طاعون سے وفات ہوئی، آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۸۹-الشیخ المحدث خیر الدین بن محمد زاہد السورتی حنفیؒ م ۱۲۰۶ھ

شہر سورت میں پیدا ہوئے اور وہیں کے علماء کبار سے علم حاصل کیا، شیخ نور اللہؒ سے طریق نقشبندی میں بیعت کی پھر حرمین شریفین حاضر ہو کر حج وزیارت سے مشرف ہوئے، شیخ محمد حیات سندی مدنی حنفیؒ سے حدیث پڑھی اور سورت واپس آکر درس واشاعت حدیث شریف میں پچاس سال گزارے، آپ کی تصانیف شواہد التجدید، ارشاد الطالبین اور رسائل سلوک ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۶۱ ج ۷)

۳۹۰-الشیخ المحدث المفتی قوام الدین محمد بن سعد الدین کشمیری حنفیؒ م ۱۲۱۹ھ

بڑے محدث، مفتی وفقیہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار علماء ومحدثین سے علم حاصل کیا اور صغر سنی میں ہی محسود اقران ہوئے، خانقاہ حضرت

شاہ سید محمد امین اویسی میں درس علوم دیا، پھر کشمیر کے قاضی و مفتی اور شیخ الاسلام ہوئے، آپ کی تصنیف ''الصحائف السلطانیہ'' مشہور ہے جس میں آپ نے ساٹھ علوم میں افادات لکھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۹۱-الشیخ المحدث العلامۃ رفیع الدین بن فرید الدین مرادآبادی حنفیؒ م ۱۲۲۳ھ

مشہور محدث تھے، اولاً، اپنے شہر مرادآباد میں علماء و مشائخ سے علوم کی تحصیل کی، پھر دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک مدت رہ کر حدیث پڑھی اور مرادآباد واپس ہو کر درس و افادہ میں مشغول ہوئے، پھر ۱۲۰۱ھ میں حرمین شریفین کے دوران سفر میں شیخ محدث خیرالدین سورتی سے سورت میں ملے، ان سے بخاری شریف پڑھی اور اجازت حاصل کی، بندر سورت سے جہاز ''سفینۃ الرسول'' میں سوار ہوئے جو شیخ ولی الدین بن غلام محمد برہان پوری کی ملکیت تھا اور خود شیخ موصوف بھی آپ کے ساتھ عام حجاز ہوئے، حجاز پہنچ کر حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں کے محدثین و مشائخ سے بھی فیوض کثیر حاصل کئے۔ ۱۲۰۳ھ میں واپس ہو کر درس و تصنیف میں مشغول ہوئے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

شرح اربعین نووی، شرح غنیۃ الطالبین، کتاب الاذکار، تذکرۃ المشائخ، تذکرۃ الملوک، تاریخ الافاغنہ، ترجمۃ عین العلم، قصر الآمال بذکر الحال والمآل، سلوۃ الکئیب بذکر الحبیب، کنز الحساب، کتاب فی احوال الحرمین، الافادات العزیزیہ (جس میں آپ نے وہ تمام مکاتیب جمع فرمائے جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے آپ کو لکھے تھے اور ان میں نہایت عجیب و غریب فوائد تفسیر یہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۹۲-الشیخ المحدث الکبیر عبدالباسط بن رستم علی صدیقی قنوجی حنفیؒ م ۱۲۲۳ھ

اپنے زمانہ کے علامہ محدث، جامع معقول و منقول، استاذ الاساتذ اور شیخ المشائخ تھے، دور دور سے اہل علم آپ سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے، فرائض کے بے نظیر عالم تھے، درس و افادہ و تصنیف میں اوقات عزیز بسر کئے مشہور تصانیف یہ ہیں:

نظم اللآلی فی شرح ثلاثیات بخاری، انتخاب الحسنات فی ترجمہ احادیث دلائل الخیرات، اربعون حدیثا ثنائیا، الحبل المتین فی شرح اربعین، عجیب البیان فی اسرار القرآن، تفسیر ذوالفقار خانی، المنازل الاثناعشریہ فی طبقات الاولیاء (نہایت نافع کتاب ہے جس میں آپ نے بارہویں صدی تک کے حالات جمع کئے) شرح خلاصۃ الحساب للعاملی وغیرہ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۹۳-الشیخ المحدث الفقیہ محمد ہبۃ اللہ البعلی حنفیؒ م ۱۲۲۴ھ

بڑے محدث، علامہ فہامہ تھے، نہایت مفید گراں قدر تصانیف کیں، جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہی، حدیقۃ الریاحین فی طبقات مشائخنا المسندین التحقیق الباہر فی شرح الاشباہ والنظائر (پانچ ضخیم جلدوں میں) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۸)

۳۹۴-الشیخ الامام المحدث الاعلام قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ م ۱۲۲۵ھ

مشہور و معروف جلیل القدر مفسر، محدث، فقیہ، محقق، مدقق، جامع معقول و منقول تھے، علم تفسیر، کلام، فقہ و اصول اور تصوف میں نہایت بلند مرتبہ پر فائز تھے، حدیث و فقہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے پڑھی تھی، حدیثی و فقہی تبحر اور دقت نظر کے اعتبار سے اگر آپ کو ''طحاوی وقت'' کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے، اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری سے فارغ ہو کر حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ سے بیعت سلوک کی اور تمام سلوک پچاس توجہ میں حاصل فرمالیا، فناء قلب کی وجہ سے درجہ شرف بقالیا، پھر ان ہی کے فرمانے پر حضرت مرزا صاحب مظہر

جان جاناں قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے اور ان کی بارگاہ فیض علم الہدیٰ کا لقب پایا، منامات مبارکہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور اپنے جدامجد حضرت شیخ جلال الدین عثمانیؒ سے بھی روحانی تربیت وبشارات ملیں۔

حضرت مرزا صاحبؒ آپ کو نہایت قدرو منزلت کی نظر سے دیکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ فرشتے بھی آپ کی تعظیم بجالاتے ہیں، آپ باوجود مشغولیت قضاء درس وتصنیف اور شغل ذکر ومراقبہ کے بھی روزانہ ایک سو رکعات نفل اور تہجد میں ایک منزل تلاوت قرآن مجید پر مواظبت پر فرماتے تھے، آپ کی تصانیف جلیلہ یہ ہیں:

تفسیر مظہری (۱۰ جلد ضخیم) جو بہترین کاغذ وطباعت کے ساتھ ندوۃ المصنفین دہلی سے مکمل شائع ہو چکی ہے، ایک کتاب مبسوط حدیث میں (۲ جلد) ایک مبسوط کتاب فقہ میں جس میں ہر مسئلہ کے ماخذ و دلائل اور مختارات آئمہ اربعہ جمع کئے، ایک مستقل رسالہ بیان اقوی المذاہب میں جس کا نام "الاخذ بالاقوی" رکھا تھا، مالا بدمنہ، السیف المسلول (ردشیعہ میں) ارشاد الطالبین (سلوک میں) تذکرۃ الموتی والقبور، تذکرۃ المعاد، حقیقۃ الاسلام، رسالۃ فی حکم الغنا، رسالۃ فی حرمۃ المتعہ، رسالۃ فی العشر والخراج، شہاب ثاقب، وصیت نامہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲)

۳۹۵-الشیخ صفی بن عزیز بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین سرہندی حنفیؒ م ۱۲۲۶ھ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے بڑے درجہ کے محدث، جامع کمالات ظاہری وباطنی تھے، مناصب حکومت کو ٹھکرا کر ہمیشہ درس ومطالعۂ کتب حدیث وتفسیر اور اشغال واوراد سلسلہ میں مشغول رہ کر زندگی بسر کی لکھنؤ میں وفات ہوئی، صاحب کرامات وخوارق تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۳۹۶-الشیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن عبدالصمد فخر الدین حنفیؒ م ۱۲۲۹ھ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی اولاد میں سے حضرت شیخ الاسلام شارح بخاری کے صاحبزادے، بڑے محدث، فقیہ ومحقق علامہ عصر تھے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دوسرے علماء کبار سے کی اور درس وافادہ میں مشغول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے کمالین حاشیۂ تفسیر جلالین محلی شرح الموطاء ترجمۂ صحیح بخاری (فارسی میں) شرح شمائل ترمذی، رسالہ اصول علم حدیث، خلاصۃ المناقب فی فضائل اہل البیت، رسالہ اشارۂ تشہد زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر ص ۲۰۱ ج ۷)

۳۹۷-الشیخ الامام المفسر المحدث الشاہ عبدالقادر بن الشاہ ولی اللہ دہلوی حنفیؒ م ۱۲۳۰ھ

ہندوستان کی مایۂ ناز مشہور ومعروف شخصیت، جلیل القدر محدث ومفسر تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور حضرت شیخ عبدالعدل دہلویؒ سے طریق سلوک میں رہنمائی حاصل کی، علم وعمل، زہد وتقویٰ اور اخلاق عالیہ کے پیکر مجسم تھے، اکبری مسجد دہلی میں درس وافادہ کیا اور آپ سے شیخ عبدالحی بن ہبۃ اللہ بڈھانویؒ، حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ، شیخ فضل حق بن فضل امام خیر آبادیؒ، مرزا حسن علی شافعی لکھنویؒ، حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ اور دوسرے علماء کبار ومشائخ نے استفادہ کیا۔

آپ کی سب سے بڑی علمی خدمت قرآن مجید کا بامحاورا ترجمہ اور تفسیر موضح القرآن ہے جس کو باوجود اختصار جامعیت اور حسن ادا مطالب قرآنی کے لئے بطور معجزہ و آیۃ من آیات اللہ تسلیم کیا گیا ہے، ہمارے حضرت العلام شاہ صاحب کشمیریؒ بھی اس کی نہایت مدح فرماتے تھے اور ان کی تمنا تھی کہ اس ترجمہ وتفسیر کی طباعت وطبع کے اعلیٰ اہتمام کے ساتھ ہو۔

''مہر جہاں تاب'' میں ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ قرآن مجید ان پر نازل ہوا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیان کیا تو فرمایا ''اگرچہ وحی حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد منقطع ہو چکی، مگر رؤیا حق ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں ایسی خدمت قرآن مجید کی توفیق بخشیں گے جس کی پہلے نظیر نہ ہوگی'' چنانچہ تعبیر مذکور صحیح ہوئی اور ترجمہ وتفسیر موضح القرآن کی صورت میں اس کا ظہور ہوا۔

یہ بھی عجیب سی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حضرت شاہ ثناء اللہؒ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تھے، سب سے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز، پھر رفیع الدین، پھر شاہ عبدالقادر اور سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنی (والد حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) لیکن وفات میں صورت بالکل برعکس ہوگئی کہ سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالغنیؒ کی وفات ہوئی، پھر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی پھر حضرت شاہ رفیع الدینؒ کی اور سب کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

یہ سب بھائی تبحر علم وفضل اور افادہ وافاضہ کی جہت سے نامور فضلائے عصر ہوئے، بجز حضرت شاہ عبدالغنی کے ان کی وفات عنفوان شباب ہی میں ہوگئی تھی جس کا تدارک حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی خدمات جلیلہ سے مقدر تھا۔

مصنف تحفۃ الاحوذی (علامہ محترم شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ) نے مقدمہ کے ص ۲۷ پر ترویج علوم قرآن وحدیث کرنے والے مشاہیر زمانہ محدثین کے ذکر میں حضرت شاہ عبدالغنیؒ بن شاہ ولی اللہ مذکور کا بھی ذکر کیا ہے جو خلاف تحقیق ہے، اس زمرہ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ (تلمیذ وجانشین خاص حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ) کا ذکر آنا چاہئے تھے، مگر علامہ محقق نے ان کے ذکر کو یوں نظر انداز کر کے دوسری جگہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے تلامذہ میں ذکر کیا جہاں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے ہجرت کے وقت اپنا جانشین حضرت مولانا نذیر حسین صاحبؒ کو بنایا تھا، حالانکہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اخص تلامذہ میں سرفہرست نام نامی حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ہی کا نقل ہوتا آیا ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۳۹۸- الشیخ المحدث العلامۃ السید احمد الطحطاوی حنفیؒ م ۱۲۳۳ھ

جلیل القدر محدث وفقیہ تھے، مدت تک مصر کے مفتی اعظم رہے، درمختار کا حاشیہ نہایت تحقیق وتدقیق سے لکھا، عرصہ ہوا، مصر سے چھپ کر شائع ہوا تھا، اس میں آپ نے امام اعظمؒ کے مناقب میں صحیح ترین اقوال اور مستحکم روایات سے لکھے تھے، جن سے علامہ شامیؒ نے بھی رد المختار میں بہت کچھ نقل کیا ہے، اس کے سواء اور بھی بہت سے رسائل وکتب تالیف کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۹۹- الشیخ الامام المحدث الشاہ رفیع الدین بن الشاہ ولی اللہ حنفیؒ م ۱۲۳۳ھ

مشہور ومعروف محدث، فقیہ، متکلم واصولی، جامع معقول ومنقول تھے، آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے پڑھا اور علم طریقت شیخ وقت مولانا محمد عاشق پھلتی سے حاصل کیا۔ بیس سال کی عمر ہی سے درس وافتاء میں مشغول ہوئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی زندگی ہی میں صاحب تصانیف ومرجع علماء آفاق ہوگئے تھے، بلکہ ان کے ضعف بصارت اور ہجوم امراض کے زمانہ میں تدریس میں بھی نیابت کی جس کی وجہ سے طالبین علوم کا بہت زیادہ ہجوم آپ کے پاس رہا، حضرت شاہ صاحب موصوف نے بھی آپ کے علم وفضل اور خصوصیات درس وتصنیف کی مدح اپنے بعض مکاتیب میں کی ہے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

اردو ترجمہ لفظی قرآن مجید، رسالہ شرح اربعین کافات، ودمغ الباطل فی بعض غوامض المسائل (جو علم حقائق میں نہایت اہم تالیف ہے)، اسرار المحبۃ، تکمیل الصناعۃ (یا تکمیل الاذہان علم معقول میں نہایت عالی قدر لائق درس تصنیف ہے، رسالۃ فی مقدمۃ العلم، رسالۃ فی

التاریخ، رسالۂ اثبات شق القمر ابطال براہین الحکمیہ علی اصول الحکماء آثار قیامت، رسالہ عقد انامل، رسالہ امور عامہ، حاشیہ میر زاہد رسالہ، رسلۂ تحقیق الوان وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر)

۴۰۰- سراج الہند الشیخ الامام المحدث العلام الشاہ عبدالعزیز بن الشاہ ولی اللہ دہلوی حنفیؒ م ۱۲۳۹ھ

سید العلماء وابن سید العلماء محدث شہیر، وفقیہ تھے، سنہ ولادت بعد دغلام حلیم ۱۱۵۹ھ ہے، حفظ قرآن مجید کے بعد علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ سے کی، ۱۶ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ حضرت والد ماجد کی وفات کی اور آپ نے علوم کی تکمیل شیخ نور اللہ بڑھانوی، شیخ محمد امین کشمیری اور شیخ محمد عاشق پھلتی سے کی، یہ سب حضرات شاہ ولی اللہؒ کے جلیل القدر خلفاء وتلامذہ تھے۔

آپ سے آپ کے بھائیوں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالغنی نے اور شیخ عبدالحی بڈھانوی، مفتی آلٰہی بخش کاندھلوی، شیخ قمر الدین سونی پتی وغیرہ نے پڑھا، آپ نے اپنے نواسے شاہ محمد اسحٰق بن الشیخ محمد افضل عمر دہلوی کو بمنزلہ اولاد پالا تھا، درس تفسیر کے وقت وہی قرأت کرتے تھے ان کے اور شاہ اسمٰعیلؒ کے لئے آپ یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے **الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل و اسحق**، شاہ اسحٰق نے اگر چہ حدیث کی کتابیں شاہ عبدالقادرؒ سے پڑھیں، مگر حدیث کی سند واجازت آپ سے بھی اجازت حاصل کی اور آپ نے ان کو اپنی جگہ مسند درس وارشاد پر بٹھایا اور اپنی تمام کتابیں بھی ان کو عطا فرمائیں اور ان کے جانشین حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ ہوئے جن کے سلسلۂ تلمذ سے تمام علماء دیوبند وغیرہ وابستہ ہیں، آپ کا قد دراز، بدن نحیف، رنگ گندم گوں، آنکھیں بڑی، داڑھی گھنی تھی، خط نسخ نہایت عمدہ لکھتے تھے، فن تیراندازی اور شہسواری میں بھی باہر تھے، بمتلاء امراض کثیرہ ہونے کی وجہ سے ۲۵ سال ہی کی عمر سے صحت خراب رہی، باوجود اس کے درس، افادہ تصنیف کے مشاغل ۱۵ سال کی عمر سے آخر وقت تک جاری رہے اور اسی ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: تفسیر فتح العزیز (حالت شدۃ مرض وضعف میں املاء کرائی تھی، اس کی بہت سی مجلدات کبیرہ تھیں، مگر ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں اکثر حصہ ضائع ہوگیا اور اب صرف سورۂ بقرہ وپارہ عم کی تفسیر موجود ہے) فتاویٰ عزیزی، تحفہ اثناء عشریہ (ردشیعہ) میں بستان المحدثین (اس میں تقریباً ایک سو محدثین کے مختصر تذکرے اور کتب حدیث کا ذکر ہے) العجالۃ النافعہ (اصول حدیث میں مختصر رسالہ ہے) میزان البلاغہ، میزان الکلام، السر الجلیل فی مسلۃ التفضیل، سر الشہادتین، رسالۃ فی الانساب، رسالہ فی الرؤیا، حاشیہ میر زاہد رسالہ، حاشیہ میر زاہد ملا جلال، حاشیۂ شرح ہدایۃ الحکمۃ للشیرازی وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ص ۴۷۰، نزہۃ الخواطر ص ۲۶۸ ج ۷)

۴۰۱- الشیخ العلامۃ المجاہد فی سبیل اللہ مولانا شاہ اسمٰعیل بن الشاہ عبدالغنیؒ م ۱۲۴۶ھ

مشہور ومعروف محدث، متکلم، جامع معقول ومنقول عالم ربانی تھے، ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی، اپنے چچا حضرت شاہ عبدالقادرؒ سے علوم کی تکمیل کی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحبؒ سے بھی استفادہ کیا، ایک مدت ان حضرات کی خدمت میں گزاری، پھر حضرت مولانا سید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر طریق سلوک طے کیا، ان کے ساتھ ۱۲۳۷ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے اور ساتھ ہی واپس آئے۔

حضرت سید صاحبؒ کے ارشاد پر ۲ سال تک بہت سے دیہات وشہروں کا دورہ کر کے لوگوں کو شرعی احکام اور جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کی، پھر ۱۲۴۱ھ میں اپنے پیر ومرشد کے ساتھ جہاد پر نکلے اور چند سال مسلسل معرکہائے جہاد وقتال میں شرکت ورہنمائی کے بعد ۱۲۴۶ھ میں بمقام بالاکوٹ جام شہادت نوش کیا اور مسلمانان ہند کو بھولا ہوا سبق یاد دلا گئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن　　خدا رحمت کند آں بندگان پاک طینت را

حضرت مولانا شہیدؒ کی چند معدودو مسائل میں اپنی مجتہدانہ رائے وتحقیق تھی جو اپنے اکابر کی تحقیق سے کچھ مختلف تھی، باوجود اس کے وہ بلاشک وتردد ہمارے مقتدا اور رہنما و پیشوا ہیں، اور ان کی خدمات جلیلہ اس قابل ہیں کہ آب زر سے لکھی جائیں، اس مختصر تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں سما سکتا، بڑی بڑی مستقل کتابیں ان کے سوانح حیات سے مزین ہو چکی ہیں۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: ''عقبات'' جس میں آپ نے تجلیات اور عالم مثال کے متعلق سیر حاصل ابحاث درج کی ہیں، یہ کتاب عرصہ ہوا دیوبند سے شائع ہوئی تھی، لیکن مدت سے نادر و نایاب تھی، اب بہت عمدہ ٹائپ سے سفید گلیز کاغذ پر مجلس علمی ڈابھیل (حال کراچی) کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوگئی ہے، الصراط المستقیم (تصوف میں بے نظیر کتاب ہے جس میں طریق سلوک راہ نبوت و راہ ولایت اور طریق ذکر و اشغال کی تفصیلات نہایت دلنشین پیرایہ میں بیان ہوئی ہیں) منصب امامت (نبوۃ و امامت کی تحقیق میں لاجواب ہے) رسالہ در بحث امکان نظیر و امتناع نظیر رسالہ عربی اصول فقہ میں، رسالہ رد اشراک و بدع میں، تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، رسالہ منطق (جس میں آپ نے دعویٰ کیا کہ شکل رابع اجلی البدیہیات سے ہے اور شکل اول اس کے خلاف ہے اور اس دعویٰ کو دلائل سے ثابت فرمایا، تقویۃ الایمان (جو سب سے زیادہ مشہور ہے اور اس کی وجہ سے آپ کے خلاف محاذ بنائے گئے، ہمارے اکابر علماء دیوبند نے اس کی قلمی ولسانی تائید کی تو ان کو بھی ہدف سب وشتم بنایا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۵۶ ج ۷)

۴۰۲- الشیخ الامام المحدث ابوسعید بن صفی بن عزیز بن محمد عیسیٰ دہلوی حنفیؒ م ۱۲۵۰ھ

حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہٗ کی اولاد میں سے محدث کامل و شیخ معظم تھے، ولادت ۱۱۹۶ھ بمقام رام پور ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد کتب درسیہ حضرت مفتی شرف الدین رام پوری اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ دہلوی سے پڑھیں اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی حدیث فقہ کی سند حاصل کی، علوم ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے بعد علم باطن کی طرف توجہ فرمائی، پہلے اپنے والد ماجد سے استفاضہ کیا، پھر ان کی اجازت سے شیخ وقت شاہ درگاہی رام پوری کی صحبت میں رہے اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اس کے بعد مزید ترقی راہ سلوک کے شوق میں دہلی تشریف لے گئے اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتیؒ کو خط لکھ کر شیخ کامل کے لئے مشورہ طلب کیا، حضرت قاضی صاحبؒ نے تحریر فرمایا کہ اس وقت شاہ غلام علی صاحبؒ سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

اس پر آپ شاہ صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مزید کمالات باطنی حاصل کر کے خرقۂ خلافت پہنا اور اپنے شیخ کی مسند افاضہ پر جلوہ افروز ہو کر خلق خدا کو نفع عظیم پہنچایا، آپ سے بے نہایت خوارق و کرامات ظاہر ہوئے، آخر عمر میں ۱۲۴۹ھ میں حج و زیارات مقدسہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی صاحب تھے، مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں کے علماء کبار نے آپ کا استقبال کیا اور خاص طور سے شیخ عبداللہ سراج مفتی احناف، شیخ عمر مفتی شافعیہ اور شیخ محمد عابد سندی وغیرہم نے آپ کی قدر و منزلت کی۔

واپسی میں ٹونک پہنچے تھے کہ دم آخر ہوگیا، چون سال کی عمر میں خاص عید الفطر کے روز آپ کی وفات ہوئی، نواب ریاست ٹونک وزیر الدولہ اور دوسرے ارکان دولت امراء و عوام نے بڑے اجتماع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ کے صاحبزادے، شاہ عبدالغنیؒ آپ کی نعش مبارک کو تابوت میں رکھ کر دہلی لائے اور حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ و حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناںؒ کے پہلو میں دفن کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر ص ۱۳ ج ۷)

۴۰۳- الشیخ المحدث (قاضی ابوعبداللہ) محمد بن علی بن محمد الشوکانی الیمنی الصنعانیؒ م ۱۲۵۰ھ، ۱۲۵۵ھ

بڑے محدث شہیر، مقتداء و پیشوائے فرقہ اہل حدیث گزرے ہیں، اکابر علماء و محدثین زمانہ سے علوم کی تحصیل کی جن میں سے بعض شیخ

محمد حیات سندی مدنی حنفی اور شیخ ابوالحسن سندحنفی کے شاگرد تھے، تحصیل کمالات کے بعد آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا، ۱۲۰۹ھ میں آپ منصور باللہ علی بن عباس کی طرف سے صنعا یمن کے قاضی القضاۃ بھی مقرر ہوئے تھے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے لکھا ہے کہ آپ علوم دینیہ میں مرتبہ اجتہاد رکھتے تھے، اسی لئے کسی کی تقلید نہ کرتے تھے اور باوجود مرتبۂ اجتہاد کے اپنی تالیفات میں کسی جگہ دائرۂ مذاہب اربعہ سے باہر نہیں ہوئے، الا ماشاء اللہ اور اس خلاف میں بھی ایک جماعت سلف اور اکابر اہل حدیث کی آپ کے ساتھ ہے، دلائل کے ساتھ تلخیص مذاہب اور پھر محل خلاف میں آپ کی ترجیح قابل دید ہے''۔

آپ نواب صاحب موصوف کے ایک دوواسطوں سے شیخ بھی ہیں، آپ کی زیادہ مشہور تصانیف یہ ہیں: فتح القدیر (تفسیر ۴ جلد) نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار (۵ جلد) الدرر البہیہ، شرح الدراری المضیۂ، ارشاد السائل الی دلیل المسائل، تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین، الفتح الربانی فی فتاویٰ الشوکانی، ارشاد الفحول فی تحقیق الحق من علم الاصول (اس میں چاروں مذاہب کے اصول فقہ ایک ملجد ضخیم میں جمع کئے) الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ (اس کتاب کو سب سے پہلے مولانا عبدالحی لکھنویؒ ہندوستان میں لائے، چھپ چکی ہے، لیکن مولانا موصوف نے اپنی کتاب ظفر الامانی میں تنبیہ کی ہے کہ اس میں شوکانی نے بہت سی وہ احادیث بھی جمع کر دی ہیں جو موضوع کے درجہ کو نہیں پہنچتیں، بلکہ احادیث صحاح وحسان کو بھی موضوعات کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۲۵)

نواب صاحب نے آخر میں لکھا ہے کہ اس آخری دور میں جو کچھ کوشش ترویج شرع شریف تجدید احکام اسلام، احیاء سنن اور اماتت فتن کے لئے آپ سے صادر ہوئی، ہمارا گمان ہے کہ کسی دوسرے سے نہیں ہوئی، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (اتحاف النبلاء نواب صدیق حسن خان ص ۴۰۹)

۴۰۴-الشیخ الامام المحدث محمد عابد بن احمد علی بن یعقوب الحافظ اسندی المدنی حنفیؒ م ۱۲۵۷ھ

بڑے محدث، فقیہ، محقق مدقق اور جامع معقول ومنقول تھے، آپ کے دادا جان نے مع اپنے قبیلہ کے عرب کو ہجرت کی تھی، تاہم آپ کی پیدائش شہر سیون (سندھ) میں ہوئی اور اپنے چچا شیخ محمد حسین بن محمد مراد سے کتب درسیہ پڑھیں پھر کبار علماء یمن وحجاز سے تکمیل کی یمن کے مشہور شہر زبید میں عرصہ تک قیام کیا، امام یمن کے طبیب شاہی رہے اور وزیر مملکت کی صاحبزادی سے نکاح کیا، ایک بار امام یمن کی طرف سے بطور سفارت ملک مصر کے پاس گئے جس سے وہاں بھی آپ کا تعارف وتعلق ہوا، وہاں سے حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے، پھر اپنے وطن سندھ کے قصبہ نواری آکر کچھ عرصہ اقامت کی اور جلد ہی پھر حجاز کی حاضری کا اشتیاق ہوا، پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور وہاں کے علماء وعوام میں بڑی عزت پائی، والیٔ مصر کی طرف سے بھی آپ مدینہ طیبہ کے رئیس العلماء کے عہدہ پر فائز ہوئے، عبادت، ریاضت، نشر علوم نبوت واقامت سنت میں آخر تک مشغول رہ کر وہیں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

آپ کی تصانیف جلیلہ مشہورہ یہ ہیں: المواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ، طوالع الانوار علی الدرر المختار (بڑی جامع کتاب ہے جس میں اکثر فروع مذہب اصحاب امام اعظم کا استیفاء اور مسائل واقعات وفتاویٰ کا استیعاب کیا ہے) شرح تیسر الوصول لابن الربیع الحافظ الشیبانی، شرح بلوغ المرام حصر الشارد فی اسانید محمد عابد (جس میں بڑی بسط وشرح سے اسانید کا بیان ہے) آپ کے عربی اشعار بھی نہایت بلند پایہ ہیں جن کا نمونہ نزہۃ الخواطر میں نقل ہوا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ص ۴۷۳، نزہۃ الخواطر ص ۴۴۶ ج ۷)

۴۰۵-الشیخ العلامۃ السید محمد امین بن عمر والشہیر بابن عابدین شامی حنفیؒ م ۱۲۶۰ھ

مشہور محدث، فقیہ، محقق وجامع معقول ومنقول عالم تھے، علوم کی تحصیل شیخ سعید حلبی اور شیخ ابراہیم حلبی سے کی، فقہ کی نہایت مقبول ومتداول کتاب ردالمختار شرح درمختار معروف بہ ''شامی'' تصنیف فرمائی جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے اور کئی بار چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اس پر

بڑا مدار فتاویٰ حنفیہ کا ہے، اس کے علاوہ بہت سی مفید علمی کتابیں شفاء العلیل وغیرہ تصنیف کیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۴۰۶-الشیخ الامام المسند اسحٰق بن محمد افضل بن احمد بن محمد دہلوی مکی حنفیؒ م ۱۲۶۲ھ

حضرت شاہ اسحاق صاحب موصوف حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے ہیں جن کے توسط وسند سے ہندوستان کے موجودہ تمام حدیثی سلسلے وابستہ ہیں، آپ کی ولادت ۱۱۹۶ھ یا ۱۱۹۷ھ میں بمقام دہلی میں ہوئی، اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی آغوش تربیت میں پلے، پڑھے، کافیہ تک کتابیں حضرت شیخ عبدالحی بڑھانویؒ سے پڑھیں، باقی سب اوپر کتابیں مع کتب فقہ وحدیث حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے پڑھیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل فرما کر سلسلۂ سند ان سے متصل کیا ہے، چنانچہ حضرت نانا جان موصوف کے بعد ان کی جگہ مسند درس حدیث پر بھی آپ ہی متمکن ہوئے اور ایک عرصہ تک افادہ کرتے رہے، اس کے بعد ۱۲۴۰ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے حج و زیارت مقدسہ سے فارغ ہو کر وہاں کے شیخ محدث عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول مکی، م ۱۲۴۷ھ سے سند حدیث حاصل کی۔

پھر ہندوستان واپس ہو کر سولہ سال تک دہلی میں درس حدیث، تفسیر وغیرہ دیتے رہے، اس کے بعد پھر مکہ معظمہ کو ۱۲۵۸ھ میں ہجرت فرمائی اور اپنے ساتھ اپنے بھائی حضرت مولانا یعقوب صاحب اور تمام متعلقین کو بھی لے گئے، وہیں آخر عمر تک مقیم رہے، درس وافادہ فرماتے رہے، آپ کے کبار تلامذہ کے اسماء گرامی صاحب نزہۃ الخواطر نے حسب ذیل ترتیب والقاب سے ذکر کئے ہیں۔

(۱) شیخ محدث عبدالغنی بن ابی سعید العمری الدہلوی المہاجر الی المدینۃ المنورۃ۔

(۲) السید نذیر حسین بن جواد علی الحسینی الدہلوی (۳) شیخ عبدالرحمٰن بن محمد الانصاری الپانی پتی (۴) السید عالم علی المرادآبادی (۵) الشیخ عبدالقیوم بن عبدالحی الصدیقی البرہانوی (۶) الشیخ قطب الدین بن محی الدین الدہلوی (۷) شیخ احمد علی بن لطف اللہ السہارنپوری (۸) الشیخ عبدالجلیل الشہید الکوئلی (۹) المفتی عنایت احمد الکاکوروی (۱۰) الشیخ امداد اللہ بن دلیل اللہ الانامی وغیرہ، جن سے اکثر علم حدیث کے فاضل ہوئے اور ان سے بھی بکثرت علم حدیث کا سلسلہ جاری ہوا، حتیٰ کہ ہندوستان میں اس کے سوا اور کوئی سلسلہ سند حدیث کا باقی نہ رہا۔ **وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔**

شیخ شمس الحق لدھیانویؒ نے تذکرۃ النبلاء میں نقل کیا ہے کہ شیخ عبداللہ سراج مکی آپ کی موت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپ اور زندہ رہتے اور میں اپنی تمام عمر بھی آپ سے حدیث پڑھتا رہتا، تب بھی ان سب علوم وحقائق حدیث کو حاصل نہ کر سکتا جو آپ کو حاصل تھے، شیخ عمر بن عبدالکریمؒ بھی آپ کے کمال علم حدیث ورجال کی شہادت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی طرف سے آپ کے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی برکات منتقل ہوئی تھیں، شیخ نذیر حسین صاحب فرماتے تھے کہ مجھے آپ سے زیادہ برتر وافضل عالم کی صحبت نہیں ملی اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

برائے رہبری قوم فساق   دوبارہ آمد اسمٰعیل و اسحٰق

ایک شیخ اعظم، عالی مرتبت محدث مسند بلکہ شیخ المحدثین کی بیان منقبت کے موقع پر کلمہ رہبری، قوم فساق، مذاق علم وادب پر بہت بار ہے، شاید اسحٰق کی رعایت قافیہ سے مجبوری ہوئی، رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ۔

مکہ معظمہ میں بحالت روزہ، روز دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۲۶۲ھ کو وفات ہوئی اور معلاۃ میں حضرت سیدہ ام المومنین خدیجہؓ عنہا کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے (نزہۃ الخواطر ص ۵۱ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۴۰۷-الشیخ محمد احسن معروف بہ حافظ دراز بن حافظ محمد صدیق خوشابی پشاوری حنفیؒ م ۱۲۶۲ھ

علم حدیث، تفسیر وفقہ میں یگانۂ روزگار اور جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے، اکثر علوم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کئے جو بہت بڑی عالمہ فاضلہ

تھیں، تمام عمر مسند افادت پر متمکن رہ کر درس وتالیف میں بسر کی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: منح الباری شرح صحیح البخاری (زبان فارسی میں نہایت محققانہ شرح لکھی) تفسیر سورۂ یوسف، سورۂ والضحیٰ وغیرہ، حاشیہ قاضی مبارک وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (نزہۃ الخواطر ص۲۲۴ ج۷ وحدائق)

۴۰۸-الشیخ المحدث طیب بن احمد رفیقی کشمیری حنفیؒ متوفی ۱۲۶۶ھ

مشہور محدث اور اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام والمسلمین، قطب العارفین تھے، علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل اس زمانہ کے اکابر علماء ومشائخ سے کی، اور آپ سے بھی ایک جم غفیر علماء وفضلاء نے استفادہ کیا، حدیث، فقہ، سلوک ومعرفت میں نہایت نافع تصانیف کیں، لوگوں سے الگ رہتے، قائم اللیل، صائم النہار تھے، آخر عمر میں مسجد میں معتکف ہوگئے تھے، مذہب حنفی کی حمایت میں بہت ساعی رہتے تھے، صاحب کرامات وخوارق تھے، آپ کے جنازہ پر ایک لاکھ سے زیادہ آدمی حاضر ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (حدائق ونزہۃ الخواطر ص۲۲۴ ج۷)

۴۰۹-شیخ غلام محی الدین بگوی حنفیؒ م ۱۲۷۳ھ

بڑے محدث، صاحب کمالات صوری ومعنوی ہوئی، آپ نے چھوٹی عمر میں صرف ماہ رمضان میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا اور صبح کو وقت چاشت تک ایک پارہ روزانہ یاد کرلیا کرتے تھے، نہایت قوی حافظہ تھا، دہلی جاکر علوم کی تحصل کی اور حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ سے حدیث پڑھی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی آپ کو سند حدیث عطا فرمائی یہ بھی فرمایا کہ تم سے لوگوں کو بڑا فیض پہنچے گا اور تم وطن جاکر کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ ہو۔

آپ نے مسجد حکیماں لاہور میں تیس سال قیام فرما کر درس علوم دیا پھر استرخاء کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور اپنے گھر موضع بگا (علاقہ بھیرہ ضلع سرگودھا پاکستان) میں قیام فرمایا، وہاں بھی آخر عمر تک درس وافادہ جاری رہا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (حدائق حنفیہ)

۴۱۰-الشیخ المحدث رضا بن محمد بن مصطفیٰ رفیقی کشمیری حنفی، متوفی ۱۲۷۶ھ

بڑے محدث، مفسر، صوفی، کثیر العبادۃ، جامع شریعت وطریقت، صاحب کرامات ومکاشفات تھے، اپنے والد بزرگوار، نانا اور دونوں چچا سے حدیث وفقہ کی تحصیل کی، پھر درس وافادہ میں مشغول ہوئے، نہایت متواضع اور حلیم الطبع تھے، ملاقات کے وقت سر پر چھوٹے بڑے، مال دار یا غریب کو خود پہلے سلام کر۔ تے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ (نزہۃ الخواطر ص۱۷۸ ج۷ وحدائق حنفیہ)

۴۱۱-الشیخ المحدث شیخ المشائخ الشاہ احمد سعید بن الشاہ ابی سعید الدہلوی المجددی حنفیؒ م ۱۲۷۷ھ

بڑے محدث عالم اور شیخ المشائخ سلسلہ نقشبندیہ تھے، رام پور میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد اور دوسرے اکابر سے علوم حاصل کئے، لکھنؤ تشریف لے گئے، وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا، پھر دہلی پہنچ کر شیخ فضل امام خیر آبادی اور شیخ رشید الدین دہلوی وغیرہ سے مستفید ہوئے، اسی اثناء میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی مجالس درس وغیرہ سے بھی استفادہ فرماتے رہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے صحاح ستہ، حصن حصین، دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت وسند بھی حاصل کی۔

حضرت شاہ قطب الاقطاب شاہ غلام علی صاحب[1]ؒ کی خدمت وصحبت مبارکہ سے مشرف ہوئے، بیعت کی اور آپ سے رسالۂ قشیریہ،

---

[1] حضرت شاہ صاحب سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے رکن رکین اور عالم جلیل، محدث کبیر تھے، آپ کی جلالت قدر اور ولایت کاملہ پر سب متفق ہیں، آپ کی ولادت بٹالہ (پنجاب) میں ۱۱۵۶ھ میں ہوئی تھی، پہلے اپنے وطن اور قریبی شہروں میں تحصیل علم کی ۲۲ سال کی عمر سے ہی حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناں دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک مدت دراز اذکار واشغال اور اخذ سلوک وطریقت میں گزاری اور اس سلسلہ کے اعلیٰ مراتب کمال کو پہنچے، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عوارف، احیاء العلوم، نفحات الانس، الرشحات عین الحیات، مثنوی معنوی، مکتوبات امام ربانی (قدس سرہ) وغیرہ پڑھیں۔

حضرت شاہ صاحب موصوف آپ سے بے انتہاء محبت فرماتے تھے، آپ کو علوم ظاہر و باطن سے مالا مال کیا اور کمالات حال وقال کا فرد جامع بنادیا، آپ اپنے والد ماجد کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے اور حضرت شاہ صاحب موصوف کی سند ارشاد کو بھی زینت دی، اس لئے دور دراز مقامات تک کے علماء، مشائخ و عوام نے آپ سے استفادہ کیا۔

اسی حال میں آپ کی عمر شریف ۵۷ برس کو پہنچی تھی کہ ۱۸۵۷ء بمطابق ۱۲۷۳ھ میں انگریزوں کی سامراجیت کے خلاف علم جہاد بلند ہوا، جس میں علماء و مشائخ نے خاص طور سے حصہ لیا اور ان کے ساتھ عام مسلمانوں نے بھی جگہ جگہ جان کی بازی لگائی، مگر افسوس کہ یہ مہم ناکام ہوئی اور انگریزی راج نے اقتدار کے نشہ میں ہندوستانی رعایا کو اپنے انتہائی سفاکانہ مظالم کا تختۂ مشق بنایا، پھر خصوصیت سے ساکنان دہلی تو سب سے زیادہ مصائب و آلام کا شکار بنے ہوئے تھے۔

ان طوفانی ہنگاموں کے وقت بھی چار ماہ تک آپ اپنی خانقاہ دہلی میں اپنے مشاغل طیبہ میں نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ مصروف رہے مگر تابکے؟ انگریزوں نے آپ پر بھی برٹش حکومت کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دینے کی فرد جرم لگادی اور اس کی سزا میں آپ کو اور آپ کے پورے خاندان و متعلقین کو بھی تہہ تیغ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

تاریخ میں ہے کہ اس موقع پر رئیس الافاغنہ نے (جس سے برٹش حکومت کو اپنا اقتدار جمانے میں مدد ملی تھی) آپ کے بارے میں خاص طور سے سفارش کی اور حکومت کو اقدام سے روکا، اس پر آپ نے مع اپنے خاندان کے دہلی کو چھوڑ کر حرمین شریفین کا عزم کیا، رئیس مذکور نے حکومت سے پاسپورٹ حاصل کرایا اور آپ کے لئے سامان سفر بھی مہیا کیا جس سے آپ مع اہل وعیال بعافیت تمام مکہ معظمہ حاضر ہو کر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، اس کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور آخر وقت تک وہیں اقامت فرمائی، آپ دہلی سے آخر محرم ۱۲۷۴ھ میں روانہ ہو کر شوال ۱۲۷۴ھ میں مکہ معظمہ پہنچے تھے۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں: الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ، تصحیح المسائل فی الرد علی ماۃ مسائل، الانہار الاربعہ فی شرح الطریق الچشتیہ والقادریہ والنقشبندیہ والمجددیہ وغیرہ، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، اور جنۃ البقیع میں قریب قبۂ حضرت سیدنا عثمانؓ مدفون ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۰ ج ۷ و حدائق حنفیہ)

۴۱۲- الشیخ المحدث یعقوب بن محمد افضل العمری دہلوی حنفیؒ م ۱۲۸۲ھ

حضرت شاہ اسحٰق صاحب کے چھوٹے بھائی اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے، صاحب فضل و کمال محدث و فقیہ تھے، آپ نے بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حضرت مرزا صاحبؒ کی وفات پر آپ کے جانشین ہوئے، آپ کی بارگاہ فیض سے عرب وعجم کے بکثرت علماء، مشائخ، و عوام نے فیض پایا۔

معمول تھا کہ ذکر نفی و اثبات روزانہ دس ہزار بار کرتے تھے اور ذکر اسم ذات، استغفار، درود شریف کا ورد تو ہمہ وقت اور بے حد و مقدار تھا، صبح کی نماز کے بعد دس پارے قرآن مجید کی تلاوت معمول تھا، زہد و قناعت، تسلیم و رضا، توکل و ایثار، ترک و تجرید کی اعلیٰ مثال تھے، نکاح نہیں کیا، گھر نہیں بنایا، جو کچھ آمدنی ہوتی تھی، فقراء و مستحقین پر صرف فرمادیتے تھے، لباس سادہ تھا، لذیذ کھانوں سے مجتنب رہتے تھے، صبح کو تلاوت قرآن مجید کے بعد اشراق تک سالکین کی طرف متوجہ ہوتے اور القاء نسبت فرماتے، نماز اشراق کے بعد دوپہر تک درس حدیث و تفسیر دیتے تھے، تھوڑی غذا کھا کر کچھ دیر قیلولہ فرماتے، پھر نماز ظہر کے بعد سے عصر تک درس حدیث و فقہ و تصوف میں مشغول رہتے، نماز عصر کے بعد بھی صبح کی طرح اپنے اصحاب و مسترشدین کو توجہ دیتے تھے۔ پوری رات عبادت میں بسر فرماتے، صرف تھوڑی دیر کے لئے مصلے پر ہی سوجاتے تھے، آپ اکثر بیٹھ کر احتبائی حالت میں سوتے تھے، پیر پھیلا کر سونے کو پسند نہ کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ کی موت بھی اسی حالت میں ہوئی۔

آپ کی خانقاہ میں تقریباً پانچ سو آدمی ہر وقت موجود ہوتے تھے، جو آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے تھے، آپ کی مجلس میں کسی کی غیبت نہ ہوسکتی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ برائی کے ساتھ ذکر کئے جانے کا مستحق میں ہوں۔

امر معروف و نہی منکر میں کسی کی رورعایت نہ فرماتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے المقامات المظہریہ اور ایضاح الطریقہ زیادہ مشہور ہیں، آپ کی وفات ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ کو ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۵۶ جلد ۷)

اپنے نانا جان کی آغوش تربیت سے استفادہ کیا اور جلالین وغیرہ آپ سے پڑھیں، باقی کتب درسیہ حضرت رفیع الدین صاحبؒ سے پڑھ کر درس وسلوک وغیرہ کی اجازت نانا جان سے بھی حاصل کی۔

آپ نے ایک مدت تک دہلی میں درس وافادہ فرمایا، پھر ۱۲۵۸ھ میں اپنے بڑے بھائی شاہ اسحٰق صاحبؒ کے مکہ معظمہ کو ہجرت فرمائی اور وہیں اقامت کی، بکثرت علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص۵۳۴ ج ۷)

۴۱۳- الشیخ العلامۃ المفتی صدر الدین بن لطف اللہ الکشمیری ثم الدہلوی حنفیؒ م ۱۲۸۵ھ

مشہور محدث، فقیہ، مفتی، جامع معقول ومنقول تھے، علوم کی تحصیل شیخ فضل حق امام خیر آبادی اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ سے کی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی استفادہ کیا اور حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔

آپ بڑے صاحب جاہ وریاست، یگانۂ روزگار اور نادرۂ عصر تھے، حکومت دیوانی کی طرف سے صدر الصدور کے عہدہ پر فائز تھے، بجز شاہ دہلی کے تمام وزراء، اعیان حکومت، امراء، علماء وغیرہ آپ کے یہاں آمد ورفت رکھتے تھے، لیکن ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ میں دوسروں کی طرح آپ پر بھی برٹش حکومت کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دینے کی فرد جرم لگی اور اس کی سزا میں آپ کی تمام املاک وجائیداد، گاؤں، گراؤں ضبط ہوگئے، بلکہ حکومت نے آپ کا عظیم الشان کتب خانہ بھی (جس کی مالیت تین لاکھ روپے تھی) ضبط کر کے نیلام کردیا، بعد کو جائیداد غیر منقولہ تو واگزار ہوگئی تھی مگر کتب خانہ کا کچھ بدل نہ ملا، آپ کی تصنیف یہ ہیں: منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال (جو آپ نے علامہ تیمیہ وابن حزم کے اس مسئلہ کے جواب میں بزبان عربی نہایت تحقیق سے لکھا کہ قبور انبیاء واولیاء کی زیارت واسطے سفر کرنا حرام ہے، جس طرح اسی مسئلہ میں دوسرے فقہاء ومحدثین ابن حجر مکی، تقی الدین سبکی، قسطلانی وغیرہ نے بھی ان دونوں کا رد کیا ہے) الدرر المنضود فی حکم امرأۃ المفقود، مجموعہ فتاویٰ وغیرہ، آپ اردو، فارسی وعربی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق ونزہۃ الخواطر)

۴۱۴- الشیخ الفاضل العلامہ عبدالحلیم بن امین اللہ لکھنوی حنفیؒ م ۱۲۸۵ھ

مشہور محدث، فقیہ، محقق، مدقق، جامع معقول ومنقول تھے حفظ قرآن مجید کے بعد ابتدائی علوم اپنے والد ماجد سے پڑھے، پھر اپنے چچا مفتی یوسف بن محمد اصغر لکھنوی اور اپنے نانا مفتی ظہور اللہ صاحب وغیرہ سے تکمیل کی اور شیخ حسین احمد ملیح آبادی (تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھی، ۱۲۶۰ھ میں باندا تشریف لے گئے، جہاں آپ کو نواب ذوالفقار الدولہ نے اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کیا، چار سال کے بعد وہاں سے اپنے وطن واپس ہوئے اور ایک سال کے بعد جونپور تشریف لے گئے، وہاں کے رئیس حاجی محمد امام بخش نے اپنے مدرسہ امامیہ حنفیہ کا مدرس بنایا، وہاں آپ نے ۹ سال تک درس دیا اور کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا، وطن واپس ہو کر ایک سال قیام فرمایا، پھر حیدرآباد دکن جا کر وزیر مختار الملک کے مدرسہ عالیہ دار العلوم میں دو سال درس وافادہ کیا، ۱۲۷۹ھ میں آپ نے حرمین شریفین کا سفر فرمایا، وہاں کے علماء کبار نے آپ کی نہایت قدر ومنزلت کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنیؒ، مولانا عبدالرشید مجددی وغیرہ نے آپ کو حدیث کی اجازت دی۔ ۱۲۸۰ھ میں حیدرآباد واپس ہوئے تو وزیر موصوف نے آپ کو عدالت دیوانی کی نظامت سپرد کی، جس کو آپ نے نہایت خیر وخوبی سے انجام دیا۔

آپ کی تصانیف بہت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: السقایہ شرح الہدایہ (نامکمل) حاشیہ شرح الوقایہ (نامکمل) ایقاد المصابیح فی التراویح، القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن، اقوال الاربعہ، حل المعاقد فی شرح العقائد، نور الایمان فی آثار حبیب الرحمٰن، قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار، کشف المکتوم لحل حاشیۂ بحر العلوم، کشف الاشتباہ لمحل حمد اللہ، حل النفیسی وغیرہ۔

مشہور ومعروف علامۂ فہامہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ آپ کے صاحبزادۂ بلند اقبال ہیں جن کا ذکر گرامی آگے آئے گا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۴۷ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۴۱۵-الشیخ المحدث احمد الدین بن نور حیات بگوی حنفیؒ متوفی ۱۲۸۶ھ

محدث، فقیہ، فاضل اجل، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی علامہ غلام محی الدین وغیرہ سے پڑھیں، پھر حضرت شاہ اسحق صاحبؒ سے بھی حدیث پڑھی، چودہ سال دہلی میں قیام فرمایا اور تمام علوم وفنون میں ماہر و متبحر ہوئے۔

پنجاب واپس ہوکر مسند درس حدیث وتفسیر وغیرہ کو زینت دی اور خلق خدا کو فائدہ پہنچایا، ریاضت ومجاہدہ بدرجۂ کمال تھا، رات کا اکثر حصہ ذکر ومراقبہ میں گزارتے تھے، چلتے پھرتے، صحت ومرض ہر حالت میں طلباء کو اسباق پڑھاتے، مقبولین بارگاہ خداوندی میں سے اور مستجاب الدعوات تھے، جو بات زبان سے نکل جاتی وہ پوری ہو جاتی تھی، طلباء سے نہایت محبت وشفقت فرماتے حتیٰ کہ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی دوا خود تیار کر کے پلاتے تھے۔

کبھی آپ لاہور میں قیام فرما کر درس دیتے اور آپ کے بھائی بگہ میں اور کبھی آپ وہاں تشریف لے جاتے اور بھائی لاہور میں رہ کر درس دیتے تھے، اس طرح دونوں بھائیوں نے ہزاروں ہزار طلباء کو فیض علم سے بہرہ ور کیا۔

۱۳سال اپنے بھائی سے چھوٹے تھے اور اتنے ہی سال ان کے بعد زندہ رہ، حاشیۂ خیالی، حاشیہ شرح جامی وغیرہ تصنیف ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۶ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۴۱۶-الشیخ المحدث عبدالرشید بن الشیخ احمد سعید مجددی دہلوی مہاجر مدنی حنفیؒ م ۱۲۸۷ھ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ قدس سرہٗ کی اولاد میں نامور عالم محدث تھے، حفظ، قرآن مجید کے بعد علوم کی تحصیل مولانا حبیب اللہ صاحب اور مولانا فیض احمد صاحب وغیرہ سے کی، پھر صحاح ستہ حضرت شاہ اسحق صاحبؒ سے پڑھیں، اپنے والد ماجد حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض حاصل کرتے رہے اور ان کے ساتھ ۱۲۷۴ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج وزیارت مقدسہ کے بعد مدینہ طیبہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی، حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کی وفات ۱۲۷۷ھ میں ہوئی تو ان کی مسند درس وارشاد پر بیٹھے اور شیخ وقت ہوئے۔

بڑے عابد، زاہد، متقی، کثیر البکاء، خوش اخلاق، خاموشی پسند، صاحب معارف ومواجید تھے، کچھ عرصہ کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے، وہاں بھی تعلیم وتربیت طالبین وسالکین میں مشغول رہے، پھر وہیں ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو وفات ہوئی، حضرت سیدتنا ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے سامنے دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۶۱ ج ۷)

۴۱۷-الشیخ المحدث قطب الدین بن محی الدین دہلوی حنفیؒ م ۱۲۸۹ھ

حدیث وفقہ کے بڑے متبحر عالم اور جامع معقول ومنقول تھے، کتب حدیث واصول حضرت شاہ اسحق صاحبؒ سے پڑھیں، طویل مدت تک ان کی خدمت میں رہے، نیز علماء حرمین شریفین سے حدیث فقہی استفادات کئے اور سب سے اجازت حدیث حاصل کی، آپ کے درس، فتاویٰ اور تصنیفات قیمہ سے بکثرت علماء وعوام نے استفادہ کیا، بڑے زاہد، عابد، متورع، عالم ربانی تھے۔

علمی مباحث میں مذاکرات ومناظروں سے دلچسپی تھی، غیر مقلدین کے رد اور بدعت وشرک کے خلاف تیز گام تھے، اپنے زمانہ کے مشہور عالم مولانا نذیر صاحب دہلوی کے رد میں کتابیں لکھیں، کیونکہ موصوف نے مذہب حنفی کے خلاف لکھا تھا، آپ اکثر تیسرے چوتھے سال

حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی وفات بھی مکہ معظمہ میں ہوئی۔

آپ کی تصانیف میں سے نہایت مشہور و مقبول کتاب مظاہر حق اردو ترجمہ و شرح مشکوٰۃ شریف ہے، دوسری تصانیف یہ ہیں: جامع التفاسیر (۲ جلد) ظفر جلیل (ترجمہ شرح حصن حصین) مظہر جمیل، مجمع الخیر، جامع الحسنات، خلاصۂ جامع صغیر، ہادی الناظرین، تحفۂ سلطان، معدن الجواہر وظیفۂ مسنونہ، تحفۃ الزوجین، احکام الضحیٰ، فلاح دارین، تنویر الحق، توقیر الحق، آداب الصالحین، الطب النبوی، تحفۃ العرب والعجم، احکام العیدین، رسالہ مناسک، تنبیہ النساء، حقیقۃ الایمان، خلاصۃ النصائح، گلزار جنت، تذکرۃ الصیام وغیرہ، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (حدائق حنفیہ ونزہۃ الخواطر ص ۳۸۷ جلد ۷) مظاہر حق مذکور ادارۂ اسلامیات دیوبند سے مظاہر حق جدید کے نام سے فاضل محترم مولانا عبداللہ جاوید (فاضل دیوبند) کی تعلیقات اور تسہیل و تزئین سے مکمل ہو کر قسط وار شائع ہو رہی ہے۔

۴۱۸-الشیخ الامام المحدث الشاہ عبدالغنی بن الشاہ ابی سعید مجددی حنفیؒ م ۱۲۹۶ھ

مشہور و معروف محدث، مفسر، فقیہ، جامع اصناف علوم، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ کی ذریت میں ہیں، آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی، حفاظ قرآن مجید کے بعد علوم درسیہ مولانا حبیب اللہ دہلوی سے پڑھے، حدیث شاہ اسحٰق صاحبؒ سے پڑھی، نیز اپنے والد ماجد سے بھی موطأ امام محمد اور مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین سے مشکوٰۃ پڑھی تھی، والد ماجد ہی سے طریقت میں رجوع فرمایا اور ان کے ساتھ ۱۲۴۹ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں شیخ محمد عابد سندی سے بخاری شریف پڑھی اور ابوزاہد اسماعیل بن ادریس رومی سے بھی سند حدیث حاصل کی، ہندوستان واپس ہو کر درس حدیث و افادہ میں مشغول ہوئے، آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا، آپ ہی سے حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ نے حدیث پڑھی۔

۱۲۷۳ھ میں جب انگریزوں کے خلاف ہنگامے ہوئے اور بالآخران کا تسلط دہلی وغیرہ پر ہو گیا تو آپ نے مع اپنے اہل وعیال کے ارض مقدس حجاز کی طرف ہجرت فرمائی، مکہ معظمہ حاضر ہوئے، پھر مدینہ طیبہ پہنچے اور وہیں اقامت فرما کر عبادت اور درس و افادہ میں مشغول ہو گئے، علم و عمل، زہد و تقویٰ، صدق و امانت، اخلاص و انابت اللہ، خشیۃ اللہ و دوام مراقبہ، حسن خلق و احسان الی الخلق وغیرہ میں فرد وحید و یکتائے زمانہ تھے، اہل ہند و عرب آپ کی جلالت قدر اور ولایت کاملہ پر متفق ہیں۔

قیام مدینہ منورہ میں بھی ہزاراں ہزار علماء آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہوئے، آپ سے سند حدیث حاصل کرتے اور بیعت ہو کر خاندان نقشبندیہ میں داخل ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے تھے، شیخ حرم نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیات و تسلیمات) آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے، حتیٰ کے نماز کے وقت آپ کو دیکھ لیتے تو آپ ہی کو امام بناتے تھے، مگر چونکہ کسر نفسی سے وہاں کی امامت آپ پر بار ہوتی تھی، اس لئے یہ مامور کر لیا تھا کہ عین تکبیر کے وقت مسجد میں تشریف لاتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے ''انجاح الحاجہ فی شرح سنن ابن ماجہ'' مشہور ہے (نزہۃ الخواطر ص ۲۸۹ وحدائق حنفیہ)

ارواح ثلثہ ص ۱۱۴، ۱۱۵ میں حضرت گنگوہی سے نقل ہے، فرمایا، میرے استاذ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''جس قدر نفس سے دوری ہے اسی قدر قرب حق تعالیٰ ہے''

ایک دفعہ فرمایا کہ میرے استاد حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا، سینکڑوں مرید تھے اور ان میں سے اکثر امراء اور بڑے آدمی تھے، مگر آپ کے ہاں اکثر فاقہ رہتا تھا، ایک دفعہ آپ کے یہاں کئی روز کا فاقہ تھا، خادمہ کسی بچے کو گود میں لے کر باہر نکلی تو دیکھا گیا کہ بچہ کا چہرہ بھی فاقہ کے سبب مرجھایا ہوا ہے، مفتی صدر الدین صاحب نے اس صورتحال کو دیکھا تو بڑا صدمہ ہوا اور گھر سے تین سو روپے

بھجوائے آپ نے واپس کر دیئے، مفتی صاحب خود لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ صدر الصدور ہے، رشوت لیتا ہوگا، اس لئے عرض ہے کہ یہ روپے میری تنخواہ کے ہیں، قبول فرمالیجئے! آپ نے فرمایا کہ رشوت کا تو مجھے تمہارے متعلق وسوسہ بھی نہیں گزرا، لیکن میں تمہاری ملازمت کو بھی اچھا نہیں سمجھتا، اس لئے ان کو لینے سے معذور ہوں۔

آپ کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ خادمہ نے گھر کے فاقہ کا راز افشاء کیا ہے، تو اس کو بلا کر فرمایا کہ ''نیک بخت! اگر فاقہ کی تمہیں برداشت نہیں ہے تو اور گھر دیکھ لو، مگر خدا کے لئے ہمارا راز افشا نہ کرو''۔

ایک دفعہ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحبؒ کے شاگردوں میں سے تین شخص نہایت متقی تھے، اول درجہ کے مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ، دوسرے درجہ کے حضرت شاہ عبدالغنیؒ صاحب، تیسرے درجہ کے نواب قطب الدین خان صاحبؒ اور اس پر ایک قصہ بیان فرمایا جو ارواح ثلثہ ص ۱۴۷ پر درج ہے۔

امیر شاہ خان صاحب راوی ہیں کہ مولوی عبدالقیوم فرماتے تھے کہ مولوی عبدالرب صاحب کے والد مولوی عبدالحق صاحب شاہ اسحٰق صاحبؒ کے شاگرد اور مولوی نذیر حسین صاحب کے خسر تھے، مولوی نذیر حسین صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور شاہ اسحٰق صاحب سے نہیں پڑھی جب شاہ صاحب ہجرت کرنے لگے تو، نواب قطب الدین صاحبؒ نے شاہ صاحب سے سفارش کی کہ مولوی نذیر حسین صاحب کو حدیث کی سند دے دیجئے کیونکہ اس وقت مولوی نذیر حسین صاحب اور نواب صاحب میں بہت دوستی تھی، شاہ صاحبؒ نے ان کی سفارش پر ان سے ہر کتاب کے ابتداء کی کچھ حدیثیں سن کر ان کو قطب صاحب میں حدیث کی سند دی، (ارواح ثلثہ ص ۱۲۰)

اس کے بعد حضرت تھانویؒ کا حاشیہ بھی ہے کہ ''ایسی سند، سند برکت ہے، اجازت نہیں، بظاہر یہ واقعہ بہ سند متصل ثقات سے مروی ہے اور جس صورت سے سند حاصل ہوئی، اس کو زیادہ سے زیادہ سند برکت کہا جا سکتا ہے، مگر صاحب تحفۃ الاحوذی نے مقدمہ میں اتنی سی بات پر دعویٰ کر دیا ہے کہ شاہ اسحٰق صاحب نے ہجرت کے وقت مولانا نذیر حسین صاحب کو اپنا جانشین بنایا تھا، پھر غایۃ المقصود کا مقدمہ دیکھا گیا تو اس میں مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی نے اس سے بھی آگے بڑھ چڑھ کر لکھا ہے کہ مولانا نذیر حسین صاحب نے صحاح ستہ وغیرہ شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھیں اور ان سے وہ علوم حاصل کئے جو شاہ اسحٰق صاحب کے کسی دوسرے شاگرد نے آپ سے حاصل نہیں کئے اور مراتب کمال کو پہنچے اور شاہ صاحبؒ کے خلیفہ ہوئے نیز شاہ صاحب کی موجودگی میں فتویٰ دیتے اور لوگوں کے جھگڑے چکاتے تھے اور حضرت شاہ صاحبؒ آپ کے فتوؤں سے بہت خوش ہوتے اور ان کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے، پھر یہ بھی لکھا ہے کہ جس سال شاہ صاحبؒ نے ہجرت کی، یعنی ۱۲۵۸ھ میں اسی میں آپ کو حدیث کی اجازت ملی ہے اور آپ کو خلیفہ بنایا۔ (غایۃ المقصود جلد اول ص ۱۰ ج ۱۳)

مذکورہ بالا عبارت کے آخری جملہ سے بھی اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ عطاء سند کا واقعہ وقت ہجرت کا ہے اور اسی کو بڑھا چڑھا کر حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے قدیم اور باقاعدہ تلمذ، صحاح ستہ وغیرہ پڑھنا ان کی طرف سے تحسین فتاویٰ وقضاء خصومات، پھر اور زیادہ ترقی کر کے بہ نسبت حضرت شاہ صاحب کے اور دوسرے سب تلامذہ سے زیادہ سے استفادہ کرنا اور ان کے خلافت و جانشینی کے دعاوی بے دلیل و بے سند لکھ دیئے گئے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ)

۴۱۹- الشیخ العلامہ محمد بن احمد اللہ العمری التھانوی حنفیؒ م ۱۲۹۶ھ

مشہور محدث بزرگ ہیں، تھانہ بھون میں ولادت ہوئی اور مولانا عبدالرحیم تھانوی و شیخ قلندر بخش حسینی[1] جلال آبادی سے پڑھا، پھر

[1] حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ نے بھی آپ سے پڑھا ہے، بڑے عالم بزرگ تھے، حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے نقل فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ مولانا قلندر بخش صاحبؒ روزانہ شب میں حضرت سرور کائنات کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوتے تھے، ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی (نزہۃ الخواطر ص ۳۹۰ ج ۷)

دہلی تشریف لے گئے اور علوم متعارفہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی اور علامہ فضل حق خیر آبادی سے پڑھے، اس کے بعد حضرت شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت میں رہے اور حدیث پڑھی، نہایت ذکی، زود فہم، قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے، پہلے حضرت سید صاحبؒ شہید بریلوی سے بیعت کی پھر بڑے ہو کر حضرت شیخ نور محمد صاحب جھنجانویؒ کی خدمت اقدس میں رہے اور طریقت کے مراتب کمال کو پہنچے، ایک بڑی مدت ٹونک میں قیام فرما کر درس وارشاد میں مشغول رہے، پھر اپنے وطن تشریف لا کر باقی عمر ارشاد و تلقین میں بسر کی۔

حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکیؒ اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی شہیدؒ آپ کے پیر بھائی تھے، ایک زمانہ تک تینوں ایک جگہ رہے تھے اور باہم محبت و تعلق اور بے تکلفی تھی، حضرت تھانوی نے فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ یہاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں تشریف رکھتے تھے، تو ایک کچھالی میں کچھ چنے کچھ کشمش ملی ہوئی رکھتے تھے، صبح کے وقت مولانا شیخ محمد صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ مل کر کھایا کرتے تھے اور آپس میں چھینا جھپٹی بھی ہوتی تھی، بھاگے بھاگے پھرتے تھے، حالانکہ اس وقت مشائخ اس مسجد کو ''دکان معرفت'' کہتے تھے اور تینوں کو اقطاب ثلاثہ سمجھتے تھے، حضرت حاجی صاحبؒ دہلی کے شہزادوں میں اور علماء میں بزرگ مشہور تھے، مگر پیر بھائیوں سے اس قدر بے تکلفی برتتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۴۴)

حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ کی تصانیف یہ ہیں: القسطاس فی اثر ابن عباسؓ، دلائل الاذکار فی اثبات الجہر بالاسرار، الارشاد المحمدی، المکاتبۃ المحمدیہ، المناظرۃ المحمدیہ (افلاک میں خرق والتیام ثابت کیا ہے) تفصیل الخنین، حواشی شرح العقائد۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۴۱۲ ج ۷)

۴۲۰- الشیخ الامام العلامۃ الکبیر محمد قاسم بن اسد علی الصدیقی النانوتوی حنفیؒ م ۱۲۹۷ھ

مشہور عالم، محدث جلیل، فقیہ نبیل، جامع معقول ومنقول اور عالم ربانی تھے، ولادت ۱۲۴۸ھ میں بمقام قصبہ نانوتہ ہوئی، ابتدائی تعلیم سہارنپور میں حاصل کی، پھر دہلی تشریف لے گئے اور تمام کتب درسیہ مع فنون عصریہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ سے پڑھیں، پھر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ کی خدمت میں رہ کر علوم حدیث کی تکمیل کی، سوا ابوداؤد کے (کہ وہ حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے پڑھی) تمام صحاح ستہ حضرت شاہ صاحب موصوف سے پڑھیں۔

طریقت میں حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے استفادہ تام کیا، عالم اجل اور شیخ زمانہ ہوئے، مگر اپنے احوال کا نہایت اخفاء کرتے تھے، آپ کے لباس، طرز بود وباش یا کسی بات سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ اتنے بڑے صاحب کمالات ظاہر و باطن ہیں، اسی لئے ذریعۂ معاش بھی آپ نے درس و تعلیم وغیرہ کو نہیں بنایا، بلکہ تصحیح کتب مطبعی سے جو تھوڑی بہت یافت ہوتی، اسی پر قناعت فرماتے تھے، جس کا اندازہ اس زمانہ میں دس بارہ روپیہ کا تھا، بلکہ مالک مطبع نے اضافہ بھی چاہا تو خود ہی منع فرمادیتے تھے کہ میرے گزارہ کے لئے زیادہ کی ضرورت نہیں، پہلے آپ نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے مطبع احمدی دہلی میں کام کیا، اس وقت مولانا بخاری شریف طبع کرانے کے لئے اسکی تصحیح و تحشیہ کر رہے تھے، مولانا موصوف نے اس کے آخری پانچ پارے آپ کو تصحیح و تحشیہ کے لئے سپرد کئے، جن کا تحشیہ اس لئے بھی اہم و دشوار تھا کہ امام بخاریؒ نے اس کے بہت سے مقامات میں امام اعظم ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کئے ہیں، آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے اس خدمت کو انجام دیا اور بڑی خوش اسلوبی سے مذہب حنفی کی تائید و توثیق کی۔

آپ نے حرمین شریفین کا سفر تین بار کیا، صاحب نزہۃ الخواطر میں آخری سفر کا ذکر نہیں کیا، پہلا سفر ۱۲۷۷ھ میں کیا، حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے جس سے بیعت و استفاضہ کا تعلق آپ کا قبل ہجرت ہی سے تھا، حرمین شریفین سے واپس ہو کر آپ نے کچھ عرصہ منشی ممتاز علی صاحبؒ کے مطبع میرٹھ میں تصحیح کی خدمات انجام دیں اور وہ گویا آپ کا دوسرا مستقر تھا۔

سوانح قاسمی پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہنگامہ ۵۷ء سے قبل ہی دیو بند کو اپنا وطن ثانی بنالیا تھا، تھانہ بھون کی ''دوکان معرفت'' کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، دیو بند کی مسجد چھتہ گویا اسی طرز کی دکان علم و معرفت تھی، جس کے ابتدائی ارکان ثلاثہ حضرت نانوتوی، مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیو بندیؒ اور حضرت شیخ حاجی عابد حسین دیو بندیؒ تھے، پھر اسی مجلس انس (یا دوکان علم و معرفت) کے رکن حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیو بندیؒ (والد ماجد حضرت شیخ الہندؒ) اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیو بندی (والد ماجد حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ و مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ و مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی وغیرہ) اور دوسرے مقامی حضرات بھی ہوتے گئے اور اسی متبرک مسجد اور اس کی مجلس انس کے تاریخی فیصلوں کی روشنی میں دارالعلوم دیو بند کی تاسیس اور اس کے مشہور زمانہ علمی، دینی و سیاسی محیر العقول کارنامے عالم ظہور میں آئے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ نے میرٹھ سے دارالعلوم کے لئے پہلے مدرس مولانا محمود صاحب کو منتخب فرما کر ۱۵، روپے ماہوار مشاہر مقرر فرما کر بھیجا، پھر قیام دارالعلوم کے تیرے سال ۱۲۸۵ھ میں دوسرے مدرس حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلویؒ کا تقرر ہوا، تیسرا تقرر حضرت نانوتویؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کا ہوا، جو اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد ملازمت پر اجمیر تشریف لے گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد محکمہ تعلیم کے ڈپٹی انسپکٹر ہو چکے تھے، دارالعلوم کا دور ترقی شروع ہوا تو حضرت نانا توتویؒ نے ان کو صدر مدرسی کے لئے طلب فرمالیا اور انہوں نے بھی کمال ایثار فرما کر ڈیڑھ سو روپے ماہوار کی ملازمت ترک کر کے دارالعلوم کے ۲۵ روپے ماہوار کو ترجیح دی درالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس اور شیخ الحدیث ہوئے، درالعلوم دیو بند کی طرح اس طرح میرٹھ سے سرپرستی فرمانے کے بعد آپ خود بھی مستقل طور سے دیو بند ہی تشریف لے آئے تھے۔

دوسرا سفر حج ۱۲۸۵ھ میں فرمایا اور واپس ہو کر درس وافادہ میں مشغول رہے، آپ چونکہ فن مناظرہ اہل کتاب میں بھی یکتا تھے، مشہور عیسائی پادری تاراچند سے دہلی میں آپ نے مناظرہ کیا تو اس نے لاجواب ہو کر راہ فرار اختیار کی، ۱۲۹۳ھ میں بمقام چاند پور ضلع شاہجہان پور ایک میلۂ خدا شناسی منعقد ہوا تو اس میں بھی آپ نے تمام مذاہب کے علماء و عوام کے سامنے رد تثلیث و شرک اور حقانیت مذہب اسلام پر لاجواب و بے مثال تقریریں فرمائیں، ۱۲۹۴ھ میں عیسائیوں سے تحریف انجیل کے متعلق بحث ہوئی اور عیسائی پادری اپنی کتابیں چھوڑ کر مجلس مناظرہ سے فرار ہو گئے، اسی سال میں پنڈت دیانند سرسوتی بانی تحریک آریہ سماج سے بھی بحثوں کا آغاز ہوا اور وہ لاجواب ہوئے۔

تیسرا سفر حجاج بھی اسی سال میں ہوا، جس سے آپ ۱۲۹۵ھ میں واپس ہوئے اور اسی سال شعبان میں آپ کو رڑکی سے خبر ملی کہ پنڈت دیانند نے مذہب اسلام پر اعتراضات کئے ہیں اہل رڑکی نے نہایت اصرار سے آپ کو بلایا، علالت کے باوجود آپ نے رڑکی کا سفر کیا اور وہاں قیام فرما کر پنڈت جی کو مناظرہ کے لئے ہر طرح آمادہ کرنے کی سعی کی مگر وہ تیار نہ ہوئے اور رڑکی سے بھاگ گئے، آپ نے مجمع عام میں ان اعتراضات کا جواب دیا پھر واپس ہو کر انتصار الاسلام اور قبلہ نما، تحریر فرمایا جن میں تمام اعتراضات کے بہترین جوابات دیئے، اس کے بعد پنڈت جی نے کچھ عرصہ بعد میرٹھ پہنچ کر بھی کچھ اعتراضات کئے اور آپ نے وہاں پہنچ کر ان کو بحث و گفتگو کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر وہ تیار نہ ہوئے اور وہاں سے بھاگ نکلے۔

آپ کی علالت کا سلسلہ تقریباً دو سال تک جاری رہا اور اس علالت کے زمانہ میں برابر علمی اسفار، تصانیف وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری رہا، ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ روز پنجشنبہ کو ۴۹ سال کی عمر میں بمقام دیو بند آپ کی وفات ہوئی، جس کے صرف دو روز بعد سہارنپور میں آپ کے استاد حضرت مولانا احمد علی صاحب محدثؒ کی وفات ہوئی۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ وجعلنا معہم۔

آپ کے خصوصی تلامذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن صاحبؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا محمد حسن صاحب امروہویؒ وغیرہ تھے، آپ کی مجسم علمی یادگار درالعلوم دیو بند ہے، نسبی یادگار حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ صدر مہتمم درالعلوم

(والد ماجد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم) تھے جن کا ذکر خیر آگے آئے گا۔

آپ کی تیسری نہایت اہم علمی یادگار حکمت قاسمیہ ہے جس کے بارے میں حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ فلسفہ وسائنس اگر پانچ سو برس بھی چکر کھائے گا تو حضرت مولانا نانوتویؒ کے قائم کئے ہوئے دلائل حقانیت اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، یہ حکمت قاسمیہ آپ کی تمام تصانیف عالیہ کا نہایت گرانقدر سرمایہ اور اہل علم وفہم کے لئے گنج گرانمایہ ہے، کاش آپ کی تمام کتابوں کی کامل تصحیح تسہیل وتبیین، عنوان بندی وغیرہ ہو کر نئے طور طریق سے اشاعت کا سروسامان ہو۔

اس اہم علمی کام کی انجام دہی کے لئے آپ کے خصوصی تلامذہ یا حضرت شیخ الہند کے خصوصی تلامذہ احق وانسب تھے یا اب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم کر سکتے ہیں مگران پر دارالعلوم جیسے عظیم الشان ادارہ کی ادارتی ذمہ داریاں اور علمی اسفار وغیرہ کا اس قدر بار ہے کہ بظاہر اس پرسکون ٹھوس علمی کام کیلئے وقت نکالنا نہایت دشوار ہے۔

راقم الحروف بھی ایک مدت سے آپ کی کتابوں کا مطالعہ اور سعی فہم اپنی زندگی کا جز ومقصد بنائے ہوئے ہے اور بساط بھر کچھ خدمت بھی کی ہے اور کر رہا ہے، مگر اب کے ''انوارالباری'' کے کام کی ذمہ داری بھی پوری طرح عائد ہو چکی ہے، نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سلسلہ کب تک باقی رہ سکے گا۔ **والامر بید الله، اسئله التوفیق لما یحب و یرضی۔**

حضرت نانوتویؒ کی نہایت اہم تصانیف یہ ہیں: آب حیات، ہدیۃ الشیعہ، قبلہ نما، انتصار الاسلام، حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر، مصباح التراویح، مباحثہ شاہجہان پور، تحذیر الناس، مجموعہ جوابات مخدورات عشر (یا مناظرہ عجیبہ) توثیق الکلام، قاسم العلوم (مجموعہ مکاتیب عالیہ) وغیرہ۔

حضرت العلامہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ نے سوانح قاسمی کی تین جلدیں لکھ کر قاسمی برادری پر احسان عظیم کیا ہے جو دارالعلوم کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، لیکن نہایت افسوس ہے کہ چوتھی جلد مرتب نہ ہو سکی جس میں ''آخر قاسمی'' یعنی تمام تصانیف قاسمی کا مکمل ومفصل تعارف کرایا جاتا اور اس فرض کی انجام دہی کی طرف دوسرے اہل علم کو توجہ کر کے سوانح قاسمی کو مکمل کرنا چاہئے، حضرت نانوتویؒ کی زندگی کے بہت سے عجیب وغریب واقعات ''ارواح ثلاثہ'' میں بھی شائع ہو چکے ہیں وہ بھی جز وسوانح ہونے چاہئیں۔

۴۲۱- الشیخ المحدث الفقیہ احمد علی بن لطف اللہ السہارنپوری حنفیؒ م ۱۲۹۷ھ

کبار محدثین وفقہاء میں سے تھے، سہارنپور کے علماء سے ابتدائی تحصیل کے بعد دہلی تشریف لے گئے، حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ سے پڑھا اور حدیث شیخ وجیہ الدین سہارنپوری سے پڑھی جو شیخ عبدالحی بڑھانوی (تلمیذ شاہ عبدالقادرؒ) کے تلمیذ تھے، پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے، بیت اللہ سے مشرف ہو کر صحاح ستہ حضرت شاہ اسحٰق صاحب مہاجر مکیؒ سے پڑھیں، ان سے اجازت حدیث حاصل کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور ہندوستان واپس ہو کر مسند درس حدیث کو زینت بخشی، ساری عمر صحاح ستہ کا درس دیتے رہے اور ان کی تصحیح فرمائی، خاص طور پے بخاری شریف کے تصحیح وتحشیہ پر بڑی توجہ صرف کی، دس سال اس خدمت میں گزارے، آپ نے علم کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا، اس لئے تجارت ومطبعی مشاغل اختیار کئے تھے۔

آپ نے بہت سے علمی رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے، مثلاً الدلیل القوی علی ترک القراءۃ للمقتدی وغیرہ، ہنگامۂ ۵۷ء میں آپ کا دہلی کا مطبع برباد ہو گیا تھا، اس لئے آپ سہارنپور تشریف لے آئے اور مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور میں درس حدیث دیتے تھے، ۷۲ سال کی عمر میں حضرت نانوتویؒ کی وفات سے دوروز بعد انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق، نزہۃ ومقدمہ اوجز المسالک)

۴۲۲- الشیخ المحدث المفتی عبدالقیوم بن عبدالحی صدیقی بڑھانوی حنفیؒ م ۱۲۹۹ھ

بڑے محدث، فقیہ تھے، حفظ قرآن مجید کے بعد کتب درسیہ شیخ نصیرالدین دہلوی (سبط الشیخ رفیع الدینؒ) لکھنوی، خواجہ نصیر حسینی دہلوی

اور شاہ یعقوب بن افضلؒ سے پڑھیں، کتاب فقہ وحدیث حضرت شاہ اسحٰق بن افضلؒ سے پڑھیں اور ان کی صاحبزادی سے آپ کا عقد بھی ہوا، بیعت کا شرف حضرت سید صاحب بریلویؒ سے حاصل ہوا اور تربیت حضرت شیخ محمد عظیم کی خدمت میں ایک مدت تک ٹونک میں رہ کر حاصل کی جو حضرت سید صاحبؒ کے اصحاب میں سے تھے۔

حجاز تشریف لے گئے تھے، واپسی میں مع اہل وعیال کے بھوپال سے گزرے تو سکندر بیگم والیۂ بھوپال نے آپ کو روک لیا اور بھوپال کی اقامت پر آمادہ کر کے افتاء کی خدمت سپرد کی، بہت سی جاگیریں دیں، چنانچہ آپ وہیں ساکن ہو گئے، درس علوم قرآن وحدیث اور افتاء آپ کے مشاغل تھے، بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے، تعبیر خواب میں بھی بے نظیر تھے جس طرح فرمادیتے تھے، اسی طرح ہوتا تھا، گویا آپ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے خاندان کا بقیہ اور اس کے کمالات کا بہترین نمونہ تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۹۷ ج ۷)

۴۲۳-الفاضلۃ المحدثۃ امۃ الغفور بنت الشاہ اسحٰق بن افضل دہلویؒ

علوم حدیث وفقہ کی بڑی علامہ فاضلہ تھیں، علوم کی تحصیل آپ نے اپنے والد ماجد سے ایک مدت تک کی، پھر آپ کا نکاح حضرت مولانا عبدالقیوم بڑھانوی ثم بھوپالی سے ہو گیا تھا جن کا تذکرہ ابھی گزرا ہے۔

نقل ہے کہ باوجود اپنے غیر معمولی فضل وکمال کے جب کبھی مولانا کو کوئی مشکل فقہ وحدیث میں پیش آتی تھی، آپ کے پاس تشریف لے جاتے اور آپ سے استفادہ کر کے حل کر لیتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۹۰ ج ۷)

۴۲۴-الشیخ المحدث العلامہ تہور علی بن مظہر علی الحسینی نگینوی حنفیؒ

مشہور عالم محدث وفقیہ تھے، اپنے شہر کے علماء سے تحصیل کے بعد لکھنؤ گئے اور وہاں شیخ مخدوم حسینی لکھنویؒ سے حدیث پڑھ کر اجازت حاصل کی وہ شاہ ولی اللہؒ اور شیخ فاخر بن یحیٰی الہ آبادی کے شاگرد تھے، پھر درس وافادہ میں زندگی بسر کی، آپ سے بکثرت علماء نے حدیث پڑھی، مثلاً قاضی بشیر الدین عثمانی قنوجی، سید محمد مخدوم بن ظہیر الدین حسینی لکھنوی وغیرہ نے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۷)

۴۲۵-حضرت مولانا محمد یعقوب بن مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۰۲ھ

مشہور علامہ محدث، صاحب کشف وکرامات، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مدرس اول وشیخ الحدیث تھے، آپ کے والد ماجد دہلی کالج میں صدر مدرس رہے، حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور سینکڑوں علماء وفضلاء کے استاذ تھے، حسب تحقیق مولانا عبیداللہ صاحب سندھی، حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے ہندوستان سے حرمین شریفین کو ہجرت فرمائی تو ہندوستان کو برٹش سامراج سے نجات دلانے کی سعی کے واسطے جو بورڈ قائم کیا تھا، اس کے ایک خاص رکن وہ بھی تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کی تھی، بخاری ومسلم بھی آپ نے مولانا موصوف سے پڑھی تھیں، آپ نے حضرت مولاناؒ کے ارشاد پر بڑی ملازمت ترک کر کے دارالعلوم دیوبند کی مدرسی صرف پچیس ۲۵ روپے ماہانہ پر قبول فرمائی۔

آپ کا دور صدارت تقریباً ۱۹ سال رہا، اکابر علماء وفضلاء، آپ کے تلمذ سے مشرف ہوئے، مثلاً حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۲۶-حضرت مولانا محمد مظہر بن حافظ لطف علی نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۰۲ھ

مشہور ومعروف محدث، علامہ، مجاہد فی سبیل اللہ اور مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سب سے پہلے صدر مدرس وشیخ الحدیث تھے،

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور حضرت استاذ العلماء مولانا مملوک علی صاحبؒ سے کی اور حدیث حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سے پڑھی، اجمیر کالج میں ملازم رہے، وہاں سے آگرہ کالج تبادلہ ہوا، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا، جہاد شاملی تحریک میں شریک تھے، پیر میں گولی لگی، کچھ دن بریلی میں رہے، معافی عام پر ظاہر ہوئے۔

ماہ رجب ۱۲۸۲ھ میں مولانا سعادت علی سہارنپوری نے مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم جاری کیا، جس میں آپ نے صدارت کی، حدیث وفقہ کے تبحر عالم تھے، آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد احسن نانوتوی نے جب مولوی خرم علی بلہوری کے ورثا سے درمختار کا اردو ترجمہ اشاعت کی غرض سے خریدا تو اس کے بقیہ ترجمہ اور تصحیح وغیرہ میں آپ ان کے شریک ومعاون رہے، آپ نہایت متقی، پرہیزگار، منکسر المزاج تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ بڑے بڑے ممتاز علماء آپ کے تلامذہ میں ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ تذکرۂ علماء ہند مطبوعہ کراچی ص ۵۰۲)

۴۲۷-حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحی بن مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی حنفیؒ م ۱۳۰۴ھ

۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اور ۱۷ سال کی عمر میں فارغ ہو کر درس وتصنیف میں مشغول ہو گئے، ۱۲۷۹ھ میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے، شیخ محدث سید احمد حلان شیخ الشافعیہ مکہ معظمہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جن کی اجازت ان کو اپنے شیوخ سے حاصل تھی، ایک عالم نے آپ کے علمی فیوض وبرکات اور درس وتصنیف کے بحر بیکراں سے استفادہ کیا، بہت تھوڑی عمر میں اتنے کام کر گئے کہ حیرت ہوتی ہے، عمر صرف چالیس سال کی ہوئی، آپ کی تمام تصانیف نہایت گراں قدر علمی جواہر سے مرصع ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، القول الجازم، فی سقوط الحد بنکاح المحارم، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، طرب الاماثل فی تراجم الافاضل، زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس، امام الکلام فیما یتعلق بالقراءۃ خلف الامام، دافع الوسواس فی اثر ابن عباس، للآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات، الآثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، احکام القنطرہ فی احکام البسملۃ، تحفۃ الاخبار فی احیاء سنۃ سید الابرار، الکلام المبرور فی رد القول المنظور، ابراز الغی، تذکرۃ الراشد (یہ دونوں کتابیں نواب صادق حسن خان صاحب کے رد اور ان کی تصانیف کے اغلاط کے بیان میں ہیں، دونوں شائع شدہ ہیں، تذکرہ بہت ضخیم ہے، حجم تقریباً پانچ سو صفحات) وغیرہ (مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں ۸۷ کتابوں کے نام تحریر ہیں) رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ تذکرۂ علماء ہند ۲۸۷)

میر سید شریف جرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ کی ایک کتاب مختصر جامع علوم حدیث میں ہے اس کی شرح بھی آپ نے کی ہے جس کا نام "ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی" ہے۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۷۶)

حضرت علامہ کوثری نے تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۹ پر لکھا کہ "شیخ محمد عبدالحی لکھنویؒ اپنے زمانہ میں احادیث کے بہت بڑے عالم تھے، لیکن آپ کی کچھ آراء شاذہ بھی ہیں جو مذہب میں درجۂ قبول سے نازل ہیں، دوسرے یہ کہ بعض کتب جرح کی خفیہ جارحانہ منصوبہ بندیوں پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے آپ ان سے متاثر ہو گئے تھے، اس تاثر کو اور بھی اصل صورت حالات سے واقف لوگوں نے آپ کے علم وفضل کے منصب عالی سے فروتر پایا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۴۲۸-مولوی سید صدیق حسن خان بن مولوی آل حسن قنوجی م ۱۳۰۷ھ

تفسیر، حدیث وفقہ نیز دوسرے علوم کی تصانیف میں شہرت یافتہ علماء اہل حدیث میں سے بڑے مرتبہ ومقبولیت کو پہنچے، قنوج میں پیدا

ہوئے، کتب درسیہ مفتی صدرالدین خان دہلوی سے تفسیر وحدیث یمن و ہند کے دوسرے علماء نیز شیخ محمد یعقوبؒ دہلوی برخوردار شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے پڑھی اور مطالعہ کتب سے کافی ترقی کی، پھر ۱۲۸۸ھ میں رئیسہ بھوپال سے عقد ہوا تو دنیوی اعزاز میں بھی غیر معمولی ترقی ہوئی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

ابجد العلوم، اتحاف النبلاء، بدور الاہلہ، حصول المامن علم الاصول، الحطہ بذکر الصحاح الستہ، ریاض الجنۃ فی تراجم اہل السنہ، عون الباری بحل ادلۃ البخاری، فتح البیان فی مقاصد القرآن، فتح المغیث لفقہ الحدیث وغیرہ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۲۵۰ مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی)

آپ کی تصانیف احوال رجال میں سنین وفیات وغیرہ کی اغلاط بکثرت ہیں، جن پر حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنی تصانیف میں تعقب کیا تھا، لیکن بجائے ان اغلاط کے اعتراف واصلاح کی طرف متوجہ ہونے کے، الٹا مولوی عبدالحی صاحب کو موردِ الزامات قرار دیا گیا اور آپ کے رد میں ایک رسالہ بنام ''شفاء العی'' لکھوا کر شائع کیا گیا، اس کے رد میں مولانا موصوف کو مستقل رسالہ ''ابراز الغی الواقع فی شفاء العی'' لکھ کر شائع کرنا پڑا، اس کے بعد پھر نواب صاحب کی طرف سے ابراز الغی کے رد میں بھی ایک بڑا رسالہ بنام ''تبصرۃ الناقد بروکید الحاسد'' شائع کیا گیا، مولانا موصوف نے اس کا جواب نہایت تفصیل سے لکھا جو تذکرہ الراشد برتبصرۃ الناقد'' کے نام سے پانچ سو صفحات پر مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے چھپ کر شائع ہوا اور اب بھی اگرچہ نادر ہے مگر مل جاتا ہے۔

مولانا موصوف نے ان دونوں کتابوں میں نہایت تحقیق سے نواب صاحب کی کتابوں (الاتحاف، الحطہ، الاکسیر فی اصول التفسیر وغیرہ) کی اغلاط فاحشہ اور مزعومات فاسدہ سے پردے اٹھائے ہیں جن سے نہایت علمی، تاریخی حقائق روشنی میں آگئے ہیں، علماء خصوصاً جو حضرات نواب صاحب کی کتابوں سے بھی استفادہ چاہیں دونوں کتابوں سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔

دونوں کتابوں کی عبارت حضرت مولاناؒ کی دوسری تالیفات کی طرح نہایت سلیس سہل ہونے کے ساتھ، معاصرانہ چشمک، مناظرانہ انداز اور اس دور کے ردوتنقید کا بھی ایک دلچسپ نمونہ ہے، حضرت مولاناؒ نے بیسیوں اغلاط فاحشہ سنین وفات کے دکھلا کر سب سے زیادہ اہم نقد ریمارک نواب صاحب کی چند قابل اعتراز تصنیفی عادات پر کیا ہے جن میں سے چند ایک کی طرف اشارہ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) نواب صاحب تقلید ائمہ ومجتہدین کے سخت مخالف ہو کر بھی بہت سے مسائل میں علامہ ابن تیمیہؒ ان کے تلامذہ اور شوکانی وغیرہ کی تقلید جامد کرتے ہیں، حالانکہ ان لوگوں کی پوزیشن ان آئمہ متبوعین کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے بولنے والے انسان کے مقابلہ میں چڑیوں وپرندوں کی ہوتی ہے، (ابراز الغی ص ۸) (یعنی اپنی جگہ پر یہ حضرات کتنے ہی بڑے علم وفضل کے مالک ہوں، مگر ان آئمہ متبوعین کے مقابلہ وخلاف پر ان کا بولنا بالکل بے معنی ہے)

حضرت مولانا مصوف نے اس سلسلہ میں عند مسائل بھی بطور مثال لکھے ہیں، مثلاً عمداً ترک نماز کرنے والے کے لئے نماز کی قضاء درست نہ ہونا (جس کو بعض ظاہریہ ابن حزم وغیرہ نے اختیار کیا اور علامہ شوکانی نے بھی ان کی اتباع کی) پھر حضرت مولانا نے اس مسئلہ کی غلطی پر دلائل بھی قائم کئے ہیں اور اپنی تائید میں حافظ حدیث علامہ ابن عبدالبر کی تحقیق استذ کار شرح موطأ امام مالک سے نقل کی ہے، یا سفر زیارت مبارکہ قبر شریف رسول اکرم ﷺ کو نواب صاحب نے علامہ ابن تیمیہ کے اتباع میں ناجائز کہا اور اپنی کتاب ''رحلۃ الصدیق الی البیت العتیق'' میں ائمہ اربعہ (متبوعین) اور جمہور علماء کا مذہب غلط نقل کیا، پھر جو خلاف شد رحال بقصد الزیارۃ میں منقول تھا اس کو نفس زیارت کے مسئلہ سے خلط ملط کر دیا۔

مولانا نے ''السعی المشکور'' میں اس مسئلہ پر نہایت محققانہ بحث کی ہے، جس کا خلاصہ ہم انوارالباری میں اپنے موقعہ پر ذکر کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ یا اموال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا مسئلہ کہ اس کو بھی نواب صاحب نے علامہ شوکانی کی تقلید جامد میں اختیار کیا ہے، جس کا بطلان ظاہر ہے۔

(۲) ایک عادت نواب صاحب کی یہ بھی ہے کہ اپنی رائے کے موافق جو بات ہو، خواہ وہ اختلافی ہو، لیکن اس کو مجمع علیہ بتلاتے ہیں اور خود بھی جانتے ہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، مثلاً اپنی مشہور کتاب ابجد العلوم میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، اگرچہ حنفیہ کا خیال ہے کہ بعض صحابہؓ آپ کے زمانہ میں موجود تھے"۔

حالانکہ یہ امر اتفاقی ہرگز نہیں ہے، کیونکہ بہت سے کبار محدثین نے امام صاحب کا صحابہ کو دیکھنا نقل کیا ہے اور خود نواب صاحب نے بھی الحطہ میں حافظ سیوطی شافعی سے تابعیت امام نقل کی ہے (کیا بغیر صحابی کو دیکھے ہوئے تابعیت ثابت ہو سکتی ہے یا علامہ سیوطیؒ محدث نہ تھے؟) پھر نواب صاحب نے معاصرت کو بھی مشکوک کر دیا، حالانکہ امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں تو شبہ ہی نہیں (اگرچہ) اس سے قبل کے بھی اقوال ہیں جو ہم امام صاحبؒ کے حالات میں لکھ آئے ہیں، اور وہ بالاتفاق تمام محدثین فقہاء، مورخین وعقلاء، صحابہ و تابعین کا دور تھا، اکثر محدثین، فقہا امام صاحب کی رویۃ صحابہ کے قائل ہیں، صرف روایۃ میں اختلاف ہے، تو پھر معاصرت کے قائل صرف حنفیہ کیسے ہوئے، یہی عادت علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی بھی ہے، والناس علی دین ملوکھم۔ (ابراز الغی ص ۱۰)

(۳) نواب صاحب کے کلام میں تعارض بکثرت پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ ایک ہی تالیف میں اور دو قریب کے صفحوں میں بلکہ ایک ہی صفحہ کے اندر بھی ہے۔

(۴) نواب صاحب نقل میں غیر محتاط ہیں کسی بات کا غلط ہونا ظاہر و باہر ہوتا ہے، پھر بھی نقل کر دیتے ہیں، تراجم وطبقات میں ایسا بہت ہے (ابراز الغی ص ۱۱)

نواب صاحب کے یہاں تحریر حالات محدثین وغیرہم میں بیجا ریمارک اور جذبہ عدم تقلید کے تحت تعصب کا رنگ بھی ملتا ہے، جیسا کہ اتحاف النبلاء المتقین میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی طرف حدیث رجال فارس کے تحت امام اعظمؒ کا تذکرہ چھوڑ کر صرف امام بخاری کا ذکر منسوب کیا ہے اور نواب صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی کتاب کا نام بھی نہیں لکھا ہے، حالانکہ وہ تحقیق کلمات طیبات (مطبوعہ مجتبائی) کے ص ۱۶۸ پر ضمن مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ موجود ہے اور وہاں حضرت شاہ صاحبؒ نے اس حدیث کے تحت امام اعظمؒ ہی کو اولاً داخل کیا ہے، پھر امام بخاری کا ذکر کیا ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے نواب صاحب کی علمی تصانیف کی افادیت اور آپ کے فضائل وکمالات سے کسی طرح انکار نہیں، نہایت عظیم الشان علمی خدمات کر گئے ہیں اور اس دور کے بہت سے متعصب غیر مقلدین کی نسبت سے بھی وہ بسا غنیمت تھے، عفا اللہ عنا وعنہ۔ ورحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

۴۲۹- شیخ المشائخ احمد ضیاء الدین بن مصطفی الکمشخانوی حنفیؒ م ۱۳۱۱ھ

بڑے محدث جلیل تھے، آپ نے "راموز احادیث الرسول ﷺ" ایک ضخیم جلد میں تالیف کی، پھر اس کی شرح "لوامع العقول" پانچ مجلدات میں تصنیف کی، ان کے علاوہ تقریباً پچاس تالیفات آپ کی اور بھی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمہ نصب الرایہ ص ۴۹)

۴۳۰- مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری حنفیؒ م ۱۳۱۱ھ

حضرت مجدد صاحب سرہندی قدس سرہ کی اولاد میں سے مفسر، محدث وفقیہ تھے، اساتذہ وقت سے علوم کی تحصیل کی، حضرت شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے، درس وافادہ میں مشغول رہے، نواب کلب علی خان صاحب والی رام پور نے ریاست کی طرف سے چار سو روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا، آپ کی تصانیف میں سے "انتصار الحق" بہت مشہور ہے جو مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کی کتاب معیار الحق کے جواب میں لکھی تھی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرہ علمائے ہند اردو ص ۵۶۰)

۴۳۱-حضرت مولانا محمد احسن بن حافظ لطف علی بن حافظ محمد حسن نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۱۲ھ

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے دہلی گئے اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ، مولانا مملوک علی صاحبؒ، مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ وغیرہ سے تکمیل کی، پھر بنارس کالج اور بریلی کالج میں عربی وفارسی کے پروفیسر رہے، بریلی میں مطبع صدیقی قائم کیا، جس سے بہت سی دینی علمی کتابیں شائع ہوئیں، ۱۳۸۹ میں ایک مدرسہ مصباح التہذیب کے نام سے بریلی میں جاری کیا جواب بھی مصباح العلوم کے نام سے موجود ہے۔

آپ نے بہت سی علمی کتابیں لکھیں، مثلاً زاد المحذرات، مفید الطالبین، مذاق العارفین، احسن المسائل، تہذیب الایمان، حمایت الاسلام، کشاف، مسلک مروارید، رسالہ اصول جرثقیل، رسالہ عروض، نکات نماز وغیرہ۔

ان کے علاوہ آپ نے غایۃ الاوطار (ترجمہ درمختار) حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، شفاء قاضی عیاض، کنوز الحقائق، نخبۃ الیمن، خلاصۃ الحساب، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، فتاویٰ عزیزی، وغیرہ کو مرتب ومہذب کیا، آپ کی وفات دیوبند میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۱۷۸)

۴۳۲-حضرت مولانا فضل الرحمٰن بن محمد فیاض گنج مرادآبادی حنفیؒ م ۱۳۱۳ھ

آپ حضرت مخدوم شیخ محمد ملانواں مصباح العاشقین کی اولاد میں سے نہایت مشہور ومعروف عالم ربانی تھے، آپ نے قصبہ گنج مراد آباد ضلع اناؤ میں سکونت کر لی تھی، جو آپ کے آبائی وطن ملانواں سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے، ۱۲۰۸ھ کی ولادت مبارکہ ہے، علوم مروجہ درسی اور فقہ وحدیث کی تعلیم آپ نے اپنے زمانہ کے اکابر ومشاہیر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب، مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنویؒ اور حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے حاصل کی۔

زہد واتقاء اور اتباع فقہ وحدیث میں ضرب المثل تھے، حضرت شاہ محمد آفاق دہلویؒ اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ سے کمالات سلوک حاصل کئے اور اشغال باطنی میں اس قدر انہماک ساری عمر رہا کہ درس وتصنیف کی طرف توجہ نہ ہو سکی۔

(حضرت مولانا تھانویؒ بھی کانپور کے زمانۂ قیام میں دوبار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، ان کی تفصیل ارواح ثلاثہ میں چھپ چکی ہے، محترم مولانا ابوالحسن صاحب ندوی نے ''تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی'' لکھا ہے جو اپنے اکابر کے تذکروں میں گرانقدر اضافہ ہے)۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (ترجمہ علمائے ہند ص ۳۷۹)

۴۳۳-حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن بن قاری محمدی پانی پتی حنفیؒ م ۱۳۱۴ھ

بڑے محدث علامہ تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد مولانا سید محمد حاجی قاسم، مولانا رشیدالدین خان اور مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھا، صحاح ستہ کی سند حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے حاصل کی، امروہہ جا کر مولانا قاری امام الدین صاحب سے علم قرأت وسلوک کی تحصیل کی صحاح ستہ کو بڑی احتیاط وعظمت کے ساتھ پڑھاتے تھے، آپ کے شاگردوں، مستفیدوں اور مسترشدوں کی تعداد دائرہ شمار سے باہر ہے، ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ کو تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی (مدرس حدیث دارالعلوم دیوبند وجامعہ ڈابھیل) جو حضرت گنگوہیؒ کے علوم ظاہری وفیوض باطنی سے فیض یاب اور نہایت متبع سنت بزرگ تھے، بیان فرماتے تھے کہ حضرت قاریؒ قدیم طرز وطریق کے نہایت دلدادہ اور جدید تمدن کی

چیزوں سے نفور تھے، حتیٰ کے ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سند حدیث لکھوانے کی غرض سے ہولڈر پیش کیا (جو اس وقت بجائے کلک کے نیا نیا رائج ہوا تھا) تو اس کو ہاتھ سے جھٹک دیا اور فرمایا کہ "تم لوگوں میں نیچریت اشراب کر گئی ہے" پھر کلک منگوا کر سند لکھی۔

یہ واقعہ راقم الحروف نے خود مولانا مرحوم سے بزمانۂ قیام ڈابھیل سنا تھا۔ ع خدا رحمت کند آں بندگان پاک طینت را۔ (ترجمہ اردو تذکرہ علمائے ہند ص ۵۷۷)

۴۳۴-حضرت مولانا الحاج حافظ حکیم سید فخر الحسن گنگوہی حنفی م ۱۳۱۷ھ تقریباً

آپ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے اخص تلامذہ میں سے تھے، زیادہ مدت کانپور میں قیام فرمایا وہاں مطب کا مشغلہ تھا، حدیث کے بہت بڑے جلیل القدر عالم تھے، سنن ابن ماجہ کا حاشیہ لکھا جو مشہور و متداول ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے اس میں آپ نے علامہ سیوطیؒ اور حضرت شیخ عبدالغنی مجددی دہلویؒ کی شروح ابن ماجہ کو مزید اضافوں کے ساتھ جمع فرما دیا ہے، سنن ابی داؤد کا حاشیہ "التعلیق المحمود" کے نام سے نہایت تحقیق سے لکھا، ابوداؤد کے ساتھ یہی حاشیہ چھپتا ہے۔

بظاہر درس کا مشغلہ نہیں رہا، مطب کی مصروفیات اور وہ بھی کانپور جیسے بڑے شہر میں، ان حالات میں اس قدر عظیم الشان علمی حدیثی تصنیفی خدمات کر جانا نورالصدر شیخین معظمین کی برکات و کرامات سے ہے۔

جس طرح ہمارے معظم و محترم مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوریؒ (تلمیذ خاص حضرت نانوتوی قدس سرہٗ) نے بھی باوجود غیر معمولی مصروفیت مطب اور بغیر علمی درسی مشغلہ کے، علم کلام و عقائد کے نہایت اہم دقیق مسائل پر اور رد شیعہ وغیرہ میں بڑی تحقیق سے فصیح و بلیغ عربی و فارسی زبان میں کتابیں تالیف فرمائیں (جو شائع ہونے کے بعد اب نادر ہو چکی ہیں) اس دور انحطاط میں اس قسم کے نمونے اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ان حضرات کے اعلیٰ روحانی و باطنی کمالات و فضائل کے اظہار کے لئے غیبی کرشمے تھے۔

افسوس ہے کہ حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے مفصل حالات کسی کتاب میں اب تک شائع نہیں ہوئے، جن سے آپ کی زندگی کے حالات پر مزید روشنی ملتی، چند باتیں آپ کے حقیقی بھتیجے جناب مولوی سید عزیز حسین صاحب خلف مولانا سید مظہر حسین صاحب گنگوہیؒ سے معلوم ہوئیں (جو تقریباً تیس سال سے دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں خدمت کرتے ہیں اور آج کل دارالتربیت کے ناظم ہیں، آپ بھی زہد و تقویٰ عبادات واتباع سنت میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ہیں) یہ بھی آپ ہی نے اندازہ سے بتلایا کہ صاحب ترجمہ کی وفات ۶۴، ۶۵ سال قبل ہوئی ہے۔

علماء ہند کی شاندار ماضی ص ۶۹ ج ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ بمطابق ۹ جنوری ۱۸۷۳ء کو سب سے پہلے مندرجہ ذیل پانچ حضرات نے دارالعلوم دیوبند سے سند تکمیل و دستار فضیلت حاصل کی، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا عبدالحق ساکن پور قاضیؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا فتح محمد تھانوی، مولانا عبداللہ صاحب جلال آبادی۔ (رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ)

۴۳۵-مولانا نذیر حسین صاحب بن جواد علی سورج گڑھی ثم دہلویؒ م ۱۳۲۰ھ

علماء اہل حدیث میں سے مشہور محدث تھے، علوم کی تحصیل دہلی جا کر مووی عبدالخالق دہلوی، اخوند شیر محمد قندھاری، مولوی جلال الدین ہروی، مولوی کرامت علی اسرائیلی، مولوی محمد بخش وغیرہ سے کی، اجازت شاہ محمد اسحٰق صاحب سے حاصل کی، مولانا حبیب[1] الرحمٰن خان

---

[1] مقالات شروانی ص ۲۸۰ پر عبارت اس طرح ہے کہ حضرت علامہ محدث قاری عبدالرحمٰن صاحب سے بوقت ملاقات پانی پت مورخہ ۹ رجب ۱۳۱۱ھ مولانا شروانی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے کتب خانہ کا حال پوچھا تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ جو کتابیں بہت پسندیدہ تھیں، وہ شاہ اسحٰق صاحب مرحوم بوقت ہجرت اپنے ساتھ لے گئے تھے، جن کا وزن نو ۹ من تھا، باقی کتابیں ان کے ایماء سے میں نے اور نواب قطب الدین خان صاحب نے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاحب شروانی نے حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب کا بیان نقل کیا ہے کہ جس روز حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب ہجرت کر کے حجاز روانہ ہوئے تو، اس روز میاں نذیر حسین صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اول کی ایک ایک حدیث پڑھی اور کل کتابوں کی اجازت حاصل کی، حضرت شاہ صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی واقعہ لکھ کر دے دیا، اس سے پہلے مدرسہ میں پڑھنے کو کبھی نہیں آئے۔

۱۸۵۷ء میں ایک انگریز خاتون کو پناہ دی، ساڑھے تین ماہ تک رکھا، جس کے بدلے ایک ہزار تین سو روپے انعام اور خوشنودی سرکار کا سرٹیفکیٹ ملا، جس زمانہ میں (۶۵-۱۸۶۴ء) وہابیوں پر مقدمے چل رہے تھے، میاں صاحب کو بھی بحیثیت سرگروہ وہابیاں احتیاطاً ایک برس تک راولپنڈی کی جیل میں نظر بند رکھا گیا تھا، مگر بقول مؤلف ''الحیاۃ بعد المماۃ'' وفادار گورنمنٹ ثابت ہوئے اور کوئی الزام ثابت نہ ہوسکا۔

جب میاں صاحب موصوف حج کو گئے تو کمشنر دہلی کا خط ساتھ لے گئے، گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۱ جون ۱۸۹۷ء کو شمس العلماء کا خطاب ملا، منقول از الحیاۃ بعد المماۃ و مقالات شروانی (ترجمہ تذکرۂ علمائے ہند از جناب محمد ایوب قادری بی اے ص ۵۹۵)

نیز ص ۴۱۰ پر حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے حالات میں لکھا کہ الحیاۃ بعد المماۃ (سوانح عمری میاں نذیر حسین) کے مؤلف کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ شاہ محمد اسحٰق صاحب کے ہجرت کرنے کے بعد خاندان ولی اللہی کے صدر نشین میاں نذیر حسین ہوئے، بلکہ حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ کے جانشین ان کے تلمیذ خاص حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ تھے، جنہوں نے اپنے شیخ کے مسلک کا اتباع کیا اور حجاز کو ہجرت کر گئے اور میاں نذیر حسین نے حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے مسلک کے خلاف انگریزوں سے خوشنودی کے سرٹیفکیٹ، انعام اور شمس العلماء کا خطاب حاصل کیا۔ (ترجمۂ تذکرۂ علماء ہند ص ۴۱۰، ۵۹۵ھ

''تراجم علماء حدیث ہند'' میں بھی حضرت میاں صاحب کا مفصل تذکرہ ہے مگر اس میں حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ کی جانشینی کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، بظاہر ایسی اہم چیز کا عدم ذکر بھی ذکر عدم کے مرادف ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات اور ارواح ثلاثہ ص ۱۲۰ سے جو عبارت حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کے حالات میں ص ۲۱۷ پر نقل ہو چکی ہے، ان سب کی روشنی میں اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہجرت کے روز حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے سند حدیث حاصل کرنے کی سعی ہوئی ہے اور اس سے قبل یوں شاہ صاحبؒ کی خدمت میں آنے جانے، تبادلۂ خیالات وغیرہ کے مواقع ضرور رہے ہونگے، مگر تلمذ کا رشتہ قائم نہ ہوا تھا، پھر نہ معلوم کس بنیاد پر صاحب غایۃ المقصود مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے شاہ صاحبؒ سے باقاعدہ صحاح ستہ پڑھنے وغیرہ کا ذکر فرمادیا ہے۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں: معیار الحق (جس کے رد میں مولانا ارشاد حسین صاحب رام پوری نے انتصار الحق لکھی ہے) ثبوت الحق الحقیق رسالۃ فی تحلی النساء بالذہب المسائل الاربعہ (اردو میں ہے) رسالۃ فی ابطال المولد (عربی میں ہے) مجموعہ فتاویٰ، رفع الالتباس عن بعض الناس، اس میں حضرت مولانا مرحوم نے رسالہ ''بعض الناس فی دفع الوسواس'' کا جواب دیا ہے جو بخاری شریف کی جلد ثانی کے شروع میں چھپا ہے، آپ نے رفع الالتباس کے شروع میں لکھا کہ مؤلف بعض الناس نے امام مجتہد مطلق بخاری کی تعریضات کے جواب اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے مدافعت کے ضمن میں فحش کلامی، بے انصافی اور اعراض عن الحق سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ رسالہ لکھنا پڑا، پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نیلام کردی تھیں، اپنے تلمذ کے متعلق فرمایا کہ میں نے صحاح ستہ شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھیں اور پھر سالہا سال تک مدرسہ میں صبح سے عشاء تک حاضر رہا ہوں، اس حاضری میں بہت سی کتابیں سماع میں آئیں، کلام مجید کی پوری تفسیر میں حضرت شاہ صاحبؒ سے وعظ میں سنی ہے۔

مولوی نذیر حسنی صاحب دہلوی کے تلمذ کے بارے میں فرمایا کہ جس روز میاں صاحب (شاہ اسحٰق) ہجرت کر کے روانہ ہوئے، اس روز یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اوائل کی ایک ایک حدیث پڑھی اور پڑھ کر کل کتابوں کی اجازت حاصل کی، میاں صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی واقعہ لکھ کر دے دیا، اس سے پہلے مدرسہ میں پڑھنے کو کبھی نہیں آئے، کئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تھا، تو دوسرے تیسرے مہینے آجاتے تھے، میاں صاحب (شاہ اسحٰق صاحب) کا مدرسہ پیرم خان کے ترا ہے پر تھا، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی زندگی میں ان کے واسطے یہ مدرسہ بنوا دیا تھا الخ (یہ مضمون پہلے معارف ماہ مارچ ۱۹۳۱ء میں بھی شائع ہوا تھا)

آپ نے اپنے ہر جواب و جواب الجواب کو ''القول المردود کے عنوان سے شروع کیا ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ دونوں رسالے شائع شدہ ہیں، ہر شخص پڑھ کر خود اندازہ کرلے گا کہ حق وانصاف کا حق کس نے زیادہ ادا کیا ہے اور ان مسائل کی تحقیق کے مواقع میں ہم بھی کچھ لکھیں گے، یہاں گنجائش نہیں، البتہ اس مقدمہ کی مناسبت سے، ہم یہاں رسالہ مذکورہ کے ص ۳۱، ۳۲ سے مولانا نذیر حسین صاحب کی اس عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو آپ نے امام اعظمؒ کے بارے میں لکھی ہے، امید ہے کہ اس کو پڑھ کر جہاں اپنے حضرات مولانا مرحوم کے احساسات ونظریات کی قدر کریں گے، وہاں آج کل کے بہت سے اہل حدیث حضرات کو بھی اپنے طرز فکر وطریق عمل پر نظر ثانی واصلاح کا موقع ملے گا۔ واللہ الموفق۔

آپ نے لکھا ہے کہ صاحب رسالہ بعض الناس نے ''تنبیہ'' کے عنوان سے مسند خوارزمی سے جو خطیب بغدادی کی تشنیع (امام صاحب کے معائب ومطاعن نقل کرنے کی وجہ سے) نقل کرکے پانچ جواب لکھے ہیں، ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خطیب نے امام صاحب کے مطاعن ومعائب کا ذکر تنقیص کے ارادہ یا حسد سے نہیں کیا بلکہ یوں ہی عام مؤرخین کی عادت کے موافق وہ تمام باتیں جمع کردیں جو امام صاحب کے بارے میں کہی گئی تھیں جس کا بڑا قرینہ یہ ہے کہ خطیب نے امام صاحب کے حامد ومناقب بھی اس قدر جمع کردیئے ہیں جو کسی اور نے نہیں کئے اور اگر اس کو تسلیم بھی کرلیں تو اس افراط کی وجہ سے امام صاحب کا افراط فی القیاس والعمل بالرائے ہے، جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے، پھر آپ نے حافظ ابن عبدالبر کی عبارت کا خلاصہ ص ۱۴۸ ج ۲ جامع بیان العلم وفضلہ سے نقل کیا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ امام شافعی نے بھی قیاس واصول سے بہت کام لیا ہے بلکہ جیسا احناف نے دعویٰ کیا ہے ممکن ہے مجموعی حیثیت سے ان کے قیاسات کی تعداد امام صاحب سے بڑھ کر بھی ہو، مگر اصل اعتراض ان قیاسات پر ہے جو مقابلہ اخبار ہوتے ہیں، اور ان میں امام صاحب کا پلہ ہی بھاری ہوتا ہے ورنہ ہم بھی امام صاحب کے فضائل سے منکر نہیں ہیں اور نہ ہم امام شافعی کو امام ابوحنیفہؒ پر ترجیح دیتے ہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ خود امام شافعیؒ نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے، اور ایک خلق کثیر نے امام صاحبؒ کے فضائل وکمالات اور محاسن ومحامد کا اعتراف کرلیا ہے، حتیٰ کے مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی مقدار تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے، پھر آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق ومغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل وکمال کے سورج تمام اطراف وجوانب ارض کو روشن کرچکے ہیں، حتیٰ کے ان کا بیان صحراء وبیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین عورتوں کی زبان زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہل شام وعراق نے ان کا اقرار واعتراف کیا، غرض وہ امام جلیل نبیل، عالم فقیہ نبیہ، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلق کثیرہ نے تفقہ حاصل کیا، متورع، عابد، ذکی، تقی، زاہد من الدنیا، راغب الی الآخرۃ تھے۔

اپنے ورع وزہد ہی کی وجہ سے عہدۂ قضا کو رد کیا، اگرچہ اس کو رد کرنے کی وجہ سے بہت ایذائیں برداشت کیں، خلاصہ یہ کہ ان کی طاعات، معاصی پر غالب تھیں، اس لئے جو شخص بھی حسد وعداوت کی وجہ سے آپ کی مذمت کرتا ہے، وہ خود آپ کی نباہت شان وعلو قدر کی دلیل ہے اور اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ چمگادڑ کی آنکھوں کی چکا چوند کیوجہ سے سورج کی روشنی ونور کو کوئی زوال ونقصان نہیں پہنچتا، لیکن باوجود ان سب باتوں کے امام صاحب کے لئے عصمت ثابت نہیں ہوسکی، لہذا ان سے بھی خطا ولغزش ہوسکتی ہے۔

اور ان کے فضائل کثیرہ کے ذکر واعتراف سے وہ الزامات رفع نہیں ہوسکتے جو امام بخاریؒ نے امام صاحب پر مخالفت کتاب وسنت کے لگائے ہیں، لیکن ان کی بعض لغزشوں کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی وسوء ادب کا معاملہ بھی جائز نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ مجتہد تھے، اور مجتہد سے خطاء وصواب، لغزش وثبات دونوں ہی ہوتی ہیں، خود امام بخاریؒ کو دیکھئے کہ باوجود اس اختلاف کے انہوں نے امام صاحب کا ادب

ملحوظ رکھا اور آپ کا اسم شریف بھی اسی لئے نہیں لکھا اور بعض الناس سے تورکیا، تاکہ جاننے والے جان لیں اور نہ جاننے والے نہ جانیں اور یہی طریقہ ان سب لوگوں کا ہونا چاہئے جو انصار السنّت ہونے کے مدعی ہیں کہ امام صاحب کے بارے میں کسی قسم کی بے ادبی نہ کریں اور امام بخاریؒ کی وجہ سے وہ امام صاحبؒ کو برا بھلا کہنے کا جواز بھی نہ نکالیں، کیونکہ ان دونوں کی مثال ایسی ہے کہ دو شیر آپس میں لڑتے ہوں تو کیا لومڑیوں، بھیڑیوں کو ان کے درمیان پڑنے کا کوئی موقع ہے، یا جیسے دو قوی ہیکل پہلوان آپس میں نبرد آزما ہوں تو کیا عورتوں بچوں کے لئے ان کے درمیان مداخلت کرنے کی کوئی وجہ جواز ہوسکتی ہے، ظاہر ہے کہ وہ اگر ایسی غلطی کریں گے تو خود ہی ہلاک وتباہ ہوں گے"۔

خدا کرے مولانا نذیر حسین صاحب کی مذکورہ بالا گراں قدر نصائح پر طرفین کو عمل کرنے کی توفیق ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۴۳۶-قطب الارشاد امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا رشید احمد الکنگوہی حنفیؒ م ۱۳۲۳ھ

آپ کی ولادت ۱۲۴۴ھ میں بمقام گنگوہ ہوئی، ابتدائی تعلیم گنگوہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہوئی، ۶۱ھ میں دہلی تشریف لے گئے حضرت استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی صاحب وغیرہ سے تکمیل کی اور تفسیر وحدیث شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی سے پڑھی، چار سال میں تمام کمالات علوم ظاہری سے کامل ومکمل ہو کر وطن واپس ہوئے اور درس وافادہ میں مصروف ہوگئے، اسی زمانہ میں علوم باطنی وسلوک کی طرف رجوع فرمایا، حضرت قطب الاقطاب حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے، حضرت حاجی صاحبؒ نے صرف ایک ہی ہفتہ کے بعد آپ کو مجاز بیعت کردیا، آپ برابر مجاہدات وریاضات سے مدارج کمال ولادیت کی طرف تیزی سے بڑھتے گئے، حتیٰ کے بہت جلد قطب الارشاد کے منصب رفیع پر فائز ہوئے اور دور، دور تک آپ کے علم وعرفان کی شہرت ہوئی، آپ نے تین حج کئے، پہلا ۱۲۸۰ھ میں دوسرا ۱۲۹۴ھ میں اور تیسرا ۱۳۰۰ھ میں۔

آپ کا معمول تھا کہ بجز منطق وفلسفہ کے تمام درسی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے، لیکن ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۱۴ھ تک صرف کتب حدیث کا درس دیا ہے، ماہ شوال سے شعبان تک صحاح ستہ پڑھاتے تھے، ماہ رمضان کو ریاضات وتلاوت قرآن مجید کے لئے خالی رکھتے تھے، ۱۳۱۴ھ کے بعد درس کا مشغلہ بالکل ترک فرمادیا تھا اور پھر آخر عمر تک صرف افادات، باطنیہ، تربیت نفوس اور تصفیۂ قلوب کی طرف پوری توجہ فرمائی، ہزاروں خوش نصیب لوگوں نے آپ کے فیض تربیت سے جلا پائی، آپ کے اجلۂ خلفاء کے کچھ نام تذکرۃ الرشید میں شائع ہوئے ہیں۔

آپ کا درس حدیث بھی نہایت محققانہ، محدثانہ وفقیہانہ تھا، جس کا اندازہ آپ کے درس کی تقاریر مطبوعہ سے بخوبی ہوتا ہے، حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام ربانی (حضرت گنگوہیؒ) نہ صرف مذہب حنفی کے ماہر تھے، بلکہ چاروں مذاہب کے فقیہ تھے، میں نے ان کے سواء کسی کو نہیں دیکھا جو چاروں مذاہب کا ماہر ہو"، یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہیؒ کو فقہ فی النفس کا مرتبہ حاصل تھا۔

حضرت گنگوہی کے مکاشفات، کرامات اور پیشگوئیوں کی صداقت کے واقعات بکثرت نقل ہوئے ہیں، کچھ تذکرہ الرشید وغیرہ میں شائع بھی ہوچکے ہیں، آپ کا ایک مکاشفہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ ائمہ دین اور علماء کرام کی توہین یا ان کی شان میں طعن وتشنیع کرتے ہیں، مرنے کے بعد ان کے چہرے قبلہ کی طرف سے پھر جاتے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے، آپ کے زمانہ میں ایک عالم کا انتقال ہوا، جو امام اعظمؒ کی شان میں بہت گستاخی کیا کرتے تھے، تو آپ نے نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کہ ان کا منہ قبلۂ معظمہ کی طرف سے پھر گیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یقین نہ ہو تو جا کر دیکھ لو، میں ذمہ دار ہوں، اس مکاشفہ کا جزو اول تذکرہ ص ۲۸۲ ج ۲ میں شائع بھی ہوچکا ہے، اعاذنا اللہ من موجبات غضبہ و سخطہ۔

آپ کے درس بخاری ومسلم کے امالی کو آپ کے تلمیذ خاص حضرت شیخی ومرشدی علامہ محدث ومفسر مولانا حسین علی صاحب نقشبندی قدس سرہٗ نے قلمبند فرمایا تھا اور یہ دونوں مجموعے الگ الگ چھپ بھی گئے تھے، نیز درس ترمذی و بخاری کے امالی کو آپ کے تلمیذ وخادم خاص

حضرت علامۂ محدث مولانا محمد یحیٰی صاحب کاندھلویؒ نے بھی ضبط کیا تھا، جن کو حضرت مخدومنا العلام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے نہایت اعلیٰ ترتیب سے مزین فرما کر گرانقدر علمی حدیثی فوائد وحواشی کے ساتھ شائع فرما کر اہل علم خصوصاً مشاقان علوم حدیث پر احسان عظیم فرمایا ہے، تقریر ترمذی شریف الکوکب الدری کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں مکمل شائع ہوگئی ہے، اور تقریر بخاری کی لامع الدراری کے نام سے ابھی صرف ایک ضخیم جلد شائع ہوئی ہے، دوسرے حصہ کی کتابت ہو رہی ہے، خدا کرے یہ سلسلہ جلد تکمیل کو پہنچے۔

حضرت گنگوہیؒ کی یہ چاروں تقاریر مطبوعہ راقم الحروف کے پاس ہیں اوران کی تحقیقات عالیہ ناظرین انوارلباری کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ، ان کے علاوہ حضرتؒ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں:

امداد السلوک، ہدایۃ الشیعہ، زبدۃ المناسک، اللطائف الرشیدیہ، فتاوی المیلاد، الرای النجیح فی اثبات التراویح، القطوف الدانیہ فی کراہۃ الجماعۃ الثانیہ، اوثق العریٰ فی حکم الجمعۃ فی القریٰ، الطغیان فی اوقاف القرآن، فتاوی رشیدیہ، سبیل الرشاد، ہدایۃ المعتدی، فی قرأۃ المتقدی وغیرہ آپ کے درس علوم وحدیث سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے، ان میں سے چند حضرات اکابر کے اسماء گرامی یہ ہیں، حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی، مولانا فخرالحسن صاحب گنگوہیؒ، مولانا محمد یحیٰی صاحب کاندھلویؒ، مولانا حافظ محمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم، مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی، مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری، مولانا امان اللہ صاحب کشمیریؒ، مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ، مولانا ماجد علی صاحب جونپوری، مولانا محمد حسن صاحب مرادآبادی، مولانا سعداللہ صاحب گنگوہی قاضی سری نگر کشمیر، مولانا محمد اسحٰق صاب نہٹوری، مولانا حکیم مسعود احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ مہتمم درالعلوم، مولانا عبدالرزاق صاحب قاضی القضاۃ کابل (افغانستان) وغیرہ، تذکرۃ الرشید دو جلد ضخیم میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ نے آپ کے حالات نہایت شرح وبسط سے تحریر فرمائے رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ وجعلنا معہم۔

۴۳۷-مولانا ابوالطیب شمس الحق بن الشیخ امیر علی عظیم آبادیؒ م ۱۳۲۹ھ

علماء، اہل حدیث میں سے مشہور صاحب تصانیف محدث تھے، آپ کی ولادت بمقام عظیم آباد ۲۷ ذی قعد ۱۲۷۳ھ میں ہوئی، آپ نے علوم کی تحصیل مولوی لطف العلی بہاری، مولوی فضل اللہ صاحب لکھنوی، مولانا قاضی بشیرالدین صاحب قنوجی وغیرہ سے کی اور حدیث و دیگر علوم کی تکمیل مولانا سید نذیر حسین صاحب، دہلوی، قاضی شیخ حسین عرب یمنی بھوپالی، علامہ احمد فقیہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السراج الحنفی الطائفی، علامۂ فقیہ نعمان آفندی زادہ حنفی بغدادی وغیرہ سے کی، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

غایۃ المقصود شرح ابی داؤد (جس کی صرف ایک جلد ضخامت ۱۹۸ صفحات چھپی ہے) علام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر، القول المحقق، نیۃ الالمعی، التعلیق المغنی علی الدرار قطنی، التحقیقات، العلیٰ باثبات فریضۃ الجمعۃ فی القریٰ (تذکرہ علمائے حال) حسب تحقیق جناب مولوی ابو القاسم صاحب سیف بنارسی، عون المعبود شرح ابی داؤد بھی (جو چار جلدوں میں چھپ چکی ہے) آپ ہی کی تصنیف ہے، اگرچہ اس میں آپ کے بھائی مولانا اشرف الحق کا نام چھپ گیا ہے۔ (الامرالمبرم، رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۳۸-حضرت مولانا احمد حسن بن اکبر حسین امروہوی حنفیؒ م ۱۳۳۰ھ

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرما کر دیوبند پہنچے اور حضرت نانوتویؒ سے علوم کی تکمیل حاصل فرمائی، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی، مولانا عبدالقیوم صاحب بھوپالی وغیرہ سے بھی پڑھا ہے، حجاز کی حاضری میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سے بھی حدیث کی سند حاصل کی، حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ سے بیعت تھے۔

تمام عمر مشغلۂ تدریس، تبلیغ وارشاد میں بسر کی، خورجہ، سنبھل اور دہلی میں درس دیا، ایک مدت تک مدرسہ شاہی مرادآباد میں صدر مدرس رہے ۱۳۰۱ھ سے اپنے وطن واپس ہو کر مقیم رہے اور مدرسہ عربیہ واقع جامع مسجد میں درس دیتے رہے، آپ کے مضامین علمیہ کا ایک مجموعہ ''افادات احمدیہ'' کے نام سے طبع ہوا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۂ علمائے ہند ص ۴۶۷)

۴۳۹-العلامۃ المحدث الشیخ محمد یحییٰ بن العلامہ محمد اسمٰعیل کاندھلوی حنفیؒ م ۱۳۳۴ھ

نہایت محقق مدقق عالم محدث، حضرت گنگوہیؒ کے خادم خاص اور ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے (آپ کے خلف صدق حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور بھی محدث دوراں، شیخ زماں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علوم وافادات ظاہری وباطنی سے امت مرحومہ کو زیادہ سے زیادہ منافع پہنچائے، (آمین) آپ نے ۷ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید اور کتب درسیہ فارسی سے فراغت حاصل کر لی تھی، حفظ قرآن مجید کے بعد عربی شروع کرنے سے قبل آپ کے والد ماجد نے آپ کو حکم دیا تھا کہ روزانہ ایک بار قرآن مجید ختم کیا کریں، چنانچہ ۶ ماہ تک آپ کا یہ معمول رہا کہ بعد نماز صبح شروع کر کے نماز ظہر سے قبل ایک ختم فرما لیتے تھے۔

کاندھلہ اور دہلی کے اکابر اساتذہ سے علوم وفنون عربیہ کی تحصیل کی، مگر حدیث کی تحصیل کو مؤخر کیا کہ حضرت گنگوہیؒ سے حاصل کریں، مگر حضرتؒ بعض اعذار کی وجہ سے درس کا مشغلہ ترک فرما چکے تھے اور تمام اوقات، تالیفات، افتاء اور افادات باطنیہ میں صرف فرماتے تھے، جب حضرت کی خدمت میں تشنگان علم حدیث کی بار بار درخواستیں گزریں اور خصوصیت سے صاحب ترجمہ (مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ) کا بیحد اشتیاق ملاحظہ فرمایا تو شوال ۱۳۱۱ھ سے شروع فرما کر تمام صحاح ستہ کا درس نہایت تحقیق کے ساتھ دو سال میں مکمل فرمایا، آپ نے حضرتؒ کے امالی درس کو قلمبند کیا اور پھر آخر تک برابر حضرت کی خدمت مبارکہ میں رہ کر استفادات فرماتے رہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی وفات ۱۳۲۳ھ کے بعد آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ (تلمیذ وخلیفۂ خاص حضرت گنگوہیؒ) کی خدمت میں ایک مدت گزاری، ان کے بھی فیوض ظاہری وباطنی سے حظ وافر حاصل کر کے خرقۂ خلافت وعمامۂ فضیلت حاصل فرمایا جو ان کو شیخ المشائخ حضرت حاجی صاحبؒ سے پہنچا تھا، آپ حضرت مولانا موصوفؒ کی ہجرت کے بعد ۱۳۲۸ھ سے آخر عمر تک مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صحاح ستہ کا درس دیتے رہے۔

آپ شب کا بیشتر حصہ تلاوت قرآن مجید میں گزارتے اور تلاوت کے وقت بہت روتے تھے، آپ نے اپنے دست مبارک سے کئی بار تمام کتب درسیہ کو لکھا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ اوجز المسالک ص ۳۷ ومقدمہ لامع الدراری ص ۱۵۲)

۴۴۰-مولانا وحید الزماں صاحب فاروقی کانپوریؒ م ۱۳۳۸ھ

علماء اہل حدیث میں سے مشہور مؤلف ومترجم کتب حدیث ہیں، حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ، مولانا نذیر حسین صاحب، مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی، مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی وغیرہ کے شاگرد ہیں، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت ہوئے تھے، حیدرآباد دکن میں اعلیٰ عہدے دار رہے، وقار نواز جنگ کا خطاب تھا، آپ کی تالیفات وتراجم یہ ہیں:

تبویب القرآن، وحید اللغات، تسہیل القاری (ترجمۂ صحیح بخاری) المعلم (ترجمۂ صحیح مسلم) الہدی المحمود (ترجمۂ سنن ابی داؤد) ارض الربی (ترجمۂ سنن نسائی) کشف الغطاء عن الموطا، (ترجمۂ موطاء امام مالکؒ) رفع العجاجہ (ترجمۂ ابن ماجہ) وغیرہ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۵۹۷)

۴۴۱-حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن بن مولانا ذوالفقار علی دیوبندی حنفیؒ م ۱۳۳۹ھ

آپ کی ولادت بانس بریلی میں بزمانہ قیام والد ماجد بسلسلہ ملازمت ۱۲۶۸ھ میں ہوئی، آپ نے دیوبند میں ۱۲۸۶ھ میں حضرت

مولانا نانوتویؒ قدس سرہٗ سے صحاح ستہ اور دوسری کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے، ۱۲۹۰ھ میں دستار بندی ہوئی اور دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس ہو گئے، ۱۳۰۸ھ میں صدر مدرس ہوئے، ۱۳۳۳ھ میں سفر حجاز کے وقت اپنی جگہ حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کو جانشین کیا جو ۱۳۲۷ھ سے آپ کی موجودگی میں کتب حدیث وفقہ وغیرہ پڑھا رہے تھے، آپ کے اس سفر مبارک میں آزادیٔ ہند کا جذبہ بھی کارفرما تھا، اسی لئے برٹش سامراج نے اس منصوبہ کو ناکام بنانے کے لئے آپ کو حجاز مقدس سے گرفتار کر کے مالٹا میں نظر بند کر دیا جس سے آپ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں رہا ہو کر ہندوستان واپس تشریف لائے۔

چونکہ صحت بہت خراب ہو چکی تھی، یہاں بھی چند ماہ کے قیام میں علیل ہی رہے، علاج کے سلسلے میں دہلی تشریف لے گئے اور وہیں ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کی کوٹھی پر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل سفر آخرت فرمایا، جنازہ دیوبند لایا گیا اور اپنے استاذ محترم نانوتوی قدس سرہٗ کے قریب دفن ہوئے۔

آپ کے ہزارہا تلامذہ میں سے زیادہ مشہور چند شخصیات کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت امام العصر مولانا المحدث محمد انور شاہ کشمیری، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحبؒ، حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا (محمد میاں) منصور انصاری، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم، مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی حال صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دام ظلہم، مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ امروہوی، مولانا محمد صادق سندی، مولانا فخر الدین صاحب حال شیخ الحدیث درالعلوم دیوبند، دام ظلہم، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ، مولانا سعید احمد محدث چاٹگام، مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری ممبر دارالعلوم، مولانا عزیر گل صاحب، مولانا محمد اسحٰق صاحب برودانی خلیفۂ حضرت تھانوی وغیرہ۔

غرض آپ نے ۴۲ سال دارالعلوم میں بیٹھ کر اپنے بے نظیر علمی، اخلاقی اور عملی کردار کے ہزاروں صحیح نمونے ہندوستان و بیرونی ممالک کے لئے مہیا کر دیئے اور خاص دارالعلوم میں اپنے اوصاف خاصہ کا بہترین نمونہ حضرت شاہ صاحبؒ کو چھوڑ کر ملک وملت کی دوسری بیرونی اہم خدمات کی تکمیل وسرانجامی کے لئے ۱۳۳۳ھ میں ممالک اسلامیہ کے سفر پر روانہ ہو گئے، آپ کی ملکی سیاسی خدمات کی تفصیل کے لئے دوسری بڑی کتابیں دیکھی جائیں، مثلاً، اسیر مالٹا، حیات شیخ الہندؒ وغیرہ، راقم الحروف بھی علماء ہند کی ملکی، ملی وسیاسی خدمات کا تذکرہ آخر میں اختصار کے ساتھ مستقل عنوان کے تحت بشرط گنجائش کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی قیام ڈابھیل کے زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی کے بہت سے اہم واقعات سنے تھے جو ''**ملفوظات علامہ عثمانی**'' کے عنوان سے کسی وقت شائع ہوں گے، ان شاء اللہ، حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت نانوتویؒ کی مجلس مبارک میں جب کبھی حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا ذکر شروع ہو جاتا تو حضرت کی دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ میں اس ذکر خیر کو اپنالوں اور جوں ہی آپ کو موقع ملتا پھر اپنی بے نظیر قوت بیان وحافظہ سے وہ واقعات ذکر فرماتے کہ ساری مجلس ان ہی کے ذکر وتذکرہ کے انوار وبرکات سے بھر جاتی، اور حضرتؒ کسی طرح اس ذکر جمیل کو ختم کرنا نہ چاہتے تھے، بقول شاعر۔

حدیث و حدیث عنه یعجبنی	هذا اذا غاب او هذا اذا حضرا
کلاهما حسن عندی اسر به	لکن احلاهما ما وافق النظرا

پھر حضرت عثمانیؒ نے فرمایا کہ بعینہ یہی حال حضرت شیخ الہندؒ کا بھی تھا، کہ جب حضرت نانوتویؒ کا ذکر خیر آپ کی مجلس میں کسی نہج سے چھڑ جاتا، تو اسی طرح سے آپ ان کے ذکر خیر کو اپنا لیتے اور عجیب عجیب واقعات سناتے تھے۔

یہاں تک تو حضرت عثمانیؒ کا بیان تھا اور راقم الحروف کا احساس ومشاہدہ یہ ہے کہ حضرت عثمانیؒ کی مجلس میں جب کبھی شیخ الہند، کا ذکر

آ جاتا اور اکثر ایسا ہوتا تھا تو پھر حضرت عثمانیؒ کا بھی یہی رنگ دیکھا کہ اپنی بےنظیر قوت بیان و حافظہ سے بیسوں واقعات سنا دیتے اور پوری مجلس ان کے ذکر مبارک سے حد درجہ محظوظ ہوتی تھی، کیونکہ آنکھوں دیکھے موثق حالات کی سرگذشت اور پھر مولانا کی زبان و بیان کی چاشنی ہم لوگوں کے لے ایک بڑی نعمت غیر مترقبہ تھی۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: مشہور عالم بےنظیر ترجمہ وفوائد قرآن مجید، حاشیہ ابی داؤد شریف، شرح الابواب والتراجم لبخاری، حاشیہ مختصر المعانی، ایضاح الادلہ، جہد المقل وغیرہ ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند وغیرہ ص ۴۶۶)

۴۴۲-الشیخ المحدث مولانا خلیل احمد بن الشاہ مجید علی انبھٹوی حنفیؒ م ۱۳۴۶ھ

۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اول صدر مدرس دارالعلوم دیوبند آپ کے حقیقی ماموں تھے، آپ نے کتب درسیہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پوری کیں اور علم حدیث کی تحصیل حضرت مولانا محمد مظہر صاحب صدر مظاہر العلوم سے کی، حدیث کی سند و اجازت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور شیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ سے بھی حاصل فرمائی۔

۱۲۹۷ھ میں حضرت گنگوہیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، تمام عمر افادۂ علوم ظاہری و باطنی، درس و افتاء و تصنیف میں بسر کی، سات مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، آخری حاضری ۱۳۴۴ھ میں ہوئی، مدینہ طیبہ میں اقامت فرمائی تھی اور وہیں وفات ہو کر قریب مقابر اہل بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جنۃ البقیع میں دفن ہوئے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

بذل المجہود شرح ابی داؤد (۵ مجلدات میں مطبوعہ ہے) مجموعۂ فتاویٰ (۴ جلد) المہند علی المفند، تنشیط الاذان، اتمام النعم علی تبویب الحکم، مطرقۃ الکرامۃ علی مرآۃ الامامہ، ہدایات الرشید، السؤال عن جمیع علماء الشیعہ وغیرہ "بذل المجہود" میں نہایت محققانہ محدثانہ تحقیقات تحریر فرمائی ہیں، جن کے باعث کتاب مذکور بہت مقبول ہوئی اور اب نادر الوجود ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مقدمۂ اوجز المسالک ص ۴۷)

۴۴۳-حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب خلف حجۃ الاسلام نانوتوی حنفیؒ م ۱۳۴۷ھ

آپ کی ولادت ۱۲۷۹ھ میں ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم گلاؤٹھی میں ہوئی، پھر مدرسہ شاہی مراد آباد میں حضرت مولانا محمد حسن صاحب امروہوی (تلمیذ خاص حضرت نانوتویؒ) سے تحصیل کی، اس کے بعد تکمیل کے لئے حضرت نانوتویؒ نے دیوبند بلا لیا، جہاں آپ نے شیخ الہندؒ سے بقیہ تعلیم پوری فرمائی اور دورہ حدیث حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھا، پہلے آپ مدرسہ عربیہ تھانہ بھون میں عرصہ تک پڑھاتے رہے وہاں سے ۱۳۰۳ھ میں دیوبند بلائے گئے اور مدرس ششم مقرر کئے گئے، عموماً تمام کتب فنون کا درس دیتے تھے، مگر خصوصیت سے مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، مختصر معانی اور میر زاہد رسالہ کے درس سے زیادہ شہرت پائی تھی۔

۱۳۱۳ھ سے حضرت گنگوہیؒ نے عہدۂ اہتمام دارالعلوم بھی آپ کے سپرد فرما دیا تھا، جس کو آپ نے نہایت تزک و احتشام سے انجام دیا اور بڑی بڑی شاندار ترقیات آپ کے دور میں ہوئی جن کے لئے آپ نے ملک کے بڑے بڑے سفر بھی کئے اور نہایت کوششیں کیں، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے آپ کے مشیر خاصؒ رفیق کار اور نائب مہتمم تھے، آپ کی وجاہت و سیادت اور ان کی بےنظیر تدبر و سیاست نے مل کر دارالعلوم کو بہت جلد ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا، آپ ہی کے دور میں درالعلوم کا یادگار جلسۂ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں ہوا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور ایک ہزار سے زائد فضلاء درالعلوم کی دستار بندی ہوئی تھی۔

آپ نہایت تحقیق سے درس حدیث دیتے تھے، اور حضرت نانوتویؒ کی تمام تصانیف پر چونکہ پوری نظر تھی، ان کے مضامین عالیہ بھی پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، آپ کے اور حضرت نانوتوی کے خاص تلامذہ کے علاوہ ان کی تصانیف عالیہ کو سب سے زیادہ

سے سمجھنے والے اور حکمت قاسمیہ پر پوری طرح حاوی حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تھے، جن کو مولانا عبیداللہ صاحب حضرت نانوتوی کی قوت بیانیہ کا ممثل بتلاتے تھے اور ہم لوگوں نے بھی حضرت مولانا عثمانیؒ کی خدمت میں رہ کر یہی اندازہ کیا، دوسرے درجہ میں مولانا عبیداللہ سندھی وغیرہ تھے۔

غرض حضرت حافظ صاحب جامع کمالات علمی وعملی تھے، اور سخاوت، مہمان نوازی وفراخدلی بھی آپ کے اوصاف خاصہ تھے، حضرت علامہ کشمیریؒ اور مولانا سندھیؒ سے نہایت محبت وخلوص تھا، حضرت شاہ صاحبؒ نے ابتدائی دس سال میں دارالعلوم سے تنخواہ نہیں لی تو آپ نے ان کے تمام مصارف اور خورد ونوش کا تکفل بڑی رغبت وشوق سے کیا، مولانا سندھیؒ بھی مدتوں آپ ہی کے مہمان رہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے تو عقد نکاح وغیرہ کی تقریبات بھی آپ نے ہی اپنے اہتمام ومصارف سے نہایت عزت وشان سے انجام دیں، حضرت شاہ صاحبؒ بھی آپ کے علم وفضل، صاحبزادگی اور مکارم اخلاق مخلصانہ روابط کے سبب آپ کی نہایت تعظیم فرماتے تھے۔

آپ چار سال ریاست حیدرآباد دکن کی عدالت عالیہ کے مفتی بھی رہے، ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ کے علاوہ بہت سی رعایات و اعزازات بھی آپ کو حاصل تھے، دیوبند واپس ہونے پر بھی نظام نے نصف تنخواہ پانچ سو روپے تاحیات بطور پنشن جاری کر دیئے تھے۔

نظام دکن آپ کے علم وفضل اور زہد واتقاء وغیرہ سے بہت متاثر تھے، ایک دفعہ ملاقات میں یہ بھی وعدہ کیا کہ جب دہلی آئیں گے تو دارالعلوم دیوبند کو بھی دیکھیں گے، ۱۳۴۷ھ میں جب ان کے دہلی آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے حیدرآباد کا سفر فرمایا کہ نظام کو وعدہ یاد دلا کر دیوبند کے لئے وقت طے کرائیں گے مگر وہاں پہنچ کر علیل ہوگئے اور وفات پائی، نظام نے اپنے مصارف سے مخصوص تیار کردہ قبرستان موسومہ ''خطۂ صالحین'' میں ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ کو دفن کرایا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (عظیم مدنی نمبر وغیرہ)

۴۴۴- حضرت العلامہ مولانا المفتی عزیز الرحمٰن بن مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی حنفیؒ ۱۳۴۷ھ

مشہور علامۂ زماں، محدث، مفسر اور مفتی اعظم تھے، آپ نے ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم وفنون سے فراغت حاصل کر کے ایک عرصہ تک میرٹھ میں درس علوم دیا، ۱۳۰۹ھ میں درالعلوم دیوبند کی نیابت اہتمام کے لئے بلائے گئے، ۱۳۱۰ھ سے عہدۂ افتاء سنبھالا اور ۱۳۴۶ھ تک درس تفسیر وحدیث وفقہ کے ساتھ افتاء کی عظیم الشان خدمت انجام دیتے رہے، تقریباً اٹھارہ ہزار فتاویٰ، آپ نے اس عرصہ میں تحریر فرمائے تھے جن کی ترتیب کا کام فاضل محترم مولانا ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کئی سال سے انجام دے رہے ہیں اور ابواب فقیہ پر مرتب ہوکر درالعلوم کی طرف سے ان کی اشاعت کا اہتمام ہورہا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کتب مبسوط فتاویٰ شامی، عالمگیری وغیرہ کے گویا حافظ تھے، تمام جزئیات فقہ ہروقت متحضر رہتی تھیں، اسی لئے سفر وحضر میں بلا مراجعت کتب بھی نہایت محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے، علم حدیث میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، طحاوی شریف، موطاء امام محمدؒ، موطأ امام مالکؒ وغیرہ پڑھاتے تھے، ۴۷ھ میں جب حضرت شاہ صاحبؒ علالت کے سبب ڈابھیل سے دیوبند تشریف لے آئے تے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے ڈابھیل تشریف لے جا کر بخاری شریف پڑھائی تھی۔

دارالعلوم میں تفسیر جلالین بھی ایک عرصہ تک آپ نے پڑھائی ہے، راقم الحروف نے بھی آپ ہی سے پڑھی ہے، مختصر مگر نہایت منضبط محققانہ تحقیق بیان فرماتے ہیں، بہت ہی بابرکت درس تھا، احقر پر بہت شفقت فرماتے تھے، بسا اوقات اپنے حجرۂ مبارکہ کی کنجی بھی مرحمت فرمادیتے تھے، جس میں بیٹھ کر مطالعۂ کتب کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

آپ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندیؒ مہتمم ثانی دارالعلوم کے ارشد خلفاء میں سے اور سلسلۂ نقشبندیہ کے نہایت ممتاز شیخ وقت تھے، آپ کے مشہور خلیفۂ مجاز حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب تھے، جن کے خلیفۂ

ارشد مخدوم حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی دام ظلہم ہیں۔
آپ کے بڑے صاحبزادے، مشہور نامور فاضل جلیل مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی دام فیضہم مدیر ندوۃ المصنفین دہلی ہیں، جن کی علمی خدمات، مکارم ومآثر سے آج کل سب واقف ہیں، چھوٹے صاحبزادے مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب عثمانی دام ظلہم مدرس درجۂ تجوید دارالعلوم ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۴۵-الشیخ المحدث الحافظ الحجہ مولانا محمد انور شاہ بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیری م ۱۳۵۲ھ

ولادت، سلسلہ نسب وتعلیم:

نہایت عظیم القدر محدث، محقق ومدقق، جامع معقول ومنقول تھے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ مسعود نروری کشمیری سے ہے جن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے ملتان آئے، لاہور منتقل ہوئے، پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی، آپ نے خود اپنا سلسلۂ نسب اپنی تصانیف نیل الفرقدین وکشف الستر کے آخر میں اس طرح تحریر فرمایا ہے، محمد انور شاہ بن مولانا محمد معظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر ابن شاہ عبدالخالق بن شاہ محمد اکبر بن شاہ حیدر بن شاہ محمد عارف بن شاہ علی بن شیخ عبداللہ بن شیخ مسعود نروری اور شیخ مسعود نروریؒ کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابن شاہ جنید بن اکمل الدین ابن میمون شاہ بن ہومان شاہ بن شاہ ہرمز، اس طرح حضرتؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاندان سے ملحق ہوجاتا ہے۔
اس تحقیق کا مأخذ حضرتؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ کا منظوم شجرۂ نسب ہے جس کی نقل نیز دوسری تائید تحریرات حضراتؒ کے خاندانی اعزہ کی راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں، حضرتؒ کے بھائی صاحبان اور اولاد کا ذکر آخر میں آئے گا۔
آپ کی ولادت ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ کو بمقام ودوان (علاقہ لولاب) ہوئی، آپ کے والد ماجد بہت بڑے عالم ربانی، زاہد وعابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیرومرشد تھے، آپ نے قرآن مجید اور بہت سی فارسی وعربی کی درسی کتابیں والد صاحب سے پڑھیں، پھر کشمیر وہزارہ کے دوسرے علماء کبار سے تحصیل کے بعد ۱۳۰۸ھ میں تکمیل کے لئے دیوبند تشریف لائے۔

دیوبند کا قیام:

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ جب دیوبند تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد قاضی میں فروکش ہوئے جس میں حضرت سید صاحب بریلویؒ قدس سرہٗ نے قیام فرمایا تھا (یہ دیوبند کی بہت قدیم مسجد ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کا جبۂ مبارک بھی مدتوں تک رہا ہے) حضرت شاہ صاحبؒ کا ابتداء میں اہل دیوبند یا مدرسے والوں میں سے کسی سے تعارف نہ تھا، کئی وقت تک کچھ نہ کھایا نہ اپنا حال کسی سے بتلایا تو متولی مسجد مذکور ممبر احمد حسن صاحب تھے، انہوں نے اس نوعمر صاحبزادے کے چہرۂ انور پر فاقہ کے آثار محسوس کئے، تو پوچھا کہاں سے اور کس غرض سے آنا ہوا، آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے پڑھنے کے لئے کشمیر سے آیا ہوں، انہوں نے کھانا کھلایا اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کی خدمت میں لے گئے، حضرتؒ نے آپ پر بہت شفقت فرمائی اور اپنے پاس ٹھہرایا، آپ نے حضرت شیخ الہندؒ سے بخاری، ترمذی، ابوداؤد اور ہدایہ اخیرین پڑھیں، دارالعلوم سے کامل فراغت کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں پہنچے اور سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی سے بھی پوری طرح مستفید اور مجاز بیعت ہوئے، دارالعلوم سے سنۂ فراغت ۱۳۱۲ھ ہے۔

دہلی وغیرہ کا قیام:

پھر کچھ عرصہ بجنور میں مولانا مشیت اللہ صاحب مرحوم کے پاس قیام فرمایا، وہاں سے دہلی جاکر مدرسہ امینیہ قائم کیا، اس میں ۵،۴

سال درس علوم دیا، ۲۰ھ میں اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام کی تاسیس کی، وہاں بھی درس دیتے رہے، ۲۳ھ میں اعیان کشمیر کے ساتھ حج بیت اللہ وزیارت مقدسہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے اور دونوں جگہ کافی دن قیام فرما کر روحانی برکات وفیوض کے ساتھ وہاں کے علمی کتب خانوں سے کامل استفادہ کیا، وطن واپس ہوکر چند سال افادۂ ظاہر وباطن فرماتے رہے۔

دیوبند تشریف آوری:

۱۳۲۷ھ میں بہ عزم ہجرت حرمین شریفین وطن سے روانہ ہوکر دیوبند تشریف لائے کہ ہجرت شیخ الہندؒ اور دیگر اکابر سے مل لیں، مگر حضرتؒ نے آپ کو دارالعلوم کی درسی خدمات انجام دینے کے لئے روک لیا، آپ نے حضرت الاستاذ کے حکم کی تعمیل فرمائی، پہلے چند سال تک بغیر مشاہرہ کے کتب حدیث کا درس دیتے رہے اور ہجرت کا ارادہ اپنے دل میں بدستور محفوظ ومستور رکھا، پھر جب اکابر اصرار سے تاہل کی زندگی اختیار فرمائی تو تنخواہ لینے لگے تھے۔

صدر نشینی علیحدگی وتعلق جامعہ ڈابھیل (سورت):

۳۳ھ میں جب حضرت شیخ الہند نے سفر حجاز کا عزم فرمایا تو اپنی جانشینی کے فخر وامتیاز سے آپ کو مشرف فرمایا، چنانچہ آپ نے یکسوئی کے ساتھ ۱۳ سال صدارت بھی فرمائی اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا، ۴۶ھ میں آپ نے نظام دارالعلوم میں چند اہم اصلاحات چاہیں جن کو اس وقت کے ارباب اقتدار نے منظور نہ کیا تو آپ مع اپنے ہم خیال اصلاح پسند حضرات کے درالعلوم کی خدمات سے بطور احتجاج کنارہ کش ہوگئے، ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت مفتی اعظم شیخ طریقت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ سراج احمد صاحب، رشیدیؒ، مولانا سید محمد ادریس صاحب سکھروڈویؒ، حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب دام ظلہم، حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب دام ظلہم، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی دام ظلہم، مولانا محمد یحیٰ صاحب تھانوی دام ظلہم، ان سب حضرات نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) کی علمی سندوں کو زینت بخشی۔

کمالات انوری کا تعارف:

حضرت شاہ صاحب کے علوم وکمالات خاصہ سے متعارف کرانا مجھ ایسے کم علم کے لئے نہایت دشوار ہے اور نہ اس مختصر تذکرہ میں آپ کی تحقیقات عالیہ کے نمونے ہی دیئے جاسکتے ہیں، انوار الباری پوری شرح میں ان شاء اللہ آپ کے علوم ومعارف کی تجلیات رونما ہوں گی، راقم الحروف نے حضرتؒ کے ملفوظات گرامی کی اشاعت کا سلسلہ رسالہ "نقش" میں شروع کیا تھا جس کی ۱۳ قسط شائع ہوئیں (پھر افسوس ہے کہ رسالہ بند ہوگیا) اس کے ابتداء میں حضرتؒ کے کچھ علمی خصائص بھی لکھے تھے، ارادہ ہے کہ اب حضرتؒ کے تمام ملفوظات گرام کو مستقل کتابی شکل میں شائع کردوں جس کی کئی جلدیں ہوجائیں گی۔

ثناء اماثل واکابر:

حضرتؒ کی پوری علمی وعملی زندگی کا تعارف سب سے بہتر ومختصر انداز میں خلد آشیاں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے کرایا تھا، جب وہ حضرتؒ کی وفات کے بعد ڈابھیل تشریف لے گئے تھے، تو جامعہ کے طلبہ نے تقریر کی درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات پر تبصرہ کریں تو علامہ بخاریؒ نے فرمایا تھا کہ میرے جیسا کم علم ان کے حالات کیا بیان کرسکتا ہے، البتہ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ صحابہؓ کا قافلہ جارہا تھا، یہ پیچھے رہ گئے تھے"۔

راقم الحروف نے اپنے ۱۶ سالہ قیام مجلس علمی ڈابھیل کے عرصہ میں یہ اندازہ کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم وکمالات سے سب سے زیادہ استفادہ حضرت علامہ عثمانیؒ نے کیا تھا وہ حضرت سے تمام مشکلات میں رجوع فرماتے تھے اور پھر کتابوں کا مطالعہ رات دن فرماتے تھے، قرآن مجید کے فوائد اور فتح الملہم میں حضرت شاہ صاحبؒ کے افادات بکثرت لئے ہیں۔

درحقیقت حضرت شاہ صاحب کی تحقیقات عالیہ کو سنبھالنا بغیر معمولی وسعت مطالعہ ومراجعت کتب کے ممکن نہ تھا اسی لئے آپ کے تلامذہ میں سے بھی جس نے اس شرط اول کو جتنا پوا کیا اسی قدر استفادہ وافادہ بھی کیا اور جو اس میں قاصر رہے وہ پیچھے رہ گئے۔

حضرت تھانویؒ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے، ایک دفعہ تشریف لائے تو حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے عرض کیا کہ آپ مدرسہ کے سرپرست ہیں، ذرا اپنے مدرسہ کے شیخ الحدیث کا درس بھی سنیں، حضرت تھانویؒ درس میں جاکر بیٹھے اور پھر مجلس میں آکر فرمایا کہ شاہ صاحبؒ کے تو ایک ایک جملہ پر ایک ایک رسالہ تصنیف ہوسکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری دام ظلہ نے تحریر فرمایا کہ "حضرت تھانویؒ جب بھی دیوبند تشریف لاتے تو حضرت شاہ صاحبؒ کے درس میں اہتمام سے بیٹھتے تھے اور بذریعہ خطوط بھی آپ سے استفادہ فرماتے رہے، بعض بعض جوابات خاصے طویل ہوتے تھے جن کا ذکر حضرت شاہ صاحب بھی فرمایا کرتے تھے اور حضرت مدنیؒ بھی قرآن وحدیث سے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے۔

شملہ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ صاحبؒ وغیرہ اکابر دیوبند تشریف لے گئے، اتفاق سے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر بہت ادق خلص علمی طرز کی ہوگئی جس کو بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ بھی پوری طرح نہ سمجھ سکے، انہوں نے شکوہ کیا کہ علماء ایسی تقریر کرتے ہیں، حضرت تھانویؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی تقریر اردو زبان میں تھی جو تمہاری مادری زبان ہے لیکن چونکہ اس میں علمی ادق تحقیقات تھیں تم لوگ نہ سمجھ سکے تو درحقیقت یہ تمہارے اس پندار کا علاج ہے کہ تم کہتے اور سمجھتے ہو کہ ہم بھی علماء کی طرح یا ان سے زیادہ قرآن وحدیث کو سمجھتے ہیں، اب تم لوگوں کو اسی سے اندازہ کرلینا چاہئے کہ علوم نبوت کو سمجھنے کے لئے کس قدر علم وفہم، وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔

حضرت تھانویؒ نے یہ بھی فرمایا کہ "جب شاہ صاحب میرے پاس آکر بیٹھتے ہیں تو میرا قلب ان کی علمی عظمت کا دباؤ محسوس کرتا ہے" یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت شاہ صاحبؒ حقانیت اسلام کی زندہ حجت ہیں، ان کا اسلام میں وجود دین اسلام کے حق ہونے پر دلیل ہے"۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے میں نے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ میرے قلب میں ان کا احترام اسی طرح ہے جیسا کہ اپنے اساتذہ کا، گو میں نے ان کی باقاعدہ شاگردی نہیں کی۔

افادات انوری از کمالات انوری

مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری (تلمیذ خاص حضرت شاہ صاحب وخلیفۂ خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری دام فیوضہم نے کچھ واقعات اپنے زمانہ قیام دارالعلوم وغیرہ کے لکھے ہیں جو قابل ذکر ہیں:

(۱) جس سال احقر دورۂ حدیث کے لئے دیوبند حاضر ہوا تو حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا، بعد عصر حضرتؒ کے دولت کدہ پر سہ دری کے سامنے حضرتؒ کی چارپائی بچھ جاتی تھی، چاروں طرف کرسیاں اور چارپائیاں ہوتیں، علما، صلحا وطلبۂ دارالعلوم بقصد زیارت جمع ہوتے، حضرت شاہ صاحب بھی دبے پاؤں آکر دور بیٹھ جاتے، حضرتؒ کی نظر جب پڑتی تو ان کو اپنے پاس بلاکر قریب کی کرسی پر بٹھاتے حضرت جب مسائل بیان فرمانے لگتے تو سبحان اللہ! علوم ومعارف کا بحر زخار موجیں مارنے لگتا، کبھی کسی مسئلہ پر فرماتے کہ اس کے متعلق

شاہ صاحب سے پوچھنا چاہئے! کیوں شاہ صاحب! یہ مسئلہ یوں ہی ہے؟ عرض کرتے، ہاں حضرت فلاں محقق نے یوں ہی لکھا ہے۔

(۲) مالٹا سے تشریف لائے تو نصاریٰ سے ترک موالات کا مسئلہ زیر غور تھا قرار پایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے یہ مسئلہ تحریر کرایا جائے، چنانچہ آپ فتویٰ لکھ کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے بیٹھ کر سنایا، احقر نے دیکھا کہ صرف دس سطور تھیں، لیکن ایسی جامع مانع کے شیخ الہندؒ سن کر نہایت محظوظ ہوئے۔

(۳) جس روز احقر دیوبند حاضر ہوا تو حضرت شیخ الہندؒ کی دعوت مع خدام وزائرین کے حضرت شاہ صاحبؒ کے ہاں تھی، بعد نماز مغرب تین سو سے زیادہ مہمان حضرت کی معیت میں نودرہ کی چھت پر تشریف فرما ہوئے، عجیب انوار وبرکات کا نزول ہو رہا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ وجد کے عالم میں تھے، کھانے سے فراغت کے بعد حضرت دیر تک تشریف فرما رہے۔

(۴) ایک دفعہ احقر حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر تھا، دن کے دس بجے تھے، بارش ہو رہی تھی، فرمانے لگے، بھائی مولوی محمد حسن صاحب! شاہ صاحب کے ہاں چلنا ہے، آج انہوں نے ہمیں مہمانوں سمیت مدعو کیا ہے، حکیم صاحب فرمانے لگے حضرت! بارش تو ہو رہی ہے، کھانا یہیں منگوالیا جائے گا، فرمایا، نہیں بھائی، میرے ایک مخلص نے دعوت کی ہے، وہیں جاؤں گا، چنانچہ بارش میں چل پڑے، راستہ میں شاہ صاحب ملے اور عرض کیا کہ کھانا در دولت پر پہنچا دیا جائے گا، فرمایا کچھ تکلیف نہیں، آپ کے گھر کھانا کھائیں گے۔

(۵) حضرت مولانا وسیدنا شاہ عبدالقادر رائے پوری دام ظلہم فرماتے تھے کہ کچھ دنوں میں نے بھی حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھا ہے، واقعی حضرت شاہ صاحب آیۃ من آیات اللہ تھے، فرمایا میں تو غیر مقلد ہو گیا تھا، حضرت شاہ صاحب کی برکت سے حنفی مذہب پر استقامت نصیب ہوئی، فرمایا کہ ایک مشہور اہل حدیث عالم سے حضرت شاہ صاحبؒ کا مناظرہ ہوا غالباً گلاوٹھی ہی کا واقعہ ہے، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور دوسرے بزرگان دین جمع تھے، حضرت شاہ صاحبؒ نے ان اہل حدیث عالم سے فرمایا کہ آپ کو محدث ہونے کا دعویٰ ہے، صحیح بخاری کی وہ طویل حدیث جس میں ہرقل اور ابوسفیان کا مکالمہ مذکور ہے جتنے طرق سے امام بخاری نے نقل کی ہے سنا دیجئے! وہ بے چارے نہ سنا سکے اور کہنے لگے کہ آپ ہی سنا دیں تو شاہ صاحب نے ساری حدیث سنا دی، بلکہ دور تک پہنچ گئے، حتیٰ کے نصف پارہ تک سنا دیا وہ صاحب کہنے لگے کہ بس کافی ہے (حضرت رائے پوری دام ظلہم نے شاہ صاحبؒ سے ترمذی شریف پڑھی ہے)۔

(۶) یہ بھی حضرت رائے پوری دام ظلہم نے فرمایا کہ مدرسہ امینیہ دہلی (واقع سنہری مسجد چاندنی چوک) میں جب حضرت شاہ صاحبؒ پڑھاتے تھے اور کبھی بازار جانا ہوتا تو سر پر رومال ڈال کر آنکھوں کے سامنے پردہ کر کے نکلتے، مبادا کسی عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔

(۷) حضرت شیخ المشائخ مولانا احمد خان صاحب (ساکن کندیاں ضلع میانوالی) حضرت شاہ صاحبؒ کے علم وفضل کے نہایت مداح تھے اور جب حضرت شاہ صاحب، شیخ معظم حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی قدس سرہٗ کی دعوت پر میانوالی تشریف لے گئے تو آپ ان کو کندیاں لے گئے، کتب خانہ دکھلایا، حضرت شاہ صاحبؒ نے کئی گھنٹے مختلف کتابوں کا مطالعہ فرمایا اور نوادر الاصول حکیم ترمذی دو ماہ کے لئے مستعار دیوبند لائے، حضرت نے فرمایا کہ میانوالی کے جلسہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی، مجمع کثیر تھا، ہزارہا مخلوق جمع تھی، سینکڑوں علماء زیارت واستفادہ کے لئے حاضر ہوئے تھے، کندیاں میں بھی بکثرت علماء نے آپ سے علمی استفادہ کئے، لیکن میں حضرت کی میزبانی میں مصروفیت کی وجہ سے استفادہ سے محروم رہا جس کا افسوس ہے، حضرت شاہ صاحب کی وفات پر حضرت نے

---

[۱] آپ نہایت جلیل القدر عارف باللہ، علامہ محدث ومفسر تھے، سلسلۂ ارشاد وتلقین بہت وسیع تھا، مجددی سلسلہ میں بیعت فرماتے تھے، آپ کے عظیم الشان کتب خانہ کی بھی بڑی شہرت ہے، آپ کے فیوض باطنی سے ہزاراں ہزار لوگوں نے استفادہ کیا، آپ کے خلیفۂ ارشد وجانشین حضرت الشیخ مولانا عبداللہ شاہ صاحب لدھیانوی قدس سرہٗ (تلمیذ حضرت علامہ کشمیریؒ) تھے جن سے بیعت کا شرف راقم الحروف کو بھی حاصل ہوا ہے، آپ کے سرچشمۂ فیض سے بھی ایک عالم سیراب ہوا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کاملین میں سے تھے، آپ کے وصال سے علماء یتیم ہو گئے، طلبہ تو حدیث پڑھانے والے اساتذہ مل سکتے ہیں، لیکن علماء کی پیاس کون بجھائے گا۔

(۸) حضرت الشیخ المعظم علامہ محدث و مفسر مولانا حسین علی صاحب نقشبندیؒ (ساکن واں بچھراں ضلع میانوالی) جو حضرت گنگوہیؒ کے تلمیذ حدیث اور حضرت خواجہ محمد عثمان موسیٰ زئی شریف کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب بڑے محدث ہیں اور اپنے تلامذہ کو کتب حدیث ختم کرانے کے بعد ہدایت فرماتے تھے کہ اگر فن حدیث میں بصیرت حاصل کرنے کی آرزو ہے تو حضرت شاہ صاحب کے پاس جاؤ (حضرتؒ کا تذکرہ آگے مستقلاً آئے گا، انشاء اللہ)

(۹) ۱۳۳۰ھ میں علامہ رشید رضا مصری مدیر ''المنار'' و صاحب تفسیر مشہور بتقریب صدارت اجلاس، دار العلوم ندوہ لکھنؤ ہندوستان آئے تو دار العلوم دیوبند کی دعوت پر یہاں بھی تشریف لائے ان کے لئے خیر مقدم کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، اس وقت حضرت شیخ الہندؒ بھی موجود تھے، اتفاقاً علامہ نے جلسہ سے قبل کسی استاذ دار العلوم سے دریافت کیا کہ یہاں درس حدیث کا طرز کیا ہے؟ تو بتلایا کہ پہلے قاری حدیث پڑھتا ہے اور استاد اس حدیث سے متعلق تمام مباحث علمیہ اور حقائق و نکات بیان کرتا ہے، پھر اگر حدیث احکام سے متعلق ہے تو استاد آئمہ متبوعین کے مذاہب و دلائل بھی بیان کرتا ہے، اور اگر امام اعظم کا مذہب بظاہر اس حدیث کے مخالف ہوتا ہے اور استاد توفیق، تطبیق یا ترجیح راجح کے اصول پر تقریر کرتا ہے اور حنفی مسلک کو مؤید و مدلل کرتا ہے، یہ بات علامہ کو بہت عجیب معلوم ہوئی، کہنے لگے کہ کیا حدیث میں ایسا ہی ہوتا ہے؟ کہا ہاں! اس پر علامہ نے کہا ''کیا حدیث حنفی ہے؟''

یہ بات تو اسی طرح یہاں ختم ہوگئی اور جلسہ کی شرکت کے لئے حضرت شاہ صاحب تشریف لا رہے تھے کہ راستہ ہی میں علامہ کی اس گفتگو کا حال سنا نقل ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا ارادہ علامہ کی ترحیب اور درالعلوم کی تاریخ و دیگر عام امور پر تقریر فرمانے کا تھا، مگر اس گفتگو کا حال سن کر ارادہ بدل گیا اور اتنے ہی قلیل وقفہ میں جلسہ میں پہنچے اور کچھ دیر بیٹھے، دار العلوم کے اسی مذکورہ بالا طرز درس حدیث پر مضمون ذہن میں مرتب فرما لیا اور پھر وہ مشہور و معروف خالص محققانہ محدثانہ تقریر نہایت فصیح و بلیغ عربی میں فرمائی کہ اس کو سن کر علامہ اور تمام شرکاء اجلاس علماء و طلبہ حیران رہ گئے۔

اس تقریر میں آپ نے فقہاء محدثین کے اصول استنباط، تحقیق مناط، تنقیح مناط، تخریج مناط کی وضاحت و تشریح احادیث و احکام سے فرما کر حضرت شاہ ولی اللہ سے لے کر اپنے اساتذہ درالعلوم تک کے مناقب اور طرز و طریق خدمت علم و دین پر روشنی ڈالی، علامہ آپ کی فصاحت تقریر اور سلاست بیان و قوت دلائل سے نہایت متاثر تھے اور درمیان تقریر سوالات کرتے رہے، ایک دفعہ سوال کیا کہ اے حضرت الاستاذ! آپ حدیث قلتین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ایک بار کہا حضرت الاستاذ! آپ مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں کیا فرماتے ہیں؟ اسی طرح بہت سے مسائل کو بے تکلف سوال میں لائے اور حضرت شاہ صاحب بھی نہایت انبساط و شرح صدر کے ساتھ کافی وشافی جوابات دیتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب کی تقریر مذکور کے بعد علامہ موصوف نے تقریر فرمائی اور اس میں حضرت شاہ صاحبؒ کے غیر معمولی علم و فضل، تبحر و وسعت مطالعہ اور بے نظیر استحضار و حافظہ کی داد دی، نیز اعتراف کیا کہ جو طریقہ آپ کے یہاں درس حدیث کا ہے، یہی سب سے اعلیٰ و افضل و انفع طریقہ ہے، اور فرمایا کہ اگر میں ہندوستان آ کر اس جامعہ علمیہ کو نہ دیکھتا اور اس کے اساتذہ علماء اعلام سے نہ ملتا تو یہاں سے غمگین واپس جاتا، پھر مصر جا کر یہ سب حالات اپنے رسالہ ''المنار'' میں شائع کئے اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا کہ میں نے ازہر الہند دیوبند میں وہ نہضت دینیہ علمیہ جدیدہ دیکھی ہے جس سے نفع عظیم کی توقع ہے۔ مدرسہ دیوبند دیکھ کر جس قدر میرے دل کو مسرت بے پایاں حاصل ہوئی وہ کسی اور چیز سے نہیں ہوئی۔

مجھ سے بہت سے لوگوں نے دار العلوم دیوبند کے فضائل و مآثر بیان کئے تھے اور کچھ لوگوں نے علماء دیوبند پر جمود و تعصب کا بھی نقد کیا تھا مگر میں نے ان کو اس ثناء و نقد سے بہت بلند پایا اور میں نے حضرت شاہ صاحب جیسا جلیل القدر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ واللہ الحمد۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی پوری تقریر اور علامہ مصری کی تقریر و بیانات دارالعلوم میں موجود ہیں، فاضل محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری دام فیضہم نے کافی حصہ "نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ الانور" میں نقل فرمادیا ہے، افسوس ہے کہ یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔

(۱۰) علامہ محدث علی حنبلی مصری جو صحیحین کے حافظ مشہور تھے، مصر سے سورت و راندیر آئے، وہاں سے دہلی مولوی عبدالوہاب اہل حدیث کے پاس پہنچے اوقات نماز کے متعلق ان سے مناظرہ ہوگیا، مولوی صاحب نے ان کو اپنے یہاں سے نکلوادیا، راندیر میں حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب (حال صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ دیوبند کا دارالعلوم بھی ضرور دیکھیں، دہلی میں بھی کچھ لوگوں نے دیوبند کا مشورہ دیا مگر بے چارے مایوس و پریشان تھے کہنے لگے کہ جب اہل حدیث نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا حالانکہ ان کا مذہب حنابلہ سے قریب ہے تو دیوبند تو حنفیہ کا مرکز ہے، وہاں خدا جانے کیا سلوک ہوگا، مگر لوگوں نے اطمینان دلایا اور قبل ظہر آپ دیوبند پہنچے، ظہر کی نماز دارالعلوم کی مسجد میں پڑھی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم مہمانوں کا بہت تفقد کیا کرتے اور نمازوں میں بھی دیکھا کرتے تھے کہ کوئی نیا آدمی باہر کا مدرسہ کا مہمان ہو تو اس حسب حال قیام وطعام وغیرہ کا انتظام فرمائیں، چنانچہ آپ نے علامہ علی کو نووارد دیکھ کر ان کا بھی خیر مقدم کیا مہمان خانہ میں ٹھہرایا، خاطر مدارت کی اور عرب طلبہ کو جو اس وقت دارالعلوم میں پڑھتے تھے، بلوا کر علامہ سے ملوایا، تاکہ زیادہ مانوس و منبسط ہوں، علامہ پر ان چیزوں کا بڑا اثر ہوا، بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ علمائے دیوبند تو بڑے مہمان نواز اور کریم النفس ہیں، یہ لوگ صحابہ کرام کے قدم بقدم چلنے والے اور متبع سنت معلوم ہوتے ہیں، مولوی محمد یحییٰ یمنی (متعلم دارالعلوم) نے کہا کہ یہ لوگ علم وفنون میں بھی فائق الاقران، علامہ نے کہا کہ یہ بات میں ماننے کو تیار نہیں، کیونکہ "ھم اعجام" یہ بیچارے تو عجمی ہیں۔

عصر کی نماز کے بعد چند عرب طلبہ علامہ موصوف کو مزارات اکابر کی طرف لے گئے، ایک صاحب نے علامہ کو القاسم کا وہ نمبر دیا جس میں حضرت شاہ صاحب کا عربی قصیدہ (مرثیہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ) شائع ہوا تھا، علامہ نے چالیس ابیات کا فصیح و بلیغ مرثیہ مذکور پڑھ کر فوراً کہا کہ انی تبت من اعتقادی میں اپنے خیال سے رجوع کرلیا، اس قصیدہ سے زمانہ جاہلیت کی فصاحت وبلاغت مہک رہی ہے، نہایت بلیغ کلام ہے اور میں اس عالم کی زیارت کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی۔

اگلے دن صبح کے وقت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا درس صحیح مسلم سنا اور اثناء درس میں کچھ اعتراضات کئے، حضرت مولانا نے پورا درس عربی میں دیا اور علامہ کے جوابات بھی عربی میں دیتے رہے، علامہ متاثر ہوئے اور مولوی محمد یحییٰ یمنی سے فرمایا کہ یہ شخص بہت بڑا عالم دین ہے، اگرچہ بعض مسائل میں میری تسلی نہ ہوسکی، اس کے بعد بخاری شریف کے درس میں پہنچے، حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی پورا درس آپ کی رعایت سے عربی میں دیا، علامہ وہاں بھی اثناء درس میں سوالات کرتے اور شاہ صاحب جوابات دیتے رہے، درس کے بعد علامہ نے کہا کہ میں نے عرب ممالک کا سفر کیا اور علماء زمانہ سے ملا، خود مصر میں کئی سال حدیث کا درس دیا ہے، ہر جگہ کے علماء سے حدیثی مباحثے کئے، مگر میں نے اب تک اس شان کا کوئی محدث عالم نہیں دیکھا، میں نے ان کو ہر طرح بند کرنے کی سعی کی، لیکن ان کے استحضار علوم، تیقظ، حفظ و اتقان، ذکاوت و وسعت نظر سے حیران رہ گیا (مولانا حکیم اعظم علی بجنوری مرحوم نے یہ اضافہ بھی کیا کہ "میں نے شاہ صاحب کے علاوہ اس درجہ کا کوئی عالم نہیں دیکھا جو امام بخاری، حافظ ابن حجر، علامہ ابن تیمیہ، ابن حزم، شوکانی وغیرہ کے نظریات پر تنقیدی نظر محاکمہ کرسکتا ہوں اور ان حضرات کی جلالت قدر کا پورا لحاظ رکھ کر بحث و تحقیق کا حق ادا کرسکے"۔

علامہ نے دارالعلوم میں تین ہفتے قیام کیا، حضرت شاہ صاحب سے برابر استفادہ کرتے رہے اور سند حدیث بھی حاصل کی، یہاں تک کہا کہ اگر میں حلف اٹھالوں کے شاہ صاحب امام ابوحنیفہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ حانث نہ ہوں گا، حضرت شاہ صاحبؒ کو اس جملہ کی خبر ہوئی تو ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ "ہمیں امام صاحب کے مدارک اجتہاد تک قطعاً رسائی نہیں ہے"۔

علامہ نے واپسی میں بھی راندیر میں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی اور دیوبند کے تمام واقعات و حالات سنائے اور ان سے یہ بات کہی کہ مجھے حیرت ہے کہ حضرت شاہ صاحب اتنے بڑے عالم اور امام وقت ہو کر بھی امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں، مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس سے ہی آپ امام صاحبؒ کے علوم کا اندازہ کریں۔

مصر پہنچ کر علامہ نے وہاں کے رسائل میں اپنا سفرنامہ شائع کیا اور علماء دیوبند کے کمالات علمی و عملی پر بھی ایک طویل مقالہ لکھا، حضرت مولانا محمد انوری کے نورانی افادات میں سے ان عشرۂ کاملہ پر اکتفاء کرتا ہوں، اگرچہ دل نہیں چاہتا کہ اس ذکر جمیل کو مختصر کروں۔

حضرتؒ کے باطنی کمالات

حضرت شاہ صاحب کی شان عجیب تھی اور آپ اپنے باطنی کمالات کو حتی الامکان چھپانے کی بڑی سعی فرماتے تھے، مولانا محمد انوری دام ظلہم نے ہی مقدمۂ بہاولپور کے مشہور تاریخی سفر میں اپنی معیت کے تقریب سے، بہت کچھ لکھ دیا ہے اور چند سطریں مزید نقل کرنے پر دل مجبور کر رہا ہے۔

''ان ایام میں اس قدر حضرتؒ کے چہرہ مبارکہ پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا تھا، احقر نے بارہا دیکھا کہ اندھیرے کمرہ میں مراقبہ فرما رہے ہیں لیکن روشنی ایسی جیسے بجلی کے قمقمے روشن ہوں، حالانکہ اس وقت بجلی گل ہوتی تھی''۔

بہاولپور کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز حضرت اقدس ہی پڑھایا کرتے تھے، بعد نماز کچھ بیان بھی فرماتے تھے، ہزاراں ہزار کا مجمع رہتا تھا، پہلے جمعہ میں فرمایا: حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامان سفر کر لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لئے بہاولپور آیئے، چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل کا سفر ملتوی کیا اور بہاولپور کا سفر کیا، یہ خیال ہوا کہ ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا''، بس اتنا فرمانے پر تمام مسجد میں چیخ و پکار پڑ گئی، لوگ دھاڑیں مار مار کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، خود حضرت پر ایک عجیب کیفیت وجد طاری تھی۔

یہ اس کیفیت وجد ہی کا اثر تھا کہ آپ اپنا حال چھپا نہ سکے اور لوگوں پر آپ کے معمولی جملوں کا اس قدر اثر ہوا، ورنہ اگر آپ اپنے باطنی کمالات کے اخفاء میں کامیاب نہ ہوتے تو یقیناً لاکھوں مریدین کا ہجوم آپ کو ہر وقت گھیرے رہتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ جب کشمیر تشریف لے جاتے تھے تو اکثر لوگ چونکہ آپ کے خاندانی سلسلۂ مشیخیت سے واقف تھے، تو جس طرف چلے جاتے تھے، ہزاروں لوگ فرط عقیدت سے فرش راہ ہوتے اور آپ کی قدم بوسی کو اپنا شرف سمجھتے تھے، مگر حضرتؒ ان کو نہایت سختی سے ایسی تعظیم کے ارتکاب سے روکتے تھے، ایک دفعہ خود فرمایا کہ کشمیر میں مجھے جہاں یہ محسوس ہوتا کہ لوگ مجھے عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو میں کوشش کر کے ایسی جگہوں پر اپنی وقعت و عزت کو خاص طور سے خاک میں ملاتا تھا، تاکہ لوگوں کا خیال ادھر سے ہٹ جائے اور لوگ مجھے صرف ایک طالب علم سمجھنے پر اکتفاء کریں۔

حضرت رائے پوری دام ظلہم کا ایک ملفوظ گرامی اور بھی حضرت علامہ انوری کے واسطہ سے نقل کر رہا ہوں، فرمایا کہ جن ایام میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھتا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ ڈیڑھ پیسہ کی روٹی منگا کر کھایا کرتے تھے، سارا دن علوم و فنون کا درس دیتے، دوپہر کو شدت گرما (جون جولائی کے مہینہ) میں کتب بینی فرماتے جب کہ ہر شخص دوپہر کی نیند کے مزے لیتا تھا اور موسم سرما میں دیکھا کہ بعد نماز عشاء سے صبح صادق تک مطالعہ فرما رہے ہیں اور اوپر کی رزائی کہیں سے کہیں پڑی ہوئی ہے۔ مغرب[1] سے عشاء تک ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔

---

[1] مولانا قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس دارالعلوم دیوبند ڈابھیل نے بتلایا کہ پنجاب کے ایک بڑے عارف باللہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کے بعد فرمایا کہ شاہ صاحب کی نسبت نہایت ہی قوی اور ان کی عظمت ناقابل مثال ہے، محترم مولانا بنوری دام ظلہم نے انکشاف کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مشائخ چشت کے طرز پر چھ ماہ تک کشمیر میں ریاضت و مجاہدہ فرمایا تھا اور یہ تمام مدت خلوت میں گزاری تھی، حضرت کی یہ زندگی بہت مخفی تھی، اس لئے اس سلسلہ کے حالات بھی کم مل سکے اور ہم نے بھی اخفاء کا ضابطہ اس کے لئے مستقل عنوان نہ دے کر پورا کیا ہے۔ (مرتب)

بقیہ ثناء اماثل: حضرت علامہ عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح ہماری آنکھوں نے شاہ صاحب کا مثل نہیں دیکھا، اسی طرح شاہ صاحبؒ کی آنکھوں نے بھی اپنا مثل نہیں دیکھا، اگر مجھ سے پوچھتے کہ تو نے شیخ تقی الدین بن دقیق العید اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں! میں نے دیکھا ہے، کیونکہ حضرت شاہ صاحب کو دیکھا تو گویا ان کو دیکھا۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نے حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات پر معارف میں لکھا تھا کہ "آپ کی مثال اس سمندر کی سی تھی جس کی اوپر کی سطح ساکن لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گرانقدر قیمتی خزانوں سے معمور ہوتی ہے، وہ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت مطالعہ میں اس عہد میں بے نظیر تھے، علوم حدیث کے حافظ و نکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ، معقولات میں ماہر، شعر و سخن سے بہرہ مند اور زہد و تقویٰ میں کامل تھے، مرتے دم تک علم و معرفت کے اس شہید نے قال اللہ و قال الرسول کا نعرہ بلند رکھا"۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ نے حضرت شاہ صاحب کے جلسہ تعزیت میں تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ "میں نے ہندوستان حجاز، عراق، شام وغیرہ کے علماء اور فضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی، وسعت معلومات، جامعیت اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا"۔

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کی وفات بلاشبہ وقت حاضر کے کامل ترین عالم ربانی کی وفات ہے، جن کا نظیر مستقبل میں متوقع نہیں، طبقۂ علماء میں حضرت شاہ صاحب کا تبحر، کمال فضل، ورع و تقویٰ، جامعیت و استغناء مسلم تھا، موافق و مخالف ان کے سامنے تسلیم و انقیاد سے گردن جھکاتا تھا۔

حضرت علامۂ محدث مولانا سید اصغر حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے جب مسئلہ فقہ میں کوئی دشواری پیش آتی ہے تو کتب خانۂ دارالعوم کی طرف رجوع کرتا ہوں، اگر کوئی چیز مل گئی تو فبہا ورنہ پھر حضرت شاہ صاحب سے رجوع کرتا ہوں، شاہ صاحب جو جواب دیتے اسے آخری اور تحقیق پاتا اور اگر حضرت شاہ صاحب نے کبھی یہ فرمایا کہ میں نے کتابوں میں یہ مسئلہ نہیں دیکھا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ اب یہ مسئلہ نہیں ملے گا اور تحقیق کے بعد ایسا ہی ثابت ہوتا تھا، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، حضرت شاہ صاحبؒ کے بڑے مداح تھے اور شاہ صاحب کی خدمت میں دیوبند آکر مستفید بھی ہوتے تھے، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو مجسم علم دیکھنا ہو تو شاہ صاحب کو دیکھ لے، مولانا اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ کا قول ہے کہ شاہ صاحب تو حافظ حدیث ہیں۔

علامۂ محقق، محدث و مفسر شیخ کوثریؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کر کے فرمایا کہ احادیث سے دقیق مسائل کے استنباط میں شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے بعد ایسا محدث و عالم امت میں نہیں گزرا اور یہ کوئی کم زمانہ نہیں ہے"۔

سلطنت ٹرکی کے سابق شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری نے "مرقاۃ الطارم" دیکھ کر فرمایا کہ "میں نہیں سمجھتا کہ فلسفہ و کلام کے دقائق کا اس انداز سے سمجھنے والا اب بھی کوئی دنیا میں موجود ہیں جتنا کچھ آج تک اس موضع پر لکھا جا چکا ہے اس رسالہ کو اس سب پر ترجیح دیتا ہوں اور اسفار اربعہ شیرازی کی ان چار مجلدات کبیرہ پر بھی"۔ (نفحۃ العنبر)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری اپنی مشہور و مقبول تصنیف "بذل المجہود" کی مشکلات میں آپ سے رجوع فرماتے تھے، علامۂ محدث نیموی نے اپنی پوری تصنیف آثار السنن حضرت شاہ صاحبؒ کے ملاحظہ سے گزاری اور آپ کے علمی مشوروں اور اصلاحات سے مستفید ہوتے رہے۔

ایک دفعہ صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب علی گڑھ سے دیو بند آئے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے درس صحیح مسلم میں بیٹھے تو کہا کہ آج تو آکسفورڈ اور کیمبرج کے لیکچر ہال کا منظر سامنے آ گیا تھا، یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں پروفیسروں کو جیسے پڑھاتے ہوئے میں نے دیکھا ہے، آج ہندوستان میں میری آنکھوں نے اسی تماشے کو دیکھا۔

علامہ اقبال مرحوم نے اصول اسلام کی ارواح کو سمجھنے میں حضرت شاہ صاحبؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا، اس لئے حضرت سے بہت زیادہ تعلق رکھتے تھے اور جب شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم سے علیحدگی اختیار فرمائی تو حضرت کو لاہر بلانے کی بھی انتہائی سعی کی تھی، لاہور کے تعزیتی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کا نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے'' وغیرہ وغیرہ آراء اکابر و معاصرین جن کا ذکر اس مختصر میں نہیں ہوسکتا۔

بے نظیر قوت حافظہ وسرعت مطالعہ وغیرہ

حضرت شاہ صاحبؒ کا جس طرح علم و فضل، تبحر، وسعت مطالعہ، زہد و تقویٰ بے نظیر اور نمونۂ سلف تھا اس طرح قوت حافظہ بھی بے مثل تھی اور وہ گویا ان منکرین حدیث کا جواب تھی جو محدثین کے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے ذخیرۂ حدیث کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''جب میں کسی کتاب کا سرسری نظر سے مطالعہ کرتا ہوں اور اس کے مباحث کو محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا، تب بھی پندرہ سال تک اس کے مضامین مجھے محفوظ رہ جاتے ہیں''۔

سرعت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ مسند احمد (مطبوعہ مصر) کے روزانہ دو سو صفحات کا مطالعہ فرمایا اور وہ بھی اس شان سے کہ اس عظیم الشان ذخیرہ میں سے احناف کی تائید میں جس قدر احادیث ہوسکتی تھیں وہ بھی منتخب اور محفوظ کر لیں اور پھر جب کبھی درس مسند کی احادیث کا حوالہ دینا ہوتا تو ہمیشہ بغیر مراجعت کے دیتے تھے اور رواۃ و طبقات پر بھی بے تکلف بحث فرماتے تھے، صرف آخر عمر میں ایک بار پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے متعلق احادیث کو جمع کرنے کے لئے مسند کا مطالعہ فرمایا تھا۔

شیخ ابن ہمام کی فتح القدیر مع تکملہ (۸ جلد) کا مطالعہ بیس روز میں کیا تھا اس طرح کہ کتاب الحج تک اس کی تلخیص بھی فرمائی اور ابن ہمام نے صاحب ہدایہ پر جو اعتراضات کئے ہیں اپنے خلاصہ میں ان کے مکمل جوابات بھی تحریر فرمائے اور پھر مدت العمر فتح القدیر سے مذاہب و مباحث نقل کرنے میں مراجعت کی ضرورت پیش نہیں آئی، ایک دفعہ خود بھی درس میں بطور تحدیث نعمت فرمایا کہ ۲۶ سال قبل فتح القدیر دیکھی تھی، الحمدللہ اب تک مراجعت کی ضرورت نہیں ہوئی، جو مضمون اس کا بیان کروں گا، اگر مراجع کرو گے تو تفاوت بہت کم پاؤ گے۔

سنن بیہقی اور حضرت شاہ صاحب

سنن بیہقی قلمی کا مطالعہ حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ کے یہاں کیا تھا، تیس سال کے بعد ڈابھیل میں ایک روز فرمایا کے حافظ ابن حجر نے ایک جگہ کچھ دلائل حنفیہ کے خلاف بیہقی سے جمع کئے ہیں، میں نے جو نسخہ بیہقی کا گنگوہ میں دیکھا تھا، اس میں وہ چیزیں نہ تھیں، پھر جب سنن بیہقی حیدر آباد سے چھپ کر آئی تو اس میں وہ چیزیں موجود تھیں، لیکن اب میں اس نظریہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت گنگوہیؒ والا قلمی نسخہ زیادہ صحیح تھا اور اس کے شواہد و دلائل میں اپنی یادداشت میں جمع کر رہا ہوں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی دریافت مذکور جس قدر اہم ہے محتاج بیان نہیں، جس وقت سے حضرت کا یہ ملفوظ گرامی اپنی یادداشت میں دیکھا راقم الحروف برابر اس فکر میں سرگرداں ہے کہ کسی طرح وقت ملے تو فتح الباری سے وہ مقام متعین کروں، دوسرا مرحلہ حضرت گنگوہیؒ والے قلمی نسخہ کا ہے، گنگوہ خط لکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ کی سب کتابیں کتب خانۂ دارالعلوم کو منتقل ہوگئی تھیں، یہاں کتب خانہ تلاش کیا تو اس

سنن بیہقی کا کوئی وجود نہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عظیم الشان دریافت کو کس طرح کارآمد بنایا جائے، کاش! حضرت مولانا محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اور دوسرے خصوصی تلامذہ حضرتؒ اس مہم کو سر کریں، نہایت افسوس ہے کہ حضرتؒ کی زندگی میں اس کا خیال نہ ہوا کہ اس مقام کو متعین کرالیتا اور یادداشت سے وہ قرائن بھی نقل ہوسکتے، حضرت کی یادداشتوں کے تین بکس تھے جو سب ضائع ہوئے اور اب ''الاتحاف'' (حواشی آثار السنن) مطبوعہ رسائل و امالی اور اپنی یادداشتوں کے سوا کوئی چیز سامنے نہیں ہے۔

حذف والحاق کی نشاندہی

حذف والحاق کے سلسلہ کی نشاندہی نہایت ہی اہم ترین و مشکل ترین خدمت ہے جو علامہ کوثری مرحوم اور حضرت شاہ صاحبؒ جیسے ہی بحور العلوم کا منصب تھا اب اگر اس سلسلہ کے بقیہ گوشوں کی تکمیل کا فرض ہم لوگ انجام دے لیں تو وہ بھی عظیم الشان علمی حدیثی خدمت ہے۔

حضرت کی قوت حافظہ کے سلسلہ میں آپ کے تلمیذ خاص مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی یہ تحقیق بھی قابل ذکر ہے کہ مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحبؒ کو کم سے کم چالیس پچاس ہزار عربی کے اشعار ایسے یاد تھے کہ جس وقت چاہتے ان میں سے سنا سکتے تھے، فارسی اشعار بھی بکثرت یاد تھے، بلکہ اردو کے بھی اونچے شعراء کا کلام یاد تھا، ایک دفعہ راقم الحروف کی موجودگی میں غالب کے بہت سے اشعار سنائے۔

فقہ حنفی اور حضرت شاہ صاحبؒ

درس میں جب مسائل خلافیہ پر کلام فرماتے تو جابجا شیخ ابن ہمام کی تحقیقات مع نقض و ابرام نقل فرمانے کی عادت تھی، فتح القدیر نہایت دقیق و غامض کتاب ہے جو فقہ و اصول کے دقائق و غوامض اور اصول حدیث کی مشکلات پر مشتمل ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حالات میں لکھا جاچکا ہے کہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ کے ایک اعتراض کا جواب ابن ہمام ہی کی تحقیق سے دیا ہے۔

ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ جن مسائل میں حافظ ابن حجر کے اعتراضات کا جواب حافظ عینی سے پورا نہ ہوسکا تھا ان کی تکمیل درس میں بھی کافی وشافی جوابات دے کر فرماتے تھے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (حال استاذ حدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ) کا بیان ہے کہ جس سال ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھا تھا (یہ سال حضرتؒ کی دارالعلومی زندگی کا آخری سال تھا) ایک روز بعد عصر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''ہم نے اپنی زندگی کے پورے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ ''فقہ حنفی'' کے موافق حدیث ہونے کے بارے میں اطمینان حاصل کرلیا جائے، الحمدللہ اپنی اس تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد میں اس بارے میں مطمئن ہوں کہ ''فقہ حنفی'' حدیث کے مخالف نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجہ کی حدیث سے استناد کرتے ہیں، کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں ہے اور اس لئے وہ اجتہاد پر اس کی بنیاد رکھتے ہیں، وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں ہے''۔

زبان اردو وانگریزی کی اہمیت

اسی تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ''میں نے اپنے عربی وفارسی ذوق کو محفوظ کے لئے ہمیشہ اردو لکھنے پڑھنے سے احتراز کیا، یہاں تک کہ عام طور سے اپنی خط وکتابت کی زبان بھی میں نے عربی وفارسی ہی رکھی، لیکن اب مجھے اس پر بھی افسوس ہے، ہندوستان میں اب دین کی

خدمت اور دین سے دفاع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس مہارت پیدا کی جائے اور باہر کی دنیا میں دین کا کام کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انگریزی زبان کو ذریعہ بنایا جائے، میں اس بارے میں آپ صاحبان کو خاص طور سے وصیت کرتا ہوں''۔

فقہ میں آپ کا ایک خاص اصول

مولانا موصوف ہی ناقل ہیں کہ ایک موقعہ پر فرمایا: ''اکثر مسائل میں فقہ حنفی میں کئی کئی اقوال ہیں اور مرجحین واصحاب فتاویٰ مختلف وجوہ واسباب کی بناء پر ان میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرتے اور ترجیح دیتے ہیں، میں اس قول کو زیادہ وزنی اور قابل ترجیح سمجھتا ہوں جو ازروئے دلائل زیادہ قوی ہو یا جس کے اختیار کرنے میں دوسرے ائمہ مجتہدین کا اتفاق زیادہ حاصل ہو جاتا ہو''۔

پھر فرمایا کہ ''میرا پسندیدہ اصول تو یہی ہے، لیکن دوسرے اہل فتویٰ جو اپنے اصول پر فتویٰ لکھتے ہیں ان کی بھی تصدیق اس لحاظ سے کر دیتا ہوں کہ ازروئے فقہ حنفی وہ جواب بھی صحیح ہیں''۔

حضرت مولانا نعمانی نے حضرت شاہ صاحب کی خاص تحقیق اختلاف مطالع کے بارے میں بھی نقل کی ہے جو حضرت سے ہم نے سنی ہے کہ عام مصنفین فقہاء سے تعبیر میں کوتاہی ہوئی ہے اور اصل مسئلہ حنفیہ کا یہ ہے کہ ایک اقلیم کے اندر اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، کیونکہ مشرق و مغرب کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنا، بداہۃً غلط ہے، مولانا نے اپنی یاد سے بدایۃ المجتہد اور بدائع الصنائع کا حوالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم (تلمیذ خاص حضرت شاہ صاحبؒ و مہتمم دارالعلوم) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ''بھائی اس زمانہ کے علمی فتنوں کے مقابلہ میں جس قدر ہوسکا ہم نے سامان جمع کر دیا ہے'' بالخصوص فقہ حنفی کے مآخذ و مناشی کے سلسلہ میں آپ نے حدیثی ذخیرہ بہت کافی وافی جمع فرما دیا، پھر بھی قیام ڈابھیل کے زمانہ میں اور خصوصیت سے آخری سال کے درس بخاری میں فقہی وحدیثی تحقیقات کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا اور ترجیح مذہب حنفی وتطبیق روایات میں عمر بھر کے علم کا نچوڑ پیش فرمایا جس کو املاء کرنے والوں نے املاء کیا (خدا کے فضل سے راقم الحروف مرتب انوارالباری کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ حضرتؒ کے آخری دو سالوں کے درس بخاری میں شرکت کی اور تقریر قلم بند کرنے موقعہ ملا بلکہ مجلس علمی کی تقریب سے ہر وقت حضرت سے قریب تر رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔)

تائید مختارات امام اعظمؒ

تائید مذہب حنفی کے غیر معمولی اہتمام کی توجیہ کرتے ہوئے گاہ گاہ یہ بھی فرماتے تھے کہ عمر بھر امام ابوحنیفہؒ کی نمک حرامی کی ہے اب مرتے وقت جی نہیں چاہتا کہ اس پر قائم رہوں، چنانچہ کھل کر پھر ترجیح مذہب کے سلسلہ میں اچھوتے اور نادر روزگار علوم ومعارف اور نکات و لطائف ارشاد فرمائے جس سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ من جانب اللہ آپ پر مذہب حنفی کی بنیادیں منکشف ہوگئی تھیں اور ان میں شرح صدر کی کیفیت ہو چکی تھی جس کے اظہار پر آپ گویا مامور یا مجبور تھے۔

حضرت مہتمم صاحب کی رائے ہے کہ حسب ضرورت پہلے آپ روایات فقیہ میں بھی تطبیق وتوفیق کے خیال سے صاحبین کا قول اختیار فرمالیتے تھے تا کہ خروج عن الخلاف کی صورت بن جائے، مگر آخر میں طبیعت کا رجحان صرف اقوال امام اعظم کی ترجیح واختیار کی جانب ہو چکا تھا اور یہ بلاشبہ اس کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات کے بارے میں حق تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر عطا فرما دیا تھا اور وہ بالآخر اسی ٹھیٹھ لکیر پر جم کر چلنے لگے تھے جس پر آپ کے شیوخ سرگرم رفتار رہ چکے تھے، میں نے حضرت شیخ الہندؒ کا مقولہ سنا ہے کہ جس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ منفرد ہوتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ میں کوئی ان کی موافقت نہیں کرتا، اس میں ضرور بالضرور پوری قوت سے امام صاحب کا اتباع کرتا ہوں، اور سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ضرور کوئی ایسا دقیقہ ہے جس تک امام صاحب ہی کی نظر پہنچ سکی ہے اور پھر حق تعالیٰ اس دقیقہ کو منکشف بھی فرما دیتا

ہے یہ مقولہ امام ابوحنیفہؒ کے اس مسلک کے ذیل میں فرمایا تھا کہ قضاء قاضی ظاہراً و باطناً نافذ ہو جاتی ہے، فرمایا کہ اس مسئلہ میں بالضرور امام صاحبؒ ہی کی پیروی کروں گا، کیونکہ اس میں وہ منفرد ہیں، اور یہ تفرد ہی اس کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی ایسی دقیق بنیاد ان پر منکشف ہوئی ہے جہاں تک دوسروں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکی ہیں، اسی قسم کا مضمون حضرت نانوتوی قدس سرہٗ سے بھی منقول ہے۔

شاید حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ پر آخری عمر میں یہی نکتہ منکشف ہوا جوان کے شیوخ پر منکشف ہوا تھا اور اس کے خلاف توسع کو وہ امام ابوحنیفہؒ سے نمک حرامی سے تعبیر فرما گئے۔

حضرت مہتمم صاحب دامت فیوضہم کی مذکورہ بالا تحقیق انیق آپ کی اعلیٰ جودت فکر اور حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم سے غیر معمولی تناسب کی بین دلیل ہے، کاش! اکی ضبط کردہ تقریر درس ترمذی و بخاری ضائع نہ ہوتی اور مشتاقان علوم انوری اس سے مستفید ہوتے۔

حضرت شاہ صاحب اور علم اسرار وحقائق

بقول حضرت مولانا نعمانی آپ بلاشبہ اس دور کے شیخ اکبر تھے، شیخ اکبر کے علوم سے آپ کو خاص مناسبت بھی تھی اور ان کے بہت سے نہایت اعلیٰ اور قیمتی زیادہ تر ''فتوحات مکیہ'' کے حوالہ سے درس میں بیان فرمایا کرتے تھے، قیام دارالعلوم کے زمانہ میں مولانا عبیداللہ صاحبؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتابیں زیادہ دیکھا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے پوچھا کہ آپ شیخ اکبر کی کتابیں بھی دیکھتے ہیں یا نہیں؟ کہا کہ نہیں! تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو بھی دیکھئے! یہ چھوٹے چھوٹے دریا ہیں اور وہ سمندر ہیں، یہ واقعہ آپ نے ڈابھیل میں سنایا تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے درس حدیث کی خصوصیات

حضرت الاستاذ المحترم مولانا العلام محمد ادریس صاحب کاندھلوی دام ظلہم سابق استاذ دارالعلوم حال شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور نے تحریر فرمایا کہ حضرتؒ کے درس کی شان عجیب تھی جس کو اب دکھلانا تو ممکن نہیں، البتہ بتلانا کچھ ممکن ہے۔

(۱) درس حدیث میں سب سے اول اور زیادہ توجہ اس طرف فرماتے تھے کہ حدیث نبوی کی مراد باعتبار قواعد عربیت و بلاغت واضح ہو جائے، حدیث کی مراد کو علمی اصطلاحات کے تابع بنانے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، کیونکہ اصطلاحات بعد میں پیدا ہوئیں اور حدیث نبوی زماناً اور رتبۃً مقدم ہے، حدیث کو اصطلاح کے تابع کرنا خلاف ادب ہے، چنانچہ اس ناچیز نے ''التعلیق الصبیح'' میں بھی اسی ہدایت کو ملحوظ رکھا اور حافظ تورپشتی و علامہ طیبی کی شروح سے بھی تمام لطائف و نکات اخذ کر کے اپنی شرح میں درج کئے ہیں۔

(۲) خاص خاص مواضع میں حدیث نبوی کا ماخذ قرآن کریم سے بیان فرماتے اور اسی مناسبت سے، بہت سی مشکلات قرآنیہ کو حل فرمادیتے تھے۔

(۳) حسب ضرورت اسماء الرجال پر کلام فرماتے، خصوصاً جن رواۃ کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہوتا، تو اس جرح و تعدیل کے اختلاف کو نقل کر کے اپنی طرف سے ایک قول فیصل بتلادیتے کہ یہ راوی کس درجہ میں قابل قبول ہے، اس کی روایت حسن کے درجہ میں ہے یا صحیح کے یا قابل رد ہے، یا قابل اغماض یا لائق مسامحت؟ اور اغماض و مسامحت میں جو فرق ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں، زیادہ تر فیصلہ کا طریقہ یہ بھی رکھتے کہ جب کسی راوی کی جرح و تعدیل میں اختلاف ہوتا تو یہ بتلادیتے کہ یہ راوی ترمذی کی فلاں سند میں واقع ہے اور امام ترمذیؒ نے اس روایت کی تحسین یا تصحیح فرمائی ہے۔

(۴) فقہ الحدیث پر جب کلام فرماتے تو اولاً آئمہ اربعہ کے مذاہب نقل فرماتے اور پھر ان کے وہ دلائل بیان فرماتے جو ان مذاہب کے فقہا کے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوتے پھر ان کا شافی جواب اور امام اعظم کے مسلک کی ترجیح بیان فرماتے تھے۔

حنفیت کے لئے استدلال و ترجیح میں کتاب و سنت کے تبادر اور سیاق و سباق کو پورا ملحوظ رکھتے اور اس بات کا خاص لحاظ رکھتے کہ

شریعت کا منشاء و مقصد اس بارے میں کیا ہے، اور یہ حکم خاص شریعت کے احکام کلیہ کے تو خلاف نہیں، شریعت کے مقاصد کلیہ کو مقدم رکھتے اور احکام جزئیہ میں اگر بے تکلف توجیہ ممکن ہوتی تو کرتے ورنہ قواعد کلیہ کو ترجیح دیتے جو طریقہ فقہا کرام کا ہے۔

(۵) نقل مذاہب میں قدماء کی نقول پیش فرماتے اور ان کو متاخرین کی نقول پر مقدم رکھتے، آئمۂ اجتہاد کے اصل اقوال پہلے نقل فرماتے پھر مشائخ کے اقوال ذکر فرماتے تھے۔

(۶) مسائل خلافیہ میں تفصیل کے بعد یہ بھی بتلا دیتے کہ اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے، گویا وہ ایک قسم کا فیصلہ ہوتا جو طلبہ کے لئے موجب طمانیت ہوتا۔

(۷) درس بخاری میں تراجم کے حل کی طرف خاص توجہ فرماتے، اولاً بخاری کی غرض و مراد واضح فرماتے بہت سے مواقع میں حل تراجم میں شارحین کے خلاف مراد منقح فرماتے تھے، ثانیاً یہ بھی بتلاتے کہ اس اس ترجمۃ الباب میں امام بخاری نے آئمۂ اربعہ میں سے کس امام کا مذہب اختیار فرمایا اور پوری بخاری آپ سے پڑھنے کے بعد واضح ہوتا کہ سواء مسائل مشہورہ کے اکثر جگہ امام بخاری نے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک کی موافقت کی ہے۔

(۸) حافظ ابن حجر عسقلانی چونکہ امام شافعی کے مقلد ہیں، اس لئے امام شافعی کی تائید میں جابجا امام طحاوی کے اقوال اور استدلال نقل کر کے اس امر کی پوری سعی کرتے ہیں کہ امام طحاوی کا جواب ضرور ہو جائے، بغیر امام طحاوی کا جواب دیئے گزرنے کو حافظ عسقلانی یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے حق شافعیت ادا نہیں کیا، درس میں حضرت شاہ صاحب کی کوشش یہ رہتی تھی کہ مسائل فقیہ میں بغیر حافظ کا جواب دیئے نہ گزریں۔

(۹) اسرار شریعت میں شیخ محی الدین بن عربی اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کا کلام زیادہ فرماتے تھے۔

(۱۰) درس کی تقریر موجز و مختصر مگر نہایت جامع ہوتی تھی (جس سے ذی علم مستفید ہو سکتے تھے) ہر کس و ناکس کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔

محدثین سلف کی یاد

خلاصہ یہ کہ آپ کے درس میں بیٹھ کر محدثین سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی، جب متون حدیث پر کلام فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ امام طحاوی یا بخاری و مسلم بول رہے ہیں، فقہ الحدیث میں بولتے تو امام محمد بن الحسن الشیبانی معلوم ہوتے، حدیث کی بلاغت پر گویا ہوتے تو تفتازانی و جرجانی کا خیال گزرتا، اسرار شریعت بیان فرماتے تو ابن عربی و شعرانی کا گمان ہوتا تھا، انتہی ما افادہ الاستاد الجلیل المحدث النبیل الکاندھلوی دامت فیضوہم۔

حضرت شاہ صاحب بخاری و فتح الباری کے گویا حافظ تھے

حضرت شاہ صاحبؒ نے تیرہ مرتبہ پوری بخاری شریف کا مطالعہ فرمایا تھا اس طرح کہ ایک ایک لفظ پر غور فرمایا تھا، پوری بخاری کے گویا حافظ تھے اور ایک حدیث کے جتنے ٹکڑے مختلف مواضع میں امام بخاری لائے ہیں، آپ کو محفوظ تھے چنانچہ درس میں یہ معمول تھا کہ پہلے قطعہ پر پوری حدیث کی تقریر فرما دیتے تھے اور یہ بھی بتلا دیتے تھے کہ آگے فلاں فلاں مواقع میں امام بخاری اس اس غرض سے اس کے باقی قطعات لائے ہیں پھر دوسرے قطعات پر گزرتے تو تنبیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث کے پورے مباحث بیان کر آیا ہوں۔

اسی طرح فتح الباری کے بھی گویا آپ حافظ تھے، حافظ نے بھی حدیث کے مختلف ٹکڑوں پر جگہ جگہ کلام کیا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر ان سب پر بیک وقت ہوتی تھی، لہذا سب پر تبصرہ کرتے تھے، اور غیر مظان میں بھی کسی سبب یا مصلحت سے حافظ نے احادیث ذکر کی ہیں تو ان پر بھی حضرت تنبیہ فرمادیا کرتے تھے، حضرت حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام اعظمؒ) کو رجال بخاری میں نہیں سمجھا جاتا، تہذیب التہذیب میں خ کا نشان نہیں ہے، صرف بخ ہے جو الادب المفرد للبخاری کا نشان ہے، تقریب میں بخ کے علاوہ خت بھی ہے یعنی تعلیقات بخاری کا

نشان، خ اس میں بھی نہیں ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے نیل الفرقدین کے ص۸۰ پر ان کو فتح الباری ہی کے باب التشہد کے حوالے سے بعض نسخ صحیح بخاری کے لحاظ سے بھی رجال بخاری میں سے قرار دیا ہے۔

ایک نہایت محترم فاضل محدث نے مقدمہ انوارالباری حصہ اول دیکھ کر مجھے لکھا کہ تم نے حماد بن ابی سلیمان کو رجال بخاری میں لکھ دیا جو غلط ہے اس کی تصحیح ہونی چاہئے تو اول تو یہ ان کا مغالطہ تھا، کیونکہ میں نے صرف اتنا لکھا تھا کہ امام بخاری و مسلم ان سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ خ کا نشان اس امر کی صحت کے لئے کافی ہے، صحیح بخاری میں روایت کرنے کا ذکر میری عبارت میں نہیں تھا، دوسرے حضرت شاہ صاحب کی مذکورہ بالا دریافت کی روشنی میں تو وہ رجال بخاری ہی کے زمرہ میں آجاتے ہیں، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

دورہ حدیث دیوبند

حضرت مولانا گیلانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا طرز درس صحاح ستہ، طریقہ سرد کہلاتا تھا جس کے تقریباً ہم معنی دورۂ حدیث کا لفظ رائج ہوا، وہ طریقہ یہ تھا کہ طالب علم حدیثوں کو پڑھتا جاتا اور استاد سنتا جاتا تھا، درمیان میں خاص اہم بات کا ذکر ضروری معلوم ہوا تو کردیا گیا، شاہ صاحب کے زمانہ کے حساب سے دارالعلوم والے دورے یا طریقہ سرد میں اتنی ترمیم ہوئی کہ اہل حدیث کا نیا فرقہ ہندوستان میں جو اٹھ کھڑا ہوا تھا اور حنفی مذہب کے متعلق یہ شہرت دینے لگا کہ کلیۃً رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے خلاف امام ابوحنیفہؒ نے اپنے ذاتی قیاسات سے اسلامی شریعت کا ایک مستقل نظام قائم کردیا تھا، اسی مغالطہ کے ازالہ کے لئے اکابر دیوبند میں سب سے پہلے حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حدیث کے درس میں اس التزام کا اضافہ کیا کہ حنفی مذہب کے جن مسائل کے متعلق فرقۂ اہل حدیث نے مشہور کررکھا ہے کہ صریح حدیثوں کے وہ مخالف ہیں ان کے الزام کا سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا جائے۔

دارالعلوم دیوبند میں طریقہ سرد کے ساتھ اس التزام کو باقی رکھا اور بحمد اللہ اب تک اس کا سلسلہ جاری ہے، اگرچہ وہ محاذ جو اہل حدیث طبقہ نے قائم کیا تھا وہ ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہوچکا ہے، لیکن مبادا کہ یہ فتنہ سر اٹھائے دارالعلوم میں اب تک تر و تازہ حالت میں درس حدیث کا یہ التزام زندہ و پائندہ ہے، اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کو اسی طرح جاری رکھنا چاہئے کہ اس سے جامد تقلید کی سمیت کا ازالہ بھی ہوتا رہتا ہے اور حنفی مسلک بھی علمی بصیرت کے ساتھ قائم رہتا ہے، پھر بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم حضرت شاہ صاحبؒ کے درس حدیث میں کچھ ایسی امتیازی خصوصیات نمایاں ہوئیں جو عام طور سے دروس میں نہ تھیں اور حضرت شاہ صاحبؒ کا انداز درس درحقیقت دنیائے درس و تدریس میں ایک انقلاب کا باعث ثابت ہوا، اولاً آپ کے درس حدیث میں رنگ تحدیث غالب تھا، فقہ حنفی کی تائید و ترجیح بلاشبہ ان کی زندگی تھی لیکن رنگ محدثانہ تھا، فقہی مسائل پر بہت کافی اور سیر حاصل بحث فرماتے، لیکن انداز بیان سے یہ کبھی مفہوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ حدیث کو فقہی مسائل کے تابع کررہے ہیں اور کھینچ تان کر حدیث کو فقہ حنفی کی تائید میں لانا چاہتے ہیں بلکہ یہ امر صاف واضح ہوتا تھا کہ آپ فقہ کو بحکم حدیث قبول کررہے ہیں، باالفاظ دیگر (آپ کی تقریر سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ) گویا حدیث کا سارا ذخیرہ فقہ حنفی کو اپنے اندر سے نکال نکال کر پیش کررہا ہے اور اسے پیدا کرنے کے لئے نمودار ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ الفاظ حدیث میں تاویل کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، آپ کا ارشاد تھا کہ میں تاویل نہیں کرتا بلکہ توجیہ یا تطبیق کرتا ہوں، یعنی روایت کے تمام الفاظ جو مختلف انداز میں ذخیرۂ حدیث میں وارد ہوئے ہیں، ان سب کو سامنے رکھ کر ایک معنی معین کرتا ہوں اور جس جملہ کا جو حقیقی محل ہے اس کو اسی پر منطبق کرتا ہوں۔

بے نظیر تبحر اور خاموشی طبع

بقول حضرت مولانا بنوری دام فیضہم، حضرت شاہ صاحبؒ کے بے نظیر تبحر اور کمال علمی کے ساتھ یہ امر حیرت انگیز تھا کہ جب تک کوئی

شخص خود مسئلہ دریافت نہ کرے، اپنی طرف سے کبھی سبقت نہ فرماتے، البتہ جواب کے وقت وہ خاموش سمندر موجیں مارنے لگتا تھا۔

تقریباً یہی حال ہم لوگوں نے بزمانۂ قیام مصر ۳۸ھ علامہ کوثریؒ کا بھی دیکھا ہے، علامہ شنقیطی استاذ حدیث جامع ازہر کے یہاں بہت دفعہ ہم لوگ جمع ہوئے، دوسرے ممتاز علماء مصر بھی ہوتے اور علامہ کوثریؒ بھی، علمی بحثیں چھڑ جاتیں، علامہ کوثری خاموش بیٹھے سنا کرتے، پھر جب آپ کو بولنا پڑا تو سب خاموش دم بخود ہو کر علامہ کوثری کے ارشادات سنتے تھے اور نہایت قیمتی علمی نوادر بیان فرماتے ہوئے علامہ پوری مجلس پر چھا جاتے تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحب میں یہ بات مزید تھی کہ حضرت نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی طرح اپنے کو چھپانے کی انتہاء سے زیادہ کوشش فرما گئے کہ چند تصانیف بھی شدید ضرورتوں سے مجبور ہو کر کیں، ورنہ ان تینوں حضرات کی کئی کئی سو کتابیں ہوتیں۔

حضرت شاہ صاحب کا طرز تالیف

غالباً حضرت نے اپنی دلی رغبت وخواہش سے بجز عقیدۃ الاسلام، کفار الملحدین وضرب الخاتم کے کبھی تصنیف کا ارادہ نہیں فرمایا، ان کتابوں میں فتنۂ قادیانیت والحاد سے متاثر ہو کر کچھ رجحان تالیف کا ضرور ہوا تھا، مسائل خلافیہ میں جو کچھ لکھا وہ بھی ہندوستان کے بے انصاف غیر مقلدوں کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر لکھا۔

دارالعلوم دیوبند میں حضرت شاہ صاحب کو ۲۷ھ میں روک کر قیام پر آمادہ کرنے کی بھی ایک بڑی غرض بقول حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم کے یہ تھی کہ آپ سے ترمذی و بخاری کی شروح لکھوائی جائیں مگر حضرت کا مزاج ایسی نمایاں خدمات کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا تھا نہ ہوا، عادت مبارکہ یہ تھی کہ حاصل مطالعہ سے یادداشتیں لکھا کرتے تھے اور پورے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ فرما کر ان کے گراں قدر نوادر اپنی یادداشتوں میں قلم بند کر گئے تین بکس یادداشتوں سے بھر گئے تھے جو اگر آج موجود ہوتیں تو ان ہی سے آپ کے لائق تلامذہ سینکڑوں کتابیں مرتب کر دیتے، مگر قدرت کو صرف یہی منظور تھا کہ حضرت شاہ صاحب اپنا ذوق مطالعہ پورا فرمالیں، یادداشتوں کے گڈے لگا کر بکس بھر جائیں اور ہم محرومان قسمت کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے، الا ماشاء اللہ۔

بظاہر حضرت شاہ صاحبؒ کے مغتنم وجود سے ناشکری کا جو برتاؤ ۴۶ھ میں حالات کی نامساعدت سے پیش آیا، اس کی سزا پوری امت کو ملی، حضرت امام اعظمؒ کے وقت سے اب تک کے جو علمی حدیثی خزینے پوشیدہ چلے آ رہے تھے اور حضرت شاہ صاحب نے ۳۰، ۴۰ سال کی شب و روز کی سعی سے جو ان سب کو اپنی یادداشتوں کے ذریعے منظر عام پر لانے کا سامان کیا تھا وہ ہماری ہی کسی کی وجہ سے بروئے کار نہ آ سکا، حضرت امام اعظمؒ کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ کے پاس ذخیرۂ حدیث کے بہت سے صندوق تھے اور ایک گھر بھی حدیث کی کتابوں سے بھرا ہوا تھا مگر صرف بقدر ضرورت احکام کی احادیث نکالتے اور روایت فرماتے تھے، ان بیش بہا خزانوں کو ہر دور کے علماء احناف نے باہر لانے کی سعی کی اور حضرت شاہ صاحب میں اگر انتہائی خمول پسندی کا جذبہ نہ ہوتا تو اس مہم کی کامیابی تقریباً یقینی تھی مگر لارادّ لقضاء اللہ۔

یہاں مجھے کہنا تو صرف یہ تھا کہ حضرت کا تالیفی طرز بھی نہایت ایجاز واختصار کا تھا جس سے پورا فائدہ صرف اونچے درجہ کے ذوق مطالعہ رکھنے والے اہل علم حاصل کر سکتے تھے، بطور مثال کشف الستر عن الصلوٰۃ الوتر کو لیجئے، حضرت علامہ عثمانیؒ (جن کا مطالعہ کتب حدیث ڈابھیل جا کر بہت زیادہ بڑھ گیا تھا) فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کی کتاب کشف الستر کی قدر اس وقت ہوئی کہ اس مسئلہ پر جتنا ذخیرۂ حدیث مل سکا، سب ہی کا مطالعہ کر چکا، پھر رسالہ مذکورہ کو اول سے آخر تک بار بار پڑھا، یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ ۷ بار کی تعداد بتلائی تھی، تب اندازہ ہوا کہ حضرت نے کن کن حدیثی مشکلات کو حل فرما دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اور تفردات اکابر

حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم نے اپنے مضمون حیات انور میں تحریر فرمایا کہ بعض مواقع پر حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے تفردات کا

ذکر آتا تو پہلے ان کے علم وفضل اور تفقہ وتبحر کو سراہتے، ان کی عظمت وشان بیان فرماتے، پھر ان کے کلام پر بحث ونظر سے مستفید فرماتے جس میں عجیب متضاد کیفیات جمع ہوتی تھیں، ایک طرف ادب وعظمت، دوسری طرف ردوقدح، لیکن بے ادبی یہ بے جا جسارت کے ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ سے بھی بچتے تھے اور راجح وصواب کے کتمان سے بھی دور رہتے تھے، ایک بار غالباً استواءعلی العرش کے مسئلہ پر کلام فرمارہے تھے، حافظ ابن تیمیہ اور ان کے مسلک ودلائل کا تذکرہ آیا، پھر فرمایا کہ حافظ ابن تیمیہ جبال علوم میں سے ہیں، ان کی وقعت شان اور جلالت قدر کا یہ عالم ہے کہ اگر میں ان کی عظمت کو سر اٹھا کر دیکھنے لگوں تو ٹوپی پیچھے گر جائے گی اور پھر بھی نہ دیکھ سکوں گا، لیکن بااین ہمہ مسئلہ استواء العرش میں اگر وہ یہاں آنے کا ارادہ کریں گے تو درس گاہ میں نہیں گھسنے دوں گا، اس قسم کی مثالیں انوارالباری میں بہت سی آئیں گی، ان شاءاللہ۔

ملکی سیاست میں حضرت شاہ صاحب کا مقام

ملکی سیاست میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے استاد محترم شیخ الہندؒ کے مسلک کے پیرو اور برطانوی حکومت کے سخت ترین مخالف تھے، جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اعلیٰ رہے اور ہمیشہ اپنے گرانقدر مشوروں سے جمعیۃ کی رہنمائی فرمائی ۴۶ھ میں جمعیۃ علماء ہند کے آٹھویں سالانہ اجلاس پشاور کے صدر کی حیثیت سے نہایت بصیرت افروز خطبہ دیا تھا جس میں بہت اہم مذہبی وسیاسی مسائل کے محققانہ فیصلے فرمائے تھے، آپ مسلمانان ہند میں صحیح اسلامی زندگی اور دینی، علمی وسیاسی احساس وشعور پیدا کرنا علماء کا اولین فریضہ سمجھتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ

صرف دارالعلوم دیوبند کے بیس سالہ قیام میں حسب اندازہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند تقریباً دو ہزار طلبہ نے بلاواسطہ آپ سے استفادہ کیا ہے، ان میں سے بہت کم لوگوں کے حالات وہ بھی ناقص ہمارے علم میں ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ سینکڑوں اہم شخصیات رہ گئی ہوں گی۔

یہاں ذکری ترتیب میں تقدم وتاخر رتبی ملحوظ نہیں ہے، نہ اس کی رعایت مجھ ایسے کم علم سے ممکن تھی، دوسرے یہ بھی ہوا کہ کچھ ناموں کے بعد جیسے جیسے نام اور حالات ملتے گئے، کاتب کو کتابت کے لئے دے دیئے گئے، اسی طرح بیان حالات کے نقائص پر عفوو درگذر کی درخواست ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلامذہ اگر اپنے حالات خصوصاً حدیثی خدمات وتالیفات سے مطلع فرمائیں گے تو ان کا تذکرہ آئندہ ملحق کردیا جائے گا، انشاءاللہ تعالیٰ۔

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب، رائے پوری دامت فیوضہم، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے اجلۂ خلفاء میں سے ہیں، ترمذی شریف وغیرہ آپ نے حضرت شاہ صاحب سے مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھی ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے حدیثی تبحر سے استفادہ کے سلسلہ میں یہ بس ہے کہ خود فرمایا، اگر حضرت شاہ صاحبؒ کی رہنمائی نہ ہوتی تو میں غیر مقلد ہوجاتا، آپ کی ذات مجمع الکمالات ومنبع البرکات ہے اور آپ کے ظاہری وباطنی کمالات سے ہندوپاک کے ہزاراں ہزار علماء وعوام نے استفادہ کیا ہے اور کررہے ہیں۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشان ست　　خم و خم خانہ با مہر نشان ست

والحمدللہ علیٰ ذلک۔

(۲) مولانا فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، آپ نے ۲۶ھ و ۲۷ھ (۲ سال) میں دورۂ حدیث کی کتابیں مع دیگر کتب پڑھی تھیں، ان میں سے ترمذی و بخاری شریف حضرت شیخ الہند سے اور ابوداؤد شریف، موطأ امام مالک، ہدایہ اخیرین وغیرہ حضرت شاہ صاحب سے پڑھیں اور آپ تاوقت وفات استفادہ فرماتے رہے، مراد آباد سے تشریف لاکر کئی کئی روز دیوبند قیام فرماتے، آپ سے

درس وغیر درس کے اوقات میں فیض اٹھاتے اور ذریعہ مکاتیب بھی علمی سوالات بھیج کر جوابات منگواتے تھے۔

غرض علوم انوری کا بہت بڑا حصہ آپ کے سینہ میں منتقل ہوا، چنانچہ درس بخاری کے وقت حضرت شیخ الہندؒ کے ارشادات مبارکہ کے ساتھ حضرت شیخ صاحبؒ کی تحقیقات عالیہ بھی خاص اہتمام سے بیان فرماتے ہیں، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

القول الفصیح فیما یتعلق بنضد ابواب الصحیح، القول الصحیح فیما یتعلق بما قصد تراجم الصحیح، اسماء صحابہ (مروی عنھم) شہداء بدر واحد، (یہ دونوں رسالے منظوم ہیں) حاشیہ نسائی شریف (نامکمل) حافظ عبدالعزیز مراد آبادی اہل حدیث کی افتراپردازیوں کے جواب میں بھی مدلل رسالہ لکھا تھا اور ردِ اہل بدعت میں بھی قلم اٹھایا، آپ کی عمر اس وقت ۷۴ سال ہے۔

(۳) مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سابق مدرس مظاہر العلوم سہارنپور و مدرسہ عالیہ اکوڑہ خٹک حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ ارشد اور حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز، علامہ محقق، فاضل اجل اور کامل شیخ طریقت ہیں۔

(۴) مولانا اعزاز علی صاحبؒ استاذ حدیث فقہ وادب دارالعلوم دیوبند، آپ کے مناقب و کمالات درس و تربیت کے اعلیٰ معیار اور فضائل و مدائح سے علمی دنیا خوب واقف ہے، حضرت شیخ الہندؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانۂ قیام و درس دارالعلوم میں سب ہی اساتذہ آپ سے علمی استفادات اور مشکلات میں رجوع کرتے تھے، مگر مولانا موصوف کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف سے دن رات کے تمام اوقات میں بلا استثناء حاضر ہوکر استفادہ کی اجازت حاصل تھی اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ پورے انشراح قلب سے آپ کو افادہ فرماتے تھے۔

تکوینی طور پر شاید اس ترجیح و امتیاز سے یہ منفعت عظیمہ مقدر تھی کہ جب حضرت شاہ صاحب نے ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم سے قطع تعلق فرمالیا اور اکثر خصوصی تلامذہ و متعلقین (اساتذۂ دارالعلوم) بھی دیوبند سے چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد حضرت الاستاذ العلام مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے بھی اپنی مادر علمی سے جدائی گوارا فرمائی تو دارالعلوم میں علوم انوری کا سب سے بڑا نمونہ اور مثل حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ ہی کی ذات تھی جس کا فیض دارالعلوم میں آپ کے وقت وفات ۱۳۷۴ھ تک برابر جاری رہا آپ کی تصانیف نافعہ میں سے حاشیہ شرح نقایہ حاشیہ دیوان متنبی وغیرہ مشہور ہیں، والعلم عنداللہ۔

(۵) مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی سابق استاذ تفسیر، حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند، حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، آپ نے بھی بکمال ذوق طلب سے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات کو بطور جذب مقناطیسی حاصل کر کے اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں کو منور فرمایا ہے نہایت جلیل القدر محدث، مفسر، فقیہ ادیب و متکلم، صاحب تصانیف شہیرہ، واسع الاطلاع، کثیر المطالعہ، تقی و نقی، صاحب المکارم و المحامد ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ سے بیعت سلوک کا شرف و امتیاز بھی آپ کو حاصل ہے، آپ کی تصانیف میں التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۴ جلد ضخیم مطبوعہ دمشق) نہایت مقبول محدثانہ تصنیف ہے۔

آپ کی چند غیر مطبوعہ تالیفات قیمہ یہ ہیں: مقدمۃ البخاری، مقدمہ الحدیث، تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری، جلاء العینین فی رفع الیدین، الدین القیم فی الرد علی ابن القیم، تقلید و اجتہاد، نشر الدرر فی تحقیق مسئلۃ القضاء والقدر، اولویۃ الخفاء بالتامین، رکعات التراویح۔

(۶) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی و استاذ دارالعلوم دیوبند حال شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی و مفتی اعظم پاکستان، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص، آپ کے فیوض و کمالات سے سالہا سال استفادہ فرمایا، واسع الاطلاع، کثیر المطالعہ، کثیر التصانیف، محقق مدقق وفاضل متبحر ہیں، مذکورہ بالا تینوں حضرات سے راقم الحروف کو زمانۂ تحصیل دارالعلوم میں شرف تلمذ حاصل ہوا ہے۔

(۷) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی (فاضل دیوبند) آپ نے تقریباً بیس سال تک دارالعلوم مئو، مظہر العلوم بنارس، مفتاح العلوم

موٴ اور دار العلوم، ندوة العماء، لکھنؤ میں دورۂ حدیث پڑھایا ہے، بڑے محدث، عالم فن رجال حدیث، محقق مصنف ہیں، آپ کی بہت سی تصانیف شائع شدہ ہیں، مثلاً نصرت الحدیث (رد منکرین حدیث میں) تحقیق اہل حدیث، الاعلام المرفوعہ، الازہار المر بوعہ (یہ دونوں یک جائی تین طلاق دینے کی بحث میں ہیں) ارشاد الثقلین وغیرہ (رد شیعہ واہل بدعت میں) شیخ احمد محمد شاکر مصری کی تعلیقات کے ساتھ جدید الترتیب مسند احمد مصر سے چھپی ہے، تعلیقات مذکورہ پر آپ نے مواخذات کئے ہیں جن کو شیخ موصوف نے اپ کے شکریہ واستحسان کے ساتھ پندرہویں جلد کے آخر میں طبع کرادیا ہے، آپ کی تعلیقات کے ساتھ مسند حمیدی، مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدرآباد دکن میں زیر طبع ہے، ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ تصنیف الحادی لرجال الطحاوی نہایت اہم ہے، جس کی طباعت واشاعت بہت اہم علمی ودینی خدمت ہے۔ واللہ الموفق۔

(۸) مولانا مفتی محمود احمد صاحب نانوتوی، مفتی مدھیہ بھارت، مہوکینٹ، حدیث وفقہ اور دوسرے علوم کے جید عالم کثیر المطالعہ، واسع المعلومات محقق فاضل ہیں۔

(۹) مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری مرحوم، دورۂ حدیث حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھا، مگر ابتداء تحصیل سے ہی حضرت شاہ صاحبؒ سے ربط خاص اور تعلق تلمذ واستفادہ رہا، بہت واسع الاطلاع، جید عالم متبع سنت تھے، آپ ہی کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کی بجنور زیادہ آمد ورفت اور قیام ہوا، سب سے پہلے جب آپ مولانا موصوف کے ساتھ بجنور گئے تو نوعمر سبزہ آغاز تھے، حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ صاحبؒ (تلمیذ خاص حضرت نانوتویؒ) سے ان کے ایک مصاحب خاص نے ذکر کیا کہ مولوی مشیت اللہ اس دفعہ اپنے ساتھ ایک لڑکا بھی لائے ہیں، شب کو حکیم صاحب کے ساتھ کھانے پر سب کا اجتماع ہوا اور حکیم صاحب نے شاہ صاحب سے علمی گفتگو شروع کی جو مسلسل کئی گھنٹے جاری رہی، حکیم صاحب جو خود نہایت متبحر عالم تھے حیران رہ گئے اور صبح کو ان صاحب سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ ایک لڑکا آیا ہے وہ تو بڑوں کے کان کترتا ہے اور بڑا جید عالم ہے۔

مولانا مشیت اللہ صاحب نے ایک دفعہ راقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے میں نے معقول وفلسفہ کی چند کتابیں بھی پڑھی ہیں ان کا طریقہ یہ تھا کہ کتابی عبارتوں کے درپے نہ ہوتے تھے، بلکہ فن کی مہمات نہایت سہل طریقہ سے سمجھا دیتے تھے، جس کے بعد اس فن کی ہر مشکل سے مشکل کتاب آسان ہوجاتی تھی۔

(۱۰) مولانا قاری محمد طیب صاحب مدیر اعلیٰ دار العلوم دیوبند، حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم وکمالات سے غیر معمولی استفادہ فرمایا ہے، نہایت بیدار مغز، محقق مدقق، جامع معقول ومنقول کثیر التصانیف ہیں، آپ کی تقریر وتحریر میں حضرت نانوتویؒ اور علامہ عثمانیؒ کا گہرا رنگ نمایا ہے، باوجود گوناگوں مشغولیتوں کے مشکوٰۃ شریف، حجۃ البالغہ وغیرہ کا درس دار العلوم میں تحقیقی شان سے دیتے ہیں۔

(۱۱) مولانا سلطان محمود صاحب، سابق صدر مدرس وشیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی، حضرت شاہ صاحبؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے بڑے محقق، محدث، مفسر اور جامع معقول ومنقول ہیں۔

(۱۲) مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی، سابق استاذ دار العلوم دیوبند واستاذ حدیث جامع ڈابھیل حضرت شاہ صاحبؒ کے اجلۂ تلامذہ میں سے نہایت ذکی، فاضل، محدث، خوش بیان مناظر ومبلغ اسلام، شیخ طریقت (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) نہایت کریم النفس، صاحب اخلاق فاضلہ ہیں، فیض الباری شرح بخاری شریف (امالی درس حضرت شاہ صاحب پر چار جلد ضخیم) کی جمع وترتیب اور اس کی محققانہ تعلیقات آپ کی علمی زندگی کا اعلیٰ شاہکار ہے، یہ کتاب عربی زبان میں مصر سے شائع ہوئی ہے، اس کے بعد ترجمان السنہ تالیف فرمائی جس میں احادیث مبارکہ کی نہایت محققانہ شرح اردو زبان میں کی، اس کی تین ضخیم جلدوں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوچکی ہیں، باقی حصے زیر تالیف ہیں، ان کے علاوہ آپ کی دوسری بھی متعدد علمی تحقیقی تصانیف ہیں۔

(۱۳) مولانا عبد اللہ شاہ صاحب لدھیانوی نقشبندی مجددیؒ، خلیفہ حضرت مولانا احمد خان صاحب کندیاں (میانوالی) حضرت شاہ

صاحب کے تلمیذ خاص اور مشہور و معروف شیخ طریقت تھے، تقریباً دو سال قبل آپ کی وفات ہوئی اور آپ خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں کے مسند نشین، آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت فیوضہم ہیں، ان دونوں بزرگوں سے بیعت کا شرف راقم الحروف کو بھی حاصل ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

(۱۴) مولانا محمد انوری صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پوری، حضرت شیخ الہندؒ کے صحبت یافتہ حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ ارشد، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دامت برکاتہم کے فیوض و کمالات روحانی سے مستفید و مستفیض اور نہایت محقق متبحر عالم ہیں، آپ کی بعض تصانیف قیمہ یہ ہیں، السنن والآثار (مجموعۂ احادیث) و آثار مؤیدہ احناف ۳ جلد ضخیم) اربعین من احادیث النبی الامین، سیرۃ النبی ﷺ ۴۰۰ صفحات، سیرۃ انور شاہ ۳۰۰ صفحات آپ نے متعدد مدارس تعلیم و تربیت بنات کے لئے قائم کئے جن سے سینکڑوں لڑکیاں دینی تعلیم سے مکمل ہو کر فارغ ہوئیں جو نہایت اہم اور خاص دینی و علمی کارنامہ ہے، بارک اللہ فی اعمالہ الخالدہ و نفع الامۃ بعلومہ النافعہ۔

(۱۵) مولانا ابواحمد عبداللہ صاحب لدھیانوی، آپ نے بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات سے سالہا سال استفادہ کیا ہے، جلیل القدر عالم ہیں، عرصہ سے گوجرانوالہ کے ایک مدرسہ عربیہ میں درس وافادہ کا محبوب مشغلہ ہے۔

(۱۶) مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحب کے ممتاز تلمیذ اور امالی درس ترمذی شریف کے سب سے پہلے مؤلف و مرتب ہیں، آپ کی ''العرف الشذی'' سے علماء و اساتذہ و طلبہ کو عظیم الشان نفع پہنچا، پوری کتاب علمی نوادر و جواہر پاروں کا بیش بہا خزینہ ہے، جو مطبعی اغلاط وغیرہ کے گرد و غبار سے مستور ہے، حق تعالیٰ مولانا موصوف کو اس احسان عمیم کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

(۱۷) مولانا عبدالواحد صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص مولانا عبدالعزیز صاحب مؤلف نبراس الساری و تعلیقات نصب الرایہ کے عزیز قریب، محقق عالم ہیں۔

(۱۸) مولانا سید میرک شاہ صاحب کشمیری سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و تبلیغ کالج کرنال و پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور حال شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، جلیل القدر محدث، مفسر، محقق متبحر اور عربی زبان کے بلند پایہ ادیب ہیں۔

(۱۹) مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند، حال صدر مدرس مدرسہ عربیہ جامع مسجد گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے نہایت عالی قدر محقق، فاضل و محدث، جامع معقول و منقول صاحب تصانیف ہیں، آپ کی چند تصانیف یہ ہیں:
الہام الباری فی حل مشکلات البخاری (عربی) کشف الودود علی سنن ابی داؤد (عربی) تیسیر القرآن بتبصیر الرحمٰن (مکمل ۴ جلد بزبان اردو) وغیرہ۔

(۲۰) مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ (خلیفۂ حضرت تھانویؒ) مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، مشہور و معروف عالم مقتدا و بزرگ تھے۔

(۲۱) مولانا محمد وصی اللہ صاحب اعظمی (خلیفۂ حضرت تھانویؒ) مشہور و معروف شیخ طریقت و شریعت ہیں۔

(۲۲) مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند جامعہ ڈابھیل و مدرسہ عربیہ امروہہ وغیرہ، ایک عرصہ تک درس و تصنیف میں مشغول رہے، اونچے درجہ کی کتابیں نہایت تحقیق سے پڑھائیں، حضرت شاہ صاحب سے خصوصی استفادات بھی کئے ہیں جن کو کتابی شکل میں تالیف دینے کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق۔

آپ کی ملکی ملی سیاسی شاندار خدمات آب زر سے لکھے جانے کی مستحق ہیں مکارم اخلاق، خدمت خلق اور جرأت حق گوئی ہیں نمونہ سلف ہیں مشہور و مقبول تصانیف یہ ہیں: قصص القرآن (۴ جلد ضخیم) سیرۃ رسول کریم ﷺ، اسلام کا اقتصادی نظام، حفظ الرحمٰن المذہب النعمان وغیرہ۔

(۲۳) مولانا مفتی محمد عتیق الرحمٰن صاحب، عثمانی ناظم اعلیٰ ندوۃ المصنفین دہلی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و جامعہ ڈابھیل، مدت تک درس و افتاء کی خدمات اعلیٰ پیمانہ پر انجام دیں، پھر کلکتہ میں تفسیر قرآن مجید کا درس دیتے رہے، اس کے بعد مذکورہ بالا تصنیفی ادارہ قائم کیا، جس

سے نہایت گرانقدر علمی تحقیقی تالیفات شائع ہوئیں، آپ کی علمی بصیرت، وسعت معلومات، جماعتی کاموں میں جمعیۃ علماء ہند وغیرہ کی رہنمائی واعانت، مکارم اخلاق مدح وتعارف سے مستغنی ہیں۔

(۲۴) مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی، نظام جمعیۃ علماء ہند سابق استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد، حضرت شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے بڑے محقق عالم صاحب کمالات ظاہری وباطنی ہیں، علماء ہند کی شاندار ماضی (۵ جلد) علماء حق، دینی تعلیم کے رسائل وغیرہ، نہایت مفید علمی، مذہبی، تاریخی تصانیف کیں۔

(۲۵) مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب بی ایس سی، ایم بی بی ایس ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (مرحوم) آپ مولانا سید عبدالحی صاحب بریلوی صاحب نزہۃ الخواطر کے صاحبزادے اور مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب کے بھائی ہیں ۱۳۲۹ھ میں دورۂ حدیث دیوبند میں پڑھا، حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ رشید ہیں، خود ایک مکتوب مورخہ ۱۶ دسمبر ۵۹ء میں معتمد انوریہ لائبریری دیوبند کو تحریری فرمایا کہ "حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ سے ابوداؤد پوری اور مسلم کا بڑا حصہ پڑھا تھا، ابوداؤد کے درس میں حضرتؒ جو تقریر فرماتے تھے ان میں سے اہم تقریروں کو میں قلمبند کرتا تھا اور حضرت کی خدمت میں پیش کرتا تھا، حضرت عموماً اس کی تصویب فرماتے تھے، اور اظہار خوشنودی فرماتے تھے، اور کہیں کہیں اصلاح فرمادیا کرتے تھے"۔

مسلم شریف کے درس کی بعض تقریروں کو بھی قلمبند کیا، حضرتؒ کی تقریروں میں بعض ایسے مضامین ہوتے تھے، جو حضرت سے پیشتر کسی نے وہ مضامین بیان نہیں کئے اور افسوس ہے کہ بخاری کی شرح جو حضرتؒ کے نام سے طبع ہوئی ہے اس میں بھی وہ مضامین نہیں ہیں، حضرت کی تقریروں اور شیخ الہندؒ کی بخاری وترمذی کی تقریروں کا مجموعہ میرے پاس تھا، خواجہ عبدالحی صاحب جو میرے ہم درس تھے، انہوں نے اس کی نقل بھی لی تھی اور خلیل بن محمد الیمانی نے بھی اس کی نقل کی تھی اس کے بعد کوئی صاحب یہ مجموعہ لے گئے اور وہ غائب ہوگیا"۔ عبدالعلی

نظر ناظرین ان اہم نقاط پر پہنچ گئی ہوگی جن کے باعث راقم الحروف نے مکتوب مذکور کو نقل کیا ہے، غالباً ۱۳۱۴ھ میں مولانا موصوف کے والد محترم مولانا سید عبدالحی صاحب نے علماء ومشائخ وقت کی زیارت اور علم حدیث کے خصوصی ریسرچ کے لئے دورہ فرمایا تھا جس کے مفصل حالات آپ نے "دہلی اور اس کے اطراف" میں بطور روزنامچہ قلمبند فرمائے تھے، یہ نہایت قیمتی دستاویز حضرت مخدوم ومحترم مولانا ابو الحسن علی صاحب ناظم ندوہ کے پاس محفوظ تھی کہ حضرت سید ملت فخر امت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مطالعہ میں آئی اور آپ نے اس کو نہایت پسند فرما کر معارف میں شائع کردیا اور اب مولانا علی میاں صاحب دام فیضہم نے اس کو مستقل طور سے شائع کرادیا ہے، پوری کتاب نہایت دلچسپ اور قیمتی معلومات سے پر ہے، چند ہی روز پیشتر محترم مولانا محمد مرتضیٰ ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے توسط سے مجھے ملی تو ایک رات کا اکثر حصہ اس کے مطالعہ میں صرف کرنا پڑا اور بغیر ختم کئے رکھنے کو جی نہ چاہا۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ مولانا موصوف دیوبند ایسے وقت پہنچے تھے کے سالانہ امتحان کا زمانہ تھا، درس حدیث کا نمونہ نہ دیکھ سکے تھے، یوں حضرت شیخ الہندؒ وغیرہ اکابر سے ملاقاتیں ہوئیں، حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، سب جگہ کے تاثرات لکھے ہیں، دہلی جاکر کافی دن رہے اور خصوصیت سے مولانا نذیر حسین صاحب کے درس حدیث میں شریک ہوئے، خاص تاثر یہ ہے کہ میاں صاحب موصوف کے درس حدیث میں کوئی تحقیقی شان نہ تھی اس کے مقابلہ میں ۱۴، ۱۵ سال کے بعد مولانا مرحوم کے صاحبزادے دیوبند کے درس حدیث کی شان بتلاتے ہیں جو اس خط کے چند ہی جملوں سے نمایاں ہے، دیوبند اور دوسری جگہوں کے درس حدیث کے امتیازات پر مستقل طور سے کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

بات لمبی ہورہی ہے دوسری اہم بات وہ نقص ہے جو حضرت شاہ صاحب کی مطبوعہ درسی تقاریر میں ہے کہ بیشتر نوادر علمیہ قلمبند ہونے

سے رہ گئے ہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر تقریر ضبط کرنے والوں نے درس ہی کے وقت حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشادات کو عربی زبان میں قلمبند کیا حالانکہ حضرت اردو میں تقریر فرماتے تھے اور فکر تعریب نے بہت سے افکار عالیہ کو نظر انداز کر دیا نیز اس ذہنی انتشار کے باعث حوالوں میں بھی گڑ بڑ ہوگئی ورنہ حضرتؒ کے یہاں کسی شخص یا کسی کتاب کی طرف نسبت کا غلط ہونا تقریباً ناممکن تھا۔

راقم الحروف نے حضرتؒ کے آخری دو سال کے درس بخاری شریف کے دراسات اردو ہی میں قلمبند کئے تھے اور حضرتؒ کی خاص تحقیقات کو ضبط تحریر میں لانے کی کوشش بھی زیادہ کی تھی یہ اتفاقی طور سے توفیق الٰہی تھی ورنہ اس وقت ''انوار الباری'' جیسے کام کے لئے نہ کوئی ارادہ تھا نہ اس کی ضرورت محسوس تھی۔

(۲۶) مولانا طفیل احمد صاحب قادری مجددی، بانی دار التصنیف کراچی و سرپرست انگریزی اخبار ''یقین'' کراچی ان دونوں ذرائع سے پاک و دیگر ممالک یورپ و امریکہ وغیرہ کے لئے اعلیٰ پیمانہ پر علمی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، بہت بڑے صاحب حال وقال بزرگ ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ سے انتہائی تعلق و عقیدت رہی ہے اور دوران تعلیم میں خصوصی استفادات کئے ہیں۔

(۲۷) مولانا مفتی اسماعیل محمود بسم اللہ صاحب ڈابھیلی، مفتی و مہتمم جامعہ ڈابھیل جید عالم تھے، سالہا سال جامعہ ڈابھیل میں افتاء کی خدمات انجام دیں، حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی مرحوم کے بعد جامعہ ڈابھیل کا اہتمام بھی سنبھالا اور خوش اسلوبی سے چلایا، آپ کی وفات کے بعد جامعہ کا اہتمام کمزور ہاتھوں میں رہا، اب خدا کا شکر ہے چند سال سے محترم مولانا محمد سعید صاحب فاضل دیوبند خلف مولانا احمد بزرگ و رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند نے زمام اہتمام سنبھال کر جامعہ کو پھر سے ترقی کے راستے پر رواں کیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحبؒ و مولانا عثمانی وغیرہ اکابر کی اس علمی یادگار کو ہمیشہ روبہ ترقی رکھے، آمین۔

(۲۸) مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی، سابق شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل و رکن اعلیٰ مجلس علمی ڈابھیل و کراچی، حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ ارشد و صحبت یافتہ، آپ کے علوم و معارف کے بہترین وارث علم و عمل، کردار، مکارم اخلاق و فضائل متنوعہ میں فائق القران، اعلیٰ درجہ کے ادیب و مصنف، وسعت معلومات و کثرت مطالعہ میں نہایت ممتاز، اخلاص و دیانت کے پیکر مجسم ہیں۔

راقم الحروف کو سفر حرمین و مصر و ترکی وغیرہ میں آپ کی طویل رفاقت کا شرف حاصل رہا ہے، نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ الانور، مبسوط مقدمہ مشکلات القرآن، بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب وغیرہ گرانقدر تالیفات شائع ہو چکی ہیں، ایک مدت سے ترمذی شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، جو حضرت شاہ صاحب و دیگر اکابر محدثین کی حدیثی تحقیقات عالیہ کا بے نظیر مجموعہ ہوگا اور مسلک حنفی کی حمایت میں حرف آخر ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۹) مولانا عبد الحق صاحب، نافع، سابق استاذ دار العلوم دیوبند و جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی، نہایت بلند پایہ محقق مدقق جامع معقول و منقول ہیں کثرت مطالعہ، وسعت معلومات، اصابت رائے وغیرہ میں ممتاز ہیں۔

(۳۰) مولانا سیف اللہ شاہ صاحب کشمیری، حضرت شاہ صاحبؒ کے برادر حقیقی اور تلمیذ خاص ہیں، حضرتؒ کے زمانہ قیام دیوبند میں بڑی محنت و شوق سے تحصیل کی، عرصہ تک درس و تعلیم کا شغل بھی رہا، مطالعۂ کتب کے بہت دلدادہ ہیں۔

(۳۱) مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق استاذ دار العلوم دیوبند و وزیر معارف ریاست قلات، بڑے محقق و متبحر عالم جامع معقول و منقول ہیں۔

(۳۲) مولانا محمد منظور صاحب نعمانی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت شاہ صاحبؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں نہایت ذکی ذہین، محقق مدقق عالم ربانی ہیں، آپ کی علمی، دینی تبلیغی خدمات محتاج تعارف نہیں، تصانیف میں سے ''معارف الحدیث'' اہم ترین علمی حدیثی خدمت ہے۔

(۳۳) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مکی خطیب جامع مسجد چاٹگام، آپ کے دادا صاحب مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے وہیں آپ کے والد ماجد اور آپ کی ولادت ہوئی، دیوبند آ کر حضرت شاہ صاحبؒ سے حدیث پڑھی، پھر لاہور رہے، حضرت شاہ صاحبؒ اور ڈاکٹر اقبال

مرحوم کے درمیان افادی تعلق قائم ہونے کا ابتدائی سبب آپ ہی بنے تھے، بہت باکمال عالم بزرگ ہیں۔

(۳۴) مولانا جلیل احمد صاحب، استاذ دار العلوم دیوبند، آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دورہ حدیث پڑھا اور حضرت شیخ الہندؒ و حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے تعلق خاص، نیز اپنے ذاتی فضل و کمال و علمی تبحر کے باعث بہت ممتاز ہیں۔

(۳۵) مولانا سید اختر حسین صاحب استاذ دار العلوم، آپ حضرت شیخ دار العلوم مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور دار العلوم کے بڑے اساتذہ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

(۳۶) مولانا اسلام الحق صاحب اعظمی استاذ دار العلوم، سابق استاذ حدیث جامعہ ڈابھیل و مدرسہ عربیہ آنند، فاضل محقق جامع معقول و منقول ہیں۔

(۳۷) مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی استاذ دار العلوم، درجہ علیا کے استاذ، محدث فاضل، جامع شخصیت رکھتے ہیں۔

(۳۸) مولانا قاری اصغر علی صاحب سہنسپوری، استاذ دار العلوم، حضرت شیخ الاسلام کے معتمد خاص، درجہ ابتدائی و متوسط کی تعلیم کے بڑے ماہر و حاذق صاحب مکارم و اخلاق فاضلہ ہیں۔

(۳۹) مولانا محمد یٰسین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور (اعظم گڑھ) جامع معقول و منقول محقق و متبحر عالم ہیں۔

(۴۰) مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی، مشہور و معروف مذہبی سیاسی رہنما، عالم جلیل القدر ہیں۔

(۴۱) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی، مشہور و معروف مجلس احرار اسلام کے قائد اعظم، جہاد آزادی ہند کے بہادر جرنیل، ٹھوس علمی و مذہبی خدمات کے شیدائی، حضرت شاہ صاحب کے انتہائی پرخلوص تعلق رکھتے اور آپ کے علم و فضل پر سو جان سے قربان تھے

(۴۲) مولانا ابو الوفاء صاحب، شاہجہان پوری، مشہور و معروف خطیب و مناظر، محقق و متبحر عالم ہیں۔

(۴۳) مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہان پوری، مشہور مذہبی و سیاسی رہنما، حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بطور خادم خاص رہنے کا بھی آپ کو شرف حاصل ہے۔

(۴۴) مولانا عبد الشکور صاحب دیوبندی، مہاجر مدنی، استاذ مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً۔

(۴۵) مولانا فیوض الرحمٰن صاحب دیوبندی پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور۔

(۴۶) مولانا سید محمد ادریس صاحب سکھروڈوی، حضرت شاہ صاحبؒ کے جاں نثار خادم، تمام علوم و فنون میں دوست گاہ کامل رکھتے تھے، ساری عمر درس و تعلیم میں بسر کی، دار العلوم دیوبند، جامعہ ڈابھیل اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھایا۔

(۴۷) مولانا محمد صدیق صاحب نجیب آبادیؒ مؤلف ''انوار المحمود'' (۲ جلد ضخیم) اس میں حضرت شیخ الہند اور حضرت شاہ صاحب کے گرانقدر درسی افادات کو بڑی محنت و کاوش سے حوالوں کی مراجعت کر کے جمع کیا، نہایت قابل قدر تالیف ہے، آپ نے عرصہ تک مدرسہ صدیقیہ دہلی میں بطور شیخ الحدیث درس دیا ہے۔

(۴۸) مولانا محمد مناظر احسن صاحب گیلانی، سابق صدر دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن، آپ کی علمی شہرت، تصنیفی مہارت اور مخصوص حیرت انگیز فضل و کمال و جامعیت سے آج کون ناواقف ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات سے بطور خاص مستفید تھے۔

(۴۹) مولانا محمد یحییٰ صاحب تھانوی سابق استاذ دار العلوم دیوبند و جامعہ ڈابھیل، آج کل کراچی کے کسی کالج میں پروفیسر ہیں، بڑے فاضل محقق جامع معقول و منقول ہیں، درسی تقریر و تفہیم میں امتیازی شہرت کے مالک، حضرت علامہ عثمانیؒ کے خادم خاص اور ان کے علوم و کمالات سے بھی مستفید تصانیف میں حضرت کے معاون و مددگار رہے ہیں۔

(۵۰) مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی (خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ) حضرت شاہ صاحبؒ کے اخص تلامذہ میں سے ہیں، نہایت خوش بیان مقرر اور جید عالم ہیں، متعدد مدارس میں درس حدیث وقرآن بھی دیا ہے۔

(۵۱) مولانا عبدالقدیر صاحب حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے محقق و متبحر عالم، جامع معقول ومنقول ہیں ایک عرصہ تک جامعہ ڈابھیل میں درس دیا، آج کل مدرسہ عربیہ فقیروالی (ریاست بہاولپور) کے شیخ الحدیث ہیں۔

(۵۲) مولانا عبدالعزیز صاحب کامل پوریؒ آپ نے بھی جامعہ ڈابھیل میں سالہا سال درس علوم دیا، جید عالم تھے۔

(۵۳) مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی ایم اے فاضل دیوبند سابق استاذ جامعہ ڈابھیل و پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ، حال صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حضرت شاہ صاحبؒ سے دیوبند ڈابھیل کے زمانہ میں خصوصی استفادات بھی کئے ہیں، واسع الاطلاع کثیر المطالعہ، محقق، مصنف ہیں، بہت سی مفید علمی تحقیقی کتابیں لکھیں جن میں سے ''سیرۃ صدیق اکبرؓ'' نہایت اہم ہے۔

(۵۴) مولانا حمید الدین صاحب فیض آبادی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ و استاد حال شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ، حضرت شاہ صاحبؒ سے ڈابھیل جا کر حدیث پڑھی، محقق و متبحر عالم ہیں، کثرت مطالعہ، وسعت معلومات و دقت نظر میں ممتاز ہیں۔

(۵۵) مولانا عبداللہ خان صاحب کرتپوری شاہ صاحبؒ کے زمانۂ دیوبند کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، حدیث رجال کے بڑے عالم، کثیر المطالعہ، دقیق النظر ہیں، متعدد تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں، آج کل رسالہ برہان دہلی میں آپ کا ایک نہایت اہم تحقیقی مضمون ''نماز وقت خطبہ'' پر شائع ہو رہا ہے، جو کتابی صورت میں بھی شائع ہوگا، ان شاء اللہ، درسی و تصنیفی مشغلہ نہ ہونے پر بھی اس قدر استحضار و شان تحقیق، علوم انوری کی نمایاں برکات و کرامات سے ہے۔

(۵۶) مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانہ ڈابھیل کے تلمیذ خاص، حضرت مولانا حسین علی صاحب کے مسترشد و خلیفۂ ارشد ہیں (گویا راقم الحروف کے پیر بھائی) راولپنڈی میں بڑے پیمانہ پر درس قرآن و حدیث دیتے ہیں، توحید و سنت کے بہت بڑے علمبردار ہیں، ہر سال رمضان میں درس قرآن مجید کی شرکت کے لئے تین چار سو طلبہ جمع ہوتے ہیں۔

(۵۷) مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ حسن صاحب علوی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی و ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، محقق عالم اور بلند پایہ ادیب و منصف ہیں۔

(۵۸) مولانا سید احمد صاحب سیتاپوری سابق صدر مدرس عربیہ معینیہ اجمیر، حال صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی، محقق مدقق، جامع معقول ومنقول ہیں۔

(۵۹) مولانا محمد یوسف صاحب کشمیری، میر واعظ، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور خصوصی مستفید، سفر کشمیر کے وقت بیشتر اوقات حضرتؒ کے ساتھ گزارتے تھے، ''تنویر المصابیح'' تصنیف فرمائی۔

(۶۰) مولانا غلام غوث صاحب سرحدی، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانہ دیوبند کے تلامذہ میں سے امتیازی مستفید تھے۔

(۶۱) مولانا حامد الانصاری غازی سابق مدیر مہاجر دیوبند، مدینہ بجنور و جمہوریت بمبئی، حال ناظم جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی واسع الاطلاع، کثیر المطالعہ، محقق، مورخ اور قومی و صحافتی زندگی کے مرد مجاہد و غازی۔

(۶۲) مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ رشید، آپ کے علوم و معارف کے عاشق صادق اور ان کی نشر و اشاعت کے انتہائی گرویدہ و مشتاق مجلس علمی ڈابھیل ثم کراچی کے بانی و سرپرست، جس کی نشریات عالیہ آپ کے بلند پایہ علمی ذوق کی شاہد ہیں۔

دارالعلوم دیوبند و جامعہ ڈابھیل کی ترقی و بہبود کے لئے ہمیشہ متوجہ رہے اور مالی سرپرستی کی، افریقہ میں اسلامی انسٹیٹیوٹ واٹرفال قائم کر کے عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام فرمایا، آپ کے مآثر و مفاخر کا تفصیلی تذکرہ اس لئے نہیں کرتا کہ ''انا بالوشاۃ

اذاذکرتک اشبہ'' تاتی الندی وتداع عنک فکرہ کے مطابق آپ اس کو ناپسند کریں گے۔

(۶۳) مولانا اسماعیل یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی، افریقہ کے بہت بڑے تاجر، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ رشید وعقیدت مند، علمی دینی خدمات سے ہمیشہ دلچسپی رکھتے ہیں، دارالعلوم دیوبند، جامعہ ڈابھیل وغیرہ دینی اداروں کی مالی سرپستی میں پیش پیش رہتے ہیں، بلند علمی مذاق ہے، قرآن مجید کے کچھ حصہ کی انگریزی زبان میں تفسیر بھی لکھ کر شائع کی ہے، اپنے دو صاحبزادوں کو عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حضرات کے علاوہ افریقہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے دوسرے چند قابل ذکر تلامذہ یہ ہیں۔

(۶۴) مولانا مفتی ابرہیم صاحب سنجالوجی (۶۵) مولانا محمد ایکھلوایا ڈابھیلی (۶۶) مولانا ڈی ای بیرا صاحب (۶۷) مولانا محمد اسماعیل نانا سملکی (ناظم جمعیۃ علماء ٹرانسول) (۶۸) مولانا محمد اسماعیل صاحب کاچھوی مرحوم (۶۹) مولانا موسیٰ بھام جی صاحب (۷۰) مولانا محمد صالح منگیرا (۷۱) مولانا نعمانی ان سب حضرات نے افریقہ میں اہم دینی علمی خدمات انجام دی ہیں، ان کے بعد چند خصوصی تلامذۂ ہندوپاک کے اسماء گرامی قلت گنجائش کے باعث بغیر ذکر حالت درج کئے جاتے ہیں۔

(۷۲) مولانا محمد تقی صاحب دیوبندی (۷۳) مولانا محمود الرحمٰن صاحب جالونی (۷۴) مولانا یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی (۷۵) مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندی (۷۶) مولانا حکیم عبدالقادر صاحب (۷۷) مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب سرونجی قاضی محکمۂ امور مذہبی بہاولپور (۷۸) مولانا اسرارالحق صاحب گنگوہی استاذ جامعہ عباسیہ بہاولپور (۷۹) مولانا سید جمیل الدین صاحب میرٹھی استاذ جامعہ عباسیہ بہاولپور (۸۰) مولانا حکیم اعظم علی صاحب بجنوری (۸۱) مولانا احمد اشرف صاحب مہتمم مدرسہ اشریفہ راندیر (سورت) (۸۲) مولانا محمد آفاق صاحب سیکروی (۸۳) مولانا محبوب الٰہی صاحب منگلوری استاذ دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار (۸۴) مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی استاذ جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی (۸۵) مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی پروفیسر دینیات جامعہ ملیہ دہلی (۸۶) مولانا محمد دحیہ صاحب عثمانی پانی پتی (۸۷) مولانا فصیح الدین صاحب بہاری (۸۸) مولانا محمود الحسن صاحب گیاوی (۸۹) مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی (۹۰) مولانا شائق احمد صاحب عثمانی اڈیٹر عصر جدید کراچی (۹۱) مولانا محمد طاہر صاحب قاسمیؒ (۹۲) مولانا محمد یعقوب صاحب چاٹگام (۹۳) مولانا فیض اللہ صاحب چاٹگام (۹۴) مولانا عبدالوہاب چاٹگام (۹۵) مولانا محمد یٰسین صاحب برما (۹۶) مولانا ریاست علی صاحب آسام (۹۷) مولانا تاج الاسلام صاحب کمرلا (۹۸) مولانا اظہر علی صاحب سلہٹ (۹۹) مولانا ریاست علی صاحب لکچرر انجمن ہائر سکنڈری سکول جبل پور (۱۰۰) مولانا احسان اللہ خان صاحب تاجور (۱۰۱) مولانا عبدالرحمٰن صاحب شکری غازی پوری (۱۰۲) مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب دہلوی رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند وصدر طبی بورڈ نورگنج دہلی (۱۰۳) مولانا حکیم عبدالجلیل صاحب دہلوی پروفیسر جامعہ طبیہ قرولباغ دہلی (۱۰۴) مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ مفتاح العلوم مئو (اعظم گڑھ) (۱۰۵) مولانا محمود احمد صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ لہرایا سرائے (دربھنگہ) (۱۰۶) مولانا نثار احمد صاحب انوری، مدھوبن (دربھنگہ) (۱۰۷) مولانا شاہ محمد عثمان غنی صاحب پھلواری شریف (۱۰۸) مولانا محمود اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ بڑھ کڑا، ڈھاکہ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) (۱۰۹) مولانا سید آل حسن صاحب رضوی دیوبندی مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ (۱۱۰) مولانا محمد یوسف صاحب جونپوری (۱۱۱) مولانا خواجہ عبدالحی صاحب استاذ تفسیر و دینیات جامعہ ملیہ دہلی (۱۱۲) مولانا سید محمد عبدالعزیز صاحب ہاشمی جہلمی خطی بلدیہ لاہور چھاؤنی (۱۱۳) مولانا محمد مظفر حسین صاحب عربک ٹیچر چکوال (جہلم) (۱۱۴) مفتی محمد خلیل صاحب استاذ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ (۱۱۵) حافظ محمد صادق صاحب خطیب جامع مسجد ٹپولیان لاہور

(۱۱۶) حکیم ڈاکٹر محمد اختر علی صاحب اختر رضوی مہاجر مدنی (۱۱۷) مولانا محمد امین صاحب خطیب جامع مسجد و مہتمم مدرسہ عربیہ دارالعلوم امینیہ جڑانوالہ (۱۱۸) مولانا عبدالغنی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن کوہاٹ (۱۱۹) مولانا عبدالقیوم صاحب آروی، سید پور ضلع رنگپور (مشرقی پاکستان) (۱۲۰) مولانا فقیر محمد صاحب ہزاروی پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج ڈیرہ اسماعیل خان (۱۲۱) مولانا سید احمد صاحب بھوپالی (۱۲۲) مولانا شبیر علی صاحب تھانوی (۱۲۳) مولانا محبوب الٰہی صاحب دیوبندی (۱۲۴) مولانا محمد اشفاق صاحب رائے پوری (۱۲۵) مولانا غلام مرشد صاحب شاہ پوری (۱۲۶) مولانا حکیم محفوظ علی صاحب گنگوہی ثم دیوبندی (۱۲۷) مولانا حمید الدین صاحب ناظم مدرسہ تجوید القرآن سنبھل (۱۲۸) مولانا محمد حسین صاحب کلکتوی (۱۲۹) مولانا انوارالحق صاحب اعظم گڑھی (۱۳۰) مولانا علی محمد صاحب سورتی (۱۳۱) مولانا نورالدین صاحب بہاری (۱۳۲) مولانا عبدالخالق صاحب پشاوری (۱۳۳) مولانا عبدالقیوم صاحب، خطیب جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی) (۱۳۴) مولانا حشمت علی صاحب گلاوٹھی (۱۳۵) مولانا محمد یحییٰ صاحب لدھیانوی (۱۳۶) مولانا حبیب اللہ صاحب بہاول پوری (۱۳۷) مولانا لطف اللہ صاحب پشاوری (۱۳۸) مولانا محمد جمیل صاحب بڈھانوی (۱۳۹) مولانا عبدالحی حقانی مدیر نصرت، حقانی چوک رام باغ کراچی (۱۴۰) مولانا محمد رفیع صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی (۱۴۱) مولانا احمد علی صاحب گجراتی، ایم اے مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول گجرانوالہ (۱۴۲) مولانا قاری حکیم محمد یامین صاحب سہارنپوری، سابق مدرس دارالعلوم وڈابھیل (۱۴۳) مولانا عبدالکبیر صاحب کشمیری پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم سرینگر (۱۴۴) مولانا حمید احمد صاحب نہٹوری، حیدرآبادی (۱۴۵) مولانا سید احمد صاحب مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند (۱۴۶) مولانا عبدالصمد صاحب بنگلور (۱۴۷) مولانا محمد معصوم صاحب میانوالی (۱۴۸) مولانا حشمت علی صاحب سوارنپوری (۱۴۹) مولانا عبدالقیوم صاحب خطیب جامع مسجد ہری پور، ہزارہ (۱۵۰) مولانا غلام نبی صاحب جلال آباد (کشمیر) (۱۵۱) مولانا مقصود علی خان صاحب سنبھلی استاذ حدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد (۱۵۲) مولانا حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیرکوٹلہ (۱۵۳) مولانا انوارالحسن صاحب شیرکوٹی (۱۵۴) مولانا مظفرالدین صاحب مرادآبادی (۱۵۵) مولانا سعید احمد صاحب گنگوہی استاذ دارالعلوم دیوبند (۱۵۶) مولانا حبیب اللہ صاحب سلطان پوری استاذ ندوۃ العلماء لکھنو (۱۵۷) مولانا ضیاء الدین صاحب سیوہاروی (۱۵۸) مولانا خان محمد صاحب ڈیرہ غازی خان (۱۵۹) مولانا عبدالشکور صاحب اعظمی (۱۶۰) مولانا کفیل احمد صاحب حبیب والوی استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ (۱۶۱) مولانا عبدالجلیل صاحب ہزاروی (۱۶۲) مولانا احمد نور صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند مدرسہ شاہی مرادآباد وغیرہ (۱۶۳) راقم الحروف احقر سید احمد رضا بجنوری عفا اللہ عنہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اولاد واعزہ:

حضرت مولانا محمد معظم شاہؒ کے سات صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں سب سے بڑے مولانا محمد یٰسین شاہ صاحب تھے، وہ بڑے ذکی، فہیم عالم وشاعر تھے، ان کا انتقال بعمر ۳۳ سال حضرت شاہ صاحبؒ کے قیام مدرسہ امینیہ کے زمانہ میں ہوگیا تھا جس کی وجہ سے آپ ۱۳۲۰ھ میں دہلی سے کشمیر واپس ہوگئے تھے، دوسرے بھائیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا عبداللہ شاہ صاحب، مولانا سلیمان شاہ صاحب، محمد نظام الدین شاہ صاحب، مولانا سیف اللہ شاہ صاحب (فاضل دیوبند) محمد شاہ صاحب۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات سے کچھ عرصہ بعد حضرت والد ماجدؒ کی وفات ایک سو کچھ سال کی عمر میں ہوئی، پھر چند سال بعد مولانا سلیمان شاہ صاحب کا وصال ہوا، اب الحمدللہ باقی بھائی اور دو بہن بھی زندہ ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں، ان سب میں بڑی صاحبزادی عابدہ خاتون تھیں، ان کا

اور منجھلے صاحبزادے محمد اکبر شاہ کا بعمر جوانی انتقال ہوا، مرحومہ عابدہ خاتون کا عقد مولوی محمد شفیق صاحب سلمہ بجنوری سے ہوا تھا۔

بڑے صاحبزادے حافظ محمد ازہر شاہ قیصر سلمہ، عرصہ سے مدیر رسالہ ''دارالعلوم'' ہیں جو کامیاب مدیر و مضمون نگار ہیں، ان کے تین صاحبزادے، محمد اطہر، محمد راحت، محمد نسیم اور دو صاحبزادیاں ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔

چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد انظر شاہ صاحب سلمہ، دارالعلوم میں طبقۂ وسطیٰ کے لائق استاذ اور فاضل محقق و مصنف ہیں، ان کے ایک صاحبزدے احمد اور دو صاحبزادیاں ہیں، سلمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی، راشدہ خاتون کے پانچ بچے محمد ارشد، محمد اسعد، محمد امجد، محمد اعبد، محمد اسجد اور دو بچیاں ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔

فقیر حقیر راقم الحروف کو حضرتؒ کے خویش ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عمر ۵۹ سال ۳ ماہ اور پانچ دن ہوئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورضی اللہ عنہ وارضاہ۔

۴۴۶- الشیخ المحدث ابوالعلی محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارک پوریؒ م ۱۳۵۳ھ

علماء اہل حدیث میں سے عالی مرتبت عالم محدث تھے آپ کی کتاب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی شریف چار جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے، نیز ''تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام'' دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے، یہ دونوں کتابیں راقم الحروف کے مطالعہ میں ہیں اور ''انوارالباری'' کے علمی ابحاث میں آپ کی تحقیقی کاوشوں کا ذکر آتا رہے گا، ان شاء اللہ۔

مولاناؒ کی علمی حدیثی خدمات نہایت قابل قدر ہیں، جس طرح شیخ محدث علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ کی حدیثی خدمات شرح ابی داؤد اور تعلیقات دارقطنی وغیرہ عظیم المرتبت ہیں، مگر مسائل خلافیہ میں جو بیجا تعصب، تنگ نظری و ناانصافی سے ان دونوں حضرات نے کام لیا ہے وہ ان کے شایان شان نہ تھا، مثلاً مقدمہ تحفۃ الاحوذی فصل سابع میں ''شیوع علم الحدیث فی ارض الہند'' کے تحت لکھا کہ ''حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ نے ہجرت فرمائی تو اپنا جانشین فرد زماں، قطب اداں، شیخ العرب والعجم مولانا نذیر حسین صاحبؒ کو بنایا''۔

حالانکہ ہم نے پہلے بتلایا ہے کہ جانشین بنانے کی بات کسی طرح نہیں بن سکتی، یوں مولاناؒ کی خدمات درس حدیث وغیرہ سے کون انکار کرسکتا ہے، پھر ان کے بعد نشر علم حدیث کے سلسلہ میں صرف شیخ حسین خزرجی یمانی کا ذکر کرکے فصل شیوع حدیث کو ختم کردیا اور دوسری طرف علماء دہلی، دیوبند، سہارنپوری، رام پور، لکھنو، پنجاب و سندھ وغیرہ وغیرہ نے جو اس سلسلہ کی خدمات انجام دیں ان سب کا ذکر حذف کردیا گیا۔

بارہویں فصل میں ان آئمہ حدیث کا ذکر کیا جن کا ذکر امام ترمذیؒ نے جرح و تعدیل کے سلسلہ میں کیا ہے، لیکن امام اعظم کا تذکرہ اڑا دیا، حالانکہ امام ترمذی نے علل میں امام صاحبؒ کا قول جرح و تعدیل میں نقل کیا ہے جس کا اعتراف خود مولانا مبارک پوری نے بھی ص ۲۰۸ و ۲۰۹ میں کیا ہے، ص ۲۳۶ میں امام وکیع (تلمیذ امام اعظمؒ) کے مناقب لکھے، مگر جہاں یہ ذکر آیا کہ وہ امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، تو اس کی ایک دور از کار تاویل کی گئی اور اشعار والی بات بھی دہرادی گئی جس کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔

تحفۃ الاحوذی میں مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام پر بہت زور صرف کیا، اسی طرح دوسرے خلافی مسائل میں اور فاتحہ پر مستقل کتاب بھی لکھ ڈالی اور حنفیہ کو خاص طور سے ہدف بناکر ان کی ہر دلیل کے کئی کئی جوابات گنائے ہیں، چونکہ نماز کا مسئلہ نہایت اہم دینی مسائل میں سے ہے، اس لئے عوام کو حنفیہ کے خلاف بھڑکانے میں اس مسئلہ سے متعصب غیر مقلدین نے ہمیشہ کام لیا ہے، حالانکہ حنفیہ کا مسلک اس مسئلہ میں بھی قوی ہے، اول تو خود امام بیہقی وغیرہ سب ہی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف زمانۂ اصحاب سے اب تک رہا ہے، بہت

سے صحابہ کرام قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اور بہت سے ترک قرأۃ کو ترجیح دیتے تھے۔

پھر صرف حنفیہ کو مطعون کرنے کا کیا مقصد ہے؟ دوسرے یہ کہ جہری نمازوں میں بڑے بڑے ائمہ مجتہدین ومحدثین مثلاً امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام زہریؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، اسحٰق بن راہویہ وغیرہ امام اعظم کے ساتھ ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت فاتحہ نہ کی جائے، پیشوائے اہل حدیث صاحب عون المعبود نے بھی ص ۳۰۷ ج ۱ میں اس کو تسلیم کیا ہے، اس کے بعد امام صاحب اور امام سفیان ثوری، سری نمازوں میں بھی ترک کو ترجیح دیتے ہیں جس کی بہترین وجوہ حضرت نانوتویؒ نے توثیق الکلام میں حضرت شیخ الہندؒ نے ایضاح الادلہ میں اور حضرت شاہ صاحبؒ نے فصل الخطاب میں تحریر فرمادی ہیں جن کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ایک منصف مزاج انسان حنفی مسلک کو دل وجان سے عزیز رکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

یہاں علامہ مبارک پوری کے تذکرہ کی مناسبت سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ نے ۲۵۷ ج ا تحفۃ الاحوذی میں خود لکھا ہے کہ "علامہ عینی سے غلطی ہوئی کہ عبداللہ بن مبارک کو وجوب قرأت خلف الامام کے قائلین میں شمار کیا، حالانکہ وہ وجوب مذکور کے قائل نہ تھے اور اسی طرح امام مالک وامام احمد بھی تمام نمازوں میں وجوب قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل نہ تھے"۔

لیکن علامہ نے تحقیق الکلام ص ۱۰ ج ۱ کے حاشیہ میں امام احمد کو قائلین وجوب میں لکھ دیا ہے اور وہاں حافظ عینی کا قول مذکور اس کی تائید میں نقل کر دیا ہے جس کی غلطی کا اظہار خود بھی تحفۃ الاحوذی میں کیا ہے، امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ "جزء القرأۃ خلف الامام" میں بھی اس مسئلہ پر جم کر بحث کی ہے جو قابل دید ہے، راقم الحروف کو متعدد بار اس کو بغور وتامل مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے، فصاعداً پر جو کچھ امام بخاریؒ نے کلام کیا ہے اس کا کافی وشافی جواب حضرت شاہ صاحبؒ نے "فصل الخطاب" میں دیا ہے جس کا سہل انداز میں خلاصہ انوار الباری میں پیش ہوگا، ان شاء اللہ، دوسری ایک اہم تنبیہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے فصل کے ص ۳۶ پر یہ کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا مذہب مختار بھی (جن کی روایات اور قول وعمل کی اس مسئلہ میں بڑی (اہمیت ہے) جہری نماز میں ترک قرأت ہی تھا اور اس کو امام بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں سے نقل کیا ہے، وہ دونوں جہری نمازوں کے علاوہ دوسری نمازوں میں قرأت کا حکم فرماتے تھے اور اسی طرح امام بیہقی کی کتاب القرأۃ میں بھی ہے مگر امام بخاری کے رسالہ جزء القرأۃ (ص ۲۹ سطر ۱۶) میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول غلط نقل ہو گیا ہے کہ اس سے جہری نماز میں قرأت ثابت ہوتی ہے اور اسی سے شیخ شمس الحق عظیم آبادی نے سنن دار قطنی کے حاشیہ التعلیق المغنی ص ۱۲۴ سطر ۲۸ میں بھی یہی غلط قول نقل کر دیا ہے۔

بات لمبی ہوگئی بتلانا صرف یہ تھا کہ ان حضرات نے تعصب سے کام لیا ہے، حتیٰ کہ حدیث کی قوت وضعف کے لئے رجال پر بحث کرتے ہوئے بھی یہ کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے، مثلاً روایت اذا جاء احدکم الاما یخطب فلیصل رکعتین قبل ان یجلس کے شذوذ کو رفع کرنے کے لئے روح بن القاسم کی متابعت سے مدد لی گئی اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا کہ دار قطنی میں روح بن القاسم کی روایت موجود ہے، حلانکہ اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن بزیغ ہیں جو ضعیف ہیں۔

نیز روایت مذکورہ یحییٰ بن غیلان سے بھی ہے جو مجہول الحال ہیں، مگر علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے یہاں ان دونوں کے حال سے سکوت فرمایا پھر کتاب الزکوٰۃ میں جب کسی دوسری روایت کے سلسلہ میں یہ دونوں راوی آئے تو وہاں دونوں کی تضعیف فرمادی۔

مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۲ ج ۱ میں ہے کہ امام احمد نے فرمایا "ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں جو مقتدی قرأت نہ کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی" اور یہ بھی فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں، آپ کے اصحاب اور تابعین ہیں، یہ امام مالک (اہل حجاز میں) ثوری (اہل عراق میں) اوزاعی (اہل شام میں) لیث (اہل مصر میں) ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت نہیں کی، اس کی نماز باطل ہے"۔

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں فرمایا کہ آیت اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا میں یہ حکم عام ہے پھر اگر اس کو صرف خارج

صلوٰۃ پر محمول کریں گے تو قطعاً باطل ہے کہ اسکا کوئی بھی قائل نہیں کہ نماز میں تو سنو نہیں، نماز سے خارج پڑھا جائے تو سنا کرو، حالانکہ نماز میں متابعت امام کے تحت اس کی قرأت سننا اور خاموش رہنا تکمیل اقتداء کیلئے اولیٰ وافضل بھی ہے، پھر جب کہ کتاب وسنت اوراجماع سے یہی ثابت ہے کہ استماع افضل ہے قرأت سے (تو مقتدی کے حق میں) امام کے پیچھے خود قرأت کرنے کا درجہ ادنیٰ ہے اور استماع کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے پس اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کا امر کرنا کیسے جائز ہوگا''۔ (فتح الملہم ص۲۱ ج ۲)

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ من کان لہ امام فقراء ۃ الامام لہ قراء ۃ ایسی مرسل حدیث ہے جس کی تائید ظاہر قرآن وسنت سے ہورہی ہے اوراس کے قائل جماہیر اہل علم صحابہ وتابعین میں سے ہیں اور خود اس کا ارسال کرنے والے اکابر تابعین میں سے ہیں اور ایسی مرسل باتفاق ائمہ اربعہ وغیرہم حجت ہے۔

یہ بھی علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ مشہور مذہب امام احمد کا سری نماز میں بھی استحباب قرأت خف الامام ہے، وجوب نہیں ہے (فصل الخطاب)

اکثر مالکیہ وحنابلہ کا مذہب سریہ میں صرف استحباب قرأۃ ہے وجوب نہیں ہے (فصل ص ۹۸)

ص ۹۷ علامہ ابن وہب کا مذہب بھی سریہ میں عدم وجوب ہی ہے (فصل الخطاب ص ۹۷)

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں سکتات میں قرأت کو بھی کافی قوت کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے، (فصل الخطاب ص ۸۶ پر بھی علامہ نے لکھا کہ استماع قرأت امام اوراس کو خاموش ہو کر سننے کا حکم قرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہے اور فاتحہ سے زائد قرأت نہ کرنے کے بارے میں اجماع امت بھی ہے اور یہی قول دربارۂ قرأت فاتحہ وغیرہ صحابہ وتابعین وغیرہم میں سے جماہیر سلف کا بھی ہے، پھر یہی ایک قول امام شافعی کا بھی ہے، جس کو ان کے حذاق اصحاب امام رازی ابو محمد بن عبدالسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہے، کیونکہ قرأت مع جہر امام منکر، مخالف کتاب وسنت اور عامہ صحابہ کے طریقہ کے بھی خلاف ہے آہ (فصل الخطاب ص ۹۳)

محدث ابن ابی شیبہ نے بھی نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جو نئی بات منظر عام پر آئی وہ قرأت خلف الامام تھی، ورنہ پہلے دور کے عام طور سے قرأت نہ کرتے تھے (ص ۷۸ فصل) اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کو یہ سب حضرات بھی ائمہ محدثین مانتے ہیں اور ان سب کا مذہب اس بارے میں وہی ہے جو امام اعظمؒ کا ہے لہذا جو کچھ ایرادات واعتراضات ہوں گے ان سب کا ہدف صرف حنفیہ نہیں بلکہ یہ سب حضرات بھی ہوں گے ضرورت ہے کہ اس قسم کے رویہ میں تبدیلی ہو کر حدیثی خدمات کو ذاتی واجتماعی نظریات سے، بہت بلند ہو کر انجام دیا ہے، واللہ الموفق۔

علامہ مبارک پوری نے تحقیق الکلام کی دوجلدوں میں حنفیہ کی ایک ایک دلیل کا ذکر کر کے اس کو گرانے کی سعی لاحاصل کی ہے، اس کا تحلیلی جائزہ کسی دوسری فرصت میں مناسب ہے مگر ایک جگہ امام اعظمؒ کی توثیق وتضعیف کو موضوع بحث بنا کر آپ نے اپنے رنگ تعصب و تنگ نظری کو بہت ہی نمایاں کر دیا ہے، اس سلسلہ میں آپ نے صاحب دراسات علامہ محدث شیخ معین سندیؒ سے نقل کیا کہ امام صاحب کے بارے میں قابل ذکر اور مفصل جرح امام بخاری کی ہے اور وہ ارجاء کی ہے، پھر علامہ موصوف نے جوحق دفاع تہمت ارجاء کے بارے میں ادا کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ سمجھ کر کہ ارجاء کے بارے میں جرح کا جواب پورا ہو چکا ہے، علامہ مبارک پوری نے یہ نئی اپج پیدا کی کہ درحقیقت یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ امام بخاری کی جرح مفصل کا تعلق ارجاء سے ہے، کیونکہ مرجئہ سے تو خود امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایات لی ہیں، البتہ امام موصوف کا منشاء امام صاحب کا سوحفظ ہے اور اسی کی وجہ سے سکتوا عن رأیہ وحدیثہ کا جملہ کہا ہے۔

علامہ مبارک پوری نے امام صاحب پر جرح کو قوی کرنے کیلئے امام بخاری پر رکھ کر یہ پہلو دردار سمجھا ہے جو چند در چند وجوہ سے کمزور ہے، اول تو امام صاحب کی قوت حفظ واتقان کے شاہدین عدل متقدمین میں بکثرت موجود ہیں اور اس دور میں کسی نے بھی امام صاحب کی طرف سوء حفظ کو منصوب نہیں کیا، دوسرے یہ کہ امام صاحب کی مسانید میں سینکڑوں کبار حفاظ حدیث نے آپ سے روایت کی ہے جس طرح

ہر دور کے لاکھوں، کروڑوں علماء، صلحا و عوام امت محمدیہ نے آپ کی رائے کا اتباع کیا، کیا کسی سی الحفظ محدث سے اس طرح روایت حدیث کی کوئی مثال بتلائی جاسکتی ہے، تیسرے یہ کہ حافظ ابن حجر نے نزہۃ النظر میں تصریح کی ہے کہ سوء حفظ کی وجہ سے جرح کسی پر اس وقت کی جاسکتی ہے کہ اس کی نصف سے زیادہ روایات میں سوء حفظ کے شواہد موجود ہوں، پھر جب کہ امام صاحب کی کسی ایک روایت پر بھی ایسا نقد آج تک نہیں ہوا، تو آپ کی ہزاروں روایات میں سے نصف یا نصف سے زیادہ کے بارے میں اس قسم کا دعویٰ کون کر سکتا ہے، شاید علامہ مبارک پوری کے تلامذہ میں سے کوئی صاحب اس کمی کو پورا کریں۔

۴۴۷-الشیخ المحدث ابو سعید محمد عبد العزیز بن مولانا محمد نور حنفیؒ متوفی ۱۳۵۹ھ

گوجرانوالہ (پنجاب) کے مشہور علامہ محدث تھے، حدیث میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے تلمیذ تھے، حضرت مرشد مولانا حسین علی صاحب نقشبندیؒ سے تلمذ حدیث و بیعت سلوک دونوں کا شرف حاصل تھا، آپ نے ''نبراس الساری علی اطرف البخاری'' کی تالیفات کی جس کی ابتداء اپنے حدیثی شغف کے تحت کی تھی، مگر تکمیل حضرت پیر مرشد موصوفؒ اور حضرت شاہ صاحب علامہ کشمیریؒ کے ارشاد پر کی کیونکہ اس اہم حدیثی خدمت کی طرف ان دونوں حضرات کو بڑی توجہ تھی۔

آپ نے اس قیمتی تالیف میں صحیح بخاری شریف کا مکمل انڈکس بنادیا ہے جس کے ایک حدیث کے متعدد ٹکڑوں کو جو مظان و غیر مظان میں درج ہوئے ہیں باب و صفحہ سے فوراً دریافت کیا جاسکتا ہے، اور ساتھ ہی فتح الباری و عمدۃ القاری کے حوالے بھی درج کئے ہیں، اس کی کتابت بھی آپ نے خود ہی کی تھی، تاکہ کتاب پیشہ ور کاتبوں کی اغلاط سے محفوظ رہے، افسوس ہے کہ کتاب مذکور اب نادر و نایاب ہے، تقریباً ایک سال کی تلاش کے بعد راقم الحروف کو اس کا ایک نسخہ دستیاب ہوسکا۔

نصب الرایہ للزیلعی (مطبوعہ مصر) شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل کی بھی تصحیح و تحشیہ ابتداء میں آپ نے ہی کیا تھا جس کے لئے راقم الحروف نے گوجرانوالہ حاضر ہو کر گفتگو کی تھی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۴۸-الشیخ المحدث العارف حکیم الامۃ مولانا اشرف التھانوی حنفی قدس سرہ م ۱۳۶۲ھ

مشہور و معروف عالم ربانی، علامہ محدث، مفسر، فقیہ و شیخ طریقت تھے، ولادت ماہ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ میں ہوئی، حفظ قرآن و تکمیل فارسی کے بعد ابتدائی عربی تعلیم حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ سے حاصل کی جو جامع علوم ظاہری و کمالات باطنی تھے، ان کی صحبت مبارکہ کا ادنیٰ اثر یہ تھا کہ آپ بچپن سے ہی تہجد پڑھنے لگے تھے، تکمیل کے لئے آپ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند پہنچے اور پانچ سال وہاں رہ کر ۱۳۰۱ھ میں بعمر بیس سال تمام علوم سے فراغت حاصل کی، آپ نے زیادہ کتابیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور حضرت مولانا شیخ الہندؒ سے پڑھی ہیں لیکن حضرت نانوتوی کے درس جلالین میں بھی کبھی کبھی شرکت کرتے تھے۔

۱۳۰۱ھ کے آخر میں اہل کانپور کی درخواست پر مدرسہ فیض عام کانپور کے صدر مدرس ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپ نے مدرسہ جامع العلوم قائم کیا اور اس کی صدارت فرمائی، اس طرح تقریباً ۱۴ سال درس و تدریس میں مشغول رہے، ۱۳۱۵ھ میں ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ کو آباد کیا ۱۲۹۹ھ میں بحالت قیام دیوبند ذریعہ خط شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے تھے، دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور دوسری بار حج کے بعد ۶ ماہ حضرت حاجی صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر کمالات باطنی سے دامن بھرا، حضرت گنگوہیؒ آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے حاجی صاحب کا کچا پھل پایا تھا، تم نے پکا پھل پایا اور کامیاب ہوئے۔

غرض نے آپ نے ۴۷ سال تک مسند تلقین و ارشاد پر متمکن رہ کر ایک عالم کو اپنے فیوض ظاہری و باطنی سے سیراب کیا، آپ کے بے

شمار مواعظ حسنہ لاعداد ملفوظا طیبہ اور کثیر تعداد تصانیف قیمہ کی روشنی سے شرق و غرب روشن ہو گئے، لاکھوں قلوب آپ کے فیض باطن سے جگمگا اٹھے، عوام و خواص، علماء و اولیاء سب ہی نے آپ سے فیض پایا، مفصل حالات و مناقب کے لئے آپ کی مطبوعہ سوانح کی طرف رجوع کیا جائے، یہاں تذکرۂ محدثین کی مناسبت سے آپ کی حدیثی تصانیف و خدمات کا ذکر ضروری ہے، جامع الآثار، تابع الآثار، حفظ اربعین، المسلک الذکی، اشواب الحلی، اطفاء الفتن، موخرۃ الظنون، الادرک والتواصل الی حقیقۃ الاشراک والتوسل وغیرہ۔ ''اعلاء السنن'' (احادیث احکام کا نہایت عظیم القدر مجموعہ) ۲۰ جلد میں آپ ہی کے ارشاد پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی دام ظلہم نے مرتب فرمایا، جس میں سے ایک مقدمہ اور گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت تھانویؒ قدس سرہ کی زندگی کا ایک نہایت روشن پہلو آپ کے بلند پایہ اصلاحی و تجدیدی کارنامے بھی ہیں، آپ مسلمانوں کے عقائد و عبادات کی تصحیح کے ساتھ ان کے اخلاق، معاملات، معاشرت و عملی زندگی کی اصلاحات پر بھی پوری توجہ صرف ہمت فرماتے تھے جو صرف آپ ہی کا حصہ تھا، اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع کتاب ''حیات المسلمین'' کے نام سے تالیف فرمائی جس میں قرآن مجید احادیث نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی و دنیاوی فلاح و ترقی کا مکمل پروگرام مرتب فرمایا اور اس کتاب کو آپ اپنی دوسری کتابوں سے زیادہ ذریعۂ نجات ہونے کی امید کرتے تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ومعنا بعلومہ المحعۃ النافعۃ۔

۴۴۹-الشیخ المحدث العارف مولانا حسین علی نقشبندی حنفی قدس سرہ (م ۱۳۶۴ھ)

آپ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے تلمیذ حدیث، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ کے تلمیذ تفسیر، حضرت خواجہ محمد عثمان صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز، پنجاب کے مشہور و معروف مقتدا و شیخ طریقت تھے، تقریباً پچاس سال تک اپنی خانقاہ واں بھچراں میں درس قرآن و حدیث اور آفادۂ باطنی کے مبارک مشاغل میں منہمک رہے، دن و رات اکثر اوقات تعلیم و تربیت سے معمور رہتے تھے۔

راقم الحروف کو بھی حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہٗ کے ارشاد پر آپ کی خدمت میں حاضری، بیعت اور ۲۲، ۲۳ روز قیام کر کے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ پڑھنے اور دوسرے استفادات کا شرف حاصل ہوا ہے، طلبہ و مسترشدین پر حد درجہ شفیق تھے، راقم الحروف نے آپ کے تفسیری فوائد قلمبند کئے تھے اور ملفوظات گرامی بھی۔

یاد پڑتا ہے کہ ایک روز فرمایا کہ خواب میں دیکھا کہ حشر کا میدان ہے، نفسی نفسی کا عالم ہے، سخت اضطراب و پریشانی کا وقت، کہ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نمودار ہوئے، میری زبان سے نکلا ''ارحم امتی بامتی ابوبکر'' کہ ان کی شان رحم و کرم سے استفادہ کروں، اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر تمام ہولناک منازل سے بخیر و خوبی گزار دیا''۔ اس کی کوئی تشریح یا تعبیر حضرت نے اس وقت نہیں فرمائی مگر اپنے ذہن نے جو مطلب اس وقت تک اخذ کیا اور اب تقریباً ۳۲ سال کے بعد بھی اس کی حلاوت بدستور باقی ہے، یہ کہ تم جیسوں کیلئے عمر بھی ابوبکر ہی کی شان رکھتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ایک روز بعد عشاء، طلبۂ حدیث مطالعہ کر رہے تھے، رفع سبابہ کے مسئلہ میں ایک طالب علم سے میری بحث ہو گئی اور ''العرف الشذی'' سے میں نے استدلال کیا، اسی اثناء میں حضرتؒ بھی تشریف لے آئے اور ہماری بحث میں بے تکلف شریک ہو گئے، میں بدستور رفع کے دلائل پیش کرتا رہا اور حضرتؒ اسی طالب علم کی امداد کرتے رہے اور اصلا کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا، حضرتؒ کی اس سادگی و شفقت کا جب کبھی خیال آ جاتا ہے تو بڑی ندامت بھی ہوتی ہے کہ ایسی جرأت کیوں کی تھی، جب تک رہا حضرتؒ خصوصی شفقت فرماتے رہے، کھانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا تھا، رخصت کے وقت بستی سے کچھ دور تشریف لائے اور اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی، مکاتبت سے بھی ہمیشہ مشرف فرماتے رہے۔

آپ نے حضرت گنگوہیؒ کی تقریر درس مسلم شریف اردو تقریر درس بخاری شریف مرتب فرمائی تھیں جو شائع شدہ ہیں، تلخیص الطحاوی بھی آپ کی نہایت مفید تالیف ہے، وہ بھی چھپ چکی ہے، الحمدللہ یہ تالیفات راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اوران کے افادات قارئین ''انوارالباری'' کی خدمت میں پیش ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونفعنا بعلومہ وفیوضہ۔

۴۵۰- العلامہ المحدث السید اصغر حسین دیوبندی حنفیؒ م ۱۳۶۴ھ

حضرت میاں صاحب کے نام سے شہرت پائی، بڑے، محدث، فقیہ عابد وزاہد تھے، ۱۳۱۸ھ میں علوم سے فراغت پائی تھی پھر آخر عمر تک دارالعلوم میں ہی حدیث پڑھاتے رہے، آپ پر شان جلال کا غلبہ تھا، فن عملیات کے بھی ماہر کامل تھے، بہت سی مفید علمی تصانیف کیں، حدیث میں اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کی تقریر درس ترمذی شریف کو بہترین اسلوب سے اردو میں مرتب کیا جو ''الورد الشذی علی جامع الترمذی کے نام سے شائع ہوگئی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۱- العلامۃ المحدث مولانا شبیر احمد العثمانی دیوبندی حنفیؒ م ۱۳۶۹ھ

بڑے جلیل القدر محدث، مفسر، جامع معقول ومنقول، سحر بیان متکلم، عالی قدر مصنف وانشاء پرداز، میدان سیاست کے بطل جلیل، زاہد، عابد وتقویٰ شعار تھے، آپ نے ۱۳۲۵ھ میں علوم سے فراغت حاصل کی، پہلے مدرسہ عالیہ فتح پوری کے صدر نشین ہوئے، پھر سالہا سال دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، مسلم شریف کے درس کی نہایت شہرت تھی، ۱۳۴۶ھ کی تحریک اصلاح دارالعلوم میں حضرت شاہ صاحبؒ حضرت مفتی صاحبؒ ودیگر اکابر واساتذہ کی پوری ہمنوائی کی، ڈابھیل تشریف لے گئے اور جامعہ گجرات کی مسند درس حدیث کو زینت بخشی، آپ ہمیشہ جمعیۃ علماء ہند کے مسلک پر گامزن رہے، لیکن آخر زمانہ میں نظریۂ تقسیم میں آپ مسلم لیگ کے حامی ہوگئے تھے، اس لئے پاکستان کی سکونت اختیار فرمائی تھی وہاں بھی گرانقدر علمی، مذہبی وسیاسی خدمات انجام دیں۔

بقول مولانا عبیداللہ صاحب سندھی آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی قوت بیانیہ کے مثل تھے، تقریر وتحریر دونوں لاجواب تھیں جس موضع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کرگئے، بہت سی تصانیف کیں، ان میں سے تفسیری فوائد قرآن مجید اور فتح الملہم شرح صحیح مسلم محققانہ شان کے اعتبار سے شاہکار ہیں۔

راقم الحروف کی قیام مجلس علمی ڈابھیل کے زمانہ میں سالہا سال قرب وحاضری کا شرف رہا ہے اور اس زمانہ میں آپ کے بہت سے مواعظ وملفوظات عالیہ بھی قلمبند کئے تھے، خدا نے ہمت وتوفیق دی تو ان کو کسی وقت شائع کرنے کی بھی سعادت حاصل کی جائے گی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونفعنا اللہ بعلومہ النافعۃ۔

۴۵۲- العلامۃ الجاثۃ الشہیر الشیخ محمد زاہد الکوثری حنفیؒ م ۱۳۷۱ھ

مشہور ومعروف محقق مدقق، جامع العلوم والفنون تھے، ترکی خلافت کے زمانہ میں آپ وکیل المشیخۃ الاسلامیہ، معہد تخصص تفسیر وحدیث میں استاذ علوم قرآنیہ، قسم شرعی جامعہ عثمانیہ، استنبول میں استاذ فقہ وتاریخ فقہ اور دارالثقافۃ الاسلامیہ استنبول میں استاذ ادب وعربیت رہے تھے، مصطفیٰ کمال کے لادینی فتنہ کے دور میں استنبول چھوڑ کر مصر آئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔

زمانہ قیام مصر میں بڑے بڑے علمی معرکے سر کئے، صراحت وحق گوئی میں نام کر گئے، مطالعۂ کتب اور وسعت معلومات میں بے نظیر تھے، استنبول کے چالیس بیالیس نوادر مخطوطات کے کتب خانوں کو پہلے ہی کھنگال چکے تھے، پھر دمشق وقاہرہ کے نوادر مخطوطات عالم کو بھی سینہ میں محفوظ کیا تھا،

حافظہ واستحضار حیرت انگیز تھا، کثرت مطالعہ، استحضار وتبحر، للّٰہیت وخلوص، تقویٰ ودیانت میں حضرت شاہ صاحب (علامہ کشمیریؒ) کے گویا ثانی تھے۔

جس زمانہ میں راقم الحروف اور محترم فاضل جلیل مولانا محمد یوسف بنوری کا قیام نصب الرایہ اور فیض الباری وغیرہ طبع کرانے کے لئے مصر میں تھا تو علامہ موصوف سے اکثر و بیشتر اتصال رہا، استفادات بھی کئے، ایسی صورتیں اب کہاں؟ حضرت شاہ صاحبؒ کے علامہ کوثری کا مل جانا ہم لوگوں کے لئے نہایت عظیم القدر نعمت غیر مترقبہ تھی۔

حضرت علامہ کے یہاں ہم لوگ حاضر ہوتے تھے اور حضرت بھی کمال شفقت ورأفت سے ہماری قیام گاہ پر تشریف لاتے تھے، نصب الرایہ پر مقدمہ لکھا اور اس کے رجال کی تصحیح فرمائی یہ اور اس قسم کے جتنے علمی کام کئے ہیں، کبھی کسی پر معاوضہ نہیں لیا، حسبۃ اللہ علمی خدمات کرتے تھے، بیسیوں کتابوں پر نہایت گرانقدر تعلیقات لکھ کر شائع کرائیں جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی تحقیق بطور ''حرف آخر'' کر گئے، اپنی کتابوں میں اکثر حوالے صرف مخطوطات نادرہ کے ذکر کرتے ہیں اور غالباً یہ سمجھ کر کہ مطبوعات تو سب نے ہی دیکھ لی ہوں گی ان کے حوالوں کی کیا ضرورت؟

آپ کی تالیفات وتعلیقات میں سے چند اہم یہ ہیں: ابداء وجوہ التعدی فی کامل ابن عدی، نقد کتاب الضعفاء للعقیلی، التعقب الحثیث لما ینفیہ ابن تیمیہ من الحدیث، البحوث الوفیہ فی مفردات ابن تیمیہ، صفعات البرہان علی صفحات العدوان، الاشفاق علی احکام الطلاق، بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد الشیبانی، التحریر الوجیز فیما یبتغیہ المستجیز، تانیب الخطیب علیما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب، احقاق الحق بابطال الباطل، فی مغیث الخلق، تذہیب التاج الحبنی فی ترجمہ البدر العینی، الاہتمام بترجمۃ ابن الہمام، الحاوی فی سیرۃ الامام الطحاوی، النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ، لحات النظر فی سیرۃ الامام، زفر، الترحیب بنقد التانیب، تقدمہ نصب الرایہ، تعلیق الغرۃ المنیفہ، تعلیق ودفع شبہ التشبیہ لابن الجوزی، تعلیقات علی ذیول طبقات الحفاظ لحسینی وابن فہد والسیوطی، تعلیق الانتصار والترجیح المذہب الصحی بسط ابن الجوزی، التعلیقات المہمۃ علی شروط الائمۃ للمقدسی والحازمی، تعلیق الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء۔

''مقالات الکوثری'' کے نام سے آپ کے بلند پایہ علمی مضامین کا مجموعہ بھی چھپ گیا ہے جس کے شروع میں محترم فاضل مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دام ظلہم کا مقدمہ بھی ہے، جس میں علامہ کوثری کے علوم ومعارف کا بہترین طرز میں تعارف کرایا ہے اور دوسرے حضرات علماء مصر نے علامہ کی زندگی کے دوسرے حالات تفصیل سے نقل کئے ہیں۔

نہایت مستغنی مزاج تھے، شیخ جامع ازہر مصطفیٰ عبدالرزاق نے سعی کی تھی کہ جامع ازہر میں درس حدیث کی قدیم روایات کو زندہ کریں اور شیخ کوثری کو اس خدمت کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونفعنا بعلومہ۔

۴۵۳- العلامۃ المحدث الفقیہ المفتی کفایت اللہ شاہجہان پوری حنفیؒ م ۱۳۷۲ھ

حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ میں سے نہایت بلند پایہ صاحب فضل وکمال محقق محدث اور جامع معقول ومنقول تھے، ۱۳۱۳ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور مدرسہ امینیہ دہلی میں آخر عمر تک افتاء ودرس حدیث کی خدمات انجام دیتے رہے، جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ کا نہایت اہم اور زرین دور آپ کے غیر معمولی سیاسی تفوق وتدبر سے وابستہ ہے، بلا کے ذہین وذکی، دوررس معاملہ فہم تھے، ہندوستان کی تمام سیاسی ومذہبی جماعتوں کے مقابلے میں جمعیۃ علماء ہند کے عزووقار کو اونچے سے اونچا رکھنے میں کامیاب ہوئے، حدیث کے ساتھ فقہ پر بڑی گہری نظر تھی اس لئے اپنے وقت کے مفتی اعظم کہلائے، بہت سی مفید تصانیف کیں، زہد واتقاء اور استغناء الاغنیاء میں بھی بے مثال تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۴- العلامۃ المحدث الشیخ العارف شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی حنفیؒ م ۱۳۷۷ھ

حضرت شیخ الہند کے اخص تلامذہ اور اخص خدام میں سے تھے، ۱۳۱۵ھ میں دارالعلو سے سند فراغ حاصل کی، حضرت گنگوہیؒ سے

بیعت وخلافت کا شرف ملا، نہایت عالی قدر محقق مدقق، جامع شریعت وطریقت اور میدان سیاست کے صحیح معنی میں مردمجاہد تھے، ایک مدت تک مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفا) میں قیام فرمایا، مسجد نبوی میں درس حدیث دیا، پھر حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ اسیر مالٹا رہے، ہندوستان واپس ہوکر برسہا برس سلہٹ رہ کر درس حدیث وارشاد خلائق میں مشغول رہے۔

۱۳۴۶ھ میں جب حضرت شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم سے قطع تعلق فرمایا، تو آپ کو صدارت تدریس کے لئے بلایا گیا اور آخر عمر تک تقریباً تیس سال مسلسل دارالعلوم کے شیخ الحدیث رہ کر ہزاراں ہزار طلبہ کو اپنے علوم وکمالات سے فیض یاب فرمایا، جمعیۃ علماء ہند کے بھی آخری عمر تک صدر وسرپرست رہے اور نہایت گرانقدر زریں خدمات کیں، بہت ہی متواضع، منکسر مزاج، وسیع الاخلاق، صاحب المفاخر والمکارم تھے۔

فیض ظاہر کی طرح آپ کا فیض باطنی بھی ہمہ گیر تھا، ہندو پاک کے لاکھوں نفوس آپ کے فیض تلقین وارشاد سے بہرہ ور ہوئے، آپ کے خلفاء مجازین کے اسماء گرامی آپ کی سوانح حیات لکھنے والوں نے جمع کردیئے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ تلامذۂ حدیث کا نمایاں تذکرہ کسی جگہ نہیں کیا گیا، چند نمایاں شخصیات کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا سید فخرالحسن صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، آپ جامع معقول ومنقول، محقق عالم، بلند پایہ مقرر وخطیب اور خلیفۂ مجاز، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر شاہ صاحب رائے پوری دام ظلہم ہیں، حضرت علامہ کشمیریؒ سے بھی آپ نے بکثرت استفادہ فرمایا ہے۔

(۲) مولانا محمد حسین صاحب بہاری استاذ معقول وفلسفہ دارالعلوم دیوبند، عقائد، کلام وحدیث کا بھی درس دیتے ہیں، محقق فاضل اور کامیاب مدرس ہیں۔

(۳) مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندی خلف مولانا عبدالسمیع صاحبؒ اساتذ حدیث دارالعلوم دیوبند، محقق عالم وفاضل ہیں۔

(۴) مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی، استاذ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند، بہت سے علوم میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہیں۔

(۵) مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۶) مولانا محمد نصیر صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۷) مولانا محمد سالم صاحب (صاحبزادہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم مہتمم دارالعلوم) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۸) مولانا محمد انظر شاہ صاحب (صاحبزادۂ حضرت العلامہ کشمیری قدس سرہٗ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۹) مولانا محمد اسعد میاں صاحب (صاحبزادہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۱۰) مولانا محمد عثمان صاحب (نواسۂ حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق۔

(۱۱) مولانا حامد میاں صاحب (خلف حضرت مولانا اعزاز علی صاحب) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔

(۱۲) مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کرتپوری صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی، صاحب تصانیف، محقق فاضل ہیں۔

(۱۳) مولانا عبدالسمیع صاحب سرونجی اساتذ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی۔

(۱۴) مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیخ الحدیث ومہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر (خلیفۂ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہٗ)۔

(۱۵) مولانا عبدالقیوم صاحب اعظمی مدرس مدرسہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر (اعظم گڈھ)

(۱۶) مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الاسلامؒ)

(۱۷) مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر ہزاروی (خلیفۂ حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندیؒ) مصنف "احسن الکلام فی القراۃ خلف الامام"۔

(۱۸) مولانا لائق علی صاحب سنبھلی شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ آنند (گجرات)
(۱۹) مولانا عبدالسلام صاحب (خلف حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی دام ظلہم) استاذ مدرسہ دارالمبلغین لکھنو۔
(۲۰) مولانا مشاہد علی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ کھانہ گھاٹ، ضلع سلہٹ۔
(۲۱) مولانا عبدالجلیل صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ، بدرپور، آسام۔
(۲۲) مولانا شفیق الحق صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم گاچ باڑی، آسام۔
(۲۳) مولانا عبیدالحق صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ۔
(۲۴) مولانا نورالدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ گوہرپور، آسام۔
(۲۵) مولانا محمد طاہر صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ، کلکتہ۔
(۲۶) مولانا احمد علی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ، باسکنڈی، آسام۔
(۲۷) مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب نہٹوری مفتی مدنی دارالافتاء وصدر مدرس مدرسہ عربیہ جامع مسجد بجنور۔
(۲۸) مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنو۔
(۲۹) مولانا محمد شریف صاحب دیوبندی شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل۔
(۳۰) مولانا سید حامد میاں صاحب صدر مدرس و مہتمم جامعہ مدینہ لاہور۔
(۳۱) مولانا منت اللہ صاحب امیر شریعت بہار و رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔
(۳۲) مولانا عبدالرشید محمود صاحب نبیرۂ حضرت گنگوہیؒ۔

افسوس ہے کہ حضرتؒ کے ممتاز تلامذہ کے جو درس حدیث یا تصنیف وغیرہ میں مشغول ہیں، بہت کم نام اور حالات معلوم ہو سکے، اس کی تلافی انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں کی جائے گی۔

۴۵۵-العلامۃ المحدث محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن انیموی عظیم آبادی حنفیؒ

مشہور و معروف جلیل القدر محدث تھے، محدثانہ رنگ میں بلند پایہ کتابیں مختلف فیہ مسائل میں تالیف کیں، جو طبقۂ علماء میں نہایت مقبول ہوئیں، ایک جامع کتاب آثار السنن کے نام سے لکھی جس میں مسلک احناف کی قوی احادیث جمع کیں، آپ نے خود اپنی بعض مؤلفات میں تحریر فرمایا کہ "بلوغ المرام یا مشکوۃ شریف جو ابتداء میں پڑھائی جاتی ہیں، ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے اور ان کی کتابوں میں زیادہ وہی احادیث ہیں جو مذہب امام شافعی کی مؤید اور مذہب حنفی کے خلاف ہیں اس کی وجہ سے اکثر طلبہ مذہب حنفی سے بدعقیدہ ہو جاتے ہیں، پھر جب صحاح ستہ پڑھتے ہیں تو ان کے خیالات اور بھی بدل جاتے ہیں، علماء حنفیہ نے کوئی کتاب قابل درس ایسی تالیف نہیں کی جس میں مختلف کتب احادیث کی احادیث ہوں جن سے مذہب حنیف کی تائید ہوتی ہو، پھر بیچارے طلبہ ابتداء میں پڑھیں تو کیا؟ اور ان کے عقائد درست رہیں تو کیونکر؟ آخر بیچارے غیر مقلد نہ ہو؟ فقیر نے ان ہی خیالات سے حدیث شریف میں تالیف "آثار السنن" کی بناڈالی ہے"۔

آپ نے کتاب صلوٰۃ تک دو جلدیں تالیف فرمائی تھیں جو کئی بار شائع بھی ہو چکی ہیں، دوران تالیف میں حسب مشورہ حضرت شیخ الہند، مسودات حضرت الاستاذ العلامہ کشمیریؒ کے پاس بھیجتے اور حضرت شاہ صاحبؒ بعد اصلاح و اضافہ واپس فرماتے تھے

اس طرح یہ جلیل القدر تالیف دوآتشہ ہو کر تیار ہو رہی تھی مگر افسوس ہے کہ اس کی تکمیل مقدر نہ تھی، کتاب مذکور کے مطبوعہ نسخہ پر بھی

حضرت شاہ صاحبؒ نے بہت بڑی تعداد میں تعلیقات لکھیں، جن کی وجہ سے یہ مجموعہ نہایت بیش قیمت حدیثی ذخیرہ بن گیا ہے۔

حدیث نبوی وعلوم انوری کے عاشق صادق محترم مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب افریقی دام ظلہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے نسخہ مذکورہ کو لندن بھیج کر اس کے فوٹو سٹیٹ نسخے تیار کرا کر علماء ومدارس کو بھیج دیئے ہیں، اگر کتاب آثار السنن ان تعلیقات انوری کے ساتھ مرتب ومزین ہو کر شائع ہو جائے تو امید ہے کہ آخر کتاب الصلوٰۃ کے مسائل کی محدثانہ تحقیق حرف آخر ہو کر منظر عام پر آ جائے گی کام بڑا اہم ہے، کاش! حضرت کے خصوصی تلامذہ اور اصحاب خیر توجہ کریں۔

راقم الحروف بھی اس کے علمی حدیثی نوادر کو انوار الباری میں پیش کرنے کا حوصلہ کر رہا ہے۔ واللہ الموفق المعین۔

علامہ مبارک پوری نے آثار السنن کے مقابلہ میں ابکار المنن لکھی اور اپنے تحفۃ الاحوذی وغیرہ کے طرز خاص سے بہت سی بے جان چیزیں پیش کیں یہاں موقع نہیں ورنہ اس کے کچھ نمونے درج کئے جاتے، والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

۴۵۶-العلامۃ المحدث الفقیہ مولانا محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلوی حنفیؒ

مدرسہ اشرفیہ دہلی کے صدر مدرس، حدیث وفقہ کے فاضل محقق تھے، مدتوں درس حدیث دیتے رہے اور ایک حدیثی تالیف ''الطیب الشذی فی شرح الترمذی'' نہایت محققانہ طرز پر لکھی جس کی جلد اول مطبعہ خیریہ (مصریہ) میرٹھ سے عربی ٹائپ میں چھپ کر شائع ہوئی، اس پر حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بہت اونچے الفاظ میں تقاریظ لکھیں، افسوس کہ اب یہ قیمتی کتاب نادر و نایاب ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۷-الشیخ المحدث العلامۃ ماجد علی جونپوری حنفیؒ

حضرت گنگوہیؒ قدس سرہٗ کے تلامذہ حدیث میں سے ممتاز تھے، آپ نے مدتوں دہلی کے وغیرہ کے مدارس عربیہ میں درس حدیث دیا ہے، علوم حدیث میں بڑا پایا تھا، صرف آخر عمر میں حافظہ پر کچھ اثر ہو گیا تھا، حضرت محترم علامہ سید فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے دہلی کے قیام میں آپ سے عرصہ تک پڑھا ہے اور وہ آپ کے علم وفضل وتبحر کے بہت مداح ہیں آپ کے زیادہ حالات کا اس وقت علم نہ ہو سکا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۸-العلامۃ المحدث مولانا محمد اسحٰق البردوانی حنفیؒ

مشہور ومعروف محدث گزرے ہیں، مدتوں کانپور میں قیام فرما کر درس حدیث دیا ہے، پھر کلکتہ وغیرہ میں افادۂ علوم حدیث فرمایا، ہزاروں احادیث کے حافظ اور جامع معقول ومنقول تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۵۹-العلامۃ المحدث المتکلم الشہیر مولانا السید مرتضیٰ حسن چاندپوری حنفیؒ

حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ میں سے ممتاز شہرت کے مالک، مشہور ومعروف مناظر ومبلغ اسلام، جامع معقول ومنقول تھے، مدتوں دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، ناظم تعلیمات رہے، مطالعہ وجمع کتب کے بڑے دلدادہ تھے، ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ جس میں علوم وفنون اسلامیہ کی بہترین نوادر کا ذخیرہ جمع فرمایا تھا، یادگار چھوڑ گئے، بہت سی مفید علمی تصانیف کیں، جو شائع ہو چکی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۰-الشیخ العلامۃ المحدث مولانا عبد الرحمٰن امروہی حنفیؒ

حضرت مولانا احمد حسن امروہوی قدس سرہٗ کے تلامذہ میں سے مشہور محدث ومفسر تھے، آپ نے مدرسہ عربیہ امروہہ، جامعہ ڈابھیل اور

دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، اپنی بہت سی عادات وخصائل میں نمونۂ سلف تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۱-العلامۃ المحدث الادیب مولانا السید سراج احمد رشیدی حنفیؒ

حضرت گنگوہیؒ کے فیض یافتہ بلند پایہ محدث، مفسر وادیب تھے، مدتوں دارالعلوم دیوبند میں ادب وحدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے، ۴۶ھ میں حضرت شاہ صاحبؒ وغیرہ کے ساتھ دارالعلوم کی خدمت ترک کر کے جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے، چند سال وہاں بھی درس حدیث دیا اور وہیں وفات پائی، نہایت متبع سنت عابد، زاہد، ذاکر وشاغل، کریم النفس اور مہمان نواز تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۲-العلامۃ المحدث المفتی سعید احمد صاحب لکھنوی حنفیؒ

بلند پایہ محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے، مدتوں کانپور میں درس علوم دیا اور آخر میں مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر کے شیخ الحدیث رہے، حدیث وفقہ کے متبحر عالم تھے، ایک رسالہ مناسک حج میں اور القول الجازم فی بیان الحازم نیز جامع التصریفات وغیرہ تحقیقی تصانیف کیں، فقہ میں مجموعۂ فتاویٰ چھوڑا، جو نہایت گراں قدر علمی ذخیرہ اور لائق طبع واشاعت ہے، مکتبہ نشر القرآن دیوبند سے آپ کی تمام تصانیف شائع ہوتی رہیں گی۔ انشاءاللہ۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فتح محمد صاحب تائب لکھنوی بڑے جلیل القدر عالم تھے، جن کے فضل وکمال کے حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ بھی مداح تھے، ان کی خلاصۃ التفاسیر' چار جلد ضخیم میں اور اردو کی بہت اعلیٰ تالیف ہے، یہ تفسیر عرصہ ہوا شائع ہوئی تھی مگر اب صرف جلد ملتی ہے جو مکتبہ "نشر القرآن دیوبند" سے مل سکتی ہے اور باقی جلدوں کی اشاعت بھی امید ہے اسی ادارہ سے ہوگی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۶۳-المحدث الجلیل علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی حنفی دام ظلہم العالی

مشہور ومعروف محدث، جامع معقول ومنقول، استاذ الاساتذہ، صدر نشین دارالعلوم دیوبند ہیں، آپ کی ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی مسکن قاضی پورہ (بلیا) ہے ابتدائی کتب فارسی وعربی حضرت مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی دہلوی سے اور اوپر کی کتابیں مولانا فاروق احمد صاحب جریا کوٹی مولانا عبدالغفار صاحب ومولانا ہدایت داماں صاحب تلمیذ مولانا فضل حق خیرآبادی سے پڑھیں۔

۲۵ھ میں دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہندؒ کی تجویز ومشورہ سے پہلے سال ہدایہ، جلالین، متنبی وغیرہ پڑھیں، اور دوسرے سال شمائل ترمذی بخاری وبیضاوی (حضرت شیخ الہندؒ سے) طحاوی، ابوداؤد، نسائی وموطائین (حضرت علامہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سے) مسلم و ابن ماجہ (حکیم محمد حسن صاحبؒ سے پڑھیں، حضرت شاہ صاحبؒ کے ابتدائی دس سالہ قیام دارالعلوم کے زمانہ میں آپ نے دارالعلوم میں معقولات اور آخری دس سال میں مشکوٰۃ وغیرہ پڑھائیں، اب تقریباً ۹۵ سال سے درس حدیث ہی دیتے ہیں۔

۱۳۵۸ھ میں جامعہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور ۶ ماہ درس حدیث دیا، پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں دو سال رہے، دو سال چاٹگام قیام فرمایا، اس کے بعد پھر دارالعلوم ہی میں افادات کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ نے متعدد تصانیف کیں، جن میں سے شرح ترمذی شریف نہایت اہم ہے جس کی جلد اول باستثناء چند ابواب مکمل ہے اور دوسری زیر تالیف ہے، خدا کرے جلد مکمل وشائع ہو کر طالبین علوم حدیث کے لئے مشعل راہ ہو متعنا اللہ بول حیاۃ النافعہ۔

---

[۱] آپ کا مسکن مو ضلع اعظم گڈھ ہے، حضرت گنگوہیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، آپ نے قرأۃ خلف الامام رفع یدین اور تقلید وغیرہ پر مفید علمی تحقیقی رسائل لکھے جو شائع ہو چکے ہیں۔

۴۶۴-المحدث الجلیل العلامۃ المفتی السید محمد مہدی حسن الشاہجہاں پوری حنفی رحمہ اللہ

نہایت بلند پایہ نامور محدث فقیہ، جامع العلوم ہیں، آپ نے علوم کی تکمیل حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے کی، تقریباً چالیس سال تک افتاء وتصنیف کتب حدیث کا مشغلہ بزمانہ قیام راندیر وسوات رہا، اب عرصہ سے مسند نشین دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ہیں، کبھی کبھی کوئی کتاب دورۂ حدیث کی بھی پڑھاتے ہیں، احادیث ورجال پر بڑی وسیع نظر ہے۔

قوت حافظہ، وسعت مطالعہ، کثرت معلومات ودقت نظر میں امتیازی نشان ہے، غیر مقلدین کی دراز دستیوں کے جواب میں لاجواب تحقیقی کتابیں لکھیں جو شائع ہو چکی ہیں، کتاب الآثار امام محمدؒ کی شرح چار جلدوں میں تالیف کی، جو حدیثی تحقیقات کا بیش قیمت ذخیرہ ہے، افسوس کہ یہ کتاب اب تک شائع نہ ہو سکی۔

دوسری اہم حدیثی تالیفات کتاب الحج امام محمد کی شرح ہے، یہ بھی علماء حدیث کے گراں بہا نعمت ہوگی، حضرت العلامہ مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی مدیر احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن کے خصوصی اصرار وخواہش پر اس کی تالیف ہو رہی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تین ربع سے اوپر ہو چکی ہے، اسی ادارہ کی طرف سے شائع بھی ہوگی۔ انشاء اللہ

طحاوی شریف پر بھی محدثانہ تحقیق سے تعلیقات لکھی ہیں، آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ سے بھی بزمانہ قیام ڈابھیل بکثرت استفادہ فرمایا ہے۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ النافعہ۔

۴۶۵-شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ الکاندہلوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور ومعروف محدث، مصنف، جامع العلوم، شیخ طریقت وشیخ مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور ہیں، رمضان ۱۳۱۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد اکثر کتابیں حتیٰ کہ دورہ حدیث بھی والد ماجد سے پڑھیں، کچھ کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھی تھیں، ایام طفولیت حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ظل عاطفت میں گزارے۔

حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد بخاری وترمذی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی سے پڑھیں، حضرت مولاناؒ نے ''بذل المجہود'' کی تالیف میں آپ کو شریک کیا، نیز آپ نے ''اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک'' (۶ جلد ضخیم) پوری تحقیق سے لکھی حضرت گنگوہیؒ کی تقریر درس ترمذی شریف کو ''الکوکب الدری'' کے نام سے دو جلدوں میں مع تعلیقات مرتب کیا ہے اسی طرح تقریر درس بخاری شریف کو مع تعلیقات ''لامع الدراری'' کے نام سے مرتب فرمایا ہے، جس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے، دوسری زیر طبع ہے، ان کے علاوہ تبلیغ، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ کے فضائل پر نہایت مفید کتابیں تالیف کیں، آپ کی تمام تصانیف شروح وتعلیقات گراں قدر علمی جواہر پاروں سے مزین ہیں، بڑے عابد، زاہد، تقی ونقی، صاحب المکارم ہیں، درسی خدمات اپنے والد ماجد کی طرح حسبۃً للہ (بغیر تنخواہ) انجام دیتے ہیں (متعنا اللہ بطول حیاتہ النافعہ۔

۴۶۶-الشیخ الجلیل المحدث النبیل العلامہ ظفر احمد تھانوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور ومعروف علامہ محدث ہیں، آپ کی ولادت اپنے جدی مکان واقع محلہ دیوان دیوبند ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو ہوئی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، تھانہ بھون پہنچے اور حضرت تھانویؒ کے نصاب ''ضمان التکمیل'' کے مطابق کتابیں پڑھیں، حضرت تھانویؒ سے بھی التلخیصات العشر کے چند سبق پڑھے، باقی اپنے بھائی مولانا سعید احمد صاحب مرحوم سے پڑھا۔

پھر آپ مع بھائی موصوف کے کانپور تشریف لے گئے ہاں رہ کر حضرت مولانا محمد رشید صاحب کانپوری (تلمیذ حضرت تھانویؒ) سے ہدایہ آخرین، جلالین ومشکوٰۃ شریف پڑھی اور حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی (تلمیذ حضرت تھانویؒ) سے صحاح ستہ و بیضاوی شریف پڑھی اس طرح ۲۶ھ میں دینیات سے فارغ ہوکر اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔

۲۸ھ میں آپ نے مظاہر العلوم سہار نپور میں منطق وغیرہ فنون کی تکمیل کی اور اس زمانہ میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ کے درس بخاری میں بھی شرکت فرماتے رہے، ۲۸ھ کے عظیم الشان جلسۂ دستار بندی دار العلوم دیو بند میں شریک ہوئے، اسی سال حرمین شریفین کی حاضری سے بھی مشرف ہوئے، ۲۹ھ میں واپس ہوئے تو مدرسہ مظاہر العلوم کی درسی خدمات سپرد ہوئیں، سات سال سے زیادہ وہاں رہے، ۳۹ھ سے ۶۸ھ تک تھانہ بھون قیام فرما کر اعلان السنن کی تالیف، افتاء و درس حدیث وفقہ میں مشغول رہے، اسی دوران دو سال سے کچھ زیادہ رنگون بھی قیام فرمایا اور حضرت علامہ کشمیریؒ رنگون تشریف لے گئے تو ان سے بھی حدیث کی اجازت حاصل کی۔

۵۹ھ سے ۷۴ھ تک ڈھاکہ قیام رہا، ۶ سال ڈھاکہ یونیورسٹی میں حدیث وفقہ کا درس دیا اور مدرسہ اشرف العلوم میں بھی موطائین، بخاری و بیضاوی شریف کا درس دیا جس میں پروفیسران یونیورسٹی بھی شرکت کرتے تھے، ۸ سال مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں مدرس اول رہے، حدیث وفقہ کا درس دیا، اسی زمانہ میں جامع قرآنیہ میں بھی بخاری شریف وغیرہ پڑھائیں آخر ۷۴ھ سے اس وقت تک دار العلوم ٹنڈو اللہ یار سندھ میں مقیم ہیں، بخاری، مسلم، ترمذی، بیضاوی، موطائین، طحاوی، شرح النخبہ و حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیتے ہیں۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: (۱) اعلاء السنن (۲۰ جلد) اس کے علاوہ مقدمہ گیارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، احادیث احکام کا نہایت گراں قدر مجموعہ ہے، اس کی تالیف حضرت تھانویؒ کے ارشاد خاص سے ہوئی اور دوران تالیف میں آپ دلائل حنفیہ معلوم کرنے کے لئے حضرت علامہ کشمیریؒ کی خدمت میں دیو بند جاتے رہے، حضرت شاہ صاحبؒ اپنی بیاض خاص آپ کو عطا فرما دیتے تھے جس سے آپ دلائل حنفیہ کے حوالے مع تعیین صفحات وغیرہ کر لیتے تھے، اس طرح آثار السنن علامہ نیمویؒ کی طرح یہ تالیف عظیم بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے خصوصی افادات کا گنجینہ ہے، کاش! اس کی بقیہ جلدیں بھی جلد شائع ہوسکیں (۲) ''علماء ہند کی خدمت حدیث'' یہ اہم مقالہ رسالۂ معارف اعظم گڈھ کی چند قسطوں میں شائع ہوا تھا (۳) ''خطیب بغدادی اور منکرین حدیث'' منکرین حدیث نے خطیب کی تاریخ سے امام ابوحنیفہ کی احادیث مرویہ کو رد کرنے سے اپنی تائید حاصل کی تھی جس کا آپ نے نہایت تحقیقی جواب لکھا، یہ پورا مقالہ رسالہ ''الصدیق'' ملتان میں مسلسل شائع ہوا (۴) مسئلہ ربوائی دار الحرب یہ بھی ''معارف'' کی کئی اقساط میں شائع ہوا (۵) ''فاتحۃ الکلام فی القرأۃ خلف الامام'' (زیر طبع) (۶) شق الغین عن حق رفع الیدین (۷) القول المتین فی الجہر الاخفاء بآمین، یہ دونوں مقالے پیام حق کراچی میں شائع ہوئے ہیں (۸) احکام القرآن، قرآن مجید سے مسائل حنفیہ کا استنباط (غیر مطبوعہ) (۹) رحمۃ القدوس ترجمہ بہجۃ النفوس (طبع شدہ) (۱۰) القول المنصور فی ابن منصور (شائع شدہ) وغیرہ۔

یہ تمام حالات آپ کے مکتوبات گرامی مورخہ ۲ شعبان ۸۱ھ سے لئے گئے ہیں، آپ کی اسانید حدیث وغیرہ بھی گیارہ صفحات کے ایک رسالہ میں شائع ہوگئی ہیں متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۶۷-العلامۃ المحدیث مولانا محمد یوسف کاندھلوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور عالم مبلغ اسلام، شیخ طریقت و شریعت حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلف ارشد، تبلیغی جماعت بستی نظام الدین دہلی کے امیر عالی مقام، آپ کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ میں ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد فارسی و عربی کی ابتدائی کتب حضرت والد ماجد اور اپنے ماموں مولانا احتشام الحسن وغیرہ سے پڑھیں، ۵۱ء میں مظاہر العلوم سہار نپور تشریف لے گئے، مختلف علوم وفنون کی کتابیں

پڑھیں پھر ۵۴ھ میں کتب حدیث بھی اپنے والد بزرگوار ہی سے پوری کیں، ۵۶ھ میں والد صاحب کے ساتھ حجاز کا سفر فرمایا، ۵۷ھ میں واپس ہو کر درس وتصنیف میں مشغول ہوئے، رجب ۶۳ھ میں والد ماجدؒ کی وفات ہوئی، ان کے بعد سے برابر تبلیغی خدمات میں شب وروز انہماک ہے، آپ کی تصانیف میں سے نہایت گراں قدر حدیثی تصنیف ''امانی الاحبار شرح معانی الآثار امام طحاوی'' ہے جس کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے اور دوسری زیر طبع ہے۔

اس میں علامہ عینی کی نادر شروح شرح معانی الآثار اور دوسری شروح حدیث وکتب رجال سے مدد لے کر عالی قدر تحقیقی مباحث جمع کر دیئے گئے ہیں، خدا کرے اس کی تکمیل واشاعت جلد ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز، متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۶۸-العلامۃ المحدث مولانا ابوالوفا افغانی حنفی رحمہ اللہ

ادارۂ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد کے بانی وسرپرست، بلند پایہ محقق محدث، جامع معقول ومنقول ہیں، آپ نے اپنے ادارہ سے اپنی قیمتی تعلیقات وتصحیح کے ساتھ حسب ذیل نوادر شائع فرما کر علمی حدیثی دنیا پر احسان عظیم فرمایا ہے:

العالم والمتعلم للامام اعظمؒ، کتاب الآثار للامام ابی یوسفؒ، اختلاف ابی حنیفہ وابی لیلیٰ للامام ابی یوسفؒ، الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ، الجامع الکبیر للامام محمدؒ، شرح النفقات للامام الخصافؒ وغیرہ۔

اس وقت آپ کتاب الآثار امام محمدؒ پر نہایت محدثانہ محققانہ تعلیقات لکھ رہے ہیں، تقریباً نصف کام ہو چکا ہے یہ کتاب مجلس علمی ڈابھیل وکراچی کی طرف سے حیدرآباد دکن میں عمدہ ٹائپ سے اعلیٰ کاغذ پر چھپ رہی ہے، تقریباً ۲ سو صفحات کے مطبوعہ فرمے راقم الحروف کے پاس آئے ہیں یہ بھی حدیث کی ایک عظیم خدمت ہے جو مجلس علمی کے حصہ میں آرہی ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبول سے نوازے، امید ہے کہ یہ کتاب دو جلد میں پوری ہوگی، مولانا موصوف نوادر کی تلاش واشاعت کا بڑا اہم کام انجام دے رہے ہیں مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں درسی خدمات بھی دیتے ہیں بارک اللہ فی اعمالہ المبارکہ و متعنا جمیعا بطول حیات النافعہ۔

۴۶۹-العلامۃ المحدث الادیب الفاضل مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ

مشہور مصنف، محقق محدث، جامع معقول ومنقول ہیں، آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

لغات القرآن، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ماتمس الیہ الحاجۃ (مقدمہ ابن ماجہ) التعقبات علی الدراسات، التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات، التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم، مقدمہ موطأ امام محمدؒ (مترجم) مقدمہ مسند امام اعظمؒ (مترجم) مقدمہ کتاب الآثار امام محمدؒ (مترجم)۔

آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں، مقدمات وتعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار، علامہ کوثریؒ کے طرز سے ملتے جلتے ہیں، اسی لئے آپ کی صراحت پسندی اور بے باک تنقید کچھ طبائع پر شاق ہوگئی ہے، لیکن اہل بصیرت اور انصاف پسند حضرات آپ کی تلخ نوائی وجرأت حق گوئی کی مدح وستائش کرتے ہیں، متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

۴۷۰-العلامۃ المحدث مولانا عبیداللہ مبارک پوری رحمہ اللہ

علماء اہل حدیث میں سے اس وقت آپ کی علمی شخصیت بہت ممتاز ہے، آپ ایک عرصہ سے مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، جس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں، افسوس ہے کہ راقم الحروف اب تک ان کو نہ دیکھ سکا، اس لئے کوئی رائے بھی قائم نہیں کی جاسکتی، بظاہر جو حالات مولانا موصوف کی خاموشی طبع وسلامت روی کے سنے ہیں ان سے توقعات بھی اچھی ہی ہیں، علامہ موصوف کے دوسرے حالات اور علمی وعملی

کمالات کا بھی کوئی علم نہ ہوسکا، متعنا اللہ بطول حیاتہ النافعہ۔

۱۷۴-العلامۃ المحدث ابوالحسنات مولانا سید عبداللہ شاہ حیدرآبادی حنفی رحمہ اللہ

جلیل القدر محدث، محقق و مصنف ہیں، آپ نے مشکوٰۃ شریف کے اسلوب پر حنفیہ کے لئے احادیث نبوی علی صاحبہا الف الف سلام و تحیہ کا نہایت جامع و مستند ذخیرہ ''زجاجۃ المصابیح'' کے نام سے تالیف فرمایا ہے یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں مکمل ہوکر عمدہ سفید کاغذ پر اعلیٰ طباعت سے شائع ہوگئی ہے اس کتاب میں باب وعنوان سب مشکوٰۃ ہی کے رکھے گئے ہیں، ان کے تحت احادیث احناف کو جمع کردیا ہے، نیز عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت صاحب مشکوٰۃ نے کی تھی، اس کتاب میں ان مقامات پر شاہ صاحب موصوف نے فقہ حنفی کی رعایت فرمائی ہے، اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ بھی کی گئی ہے، پھر فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جوابات بھی دیئے ہیں۔

اس عظیم الشان حدیثی تالیف کے مطالعہ کے بعد معترضین، منکرین و معاندین کو بھی اس امر کے اعتراف سے چارۂ کار نہ ہوگا کہ امام اعظمؒ کے اقوال علاوہ احادیث کے کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کے اقوال سے ماخوذ ہیں، اس لئے امام صاحبؒ پر اعتراض کرنا صحابی یا تابعی پر اعتراض کرنے کے برابر ہے۔

حضرت مؤلف کی عمر اس وقت تقریباً نوے سال ہے اور خدا کے فضل و توفیق سے آپ کی ہمت و عزم جواں کا یہ حال ہے کہ آج کل کتاب مذکور کے اردو ترجمہ میں شب و روز مصروف رہتے ہیں، خدا کرے ترجمہ کی بھی تکمیل و اشاعت جلد ہوسکے۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ النافعہ۔

حالات راقم الحروف سید احمد رضا عفا اللہ عنہ بجنوری

احقر کی پیدائش جنوری ۱۹۰۷ء میں بمقام بجنوری میں ہوئی، وادھیال سیتا پوری اور ننہیال جہاں آباد ضلع بجنور ہے، ان دونوں خاندانوں کا مفصل تذکرہ اور سلسلۂ نسب کتاب ''شجرات طیبات'' مصنفہ ظہور الحسن صاحب سیتاپوری میں ص ۶۲۶ و ص ۹۳ پر مذکور ہے یہ کتاب انساب سادات ہند میں غالباً سب سے بڑی تصنیف ہے جو ۹۶۰ صفحات میں امیر المطابع سیتاپور سے چھپ کر ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی تھی، احقر کے والد پیر جی شبیر علی صاحب مرحوم کو انساب کی تحقیق و جستجو کا نہایت شغف تھا، اس لئے ان سے مؤلف کتاب مذکور کی عرصہ تک تحقیق حالات سادات ضلع بجنور کے سلسلہ میں مکاتبت بھی رہی ہے، احقر کی ابتدائی فارسی وغیرہ کی تعلیم بجنور ہوئی، ۱۰ سال کی عمر میں عربی کے لئے سیوہارہ کے مدرسہ فیض عام میں داخل ہوا۔

حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب دام ظلہم بھی اس وقت وہاں فوقانی تعلیم حاصل کررہے تھے، مولانا بشیر احمد صاحب بھٹہ مرحوم بھی اس وقت وہیں مقیم تھے، ان دونوں حضرات سے تعلق نیاز مندی اسی زمانہ سے حاصل ہوا، وہاں میرا قیام اپنے تائے میر فیاض علی مرحوم کے تعلقات کی وجہ سے جناب چودھری مختار احمد صاحب رئیس سیوہارہ کے در دولت پر رہا جو بڑے علم دوست، نہایت عالی قدر، مرجع عوام و خواص بزرگ تھے، غالباً ۱۸ء تک وہاں رہا، ۱۹ء تا ۲۲ء مدرسہ عربیہ قادریہ حسن پور جاکر تعلیم جاری رکھی، وہاں مولانا ولی احمد صاحب کیملپوری (تلمیذ حضرت شیخ الہندؒ) کی تعلیم و تربیت سے مستفید ہوا، مطالعۂ کتب کا ذوق و شوق بھی جو کچھ حاصل ہوا وہ انہی کا فیض ہے۔

۲۳ء تا ۲۶ء دارالعلوم دیوبند میں رہا اس چار سالہ قیام میں زیادہ تعلق حضرت شاہ صاحب، حضرت مفتی صاحبؒ اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے رہا، ۴۵، ۴۶ھ جس میں دورۂ حدیث تھا، اصلاحی تحریک کی تائید میں طلبہ نے دوبار تعلیمی مقاطعہ کیا، حضرت شاہ صاحبؒ چند ماہ ترمذی پڑھا چکے تھے، پھر مستعفی ہوگئے اور دوسرے اکابر اساتذہ نے بھی ترک تعلق کیا تو طلبہ نے مکمل اسٹرائک کی جس میں احقر بھی شریک تھا، حضرت شاہ صاحبؒ کے ترک تعلق پر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے باقی ترمذی شریف و بخاری شریف پڑھائی، دوسری اسٹرائک ہوئی تو

احقر نے عدم شرکت اور تعلیم پوری کرنے کو ترجیح دی، جس کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ سے بھی اجازت حاصل ہوگئی۔

اس طرح وہ دورہ کا سال پورا کر کے احقر تبلیغ کالج کرنال چلا گیا، وہاں تین سال اور چند ماہ رہ کر تبلیغی ضرورت کے لئے انگریزی پڑھی، ادب عربی کے تخصص کا نصاب پورا کیا اور کتب مذاہب وملل کا مطالعہ، مشق تقریر، تحریر ومناظر کا سلسلہ رہا۔

وہاں سے فارغ ہو کر ۲۹ء میں ڈابھیل پہنچا اور مجلس علمی سے تعلق ہوا جو ۴۵ء تک باقی رہا، اس کے بعد رفتہ رفتہ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مجلس کو مستقل طور سے کراچی منتقل کرنا پڑا، حضرت مخدوم ومحترم مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب بانی وسرپرست مجلس نے احقر کو وہاں بھی بلانا چاہا اور اپنے خصوصی تعلق کی بناء پر مع متعلقین کراچی میں رہنے کی سہولتیں بھی دینا چاہیں، مگر احقر کے لئے بعض وجوہ سے ترک وطن کو ترجیح نہ ہوسکی۔

کرشمۂ غیبی، حق تعالیٰ کی شان کریمی اور فضل وانعام کو دیکھئے کہ ۲۶ء میں دورہ کے سال حضرت شاہ صاحبؒ کے لئے بے نظیر حدیثی درس کی تشنگی سے جو دل شکستگی ہوئی تھی اور حضرت ہی کی اجازت پر تعلیمی سال بادل نخواستہ پورا کر لیا تھا، اس کی تلافی چند سال بعد ڈابھیل کے قیام میں ہوئی کہ آپ کے آخری دو سال کے درس بخاری شریف میں شرکت واستفادہ کی نعمت غیر مترقبہ مل گئی اور چونکہ حضرت کے افادات خصوصی کی قدر ومنزلت بھی دل میں اچھی طرح جاگزیں ہو چکی تھی، اس لئے زیادہ توجہ بھی آپ کے ان ہی افادات پر مرکوز رہی جن کی پوری قدر اب انوارالباری کی ترتیب کے وقت ہو رہی ہے، والحمد والمنہ۔

۳۸ و ۳۹ء میں فیض الباری ونصب الرایہ وغیرہ طبع کرانے کی غرض سے رفیق محترم مولانا المکرم علامہ بنوری کے ساتھ حرمین ومصر وترکی کا سفر ہوا ۹/۱۰ ماہ قیام مصر میں علامہ کوثریؒ سے تعلق واستفادات بھی بڑی نعمت تھے، جس طرح ترکی کے کتب خانوں کی بے نظیر مخطوطات عالم اور مصر کے معاہد اسلامیہ کی زیارت قابل فراموش نہیں۔

اس خالص علمی سفر کے اول وآخر جو اپنے محبوب ترین روحانی مراکز مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کی حاضری وحج وزیارت کی نعمت وسعادت اور دونوں بار طویل قیاموں میں علماء حرمین سے تعلق واستفادات، معاہد ومکاتب حرمین کی زیارات، یہ وہ نعمتیں ہیں جن سے اوپر کسی نعمت کا تصور اس دنیوی زندگی میں نہیں ہوسکتا۔

شکر نعمتہائے توچند انکہ نعمتہائے تو عذر تقصیرات ماچند انکہ تقصیرات ما

دارالعلوم سے فراغت کے بعد بیعت سلوک کی طرف رجحان ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہٗ سے استشارہ کیا کہ کس سے بیعت ہوں تو حضرتؒ نے حضرت شیخ وقت مولانا حسین علی صاحب میانوالی قدس سرہٗ کا مشورہ دیا، احقر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوا اور تاحیات استفادات کرتا رہا، چند سال قبل حضرت شیخ ومرشد مولانا عبداللہ شاہ صاحب خلیفۂ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کندیاں ضلع میانوالی سے پہلے ذریعۂ مکاتبت اور پھر سرہند شریف میں وقت زیارت مشافہۃً شرف بیعت حاصل کیا، آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح آپ کے جانشین حضرت شیخ ومرشد مولانا خان محمد صاحب دام برکاتہم سے پہلے ذریعہ مکاتبت پھر گذشتہ سال وقت تشریف آوری دیوبند مشافہۃً بیعت سے مشرف ہوا، واللہ الموفق لما یحبہ ویرضی، زمانۂ تعلق مجلس علمی ڈابھیل میں ۵، ۴ سال تک کتب درسیہ بھی جامعہ ڈابھیل میں پڑھائیں، یاد رہے کہ البلاغۃ الواضحہ، قدوری، کنز وہدایہ میبذی، وشرح عقائد، دیوان متنبی وسبعہ معلقہ وغیرہ پڑھائیں، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحبؒ جس زمانہ میں افریقہ گئے تھے تو اہتمام جامعہ بھی احقر ومولانا مفتی بسم اللہ صاحب کو سپرد کر گئے تھے، دیوبند سے فارغ ہو کر احقر نے "مولوی فاضل" پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی تھی اور چار سال تک مولوی فاضل کے پرچۂ جواب مضمون عربی کا ممتحن بھی رہا۔

۴۶ء سے ۵۲ء تک احقر کا قیام بجنور رہا جس میں مطب کا مشغلہ اور کچھ لکھنے پڑھنے کا کام بھی اہتمام یتیم خانہ اسلامیہ بجنور کے ساتھ رہا، ۵۲ء سے ۵۹ء تک دہلی قیام رہا، جس میں دفتر روزنامہ الجمعیۃ اور الجمعیۃ پریس سے انتظامی تعلق رہا۔

یہاں بطور تحدیث نعمت یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۴۷ء میں احقر کا عقد نکاح حضرت شاہ صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا (نکاح حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھایا تھا) ان سے حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی کے بہت سے واقعات خصوصاً گھریلو زندگی کے بہت سے حالات کا علم بھی مجھے ہوا، خدا کرے، حضرت شاہ صاحبؒ کے اس تعلق سے مجھے نفع آخرت بھی حاصل ہو، آمین۔

اب دوسال سے دارالعلوم دیوبند کے شعبہ نشر و اشاعت سے تعلق ہے جس میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرۂ کی تصانیف کی تسہیل، عنوان بندی و تصحیح اغلاط مطبعی وغیرہ کا کام سپرد ہے، یہاں کے قیام میں ماہوار پروگرام کے رواج اور قسط وار کتابیں شائع کرنے کی سہولت دیکھ کر خیال ہوا کہ انوارالباری شرح اردو صحیح البخاری کا کام کیا جائے جس کے لئے مقدمہ اور تذکرۂ محدثین کی ضرورت محسوس ہوئی خدا کا شکر ہے کہ پہلی جلد کے بعد مقدمہ کی دوسری جلد بھی شائع ہو رہی ہے، اس کے بعد شرح بخاری کا پہلا پارہ آجائے گا، ان شاءاللہ، اسی طرح اس حدیثی خدمت کی ۴۰ منزلیں پوری کی جائیں گی، واللہ الموفق المیسر۔

آراء وارشادات گرامی

تذکرہ محدثین حصہ اول میں علاوہ دیگر مباحث و تفصیلی تذکرۂ امام اعظمؒ، ڈیڑھ سو محدثین کے اجمال و تفصیلی تذکرے آچکے تھے، پیش نظر حصہ دوم میں ۱۷۴ محدثین کے مستقل تذکرے اور ضمنی تذکرے مثلاً حضرت علامہ کشمیر قدس سرۂ یا حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نوراللہ مرقدۂ کے تلامذۂ محدثین وغیرہ بھی تقریباً ایک سو ہوں گے، اس طرح سات سے زیادہ مجموعی تذکرے سامنے آگئے۔

خیرالامم (امت محمدیہ) میں سب سے زیادہ برگزیدہ طبقہ فقہاء و محدثین کا ہے، کیونکہ نرے مفسرین یا محدثین کا پایہ بھی اس سے نیچے ہے اسی لئے اس طبقہ کی دینی و علمی خدمات کا بھی سب سے اونچا مقام ہے، اس جامع وصف روایت و درایت برگزیدہ طبقہ کی ایک مستقل و مکمل تاریخ مدون ہونے کی نہایت ضرورت ہے، تاکہ دین قیم کے ان جلیل القدر خدام کے بابرکات انفاس و علمی خدمات سے تعارف حاصل ہو، امندرجہ بالا ضرورت، ۲ شرح بخاری شریف کی مناسبت، ۳ حضرت شاہ صاحبؒ کے طرق درس کے باعث جگہ جگہ محدثین کے حالات پر روشنی ڈالا کرتے تھے، اور اس خیال سے بھی کہ محدثین احناف کو مطبوعہ کتب رجال و طبقات میں صحیح جگہ نہیں ملی تھی، تذکرۂ محدثین کی دو جلدیں پیش ہیں۔

اس نقش اول میں بہت سے تذکرے مواد میسر نہ ہونے کی وجہ سے ناقص بھی رہے، بعض کتابوں پر ضرورت سے زیادہ اعتماد بھی نامناسب ہوا، اپنے مخلص بزرگوں نے بعض خامیوں کی طرف بھی توجہ دلائی، بہت سی مطبعی اغلاط بھی باعث ندامت ہوئیں، انشاءاللہ، ان سب امور کی تلافی کی جائے گی اور جتنے مفید علمی مشورے آئے ہیں، یا آئندہ آئیں گے سب پر عمل کیا جائے گا۔

مجھے اس امر سے نہایت مسرت ہے کہ اہل علم نے میری اس خدمت پر توجہ کی، کتاب ملاحظہ فرما کر اپنی مفصل رائے، مفید اصلاحات و مشوروں سے نوازا اور میں ان سے مستفید ہوا، یہاں اپنے اکابر و احباب کے بیسیوں مکاتیب گرامی میں سے حسب گنجائش چند ایک پیش ہو رہی ہیں۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ

مکرم محترم زادت معالیکم، بعد سلام مسنون گرامی نامہ کئی دن ہوئے موجب منت ہوا تھا، بڑی ندامت ہے کہ عریضہ کے لکھنے میں امراض و اعراض کی وجہ سے تاخیر ہوگئی، کتاب تو فرط شوق میں اسی وقت رات ہی کو سننا شروع کردی تھی اور فہرست پوری اور چند مباحث تو رات کے ۱۲ بجے تک اسی دن سنے تھے، اس کے بعد بھی چند مرتبہ کچھ حصہ دن میں خود دیکھا اور کچھ رات کو کسی سے سنا اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ آپ نے بہت ہی محنت اور تفصیل سے مضامین کو جمع فرمایا، بالخصوص امام صاحبؒ کے متعلق تفاصیل بہت ہی اہم اور مفید ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور دارین میں اس کی بہترین جزاء خیر عطا فرمائے اور لوگوں اس سے زیادہ سے زیادہ

تمتع کی توفیق عطا فرمائے، بلا کسی تصنع اور تواضع کے عرض ہے کہ اس ناکارہ کا ذکر اس اہم اور مبارک کتاب میں کتاب کے لئے عیب ہے، آپ نے دوسرے حصہ کو بھی اس ذکر سے عیب دار بنانے کا خیال ظاہر فرمایا، بندہ کی درخواست ہے کہ اس سے اپنی مبارک کتاب کی وقعت نہ گرائیں، اس میں کوئی تصنع نہیں ہے، بندہ کو تقاریظ لکھنا نہیں آتیں، کیا یہ عریضہ اس کا بدل نہ ہو سکے گا؟ فقط زکریا.....۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

مکتوب گرامی سیدی وسندی الشیخ مولانا خان محمد صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات فقیر خان محمد عفی عنہ بگرامی خدمت حضرت مولانا احمد رضا صاحب عرض گزار ہے کہ آپ کا والا نامہ مع رجسٹری انوار الباری موصول ہو کر باعث سرفرازی ہوا اس ہدیۂ بہیہ اور یاد فرمائی کا بہت بہت شکریہ جزاک اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء، حضرت مولانا ابو السعد احمد خان قدس سرہ نے ایک سال اپنے مخلصین کو دورۂ حدیث پڑھایا تھا جس میں حضرت کے صاحبزادے مولوی محمد سعید مرحوم، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب قدس سرہٗ اور دیگر علماء متوسلین کی جماعت شامل تھے، حضرت نے سارے علوم کی تکمیل تین سال کانپورہ میں رہ کر کی، مولانا عبیداللہ صاحب پنجاب کے مشہور مدرس کانپور میں تھے، اکثر کتابیں ان سے پڑھیں۔

انوار الباری کا طرز بہت مفید ہے اور فقیر کو پسند آیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے اسباب پیدا فرمائے اور آپ کے اخلاص میں ترقی اور کام میں برکت عطا فرمائے، آمین

مکتوب گرامی حضرت استاذی المعظم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث، رحمہ اللہ جامعہ اشرفیہ لاہور

بعد تحیۂ مسنونہ وہدیۂ دعوات غائبانہ آنکہ ہدیہ محبت ورضا موصول ہوا، جس کو اگر اصح الہدایہ کہا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح ہوگا اور ایسے ہدیۂ صحیحہ کے ساتھ حسن غریب لانعرفہ الامن ہذا الوجہ (ای من وجہ السید الرضا) کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو صحت اور غرابت کے اجتماع میں کوئی اشکال نہ ہوگا یہ ہدیہ موجب صد مسرت ہوا، اللہ تعالیٰ اتمام واکمال کی توفیق بخشے اور اپنے قرب ورضا کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔

بقیہ اجزاء کا انتظار ہے، آں محترم اولین فرصت میں ان کے اجزاء اس ناچیز کے نام ارسال کرتے رہیں، ان اجزاء کی جو قیمت ہوگی وہ میں انشاء اللہ تعالیٰ محب محترم مولانا مولوی محمد یوسف صاحب بنوری سلمہم کے پاس جمع کرتا رہوں گا، زیادہ بجز اشتیاق لقاء وہدیہ دعا کیا عرض کروں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث دار العلوم ٹنڈو اللہ یار سندھ رحمہ اللہ

انوار الباری کا مقدمہ حصہ اول موجب مسرت وابتہاج ہوا بوجہ علالت میں جلد نہ دیکھ سکا، اب بھی پورا نہیں ہوا، مگر اکثر مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ خوب ہے میرے حالات کہیں نہیں چھپے نہ میں نے لکھے، آپ کی خاطر کچھ لکھ کر ارسال کر دوں گا۔

تقریظ حضرت مولانا ابو المآثر حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیو بند رحمہ اللہ

مقدمہ انوار الباری حصہ اول کو مختلف مقامات سے میں نے بغور پڑھا، مختلف کتابوں میں جو قیمتی معلومات منتشر تھے، ان کو مؤلف کتاب جناب مولانا احمد رضا بجنوری نے جس محنت و جانفشانی سے یکجا اور مرتب کیا ہے اس کی داد نہ دینا ستم ہے، معمولی فروگذاشتوں سے کسی مؤلف کی کتاب کا خالی ہونا تقریباً ناممکنات سے ہے اس لئے ان سے قطع نظر کر کے کہا جاسکتا ہے کہ یہ مقدمہ بہت قیمتی اور بیش بہا معلومات پر مشتمل ہے، میں مؤلف سلمہ اللہ کو ان کی اس تالیف پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

تقریظ حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند رحمہ اللہ

مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری نے جو جماعتی حیثیت سے میرے رفیق کار بھی ہیں، بخاری شریف جیسی عظیم حدیث کی کتاب پر

اردو میں یہ کوشش کی ہے، کہ رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے افادات کو بخاری کی شرح کے طور پر پیش کریں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ مسلمہ طور پر اپنے وقت کے علم حدیث میں مجدد سمجھے گئے ہیں اور حدیثی تنقیح وتحقیق میں ان کا پایہ سلف صالحین کی ممتاز اور نمایاں ہستیوں میں سمجھا جاتا ہے، سخت ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس مہتم بالشان کتاب کے افادات ارباب ذوق واہل علم کے سامنے آجائیں تاکہ اس کی افادیت زیادہ سے زیادہ عام ہوسکے، اور یہ معلوم ہوسکے کہ حدیثی تنقیح وتدقیق کے ساتھ ساتھ مسلک حنفی کو حدیث سے کس قدر قربت ویگانگت حاصل ہے۔

مولانا موصوف شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ کی پہلی کڑی ارباب فکر کے سامنے پیش کردی ہے جس کا نام مقدمہ انوار الباری شرح بخاری ہے، کتاب کے اس حصہ اول کو دیکھنے سے اہل علم بخوبی اندازہ کرسکیں گے کہ مولانا موصوف نے کس جانکاہی اور علمی کاوشوں کے ساتھ ان علمی افادات کو پیش کیا ہے، حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی سعی کو اہل علم وفکر کی نظر میں ''سعی مشکور'' فرمائے۔

تقریظ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی ناظم جمعیۃ علماء ہند دامت برکاتہم

حامداً ومصلیاً ومسلماً، مولانا المحترم سید احمد رضا صاحب نے حضرت الاستاذ العلام محدث جلیل مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ قدس سرہٗ العزیز کے نادر اور بیش بہا افادات کو جس حزم واحتیاط اور شرح وبسط کے ساتھ جمع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، اس کی پہلی قسط یعنی مقدمۂ انوارالباری کا حصہ اول ہمارے سامنے ہے، جس تفصیل سے یہ پہلا حصہ مرتب کیا گیا ہے اس سے اس ''بحر ذخار'' کا اندازہ ہوتا ہے جو بخاری شریف کی اردو زبان میں مکمل شرح کی شکل میں ہمارے سامنے آئے گا، ان شاءاللہ۔

اس نے اس حصہ کو پڑھنا شروع کیا چونکہ اردو زبان میں ایک نئی اور جامع تصنیف تھی، اس سے اتنی دلچسپی ہوئی کہ دوسرے مشاغل کی الجھنیں فراموش ہوئی اور کتاب کا بہت بڑا حصہ حرفاً حرفاً پڑھ لیا، حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ اردو داں طبقہ کیلئے نادر تحفہ ہے اور امید ہے کہ اسی طرح دوسرے حصے بھی اردو داں اہل علم کے لئے گراں قدر ہدایا ہوں گے جو زبان اردو کے دامن میں علم حدیث کے قیمتی جواہر پاروں کا اضافہ کردیں گے، اردو زبان کی عجیب وغریب خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے بولنے اور سمجھنے والوں کی غالب اکثریت امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت سے رابطہ تقلید رکھتی ہے۔

اردو زبان میں اختلافی مسائل مثلاً قرأت فاتحہ خلف الامام یا آمین بالجہر وغیرہ کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں مگر خود امام صاحبؒ اور آپ کے رفقاء کار کے متعلق کتابیں تو کیا معمولی رسالے بھی شاذ ونادر ہی ہیں۔

ایک حنفی المسلک جو باقاعدہ عالم نہ ہو وہ اختلافی مسائل پر غیر حنفی سے گفتگو کرسکتا ہے، لیکن امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے متعلق اہل الرائے اور ناآشنا حدیث ہونے کا جو پروپیگنڈہ کیا گیا اور کیا جاتا ہے اس کا محققانہ جواب اس کے پاس نہیں ہوتا، بلاشبہ ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو اس پروپیگنڈے کے تاریک پردوں کو چاک کرے اور جس میں امام صاحب کی ان خصوصیات کا تذکرہ ہو جن کی بناء پر دنیاء علم نے آپ کو امام اعظم تسلیم کیا، مقدمہ انوار الباری کا یہ پہلا حصہ جو تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے، ایک جام حیات ہے جو اس ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس تشنگی کو سیرابی سے بدلتا ہے۔

مخالفانہ پروپیگنڈے کی تقویت حضرت امام بخاریؒ کے انداز تحریر سے بھی پہنچی کہ کہیں آپ کے مبہم الفاظ کو امام اعظم کے مسلک پر جرح اور کہیں آپ کے عقائد کے متعلق تنقید اور تنقیص سمجھا گیا۔

انوارالباری کے مصنف مدظلہ العالی نے اس کی طرف توجہ کی ہے اور محققانہ انداز میں بے شمار شواہد ونظائر کے ساتھ ان اعتراضات کا

جواب دیا ہے جو امام صاحبؒ کے علم، مسلک یا عقیدے پر کئے جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس جواب دہی میں کہیں کہیں دامن احترام کی گرفت بھی ڈھیلی پڑگئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم اگرچہ مصنف کی اس شوخیٔ تحریر کے لئے جواز پیدا کردیتا ہے مگر تاہم اصح الکتب بعد کتاب الله کے مصنف کی تعظیم وتکریم ہمارے ان فرائض میں سے ہے جو توازن و تقابل کے وقت بھی کسی تخفیف کو قبول نہیں کرتے۔

بہرحال کتاب ہر ایک طالب علم کے لئے وہ متعلم ہو یا معلم، قابل قدر ذخیرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مقبولیت عطا فرمائے اور مصنف کو اپنے تصنیفی منصوبہ کی تکمیل کی توفیق بخشے وماذلک علی اللہ بعزیز، محمد میاں عفی عنہ۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا ابوالوفا صاحب افغانی رحمہ اللہ مدیر احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن

جزاک اللہ خیرا، آپ نے بہت بڑا کام شروع کیا ہے، تذکرے بڑے قیمتی ہیں، امام صاحب کے ختمات کے متعلق تو آپ نے تحقیق کا حق ادا کردیا مگر مجھے ابھی مولانا شبلی کی تحقیق کے متعلق شبہات ہیں، تحقیق کی فرصت نہیں، کاش! اس اعتراض و جواب کو آپ درج بھی کردیتے تو آئندہ اس کا سدباب ہو جاتا۔

مقدمۂ انوار الباری کا مطالعہ تھوڑا تھوڑا جاری ہے، وقت نہیں ملتا، کبھی اخیر رات میں، کبھی سونے سے قبل دیکھ لیتا ہوں، بڑی محنت کی ہے آپ نے اور بہت سی چیزیں اور خیانتیں متعصبین کی واضح کردی ہیں، افسوس کے تصحیح اچھی نہیں ہوئی، طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہیں، آج شب میں امام شافعیؒ کا تذکرہ پڑھا، واقعی! آپ نے تحقیق کا حق ادا کردیا ہے دل سے دعائیں نکلیں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد چراغ صاحب ''العرف الشذی'' رحمہ اللہ

انوار الباری کے مقدمہ کا پہلا حصہ بطور تحفہ کئی دن ہوئے موصول ہو چکا ہے بے حد شکریہ، اسباق سے فرصت کم ہوتی ہے اور حافظہ کافی حد تک خراب ہو چکا ہے، اور دماغ بیماری کی وجہ سے ذہنی انتشار کا شکار ہے، اس لئے آہستہ آہستہ دیکھنا شروع کیا ابھی کچھ دیکھ چکا تھا کہ ایک علم دوست صاحب عاریۃً دیکھنے کے لئے لے گئے۔

اپنی بیماری کی وجہ سے کتاب پر کچھ تبصرہ کرنے کی صلاحیت سے تو عاری ہوں، البتہ اس پر مبارکباد کہ آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کو شائع کرکے عام کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، جس سال ہم نے دورہ ختم کیا تھا اس وقت بھی بعض شرکاء حدیث نے یہ طے کیا تھا کہ حضرتؒ کے علوم کی اشاعت ہونی چاہئے اور کچھ احباب نے اس کے لئے چندہ دینے کا بھی وعدہ کیا تھا، مگر بعد میں اس خیال کو عملی جامہ نہ نصیب ہوا۔

میرے پاس حضرت شاہ صاحبؒ کے درس بخاری کے نوٹ ہیں (جیسے تقریر ترمذی کے نوٹ بصورت العرف الشذی تھے، ان میں مسائل مختلف فیہا کی طرف توجہ کم ہے، کیونکہ مسائل کے بارے میں حضرتؒ ترمذی کے درس میں مفصل بحث فرمادیا کرتے تھے۔

بخاری کے نوٹس مجھ سے دو تین سال عاریۃً لے کر مولانا محمد ادریس صاحب نے اپنے لاہور ابتدائی ایام میں رکھے تھے بعد میں واپس کردیئے اب اگر مناسب خیال فرمادیں تو میں وہ قلمی کتاب عاریۃً آپ کو بھیج دوں کہ آپ اس سے کچھ لینا چاہیں تو لے لیں؟ مگر یہ بھی فرمادیں کہ کیا پاکستان سے آپ کو ہندوستان میں قلمی کتاب پہنچ سکے گی؟

مکتوب گرامی حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمہ اللہ استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند

صدیقی المکرم مولانا السید احمد رضا صاحب زیدت مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، انوار الباری علی صحیح البخاری کے مقدمہ کی پہلی قسط

مطالعہ کی اور بہت سے صفحات بالاستیعاب دیکھے، آپ نے بہت سی کتابوں کا عطر اس میں پیش کیا ہے، اردو میں حضرات محدثین بالخصوص حضرات حنفیہ اخص الخصوص حضرت امام اعظمؒ پر آپ نے ایسی چیزیں پیش کردی ہیں جن کی طلبہ اور علماء کیلئے بالخصوص احناف رحمہم اللہ کے لئے ہروقت ضرورت تھی، جزاکم اللہ خیرالجزاء۔

میرے نزدیک طلبائے حدیث اور علماء کے لئے از بس اس کا مطالعہ ضروری اور مفید ہے، البتہ حضرت امیرالمؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ کے بارہ میں جواب دہی میں ذرا لہجہ تیز ہوگیا ہے، امید ہے کہ آئندہ کتاب میں اس کا لحاظ فرمایا جائے گا۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب تلمیذ رشید حضرت علامہ کشمیری قدس سرہٗ

مقدمۂ انوارالباری موصول ہوا، بہت بہت شکریہ، بالبداہہ یہ زبان پر آتا ہے کہ وہ کون سی خوبی ہے جو اس کتاب میں نہیں، کتاب کیا ہے، ماشاء اللہ ایک نایاب انسائیکلو پیڈیا ہے، کسی طور مقدمۂ فتح الباری سے کم درجہ کی چیز نہیں ہے'' آپ نے بہت سے مفید مشورے اور اصلاحات بھی لکھی ہیں جن سے استفادہ کیا گیا، جزاہم اللہ خیرا۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی

انوارالباری کا مقدمہ موصول ہوا جس کو میں وقت نکال نکال کر بہت غور سے پڑھ رہا ہوں، ماشاء اللہ بہت ہی مفید کام شروع کیا ہے، امام اعظمؒ کی جانب سے مدافعت کا تو حق ادا کردیا ہے۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب رحمہ اللہ
سملکی افریقی سرپرست مجلس علمی ڈابھیل وکراچی

الحمدللہ مقدمہ انوارالباری کے پہلے حصہ کی سماعت سے علمی فوائد حاصل ہوئے، جزاکم اللہ خیرا، یہاں برادر حضرت مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی صاحب و برادر مولانا محمد ایکھلوایہ صاحب سلمہا نے بھی آپ کی اس تصنیف کو پسند فرمایا اور قدر کی، دونوں حضرات نے کہا کہ اس قسم کی کتاب کی ضرورت تھی جو الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ مہیا کردی، دونوں حضرات اور یہ عاجز ظلوم جہول شکرگزار ہیں اور دعا گو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس تصنیفی کوشش سے مسلمانوں کو اور خصوصاً علمائے کرام کو نفع بخشے اور کتاب زیادہ سے زیادہ مقبول ہو اور آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنے، آپ نے تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ محنت کرکے اور دیدہ ریزی سے علماء احناف کے لئے یہ سرمایہ علمی جمع ومرتب کردیا، فللہ الحمد ولکم الشکر۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی دامت برکاتہم

گراں قدر محترم، زادکم اللہ فضلا وعلاء، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، انوارالباری کی پہلی جلد موصول ہوگئی، ماشاء اللہ اپنے رفیق محترم کا علمی رفیع کارنامہ یکایک آنکھوں کے سامنے آیا، بہت خوشی ہوئی، خیال تھا کہ پورا مطالعہ کرکے تاثرات لکھوں گا، لیکن موانع وعوائق کے خوف سے کہ کہیں تاخیر نہ ہوجائے اس لئے تیس صفحے دیکھ کر ہی بطور رسید خط لکھ کر پیش کرتا ہوں، اللہ کرے حسن قلم اور زیادہ، خدا کرے اس کی تکمیل ہوجائے اور امت کو نفع پہنچے، امام العصر حضرت شیخ کے علوم ونفائس سے دنیا اس کے ذریعہ روشناس ہوجائے۔

بہر حال اجمالی ہدیہ تبریک قبول فرمائیے، میں طویل ساڑھے ۴ ماہ کے سفر کے بعد پہنچا ہوں، اس لئے مشاغل کا اور بھی انہماک ہے، درس ہی کیا کم تھا کہ اس پر مستزاد امور روز افزوں ہیں، امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر ہوگا اور حضرت مفتی صاحب، مدت حیاۃ الطیبۃ بھی بخیریت ہوں گے، ممنون ہوگا، اگر میرا سلام اخلاص و تعظیم پہنچادیں، ولکم الشکر، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مکتوب گرامی مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی دامت برکاتہم

جزاکم اللہ، آپ نے بڑا کام کیا اردو دانوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آگئی اس قدر تفصیل سے اس موضوع پر اب تک کس نے قلم اٹھایا ہے، آپ نے مجھ سے بھی اپنی تالیف منیف کے بارے میں رائے دریافت کی ہے، میں اہل علم کا خادم ہوں، اپنا تو یہ حال ہے۔

ہیچ جاذوق طلب از جستجو بازم نہ داشت دانہ می چیدم ازاں، روزے کہ خرمن داشتم

آپ کی کتاب کا بھی استفادہ کی نظر سے مطالعہ کیا، پہلا نسخہ جس روز موصول ہوا معاً پڑھنا شروع کر دیا اور دوسرے روز ختم کر کے ہی دم لیا، خیال تھا کہ فوراً عریضہ پیش خدمت کیا جائے مگر موفق نہ ہوا، کتاب التعلیم کا تحشیہ اور اس کی پروف ریڈنگ پھر خلافت معاویہ اور یزید کی بخیہ دری ایک کام ہو تو، ذرا فرصت نہیں ملتی بس پھر جو اپنی مصروفیتوں میں گم ہوا تو اب دوبارہ والا نامہ کے وصول ہونے پر ہوش آیا، خدا خدا کر کے کل سے خطوط کے جواب کیلئے وقت نکالا ہے، یہ وقت عباسی کی خدمت گزاری کا تھا کل سے اسے موقوف کر کے جواب خطوط میں مصروف ہوں۔

آپ نے تو بہت کچھ لکھ ڈالا، یہ حصہ تو مقدمۂ بخاری کی بجائے مناقب ابی حنیفہ کہلانے کا مستحق ہے، بلاشبہ شرکاءِ تدوین فقہ کا تذکرہ اس کا خصوصی وصف ہے، آپ نے سب سے پہلے اس کو واضح کر دیا ہے، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تا دیر جناب کو زندہ وسلامت باکرامت رکھے اور عمر بھر اپنی مرضیات میں انہماک نصیب فرمائے، مجھے بھی دعاء خیر سے سرفراز فرمائیں۔

مکتوب گرامی شیخ التفسیر مولانا ذاکر حسن صاحب پھلتی بنگلور، دامت برکاتہم

آپ کا ہدیہ سنیہ نومبر کے آخر میں موصول ہو کر باعث صد مسرت ہوا، احقر نے مقدمہ شرح بخاری شریف حصہ اول بغور مطالعہ کیا اور بہت مسرور ہوا، شرح کے ابتداء میں رجال بخاری کے تراجم بہت ضروری چیز تھی، بہت بہتر ہوا کہ آپ نے اس کو جزء الکتاب بنایا اور اس سے بھی زیادہ احقر کی نظر میں احناف کی طرف سے دفاع کا معاملہ تھا، جس کا آپ نے خوب خوب حق ادا کیا ہے، اس سلسلہ میں تمام مواد کو یکجا کر دینا بڑا مشکل، وقت طلب اور امر صعب تھا جس کو بتوفیق الٰہی آپ کی بالغ نظری نے انجام دے دیا، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

باوجود اختصار غالباً کوئی اہم بات متروک نہیں ہوئی، گویا دریا کو کوزہ میں سمانے کی سعی کی گئی جس میں آپ بحمد اللہ تعالیٰ بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں، بندہ اس عظیم دفاعی شاہکار پر جناب کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہے، فجزاکم اللہ عنا وعن سائر الاحناف فی الدارین خیرا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی اس خدمت عظیم کو قبولیت عامہ سے مشرف فرمائے، اب حصہ دوم کا بے چینی کے ساتھ انتظار ہے۔

مکتوب گرامی مکرم ومحترم مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی رحمہ اللہ
صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

محب محترم ومکرم السلام علیکم، انوار الباری جلد ا پر برہان میں تو جب تبصرہ ہوگا، ہوگا ہی، سردست اس اہم علمی کارنامہ پر جو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے شرف انتساب رکھتا ہے، دلی مبارکباد قبول فرمائیے، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

آپ نے بہت اہم کام اپنے ذمہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ معین و مددگار ہو اور آپ اسے استقلال و ثبات کے ساتھ تکمیل کو پہنچا سکیں آمین حوالوں میں اگر

آپ کتاب کے ایڈیشن، جلداور صفحہ کا بھی التزام رکھیں تو اہل علم کے لئے بہت مفید ہواور مراجعت سہل ہوجائے، امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

مکتوب گرامی مخدوم ومعظم حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب نانوتوی دامت برکاتہم

آپ کی اس انتھک کوشش کے ثمرہ میں (۱) ایک ہی مصنف میں وہ بکھری ہوئی چیزیں سامنے آگئی ہیں جو آج تک میری دانست میں جمع نہ تھیں، واللہ اعلم مختلف کتب میں کہیں بحوالہ اور کہیں بغیر حوالہ دوران مطالعہ نظر کچھ چیزیں گزرتی تھیں، پھر عندالضرورۃ ان کا فراہم ہونا بغیر شدید جوجہد کی ورق گردانی کے دشوار تھا (۲) خود بہت سے حنفی علماء کی ان غلط فہمیوں کا بھی اس سے ازالہ لابدی ہے جن کی معلومات کے تحت حضرت امام اعظمؒ کا مقام بمقابلہ مشاہیر حدیث وہ نہ تھا جو اس کے مطالعہ کے بعد متعین ہوسکے گا۔ (۳) اکثر احناف عقیدۃً ہی حضرت امام اعظمؒ کی رفعت وعظمت پرجمع ہوئے تھے، اس مصنف سے ایک حجۃ قاہرہ آپ نے قائم فرمادی جزاک اللہ جزائن الاوفی (۴) عام درس گاہوں میں فقہ و حدیث کے مدرسین کے لئے اور خصوصاً مباحثین کے لئے ایک اجلا مواد آپ نے فراہم فرمادیا ہے، فبارک اللہ فی عمرکم وعلمکم وفیما الینا ابدیتم۔

مکتوب گرامی مکرم ومعظم مولانا عبدالماجد دریابادی (مدیر صدق) دامت برکاتہم

مخدوم المکرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، صدق میں کتابوں پر تبصرے کا سلسلہ تو مجبوراً بند کردینا پڑا، کتابوں کے انبار لگنے شروع ہوگئے تھے اور ہر مصنف یا ناشر کی طرف سے پیہم اور شدید تقاضے، سب پر لکھنے کا نہ وقت نکلنا ممکنے، نہ پرچہ میں گنجائش، اب صرف رسید کتب ہے، ذیل میں دوچار سطریں بطور اجمالی تعارف کے عرض کردی جاتی ہیں، گو آنے والی کتابوں کی تعداد میں اب بھی کوئی نمایاں فرق نہیں! پھر کتابیں ہر فن کی اور رطب ویابس ہر قسم اور ہر سطح کی!

بہر حال آپ کے عطیۂ شریفہ کا تعارف تو ان شاء اللہ پوری طرح کرہی دیا جائے گا، بڑا ٹیڑھا سوال پرچہ میں گنجائش کا رہتا ہے، بیسیوں کتابوں کا ڈھیر ہر وقت لگا ہوا ہے، کسے مقدم کیا جائے، کسے مؤخر مہینوں گنجائش کے انتظار میں لگ جاتے ہیں۔

اور مشورے تو کیا دوں گا، الٹا استفادہ ہی اس سے کررہا ہوں، اور اپنی معلومات میں قدم قدم پر اضافہ، اردو کی اب چند ہی کتابیں ایسی ہوتی ہیں، جنہیں شروع سے آخر تک پڑھتا ہوں اور یقین فرمائیے کہ انہیں معدودے چند میں ایک یہ بھی ہیں۔

دوسرے نسخہ کا قطعاً کوئی سوال نہیں، شکر گزار ایک ہی نسخہ پانے پر تہہ دل سے ہوں، والسلام دعاگو ودعا خواہ عبدالماجد۔

مکتوب گرامی مکرم ومعظم مولانا عبدالرشید محمود صاحب بنیرہ حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمہ اللہ

حفیت کی ترجیح عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفي طريقة انيقة هي اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت و نقحت في زمان البخاري اصحابه، ارشاد ولی اللہی کی تنقیح وتوضیح کی یہ ایک کامیاب سعی ہے، انشاء اللہ مشکور ہوگی، سنت معروفہ سے طریقۂ انیقہ حنفیہ کی توفیق وتطبیق اور بنابریں ترجیح وتفضیل، پھر تنقیص کرنے والوں کی تردید وتضعیف اور خلاف ادب نہ ہوتو تخفیف کا انشراح بھی اس آپ کی عرق ریزی سے انشاء اللہ معلوم ومشہود ہوگا، اللہ یجزیکم باحسن الجزاء کما یلیق بشانہ۔

مکتوب گرامی مکرم ومعظم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، ایبٹ آباد، دامت برکاتہم

محترمی ومکرمی زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حسب ارشاد گرامی انوارالباری کے متعلق اپنے دلی تاثرات عرض ہیں (یہ سیہ کار رائے دینے کے قابل نہیں) سید الانبیاء ﷺ نے وحی ربانی کی جو تشریح فرمائی، اسے نہایت ہی تحقیق اور تدقیق کے بعد امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے جمع فرما کرامت مسلمہ کی کامیاب رہنمائی فرمائی، اتنی جامعہ اور محققانہ کتاب کو سمجھانے اور اس کے رموز واسرار کی وضاحت کے لئے خداوند قدوس نے ہر دور میں ان بزرگ ہستیوں کو پیدا فرمایا، جنہوں نے اپنی روحانیت اور علمیت خداداد کے ذریعے اس کتاب کو آسان ترین الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت

حاصل کی، حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ نبی کامل خاتم الرسل ﷺ کی تعلیمات کا رخ بھی نور کامل کا نشان لئے ہوئے بدلتا رہتا ہے، اس چودھویں صدی میں ظلم وعصیان کے تاریک ترین ماحول میں اس ہدایت کاملہ کی ضوافگنی کے لئے جن افراد کو حجۃ اللہ کے طور پر پیدا فرمایا ان میں سے ایک ممتاز اور وحید مقام کے مالک استاذ محترم محدث عصر حضرت انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز ہیں، آپ نے اس "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کی عقدہ کشائی اور تعلیمی منافع کی عمومیت کے لئے جو شاندار خدمت کی ہے، اس کی نظیر آنے والے دور میں ناممکن ہے۔

الحمد للہ دینی علوم سے آراستہ علماء کرام تو کسی حد تک اس ذخیرۂ خیر و برکت سے فائدہ اٹھا لیتے تھے، مگر ہمارے اردو خواں بھائی اس نعمت سے قطعاً محروم تھے، فتنۂ انکار حدیث کے زمانہ میں تو نہایت ہی شدید ضرورت اس امر کی تھی کہ حدیث پر کوئی جامع اور مدلل کتاب شائع کی جائے مقام مسرت ہے کہ بخاری زماں حضرت شاہ صاحبؒ کے گنجہائے گراں مایہ کو اردو زبان میں شائع کیا جا رہا ہے، اور زیادہ مسرت اس بات سے ہوئی کہ اس عظیم علمی اور دینی کام کا اہتمام اس خوش قسمت ذی علم بزرگ کے ہاتھ میں ہے جس نے سالہا سال قال کے ساتھ ساتھ انور شاہ کے حال کو نہ صرف مشاہدہ کیا، بلکہ اتباع اور اطاعت کی روشنی میں مقام تقرب سے مشرف ہے، میں نے مقدمہ انوار الباری کو نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اپنے اس لٹریچر میں داخل کر لیا جس سے میں اپنی علمی زندگی میں وقتاً فوقتاً رہنمائی حاصل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مرتب علام کو اس کی تکمیل کی توفیق سے نوازے اور اس ادارہ کے معاونین کی اعانت فرماوے، اللہ الموفق والمعین۔ سیہ کار قاضی زاہد الحسینی

مکتوب گرامی مکرم و معظم مولانا عزیز احمد صاحب سابق استاذ جامعہ ڈابھیل عم فیضہم

جب سے تحفۂ انوار الباری ملا میں اس کے انوار میں محو ہو گیا، نام کیا اچھا پایا ہے، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم واقعی تحفہ نور افزا ہے، بزرگ بھائی حقیقت یہ ہے کہ مقدمہ نہایت عمدہ اور ماشاء اللہ پر از معلومات ہے، وقت واحد میں ناظر کو "ناشر" شرح صدر بخشتا ہے، اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ، نکتہ رسی قابل داد ہے، حنفیت کے دفاع کے لئے یہ واحد سلاح ہے، اردو دانوں اور ہم جیسے مہمل ٹوٹی پھوٹی عربی جاننے والوں کے لئے نور افزا تو ہے ہی ایمان پرور بھی ہے، "اتبع سبیل من اناب الی" کا نیا دھارا اور بالکل نئی رو ہے، جس کے فہم سے میں محروم تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر سے اتنا نوازیں کہ لے کر بس بس کہئے اور وہ دے دے کر راضی دونوں راضی سبحان اللہ والحمد اللہ، ڈابھیل کی ایک بات "مستقل تصنیف" یاد آئی وہ جیسی تھی تھی، اس مقدمۂ انوار الباری نے تو عقیدت بڑھا دی ہے، اللہ تعالیٰ اول سے دوم اور تا آخر ہر ایک کو بڑھا بڑھا کر ہی مکمل کرا دیں، وما ذلک علی اللہ بعزیز، دعا یہی ہے اور رہے گی انشاء اللہ العزیز اپنی منفعت کے پیش نظر پایۂ تکمیل کو اپنی آنکھوں دیکھ لوں، واقعی بڑی دیرینہ آرزو خدمت حدیث کی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

مکتوب گرامی مکرم و محترم مولانا کاشف الہاشمی، دیوبند، دامت برکاتہم

کئی روز ہوئے انوار الباری کا جزء اول ملا تھا، اب تک مطالعہ کیا، اب رسید اور شکریہ پیش کرتا ہوں، میں بقسم کہتا ہوں کہ اس مقدمہ سے میں طالب علمانہ استفادہ کیا ہے، مجھے اپنے سامنے سے پردے اٹھتے ہوئے محسوس ہوئے ہیں، اللہ پاک آپ کو ملت کیلئے تا دیر سلامت رکھیں اور زیادہ سے زیادہ خدمت لیں، ہم کو یہ توفیق ملے کہ آپ کی قدر کریں۔

مکتوب گرامی مکرم و محترم مولانا سید جمیل الدین صاحب رحمہ اللہ استاذ جامعہ عباسیہ بہاولپور

مبارک صد مبارک، اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائے اور محبت حدیث پاک اضعافاً مضاعفہ ہو، حضرت تھانوی قدس سرہ کا وصال ہو گیا، خدا کرے دیوبند جماعت میں ان کا تصنیفی و تالیفی کام آپ سنبھال لیں، کاش کہ فہرست کتب جو آپ نے درج فرمائی ہے، یعنی جن سے آپ تصنیف میں مدد لے رہے ہیں، اس میں مکتوبات شریف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی و دیگر تصانیف حضرت مجدد صاحب قدس سرہ بھی ہوتیں، مذہب حنیفہ کی تائید حضرت والا نے جس طرح فرمائی ہے وہ رنگ بھی اختیار فرمایئے، ضرور۔

مکتوب گرامی مکرم ومحترم مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ
رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

گرامینامہ محبت شمامہ بہت سی مسرتیں لے کر پہنچا، باری تعالیٰ آپ کو دین متین کی محکم اور سچی خدمت کے لئے عمر نوح عطا فرمائے، آمین، آپ کی کتاب کا کچھ حصہ اوقات متعددہ میں سنا، دل سے دعا نکلی خدا کرے باب قبول تک پہنچ جائے، اسلوب بیان پاکیزہ اور شستہ، براہین مدلل اور محکم، اپنی ہمہ گیری کے اعتبار سے بہت ہی جامع ہے، ابھی بہت سا حصہ باقی ہے، اس کو پڑھ کر سنانا اسی شخص کا کام ہے، رجال کے نام جس کی زباں پر رواں ہوں اور عربی سے واقف ہو، پھر یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر سے بہتر جزا خیر عطا فرماوے، مولانا عبدالدائم صاحب نے بے حد پسند فرمایا۔

ایک مصرعہ یاد آ گیا، قیاس کن زگلستان من بہارمرا، پرسوں ایک خواب دیکھا ہے جس کے بعض اجزاء مجملاً عرض کر رہا ہوں، حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کشمیر سے دارالعلوم میں دوبارہ تشریف لے آئے، سامان مختصر ہے اور اسی کمرے میں رکھ دیا جس میں حضرتؒ مقیم تھے، اس کے بعد بخاری پڑھانے کے لئے تشریف لائے، درس کے دیگر طلباء میں، میں عبدالجلیل اور انظر شاہ بھی شامل ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ روبقبلہ ہو کر بخاری پر کچھ تقریر فرما رہے ہیں اور ان کے سامنے انوارالباری کھلی ہوئی ہے، دریافت فرمایا کہ یہ کس نے لکھی ہے، اشارہ تعلیقات کی جانب تھا، میں نے عرض کیا مولوی احمد رضا نے اس کے بعد سر جھکا کر کچھ دیر اس کو غور سے پڑھتے رہے، مفصل خواب پھر کسی وقت فرصت میں لکھوں گا یا حاضری کے موقع پر زبانی عرض[1] کروں گا۔

میں آپ کو کتاب کی قبولیت اور خصوصاً طبقہ علماء میں پسندیدگی پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی نیت میں مزید خلوص عطا فرمائیں، والسلام۔

---

[1] موصوف نے ۲۴ اکتوبر ۶۱ء کو بوقت آمد دیوبند بموجودگی عزیم محترم مولانا ارشد میاں صاحب سلمہ حسب ذیل تفصیل بیان کی۔

حضرتؒ کو اسی طرز وہیئت پر دیکھا جس پر پہلے زمانہ قیام دارالعلوم میں دیکھا تھا، داڑھی سیاہ، کچھ بال سفید، صحت اچھی، خوش پوشاک، پھر دیکھا کہ جامع مسجد دہلی جیسی مسجد ہے جس میں حوض نہیں ہے باقی دالان، وسعت وغیرہ ایسی ہی ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ حوض کی جگہ اور جنوبی دروازے کے درمیان روبقبلہ بیٹھے ہوئے درس بخاری شریف دے رہے ہیں، میں سامنے ہوں، مجھ سے بائیں طرف انظر شاہ، ملاجی (مولانا حکیم عبدالجلیل صاحب) بھی ہیں اور ازہر شاہ کچھ الگ کو بیٹھے ہیں، حضرت شاہ صاحب امام بخاری کے حالات پر تقریر فرما رہے ہیں اور سامنے تپائی پر انوارالباری کھلی رکھی ہے جس کے درمیان میں متن اور چاروں طرف حاشیہ ہے، فرمایا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ یہ مولانا احمد رضا نے لکھی ہے، فرمایا کہ جب میں نے ان سے کہا تھا تو ترمذی و بخاری ملا کر لکھنے کو کہا تھا اور بہت دیر کر دی، اس کو تو بہت پہلے لکھنا چاہئے تھا، پھر کمبل چہرہ پر ڈال کر کہ میں چہرہ نہ دیکھ سکا، اسی طرح اس کو متوجہ ہو کر مطالعہ فرمانے لگے، حافظ عثمانی صاحب بھی وہاں آ گئے اور میں نے بلا کر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ان کا تعارف کرایا''۔

اس کے بعد ۲۵ دسمبر ۶۱ء ۱۶ رجب دوشنبہ کی شب مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں راقم الحروف نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ تشریف رکھتے ہیں، احقر نے مسودۂ انوارالباری دکھلایا، ایک بہت مختصر مگر جلی قلم سے لکھا ہوا عنوان دیکھ کر بطور تحسین واستعجاب فرمایا کہ کیا یہ بھی تم نے لکھ لیا ہے؟ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! ہر چھوٹی بڑی چیز کو لکھا ہے اور مولانا بدر عالم صاحب نے بھی تقریر لکھی ہے، میں دونوں کو ملا کر مکمل کر رہا ہوں۔

اس سلسلہ میں مزید گزارش ہے کہ یوں تو حضرت شاہ صاحب کی زیارت سے خواب میں بارہا مشرف ہوا مگر کچھ عرصہ سے کسی علمی مجلس میں شرکت کی صورت نظر آتی تھی، جس طرح کہ ڈابھیل کے قیام میں صورت ہوتی تھی، نیز ایک بار دیکھا کہ سرور دو عالم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوں اور ایک طرف بیٹھا ہوا غالباً حدیث ہی کے سلسلہ میں کچھ لکھ رہا ہوں، کسی تقریب سے لڈو تقسیم ہوئے مجھے بھی حصہ ملا، یہ بہت مدت کی بات ہے مگر ایسی یاد ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)۔

چند تبصرے

صدق جدید لکھنؤ: صحیح بخاری کے ترجمے مختصر شرح وحاشیہ کے ساتھ اردو میں بھی اب تک کئی ایک شائع ہو چکے ہیں، لیکن حنفی مکتب فکر کے لحاظ سے بخاری کی ترجمانی اردو میں اب تک گویا ہوئی ہی نہیں ہے، حنفیوں میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ علم وفضل، خصوصاً علم حدیث میں اپنی نظیر بس آپ ہی تھے، بڑی مسرت کی بات ہے کہ ان کے افادات متعلقہ بخاری کو ان کے ایک شاگرد رشید مولانا احمد رضا بجنوری نے اب اردو میں لے آنے کا تہیہ کرلیا ہے اور ان کے مقدمہ شرح بخاری کی یہ پہلی جلد شائع ہوگئی ہے، شرح بڑے اہتمام سے لکھی جارہی ہے، اور پوری کتاب اس طرح کے ۳۲ حصوں میں گویا ساڑھے ۶ ہزار صفحہ کی ضخامت کے ساتھ مکمل ہوگی اور دیکھنے کے قابل ہوگی۔

صرف مقدمہ دو حصوں میں بڑی تقطیع اور گنجان کتابت کے تقریباً ۵۰۰ صفحات میں آئے گا، پیش نظر حصہ میں علم حدیث کا عام تعارف، تمام محدثین کے کارنامے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے کارنامے، یہ سب بڑی تفصیل وتحقیق سے آگئے ہیں، مرتب صاحب علم و صاحب فکر ہونے کے ساتھ اہل قلم بھی ہیں، اس لئے کتاب باوجود فنی ہونے کے خشک یا غیر شگفتہ نہیں۔

ایک حاشیہ میں مرتب کے قلم سے ایک بڑے کام کی بات نظر پڑی، "یہ دونوں (محدثین) بھی امام اعظمؒ کی برائیوں میں پیش پیش تھے، ہر انسان خطا ونسیان سے مرکب ہے، بڑے بڑے جلیل القدر انسانوں سے غلطی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سب کی لغزشوں سے درگزر کرے اور ان کو اپنی بے پایاں نعمتوں اور راحتوں سے نوازے ص ۱۰"۔

رسالہ دارالعلوم دیوبند: حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ علیہ الرحمۃ کے تلمیذ خاص مولانا سید احمد رضا صاحب گذشتہ ایک سال سے صحیح بخاری کی اردو شرح "انوارالباری" کے نام سے مرتب کرنے میں مصروف ہیں، یہ کام مختلف موانع اور مشکلات سے دوچار رہا اب اس کا حصہ اول شائع ہوا ہے جو ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، مولانا نے بڑی عرق ریزی اور محنت وجانکاہی کے ساتھ اس حصہ میں حدیث کی ترتیب وتدوین کی تاریخی حیثیت، فن حدیث کی عظمت سے گزر کر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات کو جامعیت اور تفصیل سے درج فرمایا ہے اور استنباط مسائل میں امام صاحبؒ کا جو طریق فکر ہے اس پر پوری روشنی ڈالی ہے، امام اعظمؒ کے متعلق یہ ایک مستقل تذکرہ ہے جس میں بہت سی ایسی باتیں سامنے آگئی ہیں جو اردو میں اب تک نہیں آسکی ہیں، متعصب اہل علم حضرت نے صدیوں سے امام موصوف کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کررکھی ہیں، مولانا نے بڑے مستحکم دلائل کے ساتھ ان کا ازالہ فرمایا ہے، اس سلسلہ میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے وہ افکار وخیالات بھی زیر بحث آئے ہیں جو انہوں نے امام اعظمؒ کے متعلق ظاہر فرمائے تھے، امام اعظمؒ کے بعد امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد حنبلؒ اور ان کے بعد ان چالیس محدثین وفقہاء کے حالات آگئے ہیں جنہوں نے تدوین فقہ حنفی کے سلسلے میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے تعاون فرمایا تھا، اس پورے حصہ میں اس طرح ۱۵۱ محدثین کے حالات جمع کردیئے ہیں اور اگلے حصہ میں تقریباً پانچ سو حضرات کے حالات پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

"اسماء رجال" فن حدیث کا ایک مستقل موضوع ہے جس میں رواۃ کے ذاتی حالات، ان کے حفظ اور یادداشت، ان کی مرویات کے صدق وکذب اور عقلی ونقلی حیثیت سے ان کی روایتوں کی چھان بین کی جاتی ہے، گویا یہ فن حدیث کے لئے ایک بہت بڑے ستون کی حیثیت رکھتا ہے، یہ ستون اگر درمیان سے نکال دیا جائے تو پھر ساری عمارت ہی خطرے میں آسکتی ہے۔

مولانا موصوف نے حدیث کی بہت بڑی خدمات انجام دیں کہ اس حصہ میں ۱۵۱ محدثین کے حالات جمع فرمادیئے ہیں، عربی میں تو اس موضوع پر بہت سی کتابیں ہیں مگر اردو میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی چیز ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کہ جیسے آج دیکھا ہو، اسکے بعد ایک بار ایسا دیکھا کہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ صحابہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد وغیرہ میں شرکت صرف اپنے ذاتی علائق واسباب کی وجہ سے کرتے ہیں، خدا کے واسطے نہیں، میں نے کہا غلط ہے، اس پر ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک طرف صحابہ تشریف رکھتے ہیں، دوسری طرف کفار اور سرکار دو عالم ﷺ پس پردہ تشریف رکھتے ہیں میں صحابہ سے سوال کرتا ہوں اور وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارا جہاد وغیرہ سب صرف خدا کے لئے ہے، کفار لاجواب اور حضور اکرم ﷺ مسرور ہوجاتے ہیں" یہ سب خواب کی باتیں ہیں، کوئی یقینی بات ان پر نہیں کہی یا سمجھی جاسکتی تاہم دل ان سے خوش ہوتا ہے، حوصلہ بڑھتا ہے، دین وعلم کی کوئی ادنیٰ خدمت بھی کسی کے لئے میسر ہو تو محض خدائے تعالیٰ کا فضل وانعام ہے، رع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا۔

ہمیں امید ہے کہ انوارالباری دوماہی پروگرام کے تحت ایسی ہی جامعیت، وسعت مطالعہ فن حدیث کے بیش بہا نکات اور اپنی ظاہری اور معنوی دل کشی کے ساتھ منصۂ شہود پر آئے گی اور اس طرح حضرت علامہ سید انورشاہ کشمیریؒ کے افادات عوام وخواص تک پہنچ سکیں گے۔ (سید محمد از ہر شاہ قیصر)

رسالہ تذکرہ دیوبند: زیر نظر حصہ مقدمہ کی پہلی جلد ہے جس میں تیسری صدی تک کے محدثین کا تذکرہ آ گیا ہے، اس مقدمہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ جو کچھ مرتب نے لکھا ہے محنت سے لکھا ہے اور اب تک علماء احناف کے ساتھ جو علمی ناانصافی ہوتی آ رہی تھی، اس کی جگہ جگہ نشاندہی بھی کی ہے، مثلاً امام بخاریؒ جن کا نام لے کر بعض غیر مقلد علماء امام اعظم کے منہ آتے رہے ہیں، مرتب موصوف نے اس کی قلعی کھولنے کی سعی کی ہے، کوئی شبہ نہیں کہ کام صرف اشارہ ہی سے لیا گیا ہے، اور تفصیل سے حتی المقدور اجتناب اختیار کیا گیا ہے، مگر جس حد تک لکھ دیا گیا ہے، وہ بھی آگاہی کے لئے موجودہ دور میں کافی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ بہت سے علماء صرف امام بخاری یا اس طرح کے دوسرے علماء کا نام سن کر مرعوب ہو جاتے ہیں اور حقیقت حال کی جستجو و تلاش سے دستک کش ہو جاتے ہیں، حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے، کہ امام اعظمؒ کی حیثیت امام بخاریؒ سے بدر جہا بڑھ کر ہے اور ہر اعتبار سے پھر امام بخاریؒ خود امام اعظمؒ کے شاگردوں کے فیض یافتہ ہیں، اس لئے امام بخاری یا ان کے استاذ امام حمیدیؒ، امام اعظم کے خلاف جو جذبات رکھتے ہیں، ان کی چھان بین ضروری ہے، اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر عطا کرے کہ انہوں نے اس جلد میں امام اعظمؒ اور دوسرے علماء احناف کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے اور امام اعظمؒ اور صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) پر کئے گئے غلط اعتراضات کی مدلل تردید کی ہے اور مسکت جواب بھی دیا ہے اور ابن خلکان امام بیہقی اور دوسرے شوافع علماء سے اس سلسلہ میں جو غلطی ہوئی ہے اس کی نشاندہی کی ہے اور اس کی حقیقت آشکارا کرنے کی سعی کی ہے۔

مقدمہ کی دوسری جلد میں بقیہ محدثین کا تذکرہ آئے گا اندازہ ہے کہ اس صدی تک کے محدثین علماء کا تذکرہ دوسری جلد میں آ جائے گا، اس سے فارغ ہو کر بخاری شریف کی اردو شرح شروع ہوگی جس میں متقدمین کی کتابوں کے ساتھ ساتھ علمائے دیوبند کے افادات بھی اجاگر کر کے پیش کئے جائیں گے، اندازہ ہے کہ اس شرح میں حضرت علامہ کشمیریؒ کی فیض الباری کا خلاصہ مع اضافہ کے آ جائے گا نیز مؤلف نے اس کا اہتمام بھی کیا ہے کہ فن حدیث پر اپنے اکابر کی ساری تحقیقات کا عطر کشید کر کے اس میں جمع کر دیں اور اس طرح امید ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے لے کر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ تک کی تحقیق وتدقیق کا خلاصہ اس شرح میں لے لیا جائے گا۔

مؤلف موصوف بحمد اللہ کام کا تجربہ رکھتے ہیں، پچھلے دنوں مجلس علمی ڈابھیل کی نظامت آپ ہی کے سپرد تھی اور نصب الرایہ، فیض الباری، مشکلات القرآن اور اس طرح کے دوسرے علمی نوادرات آپ کے حسن انتظام کی بدولت موجودہ دور کے ذوق کے مطابق مطبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں یہ پوری شرح اندازہ ہے کہ اکتیس بتیس حصوں میں آ جائے گی جو دوماہی پروگرام کے تحت بالاقساط شائع ہوتی رہے گی اس سے مؤلف اور مستفیدین دونوں کو سہولت حاصل رہے گی، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کام کو حسن وخوبی کے ساتھ اتمام تک پہنچائے۔

رسالہ تجلی دیوبند: انوارالباری شرح اردو صحیح البخاری پر عربی میں بہت کام ہوا ہے، لیکن اردو میں اس کام کی ابھی ابتداء ہی ہے، ترجمے کا فریضہ تو کئی ناشرین ادا کر چکے، بعض اہل علم نے ترجمے کے ساتھ فوائد وحواشی کا بھی اضافہ کیا ہے، مگر اس میں کافی تشنگی ہے، علاوہ ازیں حنفی نقطۂ نگاہ اور مسلک کی بھر پور ترجمانی کا کام تو اردو میں بالکل ہی نہ ہونے کے برابر ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایک ذی علم بزرگ جناب مولانا سید احمد رضا صاحب نے اس مشکل اور اہم کام کا آغاز فرمایا ہے، آپ علامہ انورشاہ کشمیری صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور علامہ موصوف متاخرین میں جس پائے کے محدث گزرے ہیں، وہ اونچے اہل علم سے مخفی نہیں، حق یہ ہے کہ حدیث کے وسیع ودقیق فن کی مہارت کا جو سلسلۃ الذہب قرون اولیٰ سے چلا تھا، موصوف اس کی آخری کڑی تھے اور آپ کے بعد پوری دنیائے اسلام میں اس شان کے محدث اور حافظ حدیث کم از کم ہماری معلومات کی حد تک عنقا کے درجے میں ہیں، حدیث کو سمجھنے والے اس پر عمدگی سے کلام کرنے والے اور اس کے مطالب ومفاہیم کو دلنشین پیرائے میں بیان کرنے والے تو بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہیں، اور فنی نزاکتوں پر عبور رکھنے والے مفقود نہیں، لیکن جلیل القدر حفاظ حدیث کی یہ مخصوص شان کہ صدہا احادیث لفظ بہ لفظ حافظے میں محفوظ ہوں اور بروقت ان کا استحضار بھی ہو، علامہ انورشاہ صاحبؒ کے بعد کہیں نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ ان کے تلمیذ جناب احمد رضا صاحب سے اچھی توقعات وابستہ کی

جاسکتی ہیں، انہوں نے بخاری کی شرح سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ ترتیب دیا ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہوگا اس کا حصہ اول ہمارے سامنے ہے۔

یہ حصہ اول تجلی سائز کے ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں فاضل مؤلف نے نقد وتحقیق کا جو سرمایہ جمع کیا ہے اس کا صحیح اندازہ اس مختصر تبصرے میں نہیں کرایا جاسکتا، حافظ ابن حجر کی فتح الباری جیسی بیش بہا ہے ویسا ہی اس کا مقدمہ بھی ہے، لیکن اس کی نوعیت وہ نہیں ہے جو پیش نظر مقدمہ کی ہے۔

پیش نظر مقدمہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں فقہ حنفی اور امام ابوحنیفہؒ پر اڑائی ہوئی اس گرد کو صاف کیا گیا ہے، جس کی تہیں جمانے کا سلسلہ ابو حنیفہؒ کے بعد ہمعصروں سے لے کر آج تک کے بعض اہل حدیث تک پہنچتا ہے، بخاری کی شرح میں اس نوع کے مقدمہ کا جواز اس لئے بھی ہے کہ بخاری ہی کے آغاز میں امام بخاریؒ کا محدثانہ خلوص امام ابوحنیفہؒ کے حق میں کانٹوں کی بوچھاڑ بن گیا ہے اور اس لئے بھی ہے کہ بعض محدثین نے خصوصاً خطیب بغدادیؒ جیسے بے تہہ محدثین نے جو غیر ذمہ داری امام اعظمؒ کے حق میں برتی اس کے خدوخال نمایاں کرنا امام اعظمؒ کے مرتبہ شناسوں پر ہر آئینہ واجب ہے۔

فاضل مؤلف نے فقہ حنفی کے آغاز، ارتقا اور کلیدی اصول واقدار پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کمزور اور بے مغز اعتراضات کے تحقیقی جوابات دیئے ہیں جن کا ہدف امام اعظمؒ اور فقہ حنفی کو بنایا جاتا رہا ہے، امام اعظمؒ کیا تھے، علم حدیث میں ان کا کیا پایہ تھا، بالغ نظر اکابر وافاضل ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے، ان کی فقہ کیونکر مرتب ہوئی، اس طرح کے گوشوں پر انہوں نے شرح وبسط کے ساتھ مواد پیش کیا ہے وہ چالیس فقہا جنہوں نے امام اعظمؒ کی سربراہی میں عظیم الشان فقہ حنفی کی تدوین کی تھی، ان کا بھی ممکنہ تعارف مؤلف نے کرایا ہے، ان میں جن عالی قدر حضرات کے تفصیلی حالات واوصاف تاریخ سے مہیا کرنے ممکن تھے، ان کے حق میں مؤلف نے بھی تساہل سے کام نہیں لیا، مثلاً امام زفرؒ پر پانچ اور امام ابو یوسفؒ پر تقریباً اٹھارہ صفحات وقف کئے ہیں۔

امام اعظمؒ کے علاوہ ائمہ ثلاثین کا بھی حسب ضرورت تذکرہ شامل مقدمہ ہے اور ۲۵۰ھ سے قبل کے جملہ ذکر محدثین کے حالات بھی دیئے گئے ہیں، بعد کے محدثین کا تذکرہ حصہ ثانی میں آئے گا۔

اردو میں مولانا شبلیؒ کی ''سیرۃ النعمان'' امام اعظم پر حرف آخر سمجھی گئی ہے، لیکن اس میں بھی کچھ نہ کچھ فروگذاشتیں ضرور ہیں جن میں سے بعض پر مولانا محمد رضا صاحب نے مختصر لیکن فکر انگیز کلام کیا ہے۔

حاصل یہ کہ مقدمہ کا یہ جزو اول بڑے معرکہ کی چیز ہے، ایسی چیز اس لئے بھی ضروری تھی کہ امام اعظمؒ کی تحقیر وتنقیص میں ثبت قرطاس کیا ہوا، متقدمین کا بے تہہ مواد آج بھی بعض حلقوں میں ''آلہ کار'' کی حیثیت سے استعمال کیا جارہا ہے، اور یہ بات خاصی شہرت پاگئی ہے، کہ ابوحنیفہ علم حدیث کماحقہٗ بہرہ نہیں رکھتے تھے، بے چارے عوام کیا جانیں کہ یہ سفید جھوٹ کس طرح چلا، کس نے اسے ہوا دی اور کون اس کی پشت پناہی کررہا ہے، عربی میں اس افتراء خالص کا پول کھولنے والا بہت سا مواد موجود ہے، لیکن اردو میں اس کی سخت ضرورت تھی اور اس پیمانے پر ضرورت تھی کہ کم استطاعت لوگ بھی اس سے مستفید ہوسکیں، قسط وار اشاعت کا جو پروگرام انوار الباری کے ناشر نے بنایا ہے اس میں غریبوں کے لئے بھی استفادے کا پورا موقع مہیا ہے، چنانچہ پیش نظر جزو کی قیمت ساڑھے تین روپے ہے اور مستقل ممبروں کے لئے صرف ڈھائی روپے (جو کم سے کم ہوسکتی ہے)۔

من حیث المجموع انوار الباری کے اس مقدمہ کو ہم بلاشبہ ایک بیش بہا پیشکش خیال کرتے ہیں اور تفسیر وحدیث وغیرہ کے جتنے ماہوار سلسلے دیوبند سے چل رہے ہیں، ان میں یہ پہلا سلسلہ ہے جسے بلند پایہ قرار دیا جاسکتا ہے، اس کی حیثیت صرف علمی وتحقیقی ہی نہیں تبلیغی بھی ہے کیونکہ امام اعظمؒ اور فقہ حنفی کے بارے میں جو شوشے یاران حاشیہ آئے دن چھوڑتے رہتے ہیں ان کے مضر اثرات کو زائل کرنا احناف کا ایک مقدس فریضہ، لیکن احناف وہ ہونے چاہئیں جو واقعۃً حنفی ہوں، زمانے کی ستم ظریفی سے احناف کی ایک ایسی قسم بھی آج کل بڑی عام ہوگئی ہے جس سے ابوحنیفہؒ اور ان کے سچے پیرو دوں کی روحیں پناہ مانگتی ہوں گی یہ وہ لوگ ہیں جو سر سے پیر تک قبوری شریعت کے مارے، راکد میں غرق ہیں مگر کہتے ہیں اپنے آپ کو اصل سنی وحنفی، ان کی حنفیت شرک وبدعت کو دوڑ کر قبول کرتی ہے اور ہر اس شخص کو ''وہابی'' قرار دیتی ہے جو شرک وبدعت سے دور بھاگے، شکر ہے کہ انوار الباری کے جامع ومؤلف ''وہابی'' ہی ہیں اسی لئے کہ ان کے یہاں علم وتحقیق کا بازار گرم نظر آتا ہے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو اس سلسلہ نادرہ کی تکمیل کے لئے لمبی عمر عطا فرمائے اور ان کے قلم سے حق ہی حق نکلے۔

جملہ ناظرین سے ہم انوار الباری کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف: انوار الباری شرح اردو بخاری از مولانا احمد رضا صاحب مجددی نقشبندی، موجودہ دور نشر و اشاعت کے لحاظ سے ممتاز دور ہے، رات دن کتابیں لکھی جاتی ہیں، اور شائع ہوتی ہیں مگر ایسی کتابوں کی پھر بھی کمی محسوس کی جاتی ہے جنہیں محنت کے ساتھ علمی انداز میں مرتب کرنے والے مرتب کرتے ہوں اور وہ نتیجہ خیز بھی ہوں لیکن ایسے لوگوں سے ملک خالی بھی نہیں، انہیں چند حضرات میں ہمارے مولانا احمد رضا صاحب بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو محنت کا ایک خاص سلیقہ عطا کیا ہے، پچھلے دنوں آپ کی نگرانی میں مجلس علمی ڈابھیل نے جو متعدد علمی تصانیف شائع کی ہیں اس سے آسانی کے ساتھ آپ کے علمی ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فیض الباری کے نام سے فخر المحدثین حضرت مولانا انور شاہؒ کی تقریر بخاری عربی میں شائع ہو چکی ہے، بخاری شریف کی اور بھی دوسری ضخیم شرحیں موجود ہیں جن سے صرف عربی داں طبقہ مستفید ہوتا رہا ہے، حالات کے پیش نظر شدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی مستند شرح اردو میں لکھی جائے جس سے بے تکلف اردو داں طبقہ مستفید ہو سکے اور انہیں اس کے مطالعہ کا مشورہ دیا جا سکے، حضرت مولانا ہم سب بلکہ پوری ملت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ ایسے اہم کام کے لئے آمادہ ہوئے اور خدا کے بھروسہ پر کام کی ابتداء بھی کر دی، زیر نظر جز و مقدمہ کی پہلی جلد ہے جس میں دوصدی کے محدثین کے حالات پوری دیدہ ریزی سے جمع کئے گئے ہیں، جو کچھ لکھا گیا ہے، مدلل و مستند ہے اور ہر طرح قابل داد و ستائش ہے، طبقہ احناف کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ ایک قیمتی ذخیرہ ہے جس میں اور سارے محدثین کے حالات بھی ملتے ہیں۔ بلکہ امام اعظمؒ اور صاحبین (امام ابو یوسفؒ امام محمد) اور امام زفر کے حالات خاصے مفصل اور لائق مطالعہ ہیں، اس جلد کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس میں امام اعظمؒ کی مجلس تدوین فقہ کے ان چالیس ارکان کے حالات یکجا آ گئے ہیں جن کی مدد سے آپ نے فقہ حنفی مدون کیا تھا، جس انداز پر کام شروع کیا گیا ہے اس کے پیش نظر یہ ماننا پڑتا ہے کہ حنفی نقطۂ نظر سے اردو زبان میں حدیث کی خدمت کا یہ شاندار آغاز ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمائے۔

ضخامت اور طباعت و کتابت کے اعتبار سے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے، شاید یہ اس وجہ سے کہ ہر علم دوست اسے خرید سکے اور عام طور پر مسلمان حدیث نبوی سے مستفید ہو سکیں۔

روزنامہ الجمعیۃ سنڈے ایڈیشن: استاذ العلماء فخر المحدثین حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے کسی تعارف کے محتاج نہیں، زیر تبصرہ کتاب آپ ہی کے افادات کا شاہکار ہے جسے آپ کے شاگرد رشید مولانا احمد رضا صاحب نے برسوں کے استفادہ کے بعد مرتب کیا ہے۔

کتاب کا موضوع حدیث کی مشہور کتاب بخاری شریف کی شرح اور اس کے مطالب کی توضیح ہے، گویا شرح سے پہلے ایک مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے جس میں حدیث اور متعلقات حدیث پر ایک خاص رنگ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس حصہ میں حنفی مذہب کے بارے میں تمام ضروری باتیں آ گئی ہیں اور امام اعظمؒ کی سوانح حیات ان کے اساتذہ و تلامذہ اور تدوین فقہ کی تاریخ کا بیشتر حصہ مرتب کر دیا گیا ہے، نیز بتایا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی خصوصیات کیا ہیں اور امام صاحب کی جلالت قدر اور علمی مرتبہ کے بارے میں علماء سلف نے کن خیالات کا اظہار کیا ہے، امام صاحب کے ساتھ ہی دوسرے آئمہ کرام کے حالات بھی جمع کر دیئے گئے ہیں، کتاب مجموعی حیثیت سے اس قابل ہے کہ وہ علماء کے زیر مطالعہ رہے۔

رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی: مولانا سید احمد رضا صاحب، حضرت علامہ سید انور شاہ صاحبؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں، آپ ایک جید اور صاحب بصیرت عالم ہیں اور کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی، زیر نظر کتاب آپ ہی کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے، حضرت مؤلف علام اردو میں صحیح بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں، موصوف کا ارادہ ہے کہ شرح میں اکابر علماء حنفیہ اور خصوصاً حضرات علماء دیوبند کے علمی اور فقہی اسرار و معارف کو اردو کا جامہ پہنا کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے، اللہ تعالیٰ انہیں اس مقصد عظیم میں کامیاب فرمائے۔

زیر نظر کتاب مجوزہ شرح کے مقدمہ کا صرف پہلا حصہ ہے جو محدثین کرام کے تذکروں پر مشتمل ہے، اس میں آئمہ اربعہ کے علاوہ کوئی ڈیڑھ سو محدثین کا تذکرہ ہے، امام الائمہ فقیہ الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تذکرہ نہایت بسط و تفصیل سے کیا ہے، متعصبین کی طرف سے

حضرت امام موصوف پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، ان کے نہایت محققانہ جوابات دیئے ہیں، جرح و تعدیل اور نقد رجال کے مسلم آئمہ سے امام صاحب کی توثیق و تعدیل نقل کی ہے اور تقریباً ستر کبار علمائے محدثین اور فقہائے متقین سے آپ کی مدح و ثنا نقل کی ہے، مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد، شعبہ عبداللہ بن مبارک، وکیع یحییٰ قطان، یحییٰ بن معین، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یزید بن ہارون، مکی بن ابراہیم، عبدالرحمٰن بن مہدی، جعفر صادق، ابوداؤد صاحب السنن، ابن جریج، امام اعظم، (استاد امام صاحب) سعید بن ابی عروبہ، فضل ابن دکین، عیسیٰ بن یونس وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اور بیس سے زائد آئمہ فن سے امام صاحبؒ کی تابعیت نقل کی ہے۔

علاوہ ازیں امام صاحب کے شیوخ حدیث اور شاگردوں کا تذکرہ بھی قدرے تفصیل سے کیا ہے، علم حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک بہترین تحفہ ہے، کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مؤلف نے بڑی جستجو اور عرق ریزی سے مواد جمع کیا ہے، اور خصوصاً احناف کے لئے ایک عمدہ دستاویز تیار کی ہے، کتاب میں حنفی علماء اور محدثین کی حدیثی اور فقہی خدمات کو موقع بموقع خوب واضح کیا گیا ہے، اس حصہ میں امام دارمی متوفی ۲۵۳ھ تک کے محدثین کا تذکرہ ہے، دوسرے حصے میں غالباً اس وقت سے لے کر اب تک کے چیدہ چیدہ محدثین کا تذکرہ ہوگا، یہ کتاب علمی و تاریخی معلومات کا ایک بے بہا خزینہ ہے جس کا ہر حنفی و غیر حنفی کے پاس ہونا ضروری ہے۔

''سہ روزہ مدینہ'' بجنور: علماء متاخرین میں حضرت علامہ حافظ حدیث، حجۃ اللہ علی الارض، آیۃ من آیات اللہ سید انور شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہٗ سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے علمی اور اسلامی دنیا واقف ہی نہیں ہے بلکہ اب بھی ہزاروں افراد ان کے دیکھنے والے موجود ہیں، موصوف نے اپنے معاصرین اور اساتذہ سے اپنی قابلیت کو تسلیم کرا لیا ہے، چنانچہ مولانا آزاد، مولانا شبلی، مولانا عبیداللہ سندھی وغیرہم بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی کمالات کے معترف ہیں، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے تو فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں یہاں تک بیان فرما دیا ہے کہ اگر شاہ صاحبؒ متقدمین میں پیدا ہوتے تو ان کی عجیب شان ہوتی اور وہ صاحب مسلک ہوتے۔

زیر تبصرہ کتاب ان کے شاگرد خاص نے تالیف کی ہے کہ جنہوں نے برسہا برس حضرت شاہ صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر ان کے علوم کو اپنایا ہے، چنانچہ موصوف (مولانا احمد رضا صاحب) نے حضرت شاہ صاحب کی تصنیف اور تالیف میں مواد و مآخذ فراہم کرنے کی خدمت ایک مدت تک انجام دی ہے، لہٰذا ''انوارالباری شرح اردو صحیح البخاری'' کے علمی شاہکار ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا موصوف نے انوارالباری کا پہلا اور دوسرا حصہ بطور مقدمہ کے ترتیب دیا ہے، پہلے حصہ میں مذہب حنفیہ سے متعلق تمام ضروری باتیں مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی مکمل سوانح حیات، ان کے اساتذہ، ان کے تلامذہ، ان کا اور ان کے تلامذہ کا حدیث میں مرتبہ، تدوین فقہ کی مکمل تاریخ، تدوین فقہ کے چالیس شرکاء کے حالات، فقہ حنفی کی خصوصیات، امام صاحب کے بارے میں آئمہ کی آرا کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ بلا اختیار زبان پر سبحان اللہ جاری ہو جاتا ہے، علاوہ اس کے امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد، وغیرہم حضرات کے حالات بھی نہایت تفصیل سے جمع کر دیئے ہیں اور ۲۴۰ صفحات کی یہ کتاب دریا بکوزہ کا صحیح مصداق بن گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی حدیث کی کتاب سے متعلق اردو زبان میں اتنا جامع اور مکمل مقدمہ نہیں لکھا گیا ہے، جی تو بہت کچھ لکھنے کو چاہتا ہے، لیکن اس کتاب میں جو کچھ ہے اور جتنی محنت کی گئی ہے، اس کے مقابلہ میں میرے پاس الفاظ کا دامن تنگ ہے، یقیناً اہل علم حضرات اس کتاب کو اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر اپنے کو غنی محسوس کریں گے۔

شکر نعمت: حق تعالیٰ جل مجدہٗ کا ہزاراں ہزار شکر کہ مقدمۂ انوارالباری کے دونوں حصے لکھنے سے فراغت ہوئی، جن میں دوسرے اہم مباحث کے ساتھ دوسری صدی سے اب تک کبار محدثین کے حالات خصوصاً حدیثی خدمات کا تذکرہ ہوا، اس کے بعد شرح اردو بخاری شریف کا پہلا پارہ شروع کر دیا گیا ہے اور خدائے برتر کے بے پایاں فضل و انعام سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کی باقی منازل بھی آسان فرمائیں گے، **وما توفیقی الا بمنہ و کرمہ، علیہ توکلت والیہ انیب۔**